بسم الله الرحمن الرحيم

من کمالِ من فقیر

خطباتِ کمال

از

محبوبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، عارفِ وقت

حضرت فقیر پروفیسر باغ حسین کمال رحمۃ اللہ علیہ

بانی: سلسلہ اویسیہ کمالیہ

مرتبہ

سجادہ نشین - خادمِ دارالفیضان

صاحبزادہ قاضی مراد کمال

دارالفیضان

پنوال شریف (براستہ تحصیل چوک) چکوال

دوران اشاعت فہرست سازی:

صاحبزادہ قاضی مراد کمال،
خطباتِ کمال
چکوال، دارالفیضان پنوال پاکستان
عنوان: I خطبات، II تصوف، III تذکرہ
ISBN: 969-8973-01-X

خطباتِ کمال رحمۃ اللہ علیہ

بسعی واہتمام: صاحبزادہ قاضی ثاقب کمال

طبع ششم: 1441ھ/2020ء

حروف نگاری، صفحہ بندی وطابع: الکمال پبلشرز

یہ کتاب اس ویب ایڈریس/موبائل ایپ سے ڈاؤن لوڈ کی جاسکتی ہے
www.dar-ul-faizan.com
Mob App: Dar ul Faizain - Silsila Owaisia Kamalia

قیمت:=/750 روپیہ

دارالفیضان

پنوال شریف (براستہ تحصیل چوک) چکوال

فون: 0300-9733482

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
1	اللہ جل جلالہٗ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم	6
2	مقدمہ	7
3	نذرانۂ عقیدت	25
4	سالانہ اجتماعات	31
5	ہفتہ وار اور ماہانہ اجتماعات	119
6	سوال وجواب	367
7	اہم خط	411
8	مکالمہ اور انٹرویوز	419
9	متفرقات	457
10	ذکرِ اسمِ ذات ’’اَللّٰہ‘‘ اور منازلِ سلوک	527
11	اوراد و وظائف	549
12	مقامِ شکر و دعوتِ عام	557
13	حواشی	558

اللہ جل جلالہٗ

الف اللہ دا باغ کمالا، کنج کریئے شکرانہ
سارے عالم نال ملایئے، نالے کل زمانہ
سبھ سمندر نور سیاہی، رُکھ بنایئے قلماں
کون مکان دی تختی اُتے لکھیے حق سبحانہ

محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

م محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دے دربارے باغا نذر گزاراں
کو ن مکان دیاں کٹھیاں کر کے ساریاں حسن بہاراں
پڑھ درود ہر تھاں ہر ویلے ون سون سوغاتاں
پُھل پتیاں تے لعل جواہر آپ دے اُتوں واراں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدّمہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ کَشَفَ لِاَ وْلِیَا ئِهٖ مَا لَا یُحِیْطُ بِعِلْمِهِ الْعَقْلِ وَالْقِیَاسْ۔ وَأَوْصَلَ مُحِبِّیْهِمْ وَ مُعْتَقِدِیْهِمْ اِلٰی مَالَایُمْکِنُ اَلْوُصُوْلُ اِلَیْهِ لِسَائِرِلنَّاسِ۔ وَالصَّلَاۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِهٖ الْمُصْطَفٰی وَ رَسُوْلِهٖ الْمُجْتَبٰی اَلَّذِیْ لَا یُمْکِنُ اَلْعُرُوْجِ اِلٰی مَرَاتِبِ الْعُلٰی اِلَّا بِمُتَابِعَتِهٖ فِیْمَا أَتٰی۔ فَمَنْ کَانَتْ مُتَابِعَتِهٖ اَکْثَرْ فَفَضْلُهٗ أَعْظَمْ وَ أَوْفَرْ۔ اِنَّ أَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقٰکُمْ۔ وَ عَلٰی آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ نُجُوْمُ الْهُدٰی وَ عَلٰی سَائِرِ أَوْلِیَاءِ اُمَّتِهٖ اَلْکَامِلِیْنَ وَالْعَارِفِیْنَ مِنْهُمْ مُرْشِدِیْ وَمَلْجَائِیْ اَلشَّیْخْ بَرُوْفِیْسَرُ بَاغْ حُسَیْن کَمَالْ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ۔ اَمَّا بَعْد

میرے پیارے اللہ کریم جل جلالہٗ کا لاکھ لاکھ شکر اور احسان ہے کہ اُس نے ہمیں یہ منفرد اعزاز اور توفیق بخشی کہ ہم روحانیت کے تاجدار اور ولایت کے بلند ترین منصب ''عبد'' پر فائز عظیم ہستی حضرت فقیر پروفیسر باغ حسین کمالؔ المعروف ''حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ'' کے خطاباتِ عالیہ کو سالکینِ طریقت کی خدمت میں بالخصوص اور عامۃ المسلمین کے سامنے بالعموم پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ آپؒ کا ذکر آتے ہی ایک ایسی ہستی کا تصوّر آتا ہے جس نے ذکرِ اسمِ ذات ''اَللّٰه'' اور ''درود شریف'' کی ترویج کو اپنی زندگی کا مرکز و محور اور نصب العین بنائے رکھا۔ خاص طور پر درود شریف کو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے درجہءِ کمال تک پہنچایا اور ایسے ایسے ریکارڈ قائم کیے کہ اُنہیں رہتی دنیا تک بطورِ مثال پیش کیا جاتا رہے گا کیوں نہ ہو کہ خود اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو درود شریف کی ذاتی نسبت عطا فرمائی اور جنابِ رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اس حوالے سے اوّلیت کی سند عطا کرتے ہوئے فرمایا:

''تم نے اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کثرت سے درود شریف پڑھنے والے پہلے 100 اشخاص میں شامل ہونے کی دُعا کی تھی، مگر اللہ کریم نے اس لحاظ سے تمہیں ساری اُمت میں اوّل کر دیا۔ سو درود

شریف کی تعداد کے لحاظ سے کوئی بھی تمہارا مثیل نہیں۔اس درود شریف کی وجہ و برکت سے میں نے اور ایصالِ ثواب کی وجہ سے دیگر انبیاءِ کرامؑ، خلفاءِ راشدینؓ، حسنین کریمینؓ، صحابہ کرامؓ اور اولیاءِ کرامؒ نے تمہیں اپنا بیٹا بنایا ہے۔اور اولیاءِ کرامؒ میں میری ذاتی توجہ جتنی تمہیں حاصل ہوئی ہے وہ کسی اور کو نصیب نہیں ہوئی۔اور اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل و کرم تیرے شاملِ حال ہو رہا ہے۔'' (حالِ سفر صفحہ 85)

آپؒ نے اپنی کتاب حالِ سفر میں اپنے روزانہ کے معمولات کے بارے میں فرمایا کہ کم از کم سوا دو لاکھ درود شریف میرا روزانہ کا معمول ہے اور زیادہ سے زیادہ ایک راز ہے۔ اس طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے پڑھے جانے والے درود شریف کی تعداد پانچ ارب سے زائد بنتی ہے۔اس غیر معمولی کارنامہ کے حوالے سے ہم دنیائے اسلام کے نامور محقق اور طبیب، ابن سینا کی تحقیق کا حوالہ دیتے ہیں جو دیگر مسلمان سائنس دانوں کی طرح اپنی زندگی کے آخری ایّام میں اپنے فکر و فلسفہ میں تبدیلی اور ترمیم کر کے روحانیت کی طرف متوجہ ہوئے اور تصوّف کے دامنِ محبت و الفت میں پناہ لی۔ وہ اپنی کتاب الاشارات التنبیہات جسے مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد نے شائع کیا، کے صفحہ 260-261 پر لکھتے ہیں:

''جب تمہارے علم میں کوئی ایسی بات آئے کہ کسی عارف باللہ نے اپنی طاقت و قوت سے بڑھ کر کوئی کارنامہ سرانجام دیا ہے جو عام حالات میں اس جیسی طاقت و قوت والے کسی شخص کے بس کی بات نہیں ہوتی تو تم فوراً اس کا انکار نہ کرنے لگو کیونکہ اس کی بھی بہت سی طبعی وجوہات ہو سکتی ہیں۔ چنانچہ انسان جب معتدل حالات میں ہوتا ہے تو بعض اوقات وہ ایسی صورتِ حال سے دوچار ہو جاتا ہے جس میں وہ اپنے تصرفات اور حرکات میں اپنی انتہائی قوت صرف کرنے کے باوجود اس کام کا دسواں حصہ بھی انجام دینے سے قاصر ہوتا ہے کیونکہ خوف یا غم یا کسی اور سبب سے اس کی قوت میں کمی آ جاتی ہے۔ اسی طرح بعض اوقات مقابلہ کی صورت میں اس کی طاقت و قوت میں بے پناہ اضافہ ہو جاتا ہے یا انتہائی خوشی کی حالت میں اس کی صلاحیتیں کہیں بڑھ جاتی

ہیں، بعینہٖ اسی طرح ایک عارف بھی ان احوال سے دوچار ہوتا ہے اور اس کی طاقت و قوت میں اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ اپنی عام جسمانی صلاحیتوں سے بڑھ کر قوت کا مظاہرہ کرتا ہے، خاص طور پر جب اسے خدا کی طرف سے تائید و نصرت کی خوشی بھی حاصل ہو جائے۔'' یہ قوت جس شخص میں فطری اور جبلی ہوتی ہے، وہ اگر اس کے ساتھ فطرتاً مقدس اور پاکیزہ خُو ہوتا ہے تو وہ اس قوت کو اغراضِ حسنہ میں استعمال کرتا ہے، ایسا شخص نبی یا ولی ہوتا ہے اور اگر وہ شخص اس قوت کے ساتھ فطرتاً بدطینت اور شریر ہو تو وہ اس قوت کو بُرے کاموں میں صَرف کرتا ہے، ایسا شخص جادوگر اور شعبدہ باز ہوتا ہے۔''

(بحوالہ کتاب علم الکلام اور الکلام از علامہ شبلی نعمانی صفحہ 290)

ڈاکٹر خواجہ عابد نظامی ''ماہنامہ درویش'' فروری 2001ء کے شمارے میں حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ پر لکھے گئے اپنے مضمون میں رقمطراز ہیں: سوا دو لاکھ مرتبہ ہر روز درود شریف پڑھنا بظاہر ممکن معلوم نہیں ہوتا۔ اس لیے بعض احباب مجھ سے اس بارے میں اِستفسار بھی کرتے ہیں، میں انہیں پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ سے اپنی گفتگو کا حوالہ دیتا ہوں۔ انہوں نے کہا ''آپ نے کئی بزرگوں کے حالات میں پڑھا ہوگا کہ اسمِ اعظم کی برکت سے وہ میلوں کا سفر چند ثانیے (سیکنڈ) میں طے کر لیتے ہیں۔ تصوُّف کی اصطلاح میں اسے ''طی الارض'' کہتے ہیں۔ اسی طرح ایک اصطلاح ''طی اللسان'' بھی ہے۔ بکثرت درود شریف پڑھنے سے انسان کے اندر یہ کمال پیدا ہو جاتا ہے کہ کم مدت میں بہت زیادہ تعداد میں درود شریف پڑھ سکتا ہے۔ اس کا تعلق اس کی محبت، محنت اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی چشمِ عنایت سے ہے۔ ''طی اللسان'' کو بھی ''طی الارض'' کی طرح کرامت سمجھنا چاہیے۔ آگے چل کر ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں: درود شریف کی مطلوبہ تعداد پوری کرنے میں پروفیسر باغ حسین کمال رحمۃ اللہ علیہ کے تقریباً 16 گھنٹے صرف ہوتے تھے۔ ''طی الارض'' یا ''طی الوقت'' کا مسئلہ سمجھنے کے لیے واقعہ معراج پر غور کرنا چاہیے اور ''طی اللسان'' کو سمجھنے کے لیے ان بزرگوں کے حالات پر غور کرنا چاہیے جو ایک رات میں دو دو

قرآن مجید ختم کر لیتے ہیں۔ ماہنامہ ''حکایت'' مارچ 1992ء کے شمارے میں سلطان محمود آشفتہ لکھتے ہیں: حالِ سفر میں دیے گئے اعداد وشمار کے مطابق لگتا ہے کہ جتنی بار باغ حسین کمالؔ نے حضور ﷺ پر درود بھیجا ہے، شاید اس زمین پر کسی اور انسان نے نہ بھیجا ہو۔ اگر میرا یہ خیال درست ہے تو پھر فردیت، قیومیّت، صدیقیت اور عبدیت کے مقامات کا حصول اس کے سامنے پرِ کاہ بھی معلوم نہیں ہوتا، کیونکہ درود پاک کی ملکوتی وادیوں میں داخل ہونے والے ان مقامات کی حدوں سے بھی گزر جاتے ہیں، بے نیاز ہو جاتے ہیں اور فطرت عہدوں کے تاج لیے اُن کے پیچھے پیچھے پھرتی ہے۔''

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف خود بلکہ اپنے متوسّلین کو بھی تمام عمر درود شریف کی تلقین اور ترغیب دیتے رہے اور فرماتے تھے کہ ''مجھے جو کچھ ملا اس درود شریف کی برکت سے ملا۔'' اس طرح انہوں نے اپنے اُن عام مریدین کے لیے جو اس راہ پر چلنا چاہتے ہیں، کم از کم پانچ ہزار مرتبہ اور بلند مقامات یعنی مراقبات والے ساتھیوں کے لیے کم از کم دس ہزار درود شریف روزانہ پڑھنے کا نصاب مقرر کیا۔ آج بھی آپ کے تربیت یافتہ مریدین میں سے لاکھ اور ڈیڑھ لاکھ مرتبہ روزانہ درود شریف پڑھنے والوں کی ایک اچھی خاصی تعداد موجود ہے۔

صوفیائے کرامؒ کے عقیدے کے مطابق دین میں اللہ کے دو پہلو ہیں۔ ایک انسان کے ظاہری اعمال سے متعلق ہے جسے ''شریعت'' کہتے ہیں اور دوسرا انسان کے باطن اور اس کے باطنی اعمال سے متعلق ہے جو طریقت، معرفت اور حقیقت کا مجموعہ ہے۔ اور دونوں کا سرچشمہ قرآن وسنت اور علمائے حق کا اجماع ہے۔ لیکن ظاہر پرست مسلمان باطنی پہلو یعنی ''اسرار و رموز'' کے منکر ہیں۔ ان کی آگاہی کے لئے مختصراً عرض ہے کہ ہمارے دین میں ابتدا سے انتہا تک ظاہر و باطن کے جلوے موجود ہیں۔ مثلاً: ایمان لانے کے سلسلے میں اقرار باللسان کے ساتھ تصدیق بالقلب کی شرط ہے۔ طہارت ظاہری کے ساتھ قلب کو کفر و نفاق اور شرک سے پاک کرنا ضروری ہے۔ قرآن پاک بھی ان باطنی نعمتوں کی تصدیق کرتا ہے۔ چنانچہ سورۃ لقمان کی آیت نمبر 20 میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةًؕ ﴾

''اور تمام کردی ہیں اُس نے تم پر ہر قسم کی نعمتیں ظاہری اور باطنی بھی۔''

سورۃ الحج، آیت 46 میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَ لٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ o﴾

''حقیقت تو یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ سینوں میں جو دِل ہیں، وہ اندھے ہوتے ہیں''۔

اسی طرح سورۃ الکہف میں حضرت خضرؑ اور حضرت موسیٰؑ کا واقعہ بھی ظاہر و باطن یعنی ''شریعت'' اور ''طریقت'' کے جلوؤں سے مزیّن ہے۔ اسی ضمن میں ہم بخاری شریف کی ایک حدیث بیان کرتے ہیں: ((عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللّٰه عنه قَالَ حَفِظْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وِعَائَيْنِ فَاَمَّا اَحَدُ هُمَا فَبَثَثْتُهُ فِيْكُمْ وَاَمَّا الاٰ خَرُ فَلَوْ بَثَثْتُهُ قُطِعَ هٰذَا الْبُلْعُوْم))(مشکوٰۃ شریف:252)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دو قسموں کے علم حضور ﷺ سے سیکھے۔ ان میں سے ایک علم وہ ہے جو میں تمہارے سامنے بیان کر دیتا ہوں اور دوسرا علم وہ ہے کہ اگر میں اس کو بیان کروں تو میرا نرخرا کاٹ دیا جائے۔''

شارِح بخاری علامہ عینیؒ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں کہ پہلے علم سے مراد علمِ احکام واخلاق ہے اور دوسرے علم سے مراد علم الاسرار ہے، جو اہل معرفت علماءِ ربّانیین کے لیے مخصوص ہے۔

((عَنْ جَابِرٍ رضی اللّٰه عنه قَالَ: اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ فَعِلْمٌ فِي الْقَلْبِ فَذَاكَ الْعِلْمُ النَّافِعُ وَعِلْمٌ عَلَى اللِّسَانِ فَذَاكَ حُجَّةُ اللّٰهِ عَلَى ابْنِ آدَمَ))۔(مشکوٰۃ شریف:251)

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: علم دو (طرح کے) ہیں: ایک علم دِل میں ہوتا ہے اور یہ علم نافع ہے اور ایک علم زبان پر ہوتا ہے، یہ ابنِ آدم پر اللہ تعالیٰ کی حُجت ہے۔''

ہمارے پیشِ نظر حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے خطابات میں بھی بہت سے باطنی اسرار و رموز در آئے ہیں، جن کو آپ نے اپنے سالانہ خطابات، ہفتہ وار، ماہانہ یا نجی محافل میں اپنے مریدین اور دیگر اہلِ محبت کے سامنے واشگاف الفاظ میں بیان فرمایا۔ اس طرح وہ دنیائے اسلام میں پہلے صوفی ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ روحانی دولت کو اتنی فیاضی سے لوگوں میں تقسیم کیا اور تقسیم کر رہے ہیں کیونکہ

اللہ والے مر کر بھی نہیں مرتے۔ بقول حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ:

مرن توں اگے مر گئے باہُو

اساں ایسا عشق کمایا ہُو

اپنے سلسلے کے اہم امور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی بھی ساتھیوں سے پوشیدہ نہ رکھے۔ جیسا کہ آپ نے اپنی پنجابی شاعری کی کتاب سکدیاں روحاں میں فرمایا:

اج تائیں نئیں آیا کوئی ول چھل لانا مینوں

جیڑی ایتھے مونہوں نکلی، اوہو ای گل پریرے

چنانچہ دورانِ مطالعہ ہمارے سامنے ایسے ایسے روحانی مقامات کا تفصیلاً ذکر آئے گا جن کو پہلے صوفیا کرام نے صیغہ ءِ راز میں رکھا۔ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان کو افشاء کرنے کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ جو کوئی بھی روحانیت (Spirituality) کی بلندیوں تک پہنچنا چاہتا ہے، اُس کی رہنمائی کے لیے راہ متعین کر دی جائے۔ بقول حضرت اقبال رحمۃ اللہ علیہ:

قناعت نہ کر عالمِ رنگ و بو پر

کہ تیرے سامنے آسماں اور بھی ہیں

اس میں شک نہیں کہ آج عالمِ کفر مسلمانوں کی گُم گشتہ سائنسی، علمی اور روحانی میراث کی بدولت آسمانِ دنیا کو چھونے لگا ہے اور آئے دن ایسی ایسی ایجادات منصّہ ءِ شہود پر لا رہا ہے کہ سُن کر عقلِ انسانی دنگ رہ جاتی ہے۔ لیکن ان کے بارے میں قرآنِ عظیم کا واضح فرمان ہے کہ:

﴿ لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ ۝ ﴾ (سورۃ اعراف، آیت نمبر 40)

''اُن کے لیے آسمانوں کے دروازے نہیں کھولے جاتے۔''

اس کے مقابلے میں مومن کے روحانی سفر کی ابتدا ہی پہلے آسمان سے ہوتی ہے۔ جس کی روح ساتوں آسمانوں کو عبور کرتے ہوئے لا انتہا اور لا پیدا کنار منازل کی طرف گامزن رہتی ہے۔ انہی منازل کی تفاصیل آپ کو ان خطابات میں اپنی تمام ترہیئت وترکیب کے ساتھ ملیں گی۔

اس روحانی سفر کے بارے میں علامہ ابنِ قیم رحمۃ اللہ علیہ (ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد) اپنی مایہء ناز تصنیف مفتاح دارالسعادۃ میں رقمطراز ہیں:

''جب انسان اپنی اندورنی بصیرت سے اپنے آپ کی اور اپنے ربّ کی معرفت تامّہ حاصل کر لیتا ہے تو پھر اس کے سامنے بابِ آسمان وا ہو جاتے ہیں اور انسان آسمان کے چپے چپے، اس کے ملکوت اور فرشتوں پر نگاہ ڈالتا ہے اور پھر یکے بعد دیگرے تمام دروازے کھلتے چلے جاتے ہیں۔ حتّٰی کہ قلبِ انسانی رب ذُوالجلال کے عرش تک جا پہنچتا ہے۔ عرش کی وُسعت، اُس کی عظمت، اُس کا جلال، اس کی بلندی اور بزرگی دل کی آنکھوں کے سامنے ہوتی ہے۔ اس وقت اس کے مقابل ساتوں زمینیں اور ساتوں آسمان ایسے دکھائی دیتے ہیں جیسے کسی چٹیل اور وسیع میدان میں چھوٹا سا گول حلقہ پڑا ہو۔ اللہ ذُوالجلال کے عرش کے اِردگرد ملائکہ کی فوجیں سجدہ ریز ہوتی ہیں۔ فرشتوں کی تسبیح وتحمید اور تکبیر وتقدیس کہنے کی وجہ سے ایک شور بپا ہوتا ہے...... یہ تھا دِل کا سفر...... جبکہ انسان اپنے وطن، گھربار اور اہل وعیال میں ہوتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے بڑے بڑے نشانات اور اس کی کاری گری کے بے مثل عجائب ہیں۔ پس مبارک ہو اس مسافر کو، کتنا بابرکت ہے یہ سفر، اس کے نتائج وثمرات بہت ہی زیادہ ہیں۔ اس کے فوائد اور اس کا انجام عدیم النّظیر ہے۔ یہ ایسا بابرکت سفر ہے جس سے روح کو نئی زندگی ملتی ہے اور جو سعادت وخوش بختی کی کلید ہے۔ عقلمندوں کا مالِ غنیمت ہے۔''

مسلم دنیا کی اکثریت روحانی کمالات کی حقانیت پر متفق ہے۔ تاہم دنیا میں خرقِ عادت اُمور سے ہمیشہ اُس فرقہ کو انکار رہا ہے جو طبعی اور مادہ پرست ہوتا ہے۔ یورپ میں ایک مدت تک یہی حالت رہی۔ پھر ایک فرقہ پیدا ہوا جس نے روح اور اس کے اثرات پر تحقیقات کیں۔ ان لوگوں نے بہت سے تجربات کے بعد یہ ثابت کیا کہ روح جسم سے جُداگانہ ایک چیز ہے اور اُس کے قویٰ اور ادراکات بالکل الگ ہیں۔ روح سینکڑوں میل سے بغیر حواس کی وساطت کے ایک چیز کو دیکھ اور سُن سکتی ہے، روح واقعاتِ آئندہ کا ادراک کر سکتی ہے اور کوسوں تک اپنا اثر پہنچا سکتی ہے۔ غرض روح کے ذریعے

سے بہت سے ایسے افعال سرزد ہو سکتے ہیں جن کو خرقِ عادت کہا جاتا ہے۔ اس فرقہ نے اپنے دعویٰ کو اس بلند آہنگی سے ظاہر کیا کہ لوگوں کو اس کی تحقیقات کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔ 1869ء میں بمقام لندن ایک بہت بڑی مجلس ان اُمور کی تحقیقات کے لیے منعقد ہوئی۔ اس مجلس کے ارکان یہ تھے:

(1) سر جان لیک (ممبر پارلیمنٹ) صدر انجمن

(2) پروفیسر ہکسلی جو طبیعیات کا سب سے بڑا عالم تھا

(3) لوئیس، فزیکل سائنس کا بہت بڑا عالم

(4) الفرد ویلز، جو ڈارون کا ہم عصر اور مسئلہ ارتقاء میں برابر کا شریک تھا

(5) مارگن، مجلس علوم ریاضیہ کا صدر انجمن

(6) پروفیسر جان کوکس، صدر Imperial Scientific Society

ان کے علاوہ اور بہت ء سے فضلا شریک تھے، اٹھارہ مہینے تک یہ مجلس برابر تحقیقات کرتی رہی، اخیر میں مجلس نے جو رپورٹ مرتب کی، اس کے بعض فقرے یہ ہیں: ''مجلس نے اپنی رائے کا مدار صرف ان تجربوں پر رکھا جو مجلس نے برای العین مشاہدے کیے اور جن میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہوسکتا تھا۔ مجلس میں چار خمس ایسے ممبر تھے جو شروع میں اس قسم کے واقعات کے سخت منکر تھے اور سمجھتے تھے کہ یا تو ان واقعات میں فریب اور شعبدہ بازی سے کام لیا جاتا ہے یا خود انسان کے عصبی نظام کا اثر ہے۔ لیکن نہایت دقیق اور مکرّر تجربوں کے بعد ان کو یہ اقرار کرنا پڑا کہ یہ خرقِ عادات حقیقی اور واقعی ہیں۔''

اس کے بعد انگلستان اور امریکہ میں اس کی تحقیقات کے لیے ایک مجلس قائم ہوئی جس کے صدر ''ہیزلوب اور ہوڈسن'' تھے۔ یہ مجلس قریباً بارہ برس تک تحقیقات میں مصروف رہی اور بالآخر 1899ء میں اس نے اپنی تحقیقات ختم کیں اور ان واقعات کی صحت کا اعتراف کیا۔ ہیزلوب نے جو رائے لکھی اس کے بعض فقرے یہ ہیں:

''مجھ کو امید ہے کہ میں بارہ برس کے بعد تمام دنیا کے سامنے دلائل قطعیہ سے یہ ثابت کر دوں گا کہ اس عالمِ فانی کے بعد ایک اور عالم ہے۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے وہ

خرقِ عادات امور دیکھے جن کی نسبت کسی طرح شعبدہ اور فریب کا احتمال نہیں ہوسکتا۔''

ایک اخبار کے نامہ نگار نے ہوڈسن سے اس مسئلہ سے متعلق گفتگو کی تو اس نے یہ الفاظ کہے:

''میں نے اور پروفیسر ہیز لوب نے ایک ساتھ تحقیقات شروع کیں، ہم دونوں دہریے تھے۔ تحقیقات سے ہماری غرض یہ تھی کہ مدعیانِ روحانیت جو شعبدہ بازیاں کرتے ہیں ان کی پردہ دَری کردی جائے۔ لیکن آج میں اس بات کا قائل ہوں کہ مُردوں سے بات چیت ہوسکتی ہے اور اس کے متعلق ایسے دلائل ظاہر ہو چکے ہیں کہ اب مطلق شبہ کی گنجائش نہیں رہی۔''

پروفیسر کوکس نے مجمعِ عام میں کہا:

''میں صرف یہی نہیں کہتا کہ یہ ممکن ہے بلکہ میں کہتا ہوں کہ وہ بالکل حقیقتِ واقعی ہے''

اس نے Spiritualism پر اپنی کتاب میں لکھا:

''چونکہ مجھ کو ان واقعات کا قطعی یقین ہو چکا ہے، اس لیے یہ اخلاقی نامردی ہے کہ میں ان کے ظاہر کرنے میں اس بِنا پر ہچکچاؤں کہ نکتہ چیں میری ہنسی اڑائیں گے''۔

(علم الکلام اور الکلام، از علامہ شبلی نعمانی، صفحہ 284-283)

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں روحانی ترقی، قلب کی پاکیزگی، اس پر لگے گناہوں کے زنگ کو دور کرنے اور شیطانی قلعوں کی مسماری کے لیے اپنے خطابات میں کثرت سے ذکرِ اسمِ ذات ''اللّٰہ'' اور ''درود شریف'' کی بار بار تلقین کی ہے وہیں روحانی پستی کا باعث بننے والے مختلف عوامل کی بھی نشاندہی کی ہے تاکہ سالِک، سُلوک کے پُرخار راستوں سے سلامتی کے ساتھ گزر جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی روحانی کیفیات کو اتنے مُدلّل اور محکم پیرائے میں بیان کیا ہے کہ قاری ان کیفیات کے مطالعہ سے اپنے اندر عملِ پیہم اور جہدِ مسلسل کے لیے ایک نیا جوش اور ولولہ پاتا ہے۔ اس خُداداد تاثیر کے باوجود آپؒ نے کبھی بھی اس خواہش کا اظہار نہیں کیا کہ سارے لوگ ان کی بیعت کرلیں، البتہ ان کی یہ تمنّا ضرور تھی کہ ذکرِ اسمِ ذات ''اللّٰہ'' اور ''درود شریف'' کی یہ لازوال نعمت ہر مسلمان تک پہنچے، چاہے وہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کرے یا نہ کرے۔اس مقصد کے حصول کے لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آخری خطاب میں اپنے تینوں صاحبزادگان کو اپنا جانشین مقرر کیا۔اس کے ساتھ ساتھ اپنے سلسلے میں خلفاء نامزد کرنے کا روایتی طریقہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا اور اپنے ہر مرید کو (جنہیں آپ ساتھی کہہ کر مخاطب کرتے تھے) اپنا نمائندہ بنایا۔چنانچہ سالانہ اجتماع 1992 کے خطاب میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''مجھے بھی کچھ ایسے واقعات پیش آئے کہ مَیں نے محسوس کیا ہے کہ اس سلسلے کو مَیں اس طریقے سے نہیں چلاؤں گا جس طریقے سے باقی بزرگانِ دین چلاتے رہے ہیں کہ انہوں نے خلفاء نامزد کر دیے۔''

سالانہ اجتماع 1997 میں فرمایا:

''جو بھی شخص یہاں پہ آتا ہے اور میری بیعت کرتا ہے، وہ میرا نمائندہ ہے، میرا ترجمان ہے، میرا سفیر ہے اور صاحبِ مجاز ہے۔صاحبِ مجاز اُس کو کہتے ہیں، جس کو اجازت ہو کہ وہ دوسروں کو ذکر کی تلقین کر سکے تاکہ فیض آگے پہنچے۔جب آپ میں سے کوئی بھی ساتھی کسی کو دعوتِ ذکر دیتا ہے اور اُسے ذکر کا طریقہ بتاتا ہے جس کے نتیجے میں وہ ذکر کرنا شروع کر دیتا ہے تو اُس کو چاہے میرے پاس نہ بھی لائیں تو بھی اُسے نسبت مل جاتی ہے اور فیض پہنچنا شروع ہو جاتا ہے۔اس لحاظ سے یہ کوئی تخصیص نہیں ہے کہ مَیں کسی کو Special اجازت نامہ دوں۔آپ میں سے ہر آدمی کی ڈیوٹی ہے کہ اس نعمت کو آگے لوگوں تک پہنچائے۔''

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے اس واضح اعلان کے بعد بھی اگر کوئی اپنے آپ کو کسی بھی طریقے سے اُن کا خلیفہ ظاہر کرتا ہے تو وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ پر بہتان باندھتا ہے، جس کا انجام اُخروی ذِلّت کے سوا کچھ نہیں۔

تجدیدِ بیعت یا بالفاظِ دیگر دوسری بیعت سے متعلق حالِ سفر میں صراحت کے ساتھ بیان فرما دیا۔چنانچہ آپ صفحہ نمبر 76 پر لکھتے ہیں کہ:

''عموماً پوچھا جاتا ہے کہ ایک دفعہ بیعت کے بعد دوسری بیعت کی جا سکتی ہے؟ اس ضمن

میں یہ حقیقت پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ بیعت کا مقصد روحانی تعلیم حاصل کرنا ہے۔ اگر ایک پیر نے لطائف کرائے یا نہیں کرا سکتا یا آگے روحانی منازل طے نہیں کرا سکتا اور آپ کو معلوم ہو گیا کہ فلاں صاحِب آگے منازل طے کرا سکتے ہیں تو اگر آپ کی طلب صادق ہے تو دوسری جگہ بیعت ضرور کرنا چاہیے تا کہ اگلے درجہ کی تعلیم حاصل کر سکیں اور اگر مزید طلب نہ ہو تو دوسری جگہ جانا بے سود ہے''۔

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مریدین کی روحانی تربیت کے لیے دارالفیضان کے نام سے پہلے جہلم میں خانقاہ قائم کی، پھر یہ خانقاہ آپؒ کی 2000ء میں چکوال (پنوال شریف) آمد کے ساتھ ہی یہاں منتقل ہو گئی۔ اس خانقاہ کے حوالے سے آپؒ نے 7 مئی 1991ء کو فرمایا:

دارالفیضان کو خانہ کعبہ شریف اور مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خاص نسبت ہے، اس طرح یہاں ذکر کی بھی خاص فضیلت ہے۔''

اس فضیلت کے پیشِ نظر آپؒ مریدین کو مہینے میں کم از کم ایک دفعہ یہاں حاضری کی بار بار تلقین کرتے۔ حتیٰ کہ ایک مرتبہ آپؒ نے دارالفیضان کی مرکزیت کو قائم رکھنے کے لیے مختلف شہروں میں قائم حلقہ ذکر کو ختم کر دیا تھا کیونکہ بعض ساتھیوں نے اپنے شہروں میں ذکر کی محافل پر اکتفا کرنا شروع کر دیا تھا۔

آپؒ خود بھی اور اپنے مریدین کو بھی مسلمانوں کے اندر پائی جانے والی تفرقہ بازی میں شامل ہونے سے ہمیشہ منع فرماتے جو اُمّتِ مسلمہ کو گھن کی طرح چاٹ رہی ہے۔ اس کی بجائے آپؒ نے اتحاد، رواداری، تحمل اور ملت کی شیرازہ بندی کا درس دیا تا کہ نفاذِ اسلام اور غلبہ اسلام کی منزل حاصل کی جا سکے۔ اس طرح آپؒ نے تمام اُمّتِ مسلمہ کو آپس کی رنجشیں بھلا کر محبت کا پیغام دیا اور فرمایا:

میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے

اللہ کے لیے محبت کرنے والوں کے مقام کا تعین مسند امام احمد بن حنبلؒ میں موجود اس حدیث شریف سے بخوبی کیا جا سکتا ہے:

''حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ادا کرنے کے بعد لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے لوگو! یہ بات سنو، سمجھو اور جانو کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو نہ تو نبی ہیں، نہ شہید ہیں، لیکن قیامت کے دن انبیاؑ اور شہدا ان کے مقامات اور اللہ سے قرب پر رشک کریں گے۔ ایک اعرابی شخص جو بہت دور دراز بیٹھا ہوا تھا، اس نے اپنے ہاتھوں سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عرض کیا: اے اللہ! کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم کو بتائیے کہ وہ کون لوگ ہیں جو نہ تو نبی ہیں نہ شہید ہیں، لیکن انبیاء و شہداء ان کے مقامات پر اور ان کے اللہ سے قرب پر رشک کریں گے۔ اعرابی کا سوال سُن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روئے انور پر مسرت کے آثار ظاہر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ لوگ جو اللہ کے لیے آپس میں محبت رکھتے ہیں اور ان میں کوئی رشتہ داری نہیں اور نہ مال ہے کہ وہ ایک دوسرے کو دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ان کے لیے نُور کا منبر رکھوا کر انہیں اس پر بٹھائیں گے، ان کے چہروں اور کپڑوں کو سَراپا نور بنادیں گے، قیامت کے روز سب لوگوں کو گھبراہٹ ہوگی، لیکن یہ لوگ گھبراہٹ میں مبتلا نہیں ہوں گے۔ یہی اللہ کے اولیاء ہیں، جن پر نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔''

(یہی حدیث سنن ابی داوٗد، شعب الایمان، للبیقہی اور مشکوٰۃ المصابیح میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے) اللہ کے لیے اسی محبت کا ایک اور کرشمہ اس حدیث شریف میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

((عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰه عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لَوْ اَنَّ عَبْدَیْنِ تَحَابَّا لِلّٰهِ، وَاحِدٌ فِی الْمَشْرِقِ وَآخَرٌ فِی الْمَغْرِبِ، لَجَمَعَ اللّٰهُ بَیْنَهُمَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ، یَقُوْلُ: هٰذَا الَّذِی كُنْتَ تُحِبُّهُ فِیَّ))۔ (مشکوٰۃ شریف: 4801)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اگر دو بندے اللہ تعالیٰ کے لیے ایک دوسرے سے محبت کریں اور ان میں سے ایک

مشرق میں اور دوسرا مغرب میں بھی ہوتو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز انہیں ضرور ملا دے گا اور فرمائے گا: یہ ہے وہ (شخص) جس سے تو میری خاطر محبت کیا کرتا تھا۔''

اسی طرح ایک اور حدیث شریف میں آیا ہے:

((عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰه عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ تعالٰی یَقُوْلُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ: اَیْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ بِجَلَالِیْ؟ اَلْیَوْمَ اُظِلُّهُمْ فِی ظِلِّیْ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلِّیْ۔))

(مشکوٰۃ شریف:4784)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا: ''میری عظمت کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرنے والے آج کہاں ہیں؟ میں انہیں اپنے سائے میں جگہ دوں کیونکہ آج میرے سائے کے سوا کوئی اور سایہ نہیں ہے۔''

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ اویسیہ کمالیہ کے بانی ہیں جو آپؒ کو حضور نبی کریم ﷺ کی طرف سے عطا کیا گیا۔ اس حوالے سے آپؒ اپنی کتاب حالِ سفر کے صفحہ 69-68 پر فرماتے ہیں کہ:

''فقیر کا سلسلہ اویسیہ ہے اور یہ سلسلہ اپنے اندر بے پناہ قوت کا حامل ہوتا ہے۔ یوں سمجھ لیجیے کہ اس سے منسلک سالِک کو خوبیِ قسمت سے پیدل یا سائیکل پر سفر کرنے کی بجائے ہوائی جہاز کی سواری میسر آ جائے اور بالائی منازل میں جہاز کی بجائے راکٹ سے منازل طے کرنے کی سبیل پیدا ہو جائے۔ سلسلہ اویسیہ سے مراد یہ ہے کہ جس طرح حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور نبی کریم ﷺ سے ظاہری ملاقات کی سعادت حاصل کرنے سے محروم رہنے کے باوجود آپ ﷺ کی روحِ پُرفتوح سے اخذِ فیض کیا۔ اسی طرح اولیاءِ برزخ میں سے کسی ایک یا زیادہ مشائخ سے فیض حاصل کرنے کو اویسیہ طریقہ سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس سلسلہ کے سردار حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور جس کسی کو بھی اس طریقہ سے کسی بزرگ سے فیض نصیب ہوگا، گویا وہ آپؓ ہی کے سلسلہ سے منسلک ہوگا۔''

اسی کتاب کے صفحہ 75 پر آپؒ فرماتے ہیں:

''عالمِ دنیاوالا عالمِ برزخ کے ولی سے اخذِ فیض کر کے ترقی کرسکتا ہے۔''

صفحہ 132 پر رقمطراز ہیں:

''سُن! فقیرانِ بوریا نشین کی خانقاہوں میں جلنے والے چراغوں کی ضَو ہی سے ظلمت سیماب پا ہوتی رہی ہے۔ یہیں سے سکونِ لا زوال کی دولت بٹتی رہی ہے۔ ان خانقاہوں سے اُٹھنے والی اَللّٰہ اَللّٰہ کی صدا کی ضربوں سے شیطانی قلعے مسمار ہوتے رہے ہیں۔ آج یہ خانقاہی نظام بظاہر کتنا مضمحل ہو چکا ہو، اس کی روحانی طاقت کمزور ہو چکی ہو، مگر باطل کے مقابلہ کے لیے جس یقینِ محکم اور ایمانِ کامل کی قوت درکار ہے، وہ آج بھی یہیں سے حاصل ہوگی۔ اللہ والے مر کر بھی نہیں مرتے۔ ان کے جسم دنیا سے اوجھل ہو جاتے ہیں مگر روح پہلے سے کہیں زیادہ توانا ہو کر سرگرمِ عمل ہو جاتی ہے۔ وہ مامور مِنَ اللہ ہوتے ہیں۔ ان کی بھی کچھ ڈیوٹی ہوتی ہے۔ ان کی فیض رسانی کی قوت پہلے سے فزوں تر ہو جاتی ہے۔''

حضور نبی کریم ﷺ کی عطا کردہ بشارت کے مطابق اب قیامت تک آپؒ کے ہم مرتبہ یا اُن سے بڑھ کر کوئی ولی نہیں آئے گا۔ چنانچہ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

''تمہیں ولایت کی ساری شاخیں عطا کی گئیں ہیں اور سب شاخوں میں بطورِ سربراہ تیرا فیض تا قیامت جاری رہے گا''۔ حالِ سفر صفحہ 101

سالانہ اجتماع 1995ء کے موقع پر آپؒ نے فرمایا:

''جو صاحبِ سلسلہ ہوتے ہیں، دنیا سے اوجھل ہونے کے بعد بھی اُن کی کمانڈ ہوتی ہے۔ سبق آپ دیں گے مگر توجہ میری ہوگی''۔

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ بالا ارشادات سے یہ بات واضح ہے کہ شیخِ کامل کے وصال کے بعد بھی اُن کی فیض رسانی کی قوت نہ صرف برقرار رہتی ہے بلکہ پہلے سے فزوں تر ہو جاتی ہے تو کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اللہ کے ان انعام یافتہ بندوں کے راستے پر چلتے ہیں جو حقیقت میں اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول ﷺ کا ہی راستہ ہے۔ جیسا کہ سورۃ الفاتحہ (آیت: 6-5) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ o صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ o﴾

"(اے اللہ!) ہمیں سیدھے راستے پر چلا، اُن لوگوں کا راستہ جن پر تُو نے انعام کیا۔"

سورۃ المائدہ، آیت نمبر 35 میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ o﴾

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اس تک وسیلہ تلاش کرو۔"

شاہ اسماعیل دہلویؒ اپنی کتاب صراط مستقیم میں اس آیت سے مراد مرشد کی رہنمائی لیتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں "سالکانِ راہِ حقیقت نے وسیلہ سے مراد مرشد لیا ہے۔ حقیقی کامیابی و کامرانی کے حصول کے لیے مجاہدہ و ریاضت سے پہلے تلاشِ مرشد از حد ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ نے سالکانِ راہِ حقیقت کے لیے یہی قاعدہ مقرر فرمایا ہے۔ اسی لیے مرشد کی رہنمائی کے بغیر اس کا ملنا شاذ و نادر سا ہے"۔

اکابر صوفیاء کرامؒ اور آئمہ حضرات کی اس سلسلے میں آراء مندرجہ ذیل ہیں:

قاضی عیاض مالکیؒ کتاب الشفاء میں فرماتے ہیں کہ عباسی خلیفہ منصور جب روضہ رسول ﷺ کی زیارت کے لیے حاضر ہوا تو وہاں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ موجود تھے، خلیفہ نے پوچھا: میں قبلہ کی طرف منہ کر کے دُعا کروں یا مواجھہ اقدس کی طرف رُخ کروں؟ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تو اپنا چہرہ رحمتِ عالم ﷺ سے کیوں پھیرتا ہے؟ حالانکہ حضور اکرم ﷺ بارگاہِ خدا میں تیرا اور تیرے جدِ امجد آدم علیہ السلام کا وسیلہ ہیں، اس لیے حضور اکرم ﷺ ہی کی طرف رخ کر، آپ ﷺ سے شفاعت کی درخواست کر، اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی شفاعت قبول فرمائے گا۔

امام ابو القاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب الرسالۃ القشیریہ میں ولیِ کامل حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"کان من المشائخ الکبار، مجاب الدعوۃ، یستشفی بقبرہ۔ یقول دیون: قبر معروف تریاق مجرّب"

"آپ بزرگ ترین مشائخ میں سے تھے۔ آپ کی دُعا قبول ہوتی تھی۔ آج بھی آپ کی قبرِ

مبارک کے پاس کھڑے ہو کر شفایابی کی دُعا کی جاتی ہے۔ اہلِ بغداد کہتے ہیں: حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مجرب اکسیر ہے۔'' حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب احیاء علوم الدین میں آداب السفر کے ضمن میں فرماتے ہیں:

''ویدخل فی جملته زیارة قبور الانبیاء علیهم السلام، و زیارة قبور الصحابة و التابعین و سائر العلماء و الاولیاء، و کل من یتبرك بمشاهدیه فی حیاته یتبرك بزیارته بعد وفاته''

''سفر کی دوسری قسم میں انبیاء کرامؑ، صحابہ کرامؓ، تابعینؒ اور دیگر علماء اور اولیاءؒ کے مزارات کی زیارت بھی داخل ہے۔ ہر وہ شخص کہ جس کی زندگی میں زیارت سے برکت حاصل کی جاسکتی ہے، وفات کے بعد بھی اس کی زیارت سے برکت حاصل کی جاسکتی ہے۔''

تبلیغی جماعت کے حضرت مولانا زکریا حصولِ برکت کے لیے اپنا سلوکی ذکر قبرستان حاجی شاہ یا حضرت ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر تنہا کرتے تھے۔ (بحوالہ Ph.D. مقالہ، صفحہ نمبر 380-379 بعنوان، مولانا زکریا اوران کی علمی خدمات، از ڈاکٹر محمد نواز چودھری)۔

امام المحدثین شاہ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب اشعۃ اللمعات میں حضرت موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کی قبرِ انور کے حوالے سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا درج ذیل قول نقل کرتے ہیں:

''حضرت موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کی قبرِ انور قبولیتِ دُعا کے لیے تریاقِ مجرّب ہے۔''

مولانا اشرف علی تھانویؒ اپنی کتاب امداد المشتاق میں لکھتے ہیں:

''حضرت امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرے پیر و مرشد کے رشتہ دار حج کو تشریف لائے اور مجھ سے دریافت کیا کہ اگر اجازت ہو تو حضرت شیخ کی قبرِ مبارک از سرِ نو درست کر دی جائے۔ میں نے کہا: کیا مضائقہ ہے، میں کیسے منع کر سکتا ہوں۔ جس مزار سراپا انوار سے میں نے فیض حاصل کیا ہو، میرے نزدیک اُس کی دُرستگی اور اصلاح تو فرض ہے۔

خطیب بغدادی اپنی کتاب تاریخِ بغداد میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

انی لا تبرك بأبی حنیفة، و أجی ء الی قبره فی كل یوم۔ یعنی زائراً۔ فاذا عُرضت لی حاجة صلّیت ركعتین، و جئتُ الی قبره، و سألت الله تعالٰی الحاجة عنده، فما تبعد عنّی حتی تقضی

”میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات سے برکت حاصل کرتا ہوں اور روزانہ ان کی قبر پر زیارت کے لیے آتا ہوں۔ جب مجھے کوئی ضرورت اور مشکل پیش آتی ہے تو دو رکعت نماز نفل پڑھ کر ان کی قبر پر آتا ہوں اور اس کے پاس (کھڑے ہوکر) حاجت برآئی کے لیے اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا ہوں۔ پس میں وہاں سے نہیں ہٹتا یہاں تک کہ (قبر کی برکت کے سبب) میری حاجت پوری ہو چکی ہوتی ہے۔“

امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

”اگر تم کسی معاملے میں بے بس ہو جاؤ تو اہل برزخ سے استعانت طلب کرو۔“

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے ان اشعار پر ہم اپنی معروضات اختتام پذیر کرتے ہیں:

رب سائیں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دے صدقے مینوں طاقت بخشی
سالاں تھانویں پلّاں دے وچ ہر منزل اپڑاواں
سیر کرا کے کعبے دی وت روضہ پاک پہنچا کے
ان شاء اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دے ہتھ وچ ہتھ پھڑاواں
جیہڑا آسی اپنا اپنا بھانڈا بھر لے جاسی
نام اللہ دے نال کمالا! پتھر دل چمکاواں

وَمَا عَلَیْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ

نذرانۂ عقیدت

حضرت باغ حسین کمال رحمۃ اللہ علیہ

باغِ اُلفت کا جمالِ دلستاں رخصت ہوا
سرحدِ دینِ نبی ﷺ کا پاسباں رخصت ہوا

اہرمن کے سامنے وہ صورتِ شمشیر تھا
ہر گھڑی جو خیر کا تھا ترجماں رخصت ہوا

غیر کا محفل میں اُس کی تذکرہ ممکن نہ تھا
جس کے دم سے اہلِ غم تھے شادماں رخصت ہوا

حُسنِ مطلق پر تھی جس کی چشمِ باطن شیفتہ
جس پہ تھے اسرارِ جان و دِل عیاں رخصت ہوا

سیّدِ کونین ﷺ کا عرفان تھا جس کو نصیب
جو تصوّف کا تھا گنجِ شایگاں رخصت ہوا

یادِ حق میں رات دن رہتا تھا جو ڈوبا ہوا
دِل تھا جس کا جلوۂ حق کا مکاں رخصت ہوا

نام تھا جس کے لبوں پر مصطفٰے ﷺ کا روز و شب
جو زمینِ عجز کا تھا آسماں رخصت ہوا

کیا ہی تھی پُر کیف دائم اُس کی محفل کی فضا
ذاکروں کا وہ امیرِ کارواں رخصت ہوا

محورِ عشّاق تھا وہ پیکرِ لطف و کرم
جو محبت کی حَسیں تھا داستاں رخصت ہوا

اُس کے جان و دِل حضوری تھے شہِ لولاک ﷺ کے
بے نوا پر جو سدا تھا مہرباں رخصت ہوا

لاکھ دنیا کی نظر میں ہو گیا رخصت کمال
اپنے دِل سے وہ مگر ساجدؔ کہاں رخصت ہوا

اس نظم کے اشعار کے پہلے حروف کو باہم مربوط کرنے سے
باغ حسین کمالؔ بنتا ہے

☆☆☆

ذی وقار کمالؔ

نہ کوئی بُعد نہ دُوری ہے ذی وقار کمالؔ
ولی تُو حق کا حضوری ہے ذی وقار کمالؔ

جو پاس بیٹھا ترے، روشنی میں ڈوب گیا
کہ انجمن تیری نوری ہے ذی وقار کمالؔ

از پروفیسر ساجد علوی،
سابق پرنسپل گورنمنٹ کالج، پاڑاچنار، کرم ایجنسی

مُرشدِ لاثانی

کمالؔ نام ہے اور ذکر ہے کمال ترا
نہ کوئی ثانی ترا ہے نہ ہم خیال ترا

تو عرش و فرش کی پہنائیوں میں سرگرداں
سفر جو صدیوں کا بنتا ہے ماہ و سال ترا

درودِ پاک سے رشتہ ہے تیری سانسوں کا
خدا کو خوب لگا ورد بے مثال ترا

ہیں تیرے رتبے پر حیران جن و انس و ملک
یہ ذکر و فکر کی دعوت ہے قیل و قال ترا

خدا کرے کہ ترے خواب پائیں تعبیریں
خدا کرے کہ ہو فیضان لازوال ترا

تری نگاہ کی تاثیر کا ہو کیسے بیان
تیرے مریض کو کافی ہے ایک وصال ترا

(سید حسنات احمد کمال)

نوٹ: یہ نظم حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں لکھی گئی،
جس کے بعض اشعار کی تصحیح آپؒ نے خود فرمائی۔

دارالفیضان

عجب فرحت گھے ایں خانقاہ است
عجب الفت گھے ایں خانقاہ است

یکے ساقی و مے خواراں ہزار اند
دو چشم مستِ او مشغول کار اند

دِل ایں جا می کند اللہ اللہ
کہ ہر دم بشنود اللہ اللہ

چہ صحت بخش ہست ایں جا فضائے
دِل ایں جا بے دوا یا بد شفائے

تعالیٰ اللہ چہ عالی بارگاہ ہست
کہ ایں جا ہر گدائے بادشاہ ہست

(یکے از مریدین)

سالانہ اجتماعات

☆15 مارچ 1991ء جمعۃ المبارک

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ آلِهٖ وَسَلَّمْ o

''اے میرے پیارے اللہ! میں شیطان مردود کے مقابلے میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔''

یَااَللّٰهُ یَا رَحْمٰنُ ، یَارَحِیْمُ ، اَنْتَ حَیٌّ، اَنْتَ قَیُّوْمٌ، اَنْتَ بَارِئٌ، اَنْتَ نُوْرٌ، اَنْتَ هَادِیٌ، اَنْتَ غَنِیٌّ.

''اے اللہ! اے مہربان! اے رحم فرمانے والے! تو زندہ ہے، تو ہمیشہ قائم رہنے والا ہے۔ تو پیدا کرنے والا ہے، تو نُور ہے، تو ہدایت دینے والا ہے، تو مال دار ہے۔''

﴿رَبِّ الشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَ یَسِّرْلِیْ اَمْرِیْ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ o﴾ (سورۃ طٰہٰ، آیت نمبر 28-25)

''اے میرے رب! میرے لیے میرا سینہ کھول دے۔ اور میرے لیے میرا کام آسان کر دے اور میری زبان کی گرہ کھول دے کہ (لوگ) میری بات سمجھ سکیں۔''

﴿ رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا o ﴾ (سورۃ طٰہٰ، آیت نمبر 114) **(1)**

''اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما۔''

عزیز ساتھیو! آج مارچ کا تیسرا جمعہ اور 15 تاریخ ہے، تاریخیں بدلتی رہتی ہیں لیکن ہمارے سالانہ اجتماع کے لیے تیسرا جمعہ مخصوص ہے (اب سالانہ اجتماع آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت کے مطابق مارچ کے چوتھے اتوار کو ہوتا ہے)۔ یہ وضاحت اس لیے کر رہا ہوں کہ بہت سے ساتھیوں نے خط لکھا کہ وضاحت کریں، اجتماع کب ہوگا؟ اگلا اجتماع رمضان شریف میں آئے

گا۔ یہ نہ سمجھیں کہ رمضان شریف کی وجہ سے شاید اجتماع ملتوی ہو جائے گا۔ اجتماع رمضان شریف میں ہی ہو گا۔ ویسے بھی اگر آپ نے روزہ رکھا ہوا ہے تو کسی قسم کی دقّت نہیں ہو گی۔ آپ کو خود پتہ ہونا چاہیے کہ آئندہ کے لیے میری طرف سے کسی قسم کی وضاحت کی ضرورت نہیں۔ یاد رکھیں کہ اس سلسلے میں نہ اشتہار ہوتا ہے، نہ خبر ہوتی ہے۔ یہ آپ کو خود پتہ ہونا چاہیے اور دوسرے ساتھیوں کو بھی بتانا چاہیے۔ میرے نزدیک ہمارے سلسلے کا سالانہ اجتماع عید کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ کو خود اس بات کا احساس ہونا چاہیے، چاہے کراچی میں ہوں، پشاور میں ہوں، ملک سے باہر ہوں یا اور کوئی ضروری برادری کی مصروفیات ہوں، آپ کے ذہن میں ہونا چاہیے کہ آپ نے اجتماع میں شریک ہونا ہے۔ مصروفیات کو آگے پیچھے کر کے اجتماع میں ضرور شریک ہوں۔

آپ کو معلوم ہے کہ ہر جمعے (اتوار) کو ذکر ہوتا ہے اور مہینے کے تیسرے جمعے (اتوار) کو خاص اجتماع ہوتا ہے۔ یہ مَیں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ ابھی چند دن ہوئے میرے ایک عزیز ساتھی، دوست اور بیٹے نے مجھے انتہائی اذیت دی ہے، وہ آیا، اُس کا چچا ساتھ تھا جو مجھے نہیں مانتا۔ وہ ہوسٹل میں یہاں رہتا رہا ہے، پڑھتا رہا ہے۔ مَیں نے اُس کی سرپرستی بھی کی ہے۔ لیکن شیطان گمراہ کر دیتا ہے، وہ آئے مَیں اُسے دیکھ کر خوش ہوا۔ مَیں نے پوچھا، کتنی چھٹی ہے؟ کہنے لگا ایک ماہ کی۔ مَیں نے کہا کب جانا ہے، کہنے لگا: 13 مارچ کو۔ مَیں نے کہا کہ بھلے مانس! پتہ تھا کہ 15 مارچ کو اجتماع ہے، پروگرام کو دو دن آگے پیچھے کر لیتے۔ کہنے لگا گھر والوں نے مجبور کیا تھا۔ مجھے ملا اور چلا گیا۔ ایک ماہ بعد آیا۔ گاڑی باہر رُکی۔ کہا کہ میں جا رہا ہوں۔ جاتے ہوئے مجھے ایک ٹائم پیس اور قلم دے گیا۔ مَیں نے کہا بیٹے! مجھے اس کی ضرورت نہیں اور نہ ہی خوشی۔ مجھے خوشی یہ ہوتی کہ اگر تم اجتماع میں شریک نہ ہو سکتے تھے تو یہاں چند بار آ جاتے۔ کہنے لگا کہ گھر والے چارہ کٹواتے رہے۔ مَیں نے کہا ٹھیک ہے! جاؤ چارہ کاٹتے رہو۔ تمہیں یہ احساس ہی نہیں ہے کہ تم نے کیا کھویا، کیا پایا۔ جب تم یہاں سے گئے تھے تو کتنی بلندیوں پر تھے اور اب یہاں سے جا رہے ہو تو تم

کتنے نیچے آ گئے ہو۔

مَیں آپ سے بار بار کہتا ہوں کہ مجھے کوئی شوق نہیں کہ لوگ ہزاروں اور لاکھوں کے حساب سے میری بیعت کریں۔ میرا سلسلہ نرالا سلسلہ ہے۔ ایسا سلسلہ جو تاریخ میں پہلے کبھی وجود میں نہیں آیا۔ پچھلے سال سے مَیں نے پابندی لگا رکھی ہے کہ اب صرف اُس شخص کو بیعت کروں گا۔ جو کم از کم تین دفعہ یہاں آئے گا۔ تین جمعے لگاتار آئے گا تو مَیں سمجھوں گا کہ اس میں طلب پیدا ہو گئی ہے اس لیے آ رہا ہے، پھر اُسے بیعت کروں گا۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کسی شخص کو CSP کے لیے کمیشن دیا جائے اور وہ فرض سے غافل ہو۔ اُس کو کوئی اہمیت ہی نہ دے۔ اس لیے مَیں اپنی نسبت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ میری حالت تو یہ ہے جیسے غواص سمندر میں غوطہ لگاتا ہے، سیپیاں نکالتا ہے لیکن موتی تو کسی ایک میں سے نکلتا ہے۔ یوں اب تک میرے دس بارہ ہزار ساتھی ہیں جنہوں نے میری بیعت کی ہے، نامراد تو وہ بھی نہیں رہیں گے، لیکن ان میں سے یہ 300 یا 350 آدمی بیٹھے ہیں جنہیں آخرت کی فکر ہے۔ جس نے میرے ہاتھ پر بیعت کی اور وہ سالانہ اجتماع میں بھی شریک نہیں ہو سکتا، تو اُس پر بڑی حیف ہے۔ وہ دنیاوی کاموں کو اتنی اہمیت دیتا ہے کہ عام اجتماع میں بھی نہیں آ سکتا، تو کم از کم سالانہ اجتماع میں تو آئے۔ بہر کیف میری گذارش ہے اس نعمت کی قدر کریں، اگر مَیں نے فیاضی کر دی ہے تو کم از کم اس کی لاج رکھیں۔ یہ جو صاحبِ کشف ساتھی ہیں یہ گواہ ہیں کہ اہلِ برزخ کے اولیاءِ کرامؒ حیران و ششدر ہیں کہ یہ کیا کر رہا ہے۔ یہ اتنا قیمتی سرمایہ کیسے مٹی میں رول رہا ہے۔ مجھے Appreciate نہیں کیا جاتا۔

مَیں نے جو باتیں حالِ سفر میں لکھی ہیں، لوگ ایک نہیں، دو نہیں کتنے ہیں جو تنقید کرتے ہیں کہ یہ کیا باتیں ہیں؟ مَیں یقین دلاتا ہوں کہ مَیں نے جو کچھ حالِ سفر میں لکھا ہے وہ اس کے ہزارویں میں سے ایک حصہ بھی نہیں، جو میری کیفیات اللہ تعالیٰ کے دربارِ عالیہ میں اور حضور ﷺ کی بارگاہ میں ہیں اور جو میری اور میرے سلسلے کی پوزیشن ہے۔ وہ میرے یہ دو ساتھی راز داں

ہیں: مرتضیٰ شاہ اور نوید۔

ایک بات اور یاد رکھیں کہ تصوّف میں ایک سلسلہ ہے ملامتیہ۔ یوں ہوتا ہے کہ وہ لوگ جان بوجھ کر ایسی بات کرتے ہیں کہ لوگ اُن سے نفرت کریں، اُن سے دور بھاگیں۔ مَیں نے بھی اپنے سلسلے میں یہ رنگ ملا رکھا ہے کیونکہ مجھے سارے سلسلوں سے نسبت ہے۔ یہ جو کتاب میں نے لکھی ہے، یہ بھی اُسی سلسلے کی ایک جھلک ہے۔اس میں، میں نے وہ کیفیات واشگاف الفاظ میں لکھ دیں جو کہ پرانے بزرگ چھپاتے رہے۔تو اب جب کوئی قاری پڑھتا ہے، اگر بہت ہی اس کا دِل صاف ہوتو وہ اُسے قبول کرتا ہے وگرنہ باقی اُس سے نفرت کرتے ہیں کہ یہ شخص کیا اُوٹ پٹانگ دعوے کرتا ہے، یہ ہے سلسلہ ملامتیہ ......اسی طرح اگر بظاہر ان کو دیکھیں تو کوئی یقین نہیں کرے گا کہ ان دونوں مرتضیٰ اور نوید کو آنکھیں بند کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ دونوں جب چاہیں چلتے پھرتے، اُٹھتے بیٹھتے، اولیاءِ کرامؒ سے باتیں کرلیں، اولیاءِ کرامؒ سے رابطہ قائم کرلیں، ملائکہ سے رابطہ قائم کرلیں۔تو یہ بھی جان بوجھ کر ایسا کیا گیا ہے۔ یہ وہ ملک ہے کہ اگر پیچھے لگنے لگیں تو پھر ایک سپاہی جیسے ان پڑھ، بے وقوف اور احمق آدمی کے سامنے لاکھوں کے حساب سے کھڑے ہو جاتے ہیں۔آپ کو پتہ ہے ناں پچھلے دس بارہ سال پہلے ایک ایسے پیر صاحب تھے اور ناقدری کی یہ حالت ہے کہ جب ایک آدمی انکساری کے ساتھ دعوت کے طور پر بلاتا ہے کہ یہ نعمت اللہ تعالیٰ نے مجھے دی ہے،تو وہ ٹَس سے مَس نہیں ہوتے، بلکہ تنقید کرتے ہیں، مذاق کرتے ہیں، تمسخر اُڑاتے ہیں۔

بات یہ ہے کہ جس طرح تعلیم کے بارے میں ہر آدمی کو پتہ ہے کہ یہ بڑی اچھی بات ہے، ہر والد چاہتا ہے کہ میرا بچہ پڑھے، ہر ڈھوک، گاؤں اور ہر قریہ میں سکول ہیں۔ اب اگر پورے پاکستان میں پرائمری سکولوں اور پڑھنے والے بچوں کی تعداد جمع کریں، اکٹھی کریں تو بلا مبالغہ وہ لاکھوں کے حساب سے بنتے ہیں۔مگر پی۔ایچ۔ڈی کتنے کرتے ہیں۔ پنجاب یونیورسٹی میں جا کر

دیکھیں تو سال میں بمشکل ایک پی۔ایچ۔ڈی بنتا ہے اور ایم۔اے بھی ہزاروں کے حساب سے نہیں۔سارے مضامین کو اکٹھے کر کے بمشکل سینکڑوں ملتے ہیں۔تو یہ تصوّف بھی بہر حال ایک تعلیم ہے،اس کا بھی ایک نصاب ہے۔میرے کم از کم 150 ساتھی ایسے ہیں جو ماشاء اللہ Ph.D. کی ڈگری حاصل کر چکے ہیں۔جو مقام مَیں نے ان کو طے کرا دیا ہے،وہ پی۔ایچ۔ڈی کے برابر ہے۔اب مجھے مزید پی۔ایچ۔ڈی دینے کی ضرورت نہیں۔اب مَیں پرکھتا ہوں، دیکھتا ہوں کہ کس شخص میں سچی طلب ہے۔

پچھلے دنوں کوئی میجر صاحب ہیں، انہوں نے خط لکھا کہ آپ نے دعویٰ کیا ہے اور میں نے حضرت سلطان باہو صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی پڑھا ہے کہ مردِ کامل ایک لمحے میں سارے سلوک طے کرا سکتا ہے۔مجھ میں بھی بڑی طلب ہے، میں بھی بڑا ابھرا ہوں، آپ کے پاس آنا چاہتا ہوں۔مَیں نے اُسے خط لکھا اور کہا کہ بھئی! پرائمری میں بھی تم نے پانچ سال لگائے اور یہ جو تصوّف کا پی۔ایچ۔ڈی ہے، وہ تم چاہتے ہو کہ میں کمالؔ صاحب کے پاس جاؤں اور ایک لمحے میں وہ مجھے سارا سلوک طے کرا دیں۔مَیں نے طے بھی کرایا ہے۔سلطان باہو صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ٹھیک لکھا ہے لیکن اُنہوں نے یہ بھی تو فرمایا ہے کہ ''میں نے 30 سال لگائے اور یہ نعمت حاصل کی۔اب مزید 30 سال ہو گئے ہیں،کوئی ایسا مرید نہ کوئی ایسا طالب مل رہا ہے جس کو یہ چیز عطا کروں'' تو کیا اُن کے مرید نہیں تھے؟ مرید اُن کے ہزاروں، لاکھوں تھے۔لیکن استعداد رکھنے کی بات ہے کہ استعداد والا نہیں تھا کہ اُس کو وہ دیں۔

میرے پاس بھی جو آدمی آپ لائیں گے،ضروری نہیں کہ وہ استعداد رکھتا ہو کہ پہلے دن ہی مَیں اُس کو ساری چیزیں طے کرا دوں۔ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ اگر مَیں اُس کو سارے مقامات طے کرا بھی دوں تو یہ بھی ضروری نہیں کہ اُس کو مشاہدہ ہو، اُسے نظر بھی آئے۔نظر کی جو بات ہے جو بھی آتا ہے یا میری بات کرتا ہے یا کہتا ہے جی! مجھے بڑی طلب ہے، مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عشق ہے، مجھے زیارت کرا دیں۔بھئی! میرے پاس تو ایک ہی معیار ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عشق کا، بات ہے محبت کی۔میرے سلسلے

میں محبت ہے خوف نہیں ہے۔ دو ہی چیزیں اللہ تعالیٰ کے قرب کے لیے ضروری ہیں: خوف اور محبت۔ باقی سارے سلسلوں میں خوف غالب ہے جبکہ میرے سلسلے میں محبت ہی محبت ہے۔

اب محبت کا تقاضا کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات حضور ﷺ کے لیے پیدا کی ہے۔(2) اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًاo﴾ (سورۃ الاحزاب، آیت نمبر 56)

''بے شک اللہ اور اس کے فرشتے آپ ﷺ پر درود بھیجتے ہیں تو اے ایمان والو! تم بھی آپ ﷺ پر درود اور خوب سلام بھیجو۔''

لیکن یہ بھی کبھی آپ نے دیکھا کہ کتنے ہیں جو درود شریف پڑھتے ہیں، کتنے ہیں جو باقاعدگی سے نماز پڑھتے ہیں، کتنے ہیں جو تہجد پڑھتے ہیں، راتوں کو اُٹھتے ہیں؟ محنت کرنا پڑتی ہے۔ مجھے بھی نیند آتی ہے، مجھے بھی سردی لگتی ہے، مجھے بھی تکلیف ہوتی ہے۔ اگر آپ سچی طلب پیدا کریں۔ محبت کی بات ہے ناں! محبت جو ہوتی ہے وہ تو پھر اُٹھا دیتی ہے۔ اگر آپ کا کوئی دنیاوی محبوب ہو اور کہے کہ آپ نے رات 3:00 بجے وہاں مجھے ملنا ہے تو کیا آپ جاگیں گے نہیں؟ نہیں پہنچیں گے وہاں پر؟ اگر فوج میں میجر ہے اور اُسے کوئی کمانڈر اِنچیف یا جرنیل کہتا ہے کہ تم نے فلاں جگہ مجھے ملنا ہے، تو کیا وہ رک سکے گا؟ خوف ہے کہ ہوسکتا ہے کہ میری چارج شیٹ ہو جائے، وہ ضرور پہنچے گا۔ تو یہاں پر بھی بات ہے محبت کی۔

اگر حضور ﷺ سے عشق لگاتے ہیں، محبت کرتے ہیں، تو درود شریف زیادہ سے زیادہ پڑھیں۔ پچھلے سال بھی مَیں نے یہی گزارش کی تھی، اب درمیان میں، مَیں نے کسی کو زیادہ یاد دہانی نہیں کرائی۔ مرد حضرات جو ہیں اُن کا ٹوٹل ابھی نہیں ہوا۔ خواتین کا ٹوٹل مجھے مل گیا ہے۔ 6 کروڑ 10 لاکھ 31 ہزار اور اس میں سے ایک بہت ہی معظم خاتون ہیں جن کا درود شریف 2 کروڑ 34 لاکھ ہے پورے سال میں۔ دوسرے نمبر پر آنے والی خاتون کا ایک کروڑ ہے۔ اب آپ حیران

ہوں گے کہ یہ دو کروڑ اور ایک کروڑ کیسے پڑھا گیا۔ بات ہے محبت کی۔ وہ دونوں خواتین ایسی ہیں کہ جن کا یہ شوق ہے کہ وہ کبھی فارغ نہیں بیٹھتیں۔ گھریلو مجبوریاں اُن کی بھی ہیں۔ اُنہوں نے اپنے آپ کو درود شریف کے لیے وقف کر رکھا ہے، تو یہ کسی مقصد کے لیے دن رات وقف کرنا پڑتا ہے۔

آئندہ آپ کے لیے بھی یہی دعوت ہے کہ آپ زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھیں۔ یہ کوئی خودنمائی کے طور پر نہیں ہے، فخر کے طور پر بھی نہیں ہے۔ صرف آپ میں جذبہءِ شوق پیدا کرنے کے لیے ہے۔ اسی طرح مردوں میں پہلے نمبر پر جو ساتھی ہے اُس کا سال کا درود شریف ساڑھے پانچ کروڑ ہے۔ بات دراصل لگن اور جذبے کی ہے۔ آپ میں سے بھی کئی ساتھی ایسے ہیں جو پچاس لاکھ پڑھتے ہیں۔ یہ کوئی مشکل نہیں ہے، بات لگن، تڑپ اور جذبے کی ہے۔

انگلینڈ سے ایک ساتھی نے 50 لاکھ درود شریف بھیجا ہے۔ آپ لوگوں کو اگر حضور ﷺ سے عشق ہے تو اُس کا عملی نمونہ پیش کریں۔ اپنے میں طلب پیدا کریں، زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھیں۔ یاد رکھیں! جو کچھ ہم کر رہے ہیں، اس کا ہمیں دنیا میں نہیں پتہ چلے گا۔ ہمیں وہیں آخرت میں پتہ چلے گا کہ اس کی کیا قدر و قیمت ہے۔ ہم نے دوڑ لگا رکھی ہے، ریس لگا رکھی ہے، نتیجہ قیامت میں پتہ چلے گا۔ اس لیے دوبارہ درخواست ہے، گزارش ہے کہ درود شریف زیادہ سے زیادہ پڑھیں۔ اگر آپ کو وقت نہیں ملتا، دفتر جاتے ہیں، بازار یا کھیت میں جہاں جائیں، راستے میں درود شریف پڑھتے رہیں۔ وضو کی بھی قید نہیں، وضو ہو تو نورٌ علیٰ نور ہے۔ بصورتِ دیگر شریعت کے لحاظ سے ممنوع نہیں ہے، آپ پڑھ سکتے ہیں۔ یہ بڑا مصروف دور ہے۔ آپ بال بچوں سے الگ ہو کر تو تسبیح لے کر نہیں بیٹھیں گے۔ اگر بہت باہمت ہیں تو رات کو گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ پڑھ لیں گے۔ دن کا وقت کیوں ضائع کریں۔ محفل میں بھی درود شریف جاری رہنا چاہیے۔ میری اپنی یہی کیفیت ہے، پروفیسر مکرّم صاحب کی بھی یہی کیفیت ہے۔ مکرّم صاحب جب محفل میں ہوتے ہیں تو دوسرے گپیں ہانک رہے ہوتے ہیں اور یہ درود شریف پڑھ رہے ہوتے ہیں۔ یہ آسانی سے تو نہیں ہوتا، محنت کرنا پڑتی ہے۔ تو آپ لوگ کوشش کریں کہ اگلے سال زیادہ سے زیادہ درود شریف کا نذرانہ ہماری طرف سے دربارِ اقدس ﷺ میں پہنچے۔

ذکر کرنے کا وقت ہے فجر سے پہلے یا نمازِ فجر کے بعد، نمازِ مغرب کے بعد یا نمازِ عشاء سے پہلے یا بعد۔ صبح وشام ان دونوں اوقات میں ذکر کریں۔ طریقہ یہ ہے کہ اندھیرا کرلیں، روشنی بند رکھیں، آنکھیں بند کرلیں۔ وہ جو ہے نا!

﴿ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَ تَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ط٥﴾ (سورۃ المزمّل، آیت نمبر 8)

''اپنے رب کے نام کا ذکر کیا کرو اور سب سے کٹ کر اُسی کے ہو رہو''۔

تو کہنے کا مطلب یہ ہے کہ چاہے آپ مسجد میں ہوں، چاہے گھر پر ہوں، دِل پر خیال کر کے پوری توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہو، دِل پر سرخ یا سنہری روشنی کے ساتھ خوشخط '' اللّٰہ '' لکھا ہوا خیال کریں۔ ''اَل'' دِل سے اُوپر آسمانوں تک لے جائیں اور ''لَہ'' کی ضرب واپس دِل پر لگائیں، زبان نہ استعمال کریں۔ اگر دِل سے یا خیال سے ذکر نہ کرسکیں تو زبان سے اتنی آہستگی سے کہیں کہ دوسرا انسان نہ سُنے، یہ ذکرِ خفی قلبی ہے۔ اصل بات ہے خلوص کی، سچا اور کھرا جذبہ ہونا چاہیے۔ کسی دنیاوی خواہش کو درمیان میں نہ لائیں، سودے بازی نہ کریں کہ یا اللہ ذکر کرنے لگا ہوں یہ میرا مسئلہ حل ہو جائے۔ جب ذکر کرنے لگیں تو یہ خیال رکھیں کہ میں یہاں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے آیا ہوں، اپنی آخرت سنوارنے کے لیے آیا ہوں، اللہ کی خوشنودی اور محبت کے لیے حاضر ہوا ہوں، تیرے نام کے لیے آیا ہوں۔ اپنے گناہوں کو بخشوانے کے لیے اس پاک محفل میں بیٹھا ہوں، اپنی رحمت کے صدقے میرے گناہ معاف فرمادے۔

مراقبات میں ایک مراقبے کا مَیں نے اضافہ کیا ہے۔ بہت سے ساتھیوں کو نہیں پتہ، احدیّت کے بعد ایک مراقبہ کراؤں گا، وہ مراقبہء جنت و دوزخ ہے۔ یاد رکھیں! ہماری زندگی عارضی ہے، آگے ایک اور زندگی ہے۔ ہم جتنی بھی عبادت کرتے ہیں، جتنے بھی خیر و نیکی کے کام کرتے ہیں، اُن کا مقصد تو یہ ہے کہ ہماری آخرت سنور جائے۔ جب ہم اس گھر سے اُس گھر میں جائیں تو وہاں ہمیں کامیابی ہو، وہاں فیل نہ ہو جائیں۔ یہ زندگی بڑا مشکل پرچہ ہے۔ اگر امیری ہے تو بھی پرچہ ہے، اگر غریبی ہے تو بھی پرچہ ہے۔ یہ زندگی آسان ہو جاتی ہے اگر یہ احساس ہو کہ میں نے مرنا ہے اور آگے جانا ہے۔

میری جواب طلبی ہونی ہے۔

دنیا کی آدھی آبادی ایسی ہے جو لادین ہے۔ آخرت کو نہیں مانتے۔ وہ کتابیں جو الہامی تھیں وہ تبدیل ہوتی رہیں۔ اب اُن کتابوں میں تورات اور انجیل میں کوئی وثوق سے نہیں کہہ سکتا کہ سب باتیں صحیح ہیں، اگر وہ سچی کتابیں ہوتیں تو ہمارے لیے بھی اتنی ہی اہمیت رکھتی تھیں، ہم بھی اُن کو اتنا ہی مانتے جتنا کہ عیسائی اور یہودی مانتے ہیں۔ لیکن ہمیں معلوم ہے کہ اُن میں بہت ردّوبدل ہوا ہے۔ اس لیے ہم اُن کی کسی بات کو ایمان کا درجہ نہیں دے سکتے۔ اب بات رہ گئی ایمانیات کی، تو اب ایمان وہی ہوگا جو ہم نے قرآن وحدیث کی روشنی میں حاصل کرنا ہے۔ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ

☆☆☆

دُعا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

''تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔''

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ ○

''اے میرے پیارے اللہ جل جلالہ! محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، نبی اُمّی (مکّی) پر اور اُن کی آل اور اصحاب پر صلٰوۃ وسلام اور برکتوں (کے پھول) نچھاور فرما۔''

((يَا اللّٰهُ يَا رَحْمٰنُ ، يَارَحِيْمُ ، اَنْتَ بَارِئٌ ، اَنْتَ حَيٌّ ، اَنْتَ قَيُّوْمٌ ، اَنْتَ نُوْرٌ ، اَنْتَ هَادِئٌ ، اَنْتَ غَنِيٌّ۔ اَللّٰهُمَّ اَعِنَّا عَلٰى ذِكْرِكَ وَ شُكْرِكَ وَ حُسْنِ عِبَادَتِكَ))

(شعب الایمان: 4411)

''اے اللہ! اے مہربان! اے رحم فرمانے والے! تو پیدا کرنے والا ہے، تو زندہ ہے، تو ہمیشہ قائم رہنے والا ہے، تو نُور ہے، تو ہدایت دینے والا ہے، تو مال دار ہے۔ اے اللہ! اپنے ذکر وشکر اور اپنی عُمدہ عبادت کرنے میں ہماری مدد فرما۔''

﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ

الْوَهَّابُ○﴾ (سورۃ آل عمران، آیت نمبر 8)

''اے ہمارے پروردِگار! جب تو ہمیں سیدھے راستے پر لگا چکا ہے تو پھر کہیں ہمارے دِلوں کو کجی میں مبتلا نہ کر دیجیو، ہمیں اپنے خزانہءِ فیض سے رحمت عطا فرما کہ تُو ہی فیاضِ حقیقی ہے۔''

﴿رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ط اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ○﴾ (سورۃ آل عمران، آیت نمبر 9)

''اے ہمارے پروردِگار! تو یقیناً سب لوگوں کو ایک روز جمع کرنے والا ہے، جس کے آنے میں کوئی شبہ نہیں، بیشک اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔''

﴿رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَ انْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ○﴾ (سورۃ البقرۃ، آیت نمبر 250)

''اے ہمارے رب! ہم پر صبر کا فیضان فرما، ہمارے قدم جما دے اور اس کافر گروہ پر ہمیں فتح نصیب فرما۔''

﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ج رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ج رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ○﴾ (سورۃ البقرۃ، آیت نمبر 286)

''اے ہمارے ربّ! ہم سے بھول چوک میں جو قصور ہو جائیں ان پر گرفت نہ فرما۔ اے ہمارے ربّ! ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جو تُو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالے تھے۔ اے ہمارے پروردِگار! جس بار کو اُٹھانے کی طاقت ہم میں نہیں ہے، وہ ہم پر نہ رکھ۔''

﴿وَاعْفُ عَنَّا وقفه وَ اغْفِرْلَنَا وقفه وَارْحَمْنَا وقفه اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ○﴾ (سورۃ البقرۃ، آیت نمبر 286)

''ہمارے ساتھ نرمی فرما۔ ہم سے دَرگزر فرما۔ ہم پر رحم فرما، تو ہمارا مولیٰ ہے، کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔''

﴿رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِo﴾

(سورۃ البقرۃ، آیت نمبر 201)

"اے ہمارے ربّ! ہمیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے محفوظ فرما۔"

﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ط اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُo وَتُبْ عَلَیْنَا ج اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُo﴾ (سورۃ البقرۃ، آیت نمبر 128-127)

"اے ہمارے ربّ! ہم سے یہ خدمت قبول فرمالے، تُو سب کی سُننے اور جاننے والا ہے۔ اور ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرما۔ بیشک تُو بڑا معاف فرمانے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔"

﴿یَااَللّٰہُ، یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ، یَااللّٰہُ یَا مُفَتِّحَ الْاَبْوَابِ، یَا مُسَبِّبَ الْاَسْبَابِ، یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ وَالْاَبْصَارِ، یَا دَلِیْلَ الْمُتَحَیِّرِیْنَ، یَا غِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ اَغِثْنِیْ اَغِثْنِیْ اَغِثْنِیْo تَوَکَّلْتُ عَلَیْکَ یَارَبِّo وَ اُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِo﴾

"اے اللہ! اے زندہ رہنے والے! اے ہمیشہ قائم رہنے والے! میں تیری رحمت سے مدد چاہتا ہوں۔ اے اللہ! اے بند دَر کھولنے والے! اے اسباب پیدا کرنے والے! اے بصارت اور دِلوں کو پھیرنے والے! اے گُم راہ کو راستہ بتانے والے! اے مدد چاہنے والوں کے مددگار! میری مدد فرما، میری مدد فرما، میری مدد فرما۔ اے میرے ربّ! میں نے تجھ پر بھروسہ کیا۔ اور میں اپنا معاملہ اللہ ہی کے سپرد کرتا ہوں۔"

﴿اِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌم بِالْعِبَادِo﴾ (سورۃ المؤمن، آیت نمبر 44)

"بیشک اللہ بندوں کو دیکھنے والا ہے۔"

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِ نَا وَ مَوْلَا نَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِہٖ وَ صَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَo بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَo

"اے میرے پیارے اللہ! اپنی بہترین مخلوق، ہمارے سردار اور مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور

اُن کی آل اور تمام اصحاب پر صلوٰۃ فرما۔ اے بہت زیادہ رحم فرمانے والے! تیری رحمت کے ساتھ (اختتام کرتا ہوں)''

☆☆☆

☆20 مارچ 1992ء جمعۃ المبارک

ساتھیو! ذکر سے پہلے چند باتیں۔۔۔ خانقاہ میں اور مدرسے میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ مدرسے میں تقریر ہوتی ہے اور خانقاہ میں خاموشی ہوتی ہے۔ وہاں الفاظ اور عبارت آرائی ہوتی ہے اور یہاں پر ذوق اور حال کی کیفیت ہوتی ہے۔ اس لیے یہاں پر تقریروں کا سلسلہ تو نہیں ہوتا۔ وقتاً فوقتاً کچھ باتیں جو میرے مشاہدے میں آتی ہیں تجربے کے طور پر، وہ آپ کی رہنمائی کے لیے بیان کر دی جاتی ہیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ چونکہ آپ میرے ساتھ منسلک ہیں اور آپ کی روحانی ترقی کے ساتھ ساتھ ایسی باتیں جو اس روحانی ترقی میں رکاوٹ بن سکتی ہیں، اُن کی نشاندہی بھی کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اولیاء کرامؒ کے مزاروں پر جانا بہت ہی بابرکت ہوا کرتا ہے مگر اس کے بھی کچھ آداب ہیں۔ یہ جو بات مَیں آپ کو بتانے لگا ہوں وہ اس لیے کہ ایک ساتھی پاکپتن شریف میں حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کی حاضری دینے کے لیے گیا تو اُس نے دیکھا کہ لوگ قبر کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھ رہے ہیں، قبر کے سامنے سجدے کر رہے ہیں اور قبر کے اِرد گرد طواف کر رہے ہیں۔

تو بھائی! ٹھیک ہے اولیاء کرامؒ کے ساتھ عقیدت ہوا کرتی ہے اور ہم سب کو ہے۔ مگر یہ جو چیز ہے یہ بڑی ناپسندیدہ ہے اور اسلام میں کوئی بھی مسلک اس کی حمایت نہیں کر سکتا۔ چاہے وہ دیوبندی ہوں، چاہے بریلوی ہوں اور چاہے اہلحدیث ہوں۔

یہ مَیں تنبیہ کے طور پر نہیں بلکہ ہدایت کے طور پر عرض کر رہا ہوں کہ جب بھی آپ کسی بزرگ کے مزار پر جائیں تو وہاں پہ آپ نے جو کچھ بھی پڑھنا ہے، بہتر ہے قرآنِ کریم کی تلاوت کریں، تسبیحات پڑھیں، ذکر کریں، درود شریف پڑھیں، کلمہ شریف پڑھیں۔ یہ پڑھنے کے بعد آپ یوں

ایصالِ ثواب کریں کہ:

> ''یا اللہ! یہ جو کچھ میں نے کلام پاک پڑھا ہے، درود شریف پڑھا ہے، تسبیحات پڑھی ہیں، اس کا ثواب رسولِ اکرم ﷺ اور اُن کے طفیل تمام انبیاءِ کرامؑ، اہلبیتِ اطہارؓ، صحابہءِ کرامؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ، اولیاءِ کرامؒ، بزرگانِ دینؒ اور اس بزرگؒ کی روح کو ایصالِ ثواب کرتے ہیں۔'' اب جو کچھ آپ کے مسائل ہیں، پریشانیاں ہیں اور دُعا کرانی ہے تو اس کے لیے یوں کہیں کہ ''یا اللہ! آپ کے اس برگزیدہ، پیارے اور مقبول بندے کے طفیل میرا یہ مسئلہ حل فرما دے۔''

تو یہ طریقہ جائز ہے۔ لیکن اگر آپ وہاں پہ طواف کریں گے یا ایسی غیر شرعی حرکتیں کریں گے تو آپ بزعمِ خویش اپنی عقیدت کا اظہار کر رہے ہیں مگر وہ جو بزرگ ہیں، وہ آپ سے کبھی خوش نہیں ہوں گے۔ اسی طرح آپ میں سے کچھ ساتھی جب مجھ سے ملتے ہیں بعض اوقات میرے پاؤں کو چُھونے کی کوشش کرتے ہیں، گھٹنوں کو ہاتھ لگاتے ہیں۔ بھائی! یقین جانیں مجھے اس سے کبھی خوشی نہیں ہوتی، مَیں بیزار ہوتا ہوں۔ اس لیے جب آپ میرے ساتھ مصافحہ کرتے ہیں تو اس طرح کریں جیسے آپ ایک دوسرے سے کرتے ہیں۔ بالکل کورنش بجالانا اور اس طرح نیچے جانا، اُس کا نہ مجھے کچھ فائدہ ہے اور نہ ہی آپ کو کچھ فائدہ ہے۔ اگر آپ میری تعظیم کرتے ہیں، مجھ سے محبت کرتے ہیں تو جب آپ مجھ سے مصافحہ کرتے ہیں تو بس کافی ہے۔ زیادہ سے زیادہ آپ نے محبت کا اظہار کرنا ہے تو آپ ہاتھ چُوم لیں۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ مجھے بہت زیادہ کوفت ہوتی ہے۔

مَیں نے آپ سے گزارش کی تھی کہ میرا اور میرے سلسلے کا امتیازی نشان درود شریف ہے۔ مَیں چاہتا ہوں کہ آپ میں سے ہر آدمی کم از کم ایک ہزار مرتبہ روزانہ درود شریف پڑھے۔ اور جو شخص ایک ہزار مرتبہ درود شریف کے لیے بھی وقت نہیں نکال سکتا تو مَیں سمجھتا ہوں کہ اسے راہِ سلوک پر قدم رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بھئی! کتاب آپ نے پڑھی ہے، میرے ساتھیوں سے بھی آپ نے سُنا ہوگا، آپ بھی میرے ساتھی ہیں، آپ میرے پاس اس لیے آتے ہیں ناں کہ مَیں آپ کی تربیت کرتا ہوا

روحانی طور پر کعبہ شریف لے جاؤں، دربارِ اقدس ﷺ لے جاؤں اور حضور اکرم ﷺ کے دستِ اقدس ﷺ پر بیعت کرواؤں اور عرشِ عظیم کی منازل میں آپ کو پروازیں کرواؤں۔ تو اگر اتنی اُونچی آپ کی تمنّا ہے اور آپ امیدوار ہیں، اس سکول میں، کالج میں آپ نے داخلہ لے لیا ہے تو بنیادی شرط یہ ہونی چاہیے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ محبت اور عقیدت کا میرے نزدیک ایک ہی معیار ہے، ایک ہی پیمانہ ہے کہ کوئی شخص کتنا درود شریف پڑھتا ہے۔ اب اس محفل میں ایسے بھی لوگ ہیں، ساتھی ہیں جن کا ایک لاکھ روزانہ کا درود شریف ہے۔ اِن میں کچھ ایسے بھی ہیں جو پچاس ہزار، چالیس ہزار، تیس ہزار اور بیس ہزار بھی روزانہ پڑھتے ہیں اور جو شخص سو مرتبہ بھی نہیں پڑھتا تو آپ خود اندازہ کرلیں۔

یہاں پر تو آپ کی خواہش ہوتی ہے کہ میں کروڑ پتی بنوں، میرے کارخانے ہوں، میرے بنگلے ہوں، یہ ہو، وہ ہو اور زندگی وہ ہے، جس کے بارے میں آپ کو اور مجھے کوئی علم نہیں ہے کہ یہاں سے آپ کو یا مجھ کو اُٹھنا بھی نصیب ہوگا کہ نہیں۔ اس دنیا کے لیے اتنی کھچپل کرتے ہیں، اتنی محنت کرتے ہیں تو جہاں پہ ہمیشہ رہنا ہے، وہاں کے لیے بھی تو کچھ کام کرنا ہے ناں۔ وہاں پر بھی ہماری کچھ ضروریات ہیں۔ یہاں پر ہر آدمی رِیس کرتا ہے کہ فلاں کے پاس سکوٹر ہے، میرے پاس بھی ہونا چاہیے۔ فلاں کے پاس کار آ گئی ہے، میرے پاس بھی ہونی چاہیے۔ تو بھئی! وہاں پر بھی کاریں ہیں، وہاں پر بھی بنگلے ہیں تو جو شخص یہاں پر ایک لاکھ روزانہ درود شریف پڑھ رہا ہے، اُس کے مقام کا آپ اندازہ نہیں کرسکتے۔ فرشتے بھی اُس پر رشک کرتے ہیں۔ یہ معمولی بات نہیں ہے۔ مَیں نے کتاب لکھی، کتاب مختلف لوگوں کے پاس گئی، جو سعادت مند روحیں تھیں، اُنھوں نے قبول کیا کہ یہ شخص ٹھیک کہہ رہا ہے۔ کچھ ایسے بھی تھے جنھوں نے باتیں بنائیں، مذاق اُڑایا۔

اگلے دن ہمارے ملک کا ایک معیاری رسالہ حکایت (شائع ہوا) جس میں ایک شخص روحانیت پر کالم لکھتا ہے۔ اتفاق سے وہ میرا پُرانا شاعر دوست تھا۔ اُس کی بھی کایا پلٹی اور کسی بزرگ کے ساتھ وابستہ ہوا۔ وہ روحانی کالم لکھا کرتا ہے۔ تو کسی ساتھی نے مجھے بتایا کہ یہ ایک کالم آیا ہے۔ تو مَیں نے سوچا کہ پُرانا دوست ہے، ممکن ہے اُس کا فائدہ ہو جائے تو مَیں نے کتاب حالِ سفر بھیج دی اور اُس

نے اپنے بعد کے پرچے میں میری اس کتاب پر تبصرہ کیا۔

اُس میں اُس نے دو باتیں کیں۔ وہ کہتا ہے کہ جو کچھ کمالؔ صاحب نے اس کتاب میں لکھا ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عہدے کے لحاظ سے اس وقت دنیا میں اُن کے مقام کا کوئی نہیں ہے۔ دوسری بات آگے چل کر کہتا ہے کہ یہ جو منصب اُنھوں نے بیان کیے ہیں، یہ اتنی اُونچی اُڑان ہے، اتنا اُونچا مقام ہے کہ اس کے لیے تو بزرگوں نے سالہا سال ریاضتیں کیں، محنتیں کیں اور زندگیاں کھپا دیں۔ تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس شخص کو بیٹھے بٹھائے یہ مقام کیسے حاصل ہو گیا؟ آگے وہ کہتا ہے کہ کمالؔ صاحب نے یہ دعویٰ کیا ہے، میرا فلاں تاریخ تک 37 کروڑ درود شریف پورا ہو چکا ہے۔ اور وہ کہتا ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ حق ہے، درست ہے۔ اس لیے کہ کوئی بھی شخص اپنی عاقبت خراب نہیں کرنا چاہتا۔ بزرگوں کا یہ مقولہ ہے کہ "**با محمد** ﷺ **ھوشیار**" کہ حضور ﷺ کا مقام ایسا ہے کہ اُن کے سامنے آدمی کا بڑے ادب اور عقیدت کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی رنگ میں شاعر کچھ سے کچھ انداز اپنا لیتے ہیں لیکن حضور ﷺ کے ساتھ بڑے ادب کا تقاضا ہوتا ہے۔ قرآنِ کریم میں یہاں تک آیا ہے کہ:

"تم اُن (ﷺ) کی آواز سے اپنی آواز اُونچی نہ کرو۔ اُن کو اس طرح نہ بُلاؤ جس طرح آپس میں ایک دوسرے کو بُلاتے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ہی غارت ہو جائیں اور تمہیں پتہ ہی نہ ہو۔"

وہ کہتا ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ اُن کے اس دعویٰ پر بڑا غوغا مچ سکتا ہے۔ مگر سچی بات یہ ہے کہ اُس کے استدلال نے ہم میں سکت ہی نہیں چھوڑی کہ ہم مخالفت کریں۔ اس لیے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے یہ کتاب حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق اور اُن کی رہنمائی میں لکھی ہے۔ تو پھر وہ کہتا ہے کہ میرا یہ بھی خیال ہے کہ روئے زمین پر اتنا کسی شخص نے شاید ہی درود شریف پڑھا ہو۔ اور اگر یہ ٹھیک ہے تو پھر یہ جو منازل ہیں، قیّومیت ہے، قطبِ وحدت ہے، صدیقیت ہے، عبدیت ہے، تو پھر یہ کوئی مقام نہیں رکھتے۔ قدرت ایسے شخص کے لیے منصبوں کا تاج لیے لیے پھرتی ہے۔

تو بھائی! میری آپ سے دوبارہ یہ گزارش ہے کہ آپ میں سے اکثر لوگ جو ہیں، وہ میری

بیعت تو کر چکے ہیں۔ ٹھیک ہے لیکن اگر آپ پرائمری میں داخل ہوتے ہیں اور آپ کے ماں باپ کی خواہش ہوتی ہے کہ یہ ایم۔اے کرے، پی۔ایچ۔ڈی کرے، ڈاکٹر بنے اور انجینئر بنے۔ تو یہ بھی ایک سکول ہے جس میں آپ نے داخلہ لیا ہے۔ یہاں آپ کو روحانی طور پر نرسری سے لے کر پی۔ایچ۔ڈی تک کی سند دی جاتی ہے۔ اب اگر آپ پرائمری میں ہی رہ جاتے ہیں تو بڑے نالائق ہیں۔ کچھ نہ کچھ آپ کو ہمت کرنا چاہیے اور اس کے لیے میرے پاس جو معیار ہے، وہ آپ جانتے ہیں۔ اس سے پہلے مَیں یہ نہیں دیکھتا تھا کہ کسی نے داڑھی رکھی ہوئی ہے یا نہیں۔ صرف یہ دیکھتا تھا کہ اب اس نے پانچ وقت نماز شروع کر دی ہے، دو وقت ذکر تو کر رہا ہے۔ تو میں فوراً ساتوں لطائف طے کرا دیتا تھا۔ اب مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ چیز ایسی ہے کہ ہر کوئی اس کا اہل نہیں ہوتا۔ اس راہ میں آپ نے بزرگانِ دینؒ کی مختلف روایتیں، کہانیاں اور تاریخیں پڑھی ہیں کہ اُن پر بڑے اضطراب کے زمانے آتے تھے۔ جنگلوں میں چلے جاتے تھے، بال بچوں کو چھوڑ دیتے تھے اور وہاں ریاضتیں کرتے تھے۔

اسی طرح اس مقام کے حصول کے لیے آپ کو بھی محنت کرنا چاہیے۔ لیکن آپ کی تو نمازیں بھی پوری نہیں۔ ظاہر ہے جب آپ کی نماز ہی پوری نہیں ہوگی، آپ کے اعمال ٹھیک نہیں ہوں گے، معاملات بھی درست نہیں ہوں گے اور مَیں آپ کو سبق دے دوں گا، تو اس کا نتیجہ کیا نکلے گا کہ آپ سے بہت ہی رِعایت ہوگی تو آپ کے جسم پر کچھ نہ کچھ تکلیف آئے گی۔ اسی طرح آپ کے مالی حالات کے ذریعے تکلیف آسکتی ہے یا کوئی اور آپ کو پریشانی لاحق ہوسکتی ہے۔

اب مصیبت یہ ہے کہ جو کوئی میرے پاس آتا ہے وہ یہ سمجھتا ہے کہ ہمارے حضرت صاحب تو بہت اُونچی ہستی ہیں۔ چُھو کریں گے اور سارے مسائل حل ہو جائیں گے۔ تو یہاں پر مسئلہ بنتا ہے۔ بھئی! آپ کے جو دنیاوی مسائل ہیں، اُن کے لیے جب کوئی آدمی مجھے خط لکھتا ہے یا خود آ کے مجھے بتاتا ہے تو مَیں دُعا کرتا ہوں۔ اب اللہ تعالیٰ کی اپنی مرضی اور منشا ہے کہ اُس بات کو قبول فرما لے یا رَد کر دے۔ اور قبولیت کے بھی درجے ہیں۔ آج اگر کوئی خواہش پوری ہو، ارمان پورا ہو یا آج سے کچھ عرصہ بعد پورا ہو اور اگر نہ بھی ہو تو حدیث شریف کا مفہوم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ”جو کچھ بھی

آپ دُعائیں کرتے رہتے ہیں اس کے بدلے آخرت میں آپ کو ملتا ہے اور وہاں پر ایسا ہوگا کہ کسی شخص کو اُس کی دُعاؤں کے بدلے میں جو دنیا میں پوری نہیں ہوئی تھیں، اُن کا آخرت میں اجر دیا جائے گا تو وہ کہے گا کہ کاش! دنیا میں میری کوئی مراد پوری نہ ہوئی ہوتی۔"

یہ آپ سمجھ لیں کہ جس طرح یہاں پر یہ Competition (مقابلہ) ہے کہ ہر آدمی چاہتا ہے کہ میں الیکشن لڑوں اور ایم۔ پی۔ اے بنوں، ایم۔ این۔ اے بنوں اور پھر منسٹر اور پرائم منسٹر بنوں یا صدر بنوں۔ پھر چار، پانچ سال پورے نہیں ہوتے اور پہلے ہی کہتے ہیں کہ Kick out، مقدمے بنتے ہیں، اندر چلے جاتے ہیں۔ اسی طرح اگلا جو مُلک اور جہان ہے، وہاں پر ہم نے ہمیشہ رہنا ہے اور وہاں پر ہمارا جو منصب یا مقام ہے وہ بھی ہمیشہ رہنا ہے تو اُس کے لیے بھی کوشش کریں، اُس کے لیے بھی طلب ہونا چاہیے کہ وہاں پر بھی ہمارا کوئی وقار ہو، مرتبہ ہو، مقام ہو۔ مَیں بعض اوقات بڑا پریشان ہو جاتا ہوں، جب دوست اور ساتھی دُعا کے لیے کہتے ہیں اور مَیں کہتا ہوں کہ دُعا کروں گا اور دُعا کرتا بھی ہوں۔ بعض تو ایسے ہیں کہ کہتے ہیں کہ ہمیں ابھی بتائیں کہ کیا ہوگا، ایسا ہونا چاہیے۔ بھئی! وہ ایسی بارگاہ ہے کہ وہاں ہونا چاہیے نہیں، ہم سارے اُس بارگاہ کے سوالی ہیں۔ یہ بھی بڑی عطا ہے کہ ہمیں اُس کے دروازے پر پہنچنا نصیب ہو جاتا ہے۔ چاہے وہ اللہ تعالیٰ کی ہستی ہے یا حضور ﷺ کی، وہ اللہ بے نیاز ہے۔ اُس کی صفت یہ ہے کہ وہ " اَللّٰہُ الصَّمَدُ " ہے۔ اور اُن ﷺ کا بھی جو مقام ہے، وہ آپ کے تصوّر میں آ نہیں سکتا۔ اب مَیں وہاں بیٹھ جاؤں اور ضد کرنے لگوں کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ کام تو ہونا ہی چاہیے۔ اور یاد رکھیں! مَیں آپ جیسا تُھڑ دِل بھی نہیں ہوں۔ میرا کوئی مقام تھا، میری کوئی منزل تھی اور وہ منزل یہ تھی کہ دنیائے اسلام میں اتحاد ہو، نفاذِ اسلام ہو، پوری دنیا میں اسلام کا غلبہ ہو اور دشمنانِ اسلام سرنگوں ہوں۔ افغانستان سے روسی فوجیں پلٹیں اور روس نہ صرف افغانستان کو چھوڑے بلکہ وسطِ ایشیا کی اسلامی ریاستوں کو بھی چھوڑ دے اور وہاں سے بھی اُسے ذلیل وخوار ہو کر نکلنا پڑے۔ اب آپ کی بلا جانے کہ وسطِ ایشیا کیا ہے اور وہاں کی اسلامی ریاستیں کونسی ہیں اور ہماری تاریخ کیا ہے۔

ہر نبیؑ کو اللہ تعالیٰ نے اُس ماحول کے مطابق معجزے عطا کیے ہیں۔ حضورِ اکرم ﷺ کا سب

سے بڑا معجزہ قرآنِ کریم ہے۔اس لیے کہ اُس دور میں عرب اپنی فصیح البیانی کے باعث باقی ساری دنیا کو عجم کہتے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ یہ ایران اور دیگر غیر عرب، یہ سب گونگے ہیں۔عجم کہتے ہی گونگے کو ہیں۔تو حضورﷺ پر اللہ تعالیٰ نے جو کلام نازل فرمایا اُس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''قرآنِ کریم تو بہت بڑی بات ہے تم (اس جیسی) ایک سورۃ ہی بنا دو۔ایک آیت ہی بنادو۔''

تو وہ فصیح البیان عرب خود گونگے رہ گئے۔اُن کی زبان اُن کا ساتھ نہ دے سکی۔اسی طرح اولیاءِ کرامؒ کو بھی بعض اوقات کسی کرامت سے سرفراز کر دیا جاتا ہے۔وہ کوئی عجوبہ نہیں ہوتا،کوئی تماشہ نہیں ہوتا بلکہ اُس شخص کی صداقت کی دلیل کے لیے اللہ تعالیٰ اُس کے ہاتھ سے کوئی فعل سرزد کرا دیتے ہیں۔ اور بعض اوقات اُسے خود بھی پتہ نہیں ہوتا کہ کیا ہونے والا ہے۔تو جو پیش گوئیاں مَیں نے کتاب حالِ سفر میں کی ہیں، اُن میں سے ایک پیش گوئی جو روس کے بارے میں ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے پوری ہو چکی ہے۔ وہ اس انداز سے پوری ہوئی ہے کہ وسطِ ایشیا کی اسلامی ریاستیں جو 70 سال تک روس کے ماتحت انتہائی جبر وتشدّد میں زندگی گزارنے پر مجبور رہیں، اُن کو جب اچانک آزادی ملی تو وہ پریشان ہو گئے کہ کریں کیا۔اُن کو سمجھ ہی نہیں آرہا تھا کہ یہ ہو کیا گیا ہے۔تو اگر کوئی اور کرامت ہوتی ہے تو میری ساری کرامتیں ایک طرف اور یہ کرامت ایک طرف۔اور لطف کی بات ہے کہ آپ جیسے میرے ہزاروں مریدین ہیں۔ کتاب حالِ سفر بھی آپ نے پڑھی ہوئی ہے، مگر صرف دو شخص ہیں جنہوں نے مجھے مبارک باد دی۔ایک ڈاکٹر طیّب نے امریکہ سے خط لکھا اور ایک یہاں سے کسی نے کہا مبارک ہو! آپ کامیاب ہو گئے۔

آپ لوگوں میں اتنی بھی Sense نہیں کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے اور ہم کر کیا رہے ہیں۔ یہاں پر چند ساتھی بیٹھے ہوئے ہیں جو اس سارے فعل میں جو کچھ مَیں کر رہا ہوں اُس کے گواہ ہوتے ہیں۔ مرتضیٰ شاہ ہے، اس سے پہلے مُنیر اعظم تھا۔کبھی کبھی مَیں اپنے قریبی ساتھیوں کو بُلا لیتا ہوں۔اس سے پہلے نجیب صاحب اور پروفیسر محفوظ صاحب گواہی دیں گے کہ 1984ءمیں جب مجھے یہ مقام حاصل

ہوا تھا تو اُس وقت مسجد میں بیٹھ کر عشاء کی نماز کے بعد مَیں نے کچھ تصرّفات کیے تھے۔ یہ دونوں عینی شاہد ہیں۔تو کہنا یہ ہے کہ اگر آپ مجھ سے یہ توقع کریں کہ مجھے تو یہ بھی ہو جانا چاہیے اور وہ بھی ہو جانا چاہیے،تو بھئی! اتنے تھُڑ دِلے نہ بنیں۔اتنی بے چینی اور بیقراری کیوں؟ اس زندگی کو کیوں اپنے اُوپر سوار کر رہے ہیں، جس کے لیے آپ مرے جا رہے ہیں وہ تو کوئی شے نہیں ہے۔اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

بھئی! آپ میں سے کوئی ایسا شخص ہے جو بھوکا سویا ہو، اُس کے گھر میں دانے نہ ہوں، اُس کے تن پر کپڑا نہ ہو؟ کسی نہ کسی رنگ میں سارے کھا رہے ہیں۔ جہاں تک خواہشات کا تعلق ہے، مَیں آپ کو لکھ کر دے سکتا ہوں آپ اُس وقت تک Satisfied نہیں ہو سکتے جب تک آپ قناعت پسند نہیں بنتے۔ آپ کی ایک خواہش پوری ہوگی تو دس اور اُبھر آئیں گی۔ آپ CSP بھی ہو جائیں تو فی الوقت کیا ہو گا کہ آپ AC بن جائیں گے، DC بن جائیں گے یا کمشنر بن جائیں گے، پھر کیا ہو گا۔آپ کی کمشنری بھی یہیں رہ جائے گی، بنگلہ بھی یہیں رہ جائے گا اور پھر سلام جو ہوتے ہیں وہ بھی یہیں رہ جائیں گے۔ دیکھنا یہ ہے کہ آگے کیا جائے گا۔ بڑے بڑے بادشاہ آئے۔ جب اُن کی قبروں کو دیکھتے ہیں تو اپنی مٹی بھی میسر نہ ہوئی بیچاروں کو۔

تو اپنے اندر سچی طلب پیدا کریں اور وہ یہ کہ جب اس دنیا سے جائیں تو کم از کم حضور ﷺ کی بارگاہ میں، اُن کی کچہری میں، اُن کے دربار میں، اگر روزانہ نہیں تو مہینے میں تو ایک دفعہ اجازت مل جائے۔مَیں آپ کو وہاں لے جانا چاہتا ہوں اور آپ کہتے ہیں کہ یہاں ادھر جاتا ہوں۔ایک ساتھی ہے وہ داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔انہوں نے بڑی پذیرائی کی اور جب وہ واپس آنے کے لیے چلا تو وہ کہتا ہے کہ اسٹیشن تک داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ میرے ساتھ آئے۔اب جس انداز میں اُس نے بات کی تھی تو یوں محسوس ہوا کہ اس بیچارے کو سمجھ نہیں آ رہی کہ ایسا کیوں ہوا ہے۔شاید اُسے کچھ اپنے اعمال پر ناز ہے تو مَیں نے کہا کہ بیٹے! بات یہ ہے کہ جو کچھ تم ہو، وہ تم پہلے بھی تھے۔

یوں سمجھ لو کہ مَیں آپ کا شیخ ہوں، یہاں میرے دو بیٹے بیٹھے ہیں۔ان کی اگر آپ عزت کرتے

ہیں، اُٹھ کے ملتے ہیں، گلے لگاتے ہیں یا ہاتھ چُومتے ہیں تو کیوں؟ اس لیے کہ یہ میرے بیٹے ہیں، ان کی تکریم میری وجہ سے ہے،تو داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اگر کسی شخص کی پذیرائی کرتے ہیں تو اس لیے کہ آپ میرے روحانی بیٹے ہیں۔ آپ کے ساتھ کوئی لال نہیں لگے ہوئے ،آپ تو نماز بھی ٹھیک طرح سے نہیں پڑھ سکتے۔ یہ جو آپ کو بیٹھے بٹھائے کعبہ شریف کی زیارت ہونے لگتی ہے،انبیاءِ کرامؑ کی زیارت ہونے لگتی ہے اور سب سے بڑی بات یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں باریابی ہو جاتی ہے۔ یہ معمولی بات تو نہیں ، یہ کوئی کھیل تو نہیں۔ سب سے بڑی کرامت اگر کسی ولی اللہ کی ہوسکتی ہے تو وہ یہی ہے۔ باقی جتنی بھی اور کسی قسم کی بھی کرامتیں ہیں وہ اس سے کم تر ہیں۔ جو آپ بزرگانِ دینؒ کی کرامتیں سُنتے رہتے ہیں کہ یہ کردیا، وہ کردیا، وہ ساری کی ساری اس کے مقابلے میں ہیچ ہیں۔

تو یہاں پر کم از کم بیس پچیس ساتھی ایسے بیٹھے ہوں گے جو روزانہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرتے ہیں۔کیا یہ معمولی بات ہے۔ پھر آپ مجھ سے کرامتیں مانگتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ حضرت صاحبؒ کی کونسی کرامت ہے۔ پچھلے دنوں ایک ساتھی حسنات شاہ کہنے لگا کہ میں آپ کے واقعات قلمبند کروں؟ ہر ساتھی کی اپنی اپنی کیفیات ہوتی ہیں، مشاہدہ ہوتا ہے۔ میں کتاب ترتیب دینا چاہتا ہوں۔ اُس نے ساتھیوں سے نوٹس لیے اور مجھے دکھائے ،تو مَیں نے کہا یار حسنات ! کیوں اس کو اکٹھا کر رہے ہو؟ ایسے واقعات تو ہر ساتھی کے روزانہ کے ہیں اور اتنے ہیں کہ اب اُن کے لیے ان میں Novelty (نُدرت، انوکھا پن) رہ ہی نہیں گئی۔ یہ اتنی عام بات ہے۔تو جو حالِ سفر پڑھ کر جس میں، مَیں نے چند واقعات لکھے ہیں، وہ پڑھ کر کوئی ٹَس سے مَس نہیں ہوتا، وہ میری اِن کرامتوں سے متاثر نہیں ہوگا۔ تو اس سے بڑھ کر مَیں کیا کرامت دکھا سکتا ہوں؟ اس لیے حالِ سفر ہی بہت ہے۔ اگر کسی کو ہدایت ہونی ہوئی تو یہ بہت ہے، کافی ہے۔ اور یہ بھی شاید مجھے ہی امتیاز حاصل ہے اور مَیں اولیاءِ کرامؒ میں واحد شخص ہوں جس نے اپنی کیفیات کو اتنے واشگاف انداز میں قلمبند کیا ہے۔ اور یہ بھی مَیں نے کوئی لاف زنی یا تعلّی کے طور پر نہیں بلکہ آپ لوگوں کی رہنمائی کے لیے لکھی ہے۔ یہ صرف آپ لوگوں کے لیے نہیں بلکہ آپ سے صدیوں بعد آنے والے لوگوں کے لیے بھی لکھی ہے۔

کچھ واقعات ایسے ہوتے ہیں کہ آدمی کی سوچ اور انداز بدل دیتے ہیں۔ محفوظ صاحب کو پتہ ہے کہ ہمارے جو شیخِ مکرّمؒ ہیں، وہ ساتھیوں پر سارا سال محنت کرتے رہتے تھے اور پھر جب سالانہ اجتماع چالیس دنوں کا ہوتا تھا تو اس میں بڑی کڑی آزمائشوں کے بعد جو ساتھی قابل ہوتے تھے اُن کو دربارِ اقدس ﷺ میں پیش کرتے، بیعت کرائی جاتی تھی۔ اور کچھ ساتھیوں کی بیوقوفی کی وجہ سے ایک وقت آیا کہ حضرت اتنے بدّ دِل ہوئے کہ انہوں نے کہہ دیا کہ آئندہ میں کسی ساتھی کو کوئی بھی سبق نہیں دوں گا۔ مراقباتِ ثلاثہ اور احدیت تک کرانا چھوڑ دیا۔ وہ واقعات کیا تھے، وہ محفوظ صاحب کو پتہ ہے، یہ پُرانے ساتھی ہیں۔ انہوں نے میرے کہنے پر حضرتؒ کی بیعت کی تھی۔

تو مجھے بھی کچھ ایسے واقعات پیش آئے کہ مَیں نے محسوس کیا ہے کہ اس سلسلے کو مَیں اس طریقے سے نہیں چلاؤں گا جس طریقے سے باقی بزرگانِ دینؒ چلاتے رہے ہیں کہ انہوں نے خلفاء نامزد کر دیے۔ پھر اُن کے بعد اُنہوں نے سلسلہ چلانا شروع کر دیا پھر اُن کی اولاد پھر اسی طرح سلسلہ چلتا رہا۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ مَیں نے اس تصوُّف وسلوک کی لائن کو بہت مختصر کر دیا ہے۔ اور اس میں مجھے ڈر ہے کہ آپ اپنی افتادِ طبع کے تحت نہ جانے اُس میں کیا کیا ترمیم کرتے رہیں، ردّوبدل کرتے رہیں۔ اب جس کی مَیں نے اجازت ہی نہیں دی وہ اگر آپ سارا دن بھی ورد کرتے رہیں تو آپ کو ثواب تو ملے گا لیکن وہ کیفیت پیدا نہیں ہوگی جو میری اجازت سے ہوگی۔ اب مَیں نے آپ کو صرف اسمِ ذات کا، درود شریف، مخمساتِ عشر، بسم اللہ شریف، تیسرا کلمہ اور استغفار کا اِذن دیا ہے۔ یہ آپ سب ساتھیوں کے لیے ہے چاہے وہ چھوٹا ہے یا بڑا ہے۔ اب اگر کوئی ساتھی اس کی بجائے کسی اوراد کی کتاب سے کوئی وظیفہ دیکھ کر کہ یار یہ بڑا اچھا ہے، اور وہ اُس کو بھی اپنا لیتا ہے اور پھر اپنے ساتھیوں کو اس کی تلقین کرتا ہے؛ مثال کے طور پر وہ کہتا ہے کہ فلاں سورۃ تم سو دفعہ پڑھو اور سو دفعہ پڑھتے ہوئے ہوسکتا ہے کہ اُس کے چار گھنٹے لگ جائیں جبکہ مَیں نے آپ کو بتایا ہوا ہے کہ آپ نے چار گھنٹے درود شریف پڑھنا ہے۔

اس طریقے سے کچھ ایسے واقعات ہوئے ہیں، مَیں اُن کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا۔ مَیں نے جو چند ساتھیوں کو بتایا تھا کہ آپ ایک خاص لِسٹ میں ہیں، اُن کو خود بھی پتہ ہے۔ اُس سے یہ مراد

نہیں کہ آپ میرے وصال کے بعد اپنی اپنی الگ گدی کھڑی کرلیں گے اور پھر آگے اپنی اولاد کو منتقل کرتے چلے جائیں گے۔ آپ کا اختیار صرف اتنا ہے کہ اگر آپ کے شہر میں یا آپ کے گاؤں میں یا آپ کے محلے میں دو چار ساتھی ذکر کرتے ہیں تو آپ ان کو روزانہ یا ہفتے میں ایک دفعہ بٹھا کر ذکر کرا دیا کریں۔ گویا کہ آپ مانیٹر ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ اکٹھا ذکر کرنے میں زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔ اس لیے آپ کو یہ اجازت دی گئی ہے کہ آپ اُن کو ذکر کرا سکتے ہیں اور لطیفہ ءِ قلب آپ ہر کسی کو بتا سکتے ہیں۔ چاہے وہ بیعت ہو یا نہ ہو۔ بلکہ آپ میں سے جس کسی نے بھی میری بیعت کی ہے وہ ہر کسی کو لطیفہ ءِ قلب بتا سکتا ہے۔ اب باقی لطائف کے جو مقامات ہیں اُس کے لیے اگر آپ کسی شخص میں دیکھتے ہیں کہ اُس میں طلب اور استعداد ہے اور اس کو آپ میرے پاس دارالفیضان لے آتے ہیں، تو یہ اِذن اس صورت میں ہوگا۔

یہ ایک غلط فہمی تھی اور کسی ساتھی نے مجھ سے پوچھا تھا۔ اس لیے مَیں نے اس کی وضاحت کی ہے۔ اب ان ساتھیوں میں صرف ایک حسنات شاہ ایسا ہے جس کو مَیں نے ظاہری بیعت کی اجازت دی ہے۔ وہ کیوں؟ اس لیے کہ اس کے آباؤ اجداد سے اس کے گھرانے میں پیر خانہ قائم ہے۔ لوگ ان کی بیعت کرتے ہیں اور ایک سلسلہ چلا ہوا ہے۔ اب اس کے بابا جی فوت ہو گئے ہیں۔ اتفاق کی بات ہے کہ ان کے بابا جی نے بھی آخری دَم پر میری بیعت کی۔ وہ اس کو پتہ ہے کہ کس انداز میں بیعت کی اور کیوں۔ بسترِ مرگ پر کونسی چیز دیکھی کہ فوراً اس کو تلقین کی کہ شاہ صاحب (حضرت جی) کو میرے پاس لے آؤ۔ مَیں گیا تو انہوں نے کہا کہ مجھے بیعت کریں۔ یہ اس کا، اس کے والد صاحب کا اور میرا راز ہے۔ لیکن چونکہ ان کا پیر خانہ چل رہا ہے۔ اس لیے مَیں نہیں چاہتا کہ اس کو محروم کرکے اُن سارے لوگوں کو بھگا دوں۔ کیونکہ اُن کا جو تعلق ہے وہ تو اس کے دادا جان سے تھا اور پیچھے سے آ رہا ہے۔ اب اگر یہ کہے کہ میں تو بیعت نہیں کرتا مجھے میرے حضرت صاحبؒ نے منع کیا ہوا ہے، تو ہوسکتا ہے کہ وہ حضرت صاحب کے پاس آنے کی بجائے کہیں اور بھاگ جائیں۔ اس لیے اس بنا پر مَیں نے اس کو اجازت دی ہے کہ یہ بیعت کرسکتا ہے۔ اور آپ میں سے کوئی شخص بیعت نہیں کرسکتا اور اس کے لیے

بھی لازمی ہے کہ جب صحیح طور پر گدی نشین ہوگا تو اپنے ساتھیوں کو یہاں پر میرے پاس کبھی کبھی لایا کرے گا یا کم از کم میرے پاس؛ اگر مَیں اس سے پہلے چلا جاتا ہوں تو یہ کہے گا کہ وہاں دارالفیضان میں میرا پیر خانہ ہے، وہاں پر بھی کبھی کبھی حاضری دے دیا کرو۔ یہ نسبت اُن کو میرے سلسلے کی دے گا۔

باقی آپ میں سے کسی شخص کو نہ بیعت کرنے کی اجازت ہے اور نہ کوئی اور انداز اختیار کرنے کی اجازت ہے۔ اگر کوئی کرتا ہے تو وہ اپنی صوابدید پر کرتا ہے۔ اس کا خمیازہ وہ خود بھگت لے گا۔ آپ میں سے ہر شخص اپنا خود محاسب ہے۔ آپ یہ تو خواہش رکھتے ہیں کہ فلاں ساتھی کو اتنا مقام ملا ہے مجھے کیوں حاصل نہیں ہوا۔ تو بھئی! اپنے اعمال کو خود دیکھیں۔ بنیادی عبادت نماز کی پابندی ہے۔ پھر لوگوں کے ساتھ معاملات اور تعلقات ہیں، لین دین ہے۔ لین دین کے معاملے میں بہت سے لوگ بڑے ہی ناکارہ ثابت ہوتے ہیں۔ اب ان سارے معاملات کو دیکھ کر پھر اپنے اندر یہ طلب پیدا کیا کریں کہ کمالؔ صاحب ہمیں اتنا جلدی کیوں سبق نہیں دیتے۔ اللہ گواہ ہے کہ میری ہر ساتھی کی طرف نگاہ اور دھیان ہوتا ہے کہ کسی کو کیا دینا ہے۔

ایک تو میرے پاس یہ معیار ہے کہ آپ میں سے کوئی شخص میرے پاس دارالفیضان کتنی دفعہ آتا ہے۔ مہینے میں چار دفعہ آتا ہے، دو دفعہ آتا ہے، ایک دفعہ آتا ہے۔ تو جس انداز سے آتا ہے تو مَیں سمجھتا ہوں کہ اس میں طلب ہے۔ اپنا گھر بار چھوڑ کر، کام کاج چھوڑ کر اور کرایہ خرچ کر کے میرے پاس آیا ہے تو یقیناً اس میں طلب ہے۔ تو پھر اس کے مطابق اس کو سبق ملتے ہیں اور اگر اہلیت کے بغیر جلدی سبق دے دیے جائیں تو اس کے لیے کوئی مسئلہ بن جاتا ہے، کوئی پریشانی بن جاتی ہے۔ اور آپ تو سمجھتے ہیں کہ ہمارا پیر بڑا کامل ہے، لیکن ذرا تکلیف آتی ہے تو پھر سب کہتے ہیں کہ ہمارے پیر صاحب اچھے ہیں کہ دعویٰ اتنا کرتے ہیں اور ہمارا اتنا کام بھی نہیں کر سکتے۔

اس لیے جب آپ تیزی دکھاتے ہیں تو بعض اوقات مَیں نظر انداز کر جاتا ہوں۔ پھر مجھے یاد دہانی کراتے ہیں کہ جی! فلاں تاریخ مجھے سبق ملا تھا۔ اب مجھے اگلا سبق دے دیں ناں۔ بھئی! مجھے پتہ ہوتا ہے کہ سبق دینا ہے اور کب دینا ہے، اس نے سبق پکا یا ہے یا نہیں پکایا۔

درود شریف کے لیے پھر تلقین کی جاتی ہے۔ ابھی مستورات کی لسٹ میرے پاس آ گئی ہے۔ اُن کا ساڑھے سات کروڑ درود شریف بنا ہے۔ کتاب حالِ سفر کے دیباچے میں، مَیں نے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ دیتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ بزرگانِ دینؒ اور خاص طور پر اپنے بزرگوں کے واقعات سُننے سُنانے کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ بعض اوقات کسی بچے میں طلب پیدا ہو جاتی ہے کہ ہمارے بابا جی نے یہ کِیا تھا، ہم بھی یہ کریں۔ تو مَیں نے اُس میں لکھا تھا کہ شاید میری اولاد میں سے یا شاگردوں میں سے کوئی اولوالعزم ساتھی پیدا ہو جائے اور میری روایت کو آگے چلائے۔ مَیں اپنی اولاد سے تو ابھی مطمئن نہیں ہوں۔ ٹھیک ہے کہ ثاقب (حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے) ابھی کچھ پڑھ رہا ہے۔ اُس کے پچیس تیس ہزار روزانہ ہیں لیکن میں مطمئن نہیں ہوں۔ اس لیے کہ اگر لیاقت روزانہ لاکھ پڑھ سکتا ہے تو ثاقب تیس ہزار پہ کیوں قناعت کرے۔ اُس نے گدی چلانی ہے۔ اس طرح تین ساتھی ایسے ہیں جو ماشاء اللہ تقریباً تین تین کروڑ سالانہ پڑھ رہے ہیں۔ عورتوں میں سے تین بیبیاں ایسی ہیں جن میں ایک کا ڈیڑھ کروڑ ہے، ایک کا ڈھائی کروڑ ہے اور ایک کا تین کروڑ ہے۔ اب آپ سوچیں گے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک عورت ہو اور وہ اتنا جلدی پڑھ لے۔ تو بھئی! بعض اوقات ظاہری طور پر جو پریشانی اور مصیبت ہوتی ہے وہ Disguise (پوشیدہ طور پر) میں بہت بڑا انعام بن جاتی ہے۔

وہ دو بیبیاں ایسی ہیں جو کسی سخت قسم کی بیماری کا شکار ہیں۔ اُن سے گھر کا کوئی کام نہیں ہوتا۔ اب وہ بیٹھی ہیں اور تسبیح رول رہی ہیں۔ یہ اُن پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اُن میں یہ طلب پیدا ہو گئی، یہ شوق پیدا ہو گیا کہ سحری کو چار بجے اُٹھنا ہے اور رات کو گیارہ بجے تک مسلسل تسبیح پھیرتے رہنا ہے۔ کسی نے اُن کو ڈسٹرب نہیں کرنا ہے۔ اب ٹھیک ہے کہ اُن کو مہلت تو مل گئی لیکن یہ جو شوق پیدا ہوا یہ بڑی بات ہے۔ یہ عزم اور ہمت کی بہت اُونچی مثال ہے۔ اسی طرح چند ساتھی ہیں، پرواز ہے، وہ آج نہیں آ سکا، اُس کے امتحان ہو رہے ہیں، لیاقت ہے، میرا بھانجا ہے طارق؛ یہ تین ساتھی ایسے ہیں جو میری روایت کو اپنا رہے ہیں۔ اور آپ بھی اگر زیادہ نہیں کر سکتے تو دس ہزار تو کریں، اور جو بڑے سینئر

ساتھی ہیں اور اُس لسٹ میں شامل ہیں اُن کو تو کم از کم دس ہزار روزانہ کا درود شریف پڑھنا چاہیے۔ آپ کو یہ ذہن میں رکھنا چاہیے کہ ہم سب نے جانا ہے اور آخری مقام وہاں پر پتہ چلے گا کہ کس کا بنگلہ ہے اور کس کا محل ہے۔ کس کے پاس مرسڈیز ہے اور کس کے پاس ٹویوٹا ہے اور کس کے پاس سوزوکی ہے اور کس کے پاس موٹر سائیکل ہے، کس کا کیا منصب ہے؟ یہاں پر ہمارا کچھ بھی مقام ہو جائے کیا فرق پڑتا ہے۔ بھائی روٹی ملنی چاہیے، وہ مل رہی ہے سب کو کسی نہ کسی حد تک۔ جہاں تک اطمینان کا تعلق ہے، وہ تو صرف ایک ہی نسخہ ہے:

﴿اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ o﴾ (سورۃ رعد، آیت نمبر 28)

''خبردار! دلوں کا سکون تو اللہ کے ذکر میں ہے''

اور کوئی نسخہ نہیں ہے۔ دولت کا خاصہ ہے کہ جتنی آتی ہے، اتنی بے چینی بڑھ جاتی ہے۔ اگر آپ نے ایک کارخانہ لگایا ہے تو ہوس بڑھتی ہے کہ دوسرا بھی ہونا چاہیے۔ ایک شے ملتی ہے تو کوشش ہوتی ہے کہ دوسری شے بھی مل جائے۔ وہ کسی شاعر کا ایک شعر بڑا حسبِ حال ہے کہ

جے ہے چین سکون دی طلب تینوں
سنگت کر درویش مولائیاں دی

بھئی! کتاب میں عرشِ عظیم سے اُوپر کے جو مقامات ہیں، اُن میں مَیں نے کچھ دائرے گنوائے ہیں۔ اُس میں دائرۂ توکل، دائرۂ صبر اور تسلیم و رضا ہے، تو وہ ایسے ہی نہیں لکھ دیے گئے بلکہ اُن کی تاثیر یہ ہونا چاہیے کہ واقعی آپ میں صبر اور توکل ہونا چاہیے۔ کوشش کریں اور پھر نتائج اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیں۔ جب ہم تجویز کرنے لگتے ہیں کہ یہ ہونا چاہیے مثلاً اگر کوئی کہتا ہے کہ میں نے بی۔اے کرلیا ہے اب مجھے ضرور Seventeen Scale (گریڈ سترہ) کا منصب ملنا چاہیے۔ تو اس کو کہتے ہیں ''اصولِ تجویز''۔ اس کے مقابلے میں ایک ''اصولِ تفویض'' ہے۔ اس کا مطلب ہے، اپنے آپ کو سپرد کر دینا کہ اے اللہ! میں نے محنت کی ہے اور بی۔اے یا ایم۔اے کرلیا ہے، اب تو ہی میرا کارساز ہے۔ اس لیے دنیاوی معاملات میں بے صبری کا مظاہرہ نہ کیا کریں۔ صبر اور توکل حاصل کرنے کی

کوشش کریں۔ دنیاوی پریشانیوں کے لیے آپ خود بھی دُعا کرتے ہیں اور مجھے بھی کہتے ہیں۔ اس لیے میرے پاس ایک ہی نسخہ ہے وہ یہ کہ جتنا درود شریف پڑھیں گے، ان شاء اللہ اتنا ہی کشائش اور آسانیاں پیدا ہونگی۔ اس میں تاثیر یہ ہے کہ اگر آپ اسے خلوصِ نیت سے پڑھیں گے تو ان شاءاللہ آپ کی آخرت بھی سنورے گی اور دنیا بھی بنے گی۔ اس طرح آپ دونوں دنیاؤں میں کامیاب ہوں گے۔

وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ

☆☆☆

☆19 مارچ 1993ء جمعۃ الوداع

مجھے زیادہ کچھ نہیں کہنا، بس ایک ہدایت ہے۔ آپ سب کو علم ہے کہ یہاں ذکرِ اسمِ ذات اور درود شریف پر زور دیا جاتا ہے۔ مَیں نے محسوس کیا ہے کہ میرے ساتھی تعداد بڑھانے کے شوق میں درود شریف تیز تیز پڑھتے ہیں۔ لیکن اس طرح ادائیگی اچھی طرح نہیں ہوتی۔ ایسا درود شریف ناقص ہوتا ہے۔ آپ یہ بات سمجھ لیں کہ جو درود شریف ہم پیش کرتے ہیں وہ بارگاہِ نبوی ﷺ میں ہدیہ اور تحفہ ہوتا ہے۔ تحفہ جتنا خوبصورت ہو، اتنا ہی پسند کیا جاتا ہے، نقص ہو تو لینے والا اچھا نہیں سمجھتا۔ درود شریف کی کیفیت ایسی ہی ہے کہ جیسے صبح کے وقت گلاب کا پھول کہ جس پر صبح نکھار، تازگی اور جوبن ہوتا ہے۔ اسی پھول کو دھوپ میں رکھ دیں تو آدھ گھنٹے بعد اس کی نفاست و تازگی ختم ہو جائے گی، کملا جائے گا۔ یہی بات درود شریف کی ہے۔ تیزی سے پڑھنے سے ناقص ہو جاتا ہے۔ جو ساتھی روزانہ چالیس، پچاس ہزار پڑھتے ہیں۔ وہ خیال رکھیں کہ تعداد تو کم ہو جائے لیکن خوبصورت تحفہ کی قدر و قیمت کم نہ ہو۔

ریا ایک روحانی بیماری سمجھی جاتی ہے۔ اس خیال سے عبادت کرنا کہ لوگ سمجھیں کہ یہ زیادہ عبادت گزار ہے، یہ ریا میں آتا ہے۔ اسی طرح درود شریف بھی نہ بتائیں۔ کوئی پوچھے تو یہی بتائیں کہ جتنی توفیق ہوتی ہے، پڑھ لیتا ہوں۔ ہاں مجھے ضرور بتائیں کہ مَیں آپ کا شیخ ہوں۔ لالچ، بغض، بخل، چغلی، غیبت یہ سب روحانی بیماریاں ہیں، ان کو ختم کرنا ہے۔ جزاك اللّٰه

☆☆☆

☆18 مارچ 1994ء جمعتہ المبارک

ساتھیو! آپ جانتے ہیں کہ مَیں تقریر نہیں کیا کرتا۔ جیسا کہ پہلے بھی کئی مواقع پر مَیں نے عرض کیا ہے کہ خانقاہ اور مدرسے میں بڑا فرق ہے۔ خانقاہ میں سکون چاہیے، سکوت چاہیے، خاموشی چاہیے۔ یہاں پر کیفیات ہیں، قیل وقال نہیں ہے۔ مدرسوں میں وعظ ہوتا ہے، تقریریں ہوتی ہیں۔ لیکن خانقاہ میں حال کی کیفیت ہوتی ہے۔ اس لیے مَیں تقریر نہیں کیا کرتا، محض چند ہدایات ہوتی ہیں جو آپ تک پہنچانی ہوتی ہیں۔ کوئی بھی بزرگ تاریخ کے کسی بھی عہد میں ہوا ہو، اس کا ایک ہی مشن ہوتا ہے کہ خود اللہ تعالیٰ کا قرب، نبی کریم ﷺ کا قرب حاصل کرے اور اپنے مریدین کو بھی وہاں پہنچائے۔ اس کے لیے جو وسیلہ اختیار کیا جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے، اسمِ ذات کا ذکر ہے۔ سب بزرگوں نے اسے اسمِ اعظم کہا ہے۔ آج اُن کی قبریں مرجع خلائق ہیں۔ ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں لوگ وہاں روزانہ اُن کی بارگاہ میں حاضری دیتے ہیں۔ تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر کیا وجہ ہے کہ اُن کے پاس لوگ صدیوں کے بعد بھی جا رہے ہیں؟...... اور بادشاہوں کی قبروں پر کوئی جانے کا روادار نہیں، پتہ بھی نہیں کہ کون بادشاہ کہاں مرا اور کہاں پر دفن ہے۔ ہر دور میں علمائے کرام ہوئے ہیں، اُنہوں نے فقہ، حدیث اور تفسیر کا درس دیا ہے اور ہر قسم کی تبلیغ بھی کی ہے۔ مگر اس کے باوجود ان کے مزاروں پر کوئی نہیں جاتا اور اگر جاتا ہے تو صرف اُن لوگوں کے مزاروں پر جنہیں ہم اولیاء کرامؒ کہتے ہیں۔ ان اولیاء کرامؒ نے یہی نسخہ استعمال کیا جو میں آپ کو کرا رہا ہوں۔

لیکن آپ دیکھتے ہیں کہ کئی مزارات ایسے بھی ہیں کہ اب وہاں پر ذکر کی محفلوں کی بجائے طرح طرح کے مشاغل ہوتے ہیں۔ کھیل تماشے ہوتے ہیں، کبڈی ہوتی ہے، نیزہ بازی ہوتی ہے، حتّٰی کہ کتے لڑائے جاتے ہیں، ڈھول بجائے جاتے ہیں۔ تو بھائی! اُن بزرگوں نے تو یہ کام نہیں کیا۔ تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ خرابی کیسے رونما ہوئی؟ وہ اس طرح کہ اُن بزرگوں نے جو چیز کمائی تھی، بدقسمتی سے اُن کی اولاد نے وہ چیز اُن سے حاصل نہ کی اور وہ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اس طرح بجائے اس کے کہ وہ یہ نعمت اپنی اولاد کو منتقل کرتے یا اُن کی اولاد وہ نعمت حاصل کرتی اور اس روایت کو آگے بڑھاتی،

وہ دنیاداری میں پھنس گئی، جاہلیت میں پھنس گئی؛ اور پھر کیا ہوا کہ ان کے پاس کیونکہ یہ چیز عنقا ہو چکی تھی، اس لیے عرس کے موقع پر علماء کرام کو بلایا جانے لگا، نعت خوانی شروع ہو گئی، تقریریں شروع ہو گئیں اور جو اصلی مقصد تھا وہ پیچھے چلا گیا، اور پھر اُس میں بھی جب زوال آیا تو تقریروں کا سلسلہ بھی ختم ہو گیا اور پھر وہ مشاغل شروع ہو گئے جو اب بھی جاری ہیں۔

کسی ایسے بڑے حادثے سے بچنے کے لیے میرا طریقہ آپ کے سامنے ہے، میری اولاد کے سامنے ہے۔ آپ میرے شاگرد ہیں، آپ کے بھی سامنے ہے کہ مَیں یہاں تک احتیاط کر رہا ہوں کہ نعت سے آغاز نہیں کراتا۔ نعت شریف پڑھنا بنفسہٖ خرابی کی بات نہیں ہے، لیکن ڈر یہ ہوتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ پھر یہاں صرف نعت خواں حضرات ہی کو بلایا جانے لگے اور چند علماء کو دعوت دی جانے لگے۔ اس طرح نعت خوانی اور تقریریں ہوں، کھانا پکے، کھائیں اور چلے جائیں۔ کسی ایسے حادثے سے بچنے کے لیے مَیں احتیاطاً یہ رویہ اختیار کیے ہوئے ہوں۔ میرا جو طریقہ ہے اس کے مطابق آپ نے میرے بعد بھی چلنا ہے، اسے اختیار کرنا ہے۔ زندگی کا تو پتہ نہیں کہ آج ہیں، کل نہیں ہیں، لیکن میری اولاد اور آپ میری معنوی اولاد ہیں؛ آپ سب کا یہ فرض ہے کہ جو طریقہ مَیں چھوڑے جا رہا ہوں، اُسی کو اختیار کرنا ہے، اس میں ردوبدل نہیں کرنا۔ مثال کے طور پر کوئی نیا آدمی سلسلے میں داخل ہوتا ہے، وہ کہتا ہے مجھے ذرا تقریر کرنے کا موقع دیا جائے۔ اسی طرح بے شمار ساتھی نعت خواں ہیں، وہ کہیں گے کہ ہمیں نعت پڑھنے کا شوق ہے۔ اگر اِنہیں موقع دیا جائے تو نتیجہ کیا نکلے گا کہ کچھ عرصے بعد سلسلے میں روحانیت مفقود ہو جائے گی اور ظاہریت اس کی جگہ لے لے گی اور یہ بہت بڑا نقصان ہوگا۔ اس نقصان سے بچنے کے لیے مَیں تنبیہ کر رہا ہوں، ہدایت کر رہا ہوں، نصیحت کر رہا ہوں، وصیت کر رہا ہوں کہ میرا جو طریقہ ہے آپ نے اسی پر عمل کرنا ہے، کوئی کچھ کہتا رہے۔

یہ روحانیت کی محفل ہے۔ جس طرح مَیں آپ کی تربیت کر رہا ہوں، اور آپ میری تربیت کے محتاج ہیں۔ اسی طرح مَیں نبیءِ کریم ﷺ کی تربیّت کا، اُن کی توجہ کا ہر حال میں محتاج ہوں۔ مجھے اُنہوں (ﷺ) نے ایک مثال دی کہ "بیٹے! تمہیں تو روحانیت کا تاجدار بنایا گیا تھا لیکن ہوا یہ کہ

تیرے ساتھیوں نے تمہیں کچھ اور انداز میں دوسروں کے سامنے پیش کیا اور آج حالت یہ ہے کہ تمہارے پاس جادو اتروانے کے لیے اور آسیب رفع کرانے کے لیے لوگ آتے ہیں۔ جو سب سے بڑا کمال تمہیں بخشا گیا ہے، اُس کی طرف دھیان دینے اور وہ نعمت تم سے حاصل کرنے کی بجائے کچھ اور تقاضا کیا جا رہا ہے کہ دم کریں، دعا کریں۔ دم اور دعا اپنی جگہ تو ٹھیک ہے مگر اصلی جو نسبت آپ کو دی گئی، جو ڈیوٹی لگائی گئی ہے، وہ صرف دلوں کا زنگ دور کرنا ہے۔ باقی چیزوں کے ساتھ ان کا تعلق نہیں ہے۔'' یہ جو روحانیت ہے اس کی مثال یوں دی گئی کہ جیسے پوری دنیا کے تمام پہاڑ اکٹھے کر دیے جائیں اور ایک پہاڑ بنا دیا جائے اور اس کے مقابلے میں ایک رائی کا دانہ رکھ دیا جائے۔ اس پہاڑ کے سامنے اُس رائی کی جو حیثیت ہے وہی کچھ تمہاری روحانیّت کے مقابلے میں اِن چیزوں کی ہے۔ روحانیت تو تم سے حاصل نہیں کرتے اور تقاضا یہ ہے کہ ہمارا آسیب دور ہو، یہ ہو، وہ ہو۔ جبکہ ان کاموں کے لیے دوسرے لوگ موجود ہیں، عامل موجود ہیں۔

روحانیت دل اور روح کا ایک ایسا نازک شیشہ ہے کہ جوں ہی کوئی آسیب زدہ مریض آپ کے پاس آتا ہے تو اُس کی نحوست اتنی شدید ہوتی ہے کہ فوری طور پر آپ کی روح متاثر ہو جاتی ہے۔ مَیں آپ کو اپنا واقعہ بتاؤں کہ شروع میں جب میری تربیت کی جا رہی تھی، جنّات پر مجھے تصرّف عطا فرمایا گیا تھا اور میری ڈیوٹی لگائی گئی تھی کہ ان کی تربیت کرنی ہے۔ وہ ایک الگ موضوع ہے کہ مَیں نے تربیت کیسے کی، کس انداز میں کی۔ جب جنّات میرے پاس آتے جن میں اُن کے بادشاہ یا وزیر ہوتے تھے جو اُنہوں نے مقرر کر رکھے تھے، تو اُن کی اتنی بُو ہوتی تھی کہ جس طرح آپ مرچیں جلائیں تو ناگوار تیز بُو ہوتی ہے۔ آپ سانس نہیں لے سکتے، سانس گھٹنے لگتا ہے۔ ایسی میری کیفیت ہو جاتی تھی۔ تو مَیں نے اپنے بابا جی (حاجی احمد ہیلانی رحمۃ اللہ علیہ) سے عرض کیا کہ بابا جی! یہ بو بڑی سخت ہے، میرا تو دم گھٹنے لگتا ہے، کم از کم یہ قوّتِ شامہ ہی مجھ سے واپس لے لی جائے۔ کیونکہ جوں ہی ان کا کوئی بادشاہ میرے پاس آتا ہے تو میری یہ کیفیت ہو جاتی ہے۔ اس طرح یہ چیز مجھ سے واپس لے لی گئی اور اب یہ ممکن نہیں رہا کہ جب وہ میرے پاس آئیں تو مجھے تکلیف ہو۔ یہ جو آپ کہتے ہیں کہ فلاں آدمی پر سایہ ہے، تو

سائے سے مراد یہ ہے کہ آپ بیٹھے ہیں یا کھڑے ہیں اور کوئی جن آپ کے پاس سے گزر گیا ہے۔ اُس کی جو نحوست پڑتی ہے اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ ساری زندگی کے لیے وہ آدمی بیمار ہو جاتا ہے اور جس پر وہ جن حاوی ہو جاتا ہے، اُس کو ہم آسیب زدہ کہتے ہیں۔

مجھے خصوصی طور پر یہ تاکید کی گئی ہے کہ میرا کام روحانیت بانٹنا ہے اور جن کو طلب ہے اُن کو یہ چیز دیں۔ اب تک تقریباً 35 ہزار مرد اور عورتوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کر رکھی ہے۔ مگر حالت یہ ہے کہ جو آپ لوگ بیٹھے ہیں، ڈھائی تین سو مرد اور اندر عورتیں ہیں، مَیں سمجھتا ہوں کہ ان کو تھوڑا بہت مجھ سے لگاؤ ہے کہ چلو سالانہ اجتماع ہوتا ہے، ہم حاضری دے آئیں، برکت حاصل ہو جائے گی، حضرت جی کی ملاقات ہو جائے گی۔ اور اِن میں سے بھی 30-35 مرد اور 3-4 عورتیں ہیں جن کو طلب ہے کہ ہمیں اس راستے پر چلنا چاہیے۔ باقیوں کو طلب ہی نہیں، کوئی ذوق ہی نہیں، شوق ہی نہیں کہ اگلی زندگی بھی سنوارنی ہے اور اس کے لیے بھی کچھ کوشش کرنی ہے۔ یہاں پر تو ایک دوڑ لگا رکھی ہے کہ میرے پاس یہ ہو، وہ ہو۔ میرے کسی ہمسایہ یا رشتہ دار کے پاس گاڑی آ گئی ہے، کوٹھی آ گئی ہے، کوئی شخص یورپ چلا گیا ہے اور میں محروم ہوں۔ لیکن جو اصلی ہماری دولت ہے، وہ روحانیت کی دولت ہے جس کے لیے کوشش کرنا چاہیے کہ زیادہ سے زیادہ بزرگانِ دین کے پاس جایا جائے۔ پرانے جو بزرگ تھے، وہ تو مارے مارے پھرتے تھے، ملکوں ملکوں پھرا کرتے تھے کہ کوئی اللہ کا بندہ ڈھونڈا جائے جو لطائف کرا سکے۔

بنیادی شے عقیدہ ہے۔ جس نے کلمہ طیّبہ پڑھ لیا، اُس نے اقرار کر لیا کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ"، وہی عبادت کے لائق ہے، یہ ہے توحید۔ جس نے ساتھ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ کا اقرار کر لیا، اُس نے نبوّت کا، رسالت کا اقرار کر لیا۔ جس بچے کے کان میں اذان دی جائے وہ مسلمان ہے۔ لیکن عقیدے میں پھر بھی خامی کہیں نہ کہیں رہ جاتی ہے اور اس عقیدے کو پختہ کرنے کے لیے ہی "مراقبہ اَحدیّت" کرایا جاتا ہے۔ اس کا مقصد یقین کی اعلیٰ منزل اور ایمانِ کامل حاصل کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جن و انس کو عبادت کے لیے پیدا کیا۔

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ o ﴾ (سورۃ ذاریات، آیت نمبر 56)

''میں نے جنّوں اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔''

ہماری عبادت کی اللہ تعالیٰ کو ضرورت نہیں، یہ ہماری ضرورت ہے۔ جسم کی سب ضروریات؛ روٹی، کپڑا اور آسائشیں، ہم پوری کرتے ہیں۔ اسی طرح روح کی غذا عبادت ہے۔ جسم کو غذا دیتے ہیں لیکن روح کو کیوں بے جان کرتے ہیں؟ عبادت بھی ہماری ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا اور طریقے بھی بتا دیے کہ ان کے مطابق زندگی گزاریں۔ عبادات کے بعد اَخلاق و کردار ہیں۔ اچھی عادات اپنائیں، بُری عادات ترک کریں۔ نیکی کریں، بُرائی سے بچیں۔ اسی طرح معاملات ہیں۔ لوگوں سے اچھا سلوک کریں، ان اچھے اَخلاق و کردار اور معاملات سے آپ کی شخصیت اور آخرت سنورے گی۔ آخرت کا تصوّر پختہ کرانے کے لیے ''مراقبہءِ جنّت و دوزخ'' کرایا جاتا ہے اس لیے کہ آخرت حقیقت ہے، افسانہ نہیں ہے۔

تصوّف و سلوک میں اندر کی کثافتوں کو دور کرنا مقصود ہوتا ہے۔ جب ہم دل پر توجہ مرکوز کر کے اَللّٰہ اَللّٰہ کرتے ہیں تو مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہمارے گناہوں کے زنگ اور دل کی غفلت دور ہو جائیں اور اس میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جائے۔ اس طرح ہمارا آخرت کا احساس پختہ ہو جائے گا کہ ہم نے اگلی زندگی جو گزارنی ہے، اس کی بھی تیاری کر لیں۔

تزکیہءِ باطن کے لیے تقویٰ بہت ضروری ہے۔ تقویٰ کیا ہے کہ آپ پگڈنڈی پر جا رہے ہیں۔ اِدھر بھی کھڈ ہیں، اُدھر بھی کھڈ ہیں اور آپ بڑے سنبھل کر جا رہے ہیں۔ آپ کو احساس ہے کہ اگر ذرا بھی بے توجہی سے کام لیا تو پھسل جاؤں گا، گر پڑوں گا، چوٹیں آئیں گی، ہو سکتا ہے ہلاکت بھی ہو جائے۔ آپ بڑی احتیاط سے آگے بڑھتے ہیں۔ تو اسی طرح وہ باتیں جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اور جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے، ان کے درمیان آپ نے چلنا ہے۔ اگر یہ رویہ آپ نے اپنا لیا تو یہ ہے تقویٰ کا راستہ۔

مجھے ہدایت کی گئی ہے، مَیں اس کو ہدایت نہیں بلکہ تنبیہ کہہ سکتا ہوں کہ تمہارے ساتھی بہت سست

ہو گئے ہیں ،نمازوں کی پابندی نہیں کرتے ، ذکر و مراقبات کی پابندی نہیں کرتے۔ معاملات درست نہیں ہیں، اخلاق بھی ٹھیک نہیں ہیں اور انہیں آپ ذرا جھنجوڑیں۔ جیسے کہ پہلے مَیں نے عرض کیا ہے کہ 35 ہزار لوگوں میں سے صرف 30-35 مرد اور 4-5 عورتیں ہیں جن کو مَیں نے مراقبات کرائے ہیں، باقیوں میں استعداد ہی نہیں۔ یوں سمجھیے کہ جیسے سکول اور یونیورسٹی قائم کرتے ہیں۔ اُن میں نرسری سے لے کر ایم۔اے اور پی۔ایچ۔ڈی تک کلاسیں ہوتی ہیں۔ ہزاروں لاکھوں کے حساب سے نرسری اور پہلی جماعت میں تو لوگ داخل ہو جاتے ہیں لیکن ایم۔اے تک کوئی شاذ ہی پہنچتا ہے۔ یہاں پنجاب یونیورسٹی میں اگر آپ دیکھیں تو یہ پورے پنجاب کا تعلیمی ادارہ ہے۔ سارے مضامین کو ملا کر مشکل سے 4-5 سو طالبعلم حضرات ہوں گے۔ اسی طرح یہ جو روحانی تعلیم ہے،اس میں تو اور زیادہ دشواری ہے۔ اس کا تقاضا ہے کہ آدمی کو لطائف کی ضرورت ہو،شوق ہو۔ لطیفہءِ قلب تو مَیں ہر ایک کو بتا دیتا ہوں، چاہے کسی نے بیعت کی ہو یا نہ کی ہو، چاہے کتنا ہی غافل ہو، کتنی اُس میں کوتاہیاں ہوں۔ اگر آگے کا شوق ہے تو پھر باقی لطائف تب ہوں گے جب نمازوں کی پابندی ہوگی۔ یوں سمجھ لیں کہ جیسے آپ وُضو نہ کریں اور ساری رات مُصلّے پر کھڑے رہیں تو آپ کی نماز نہیں ہوگی۔ نماز کے لیے بنیادی شرط وُضو ہے۔ اسی طرح یہ جو لطائف ہیں، ان کے لیے نماز لازمی شرط ہے۔ اگر نماز میں کوتاہی ہے، کمی ہے۔ پانچ کے بجائے تین پڑھ لیتے ہیں، دو پڑھ لیتے ہیں، ایک پڑھ لیتے ہیں۔ کبھی موڈ آیا تو پڑھ لیں وگرنہ دنیاوی معاملات کی وجہ سے کوتاہیاں شروع ہو گئیں تو سمجھ لیں کہ آپ روحانیت کے قابل نہیں ہیں، آپ کو لطائف نہیں کرائے جا سکتے۔ اسی طرح لطائف میں مَردوں کے لیے مزید شرط یہ ہے کہ اُنھوں نے داڑھی رکھی ہو۔ فوج میں ہیں تو بالوں کا خاص کٹ ہے اور اس کے بغیر آپ فوج میں داخل نہیں ہو سکتے۔ چاہے سپاہی ہے، ریکروٹ ہے، چاہے جرنیل ہے۔ نبیءِ کریم ﷺ کی بارگاہ میں داخل ہونے کے لیے داڑھی بنیادی شرط ہے۔ اگر سنت کے مطابق آپ نے نہیں رکھی تو کم از کم اتنا تو پتہ چلے کہ داڑھی رکھی ہے۔ اگر سنت والی شرط پوری نہیں ہوتی تو کم از کم چہرہ دیکھ کر اتنا تو پتہ چلے کہ یہ عورت ہے یا مرد ہے۔

آئندہ کے لیے وہ ساتھی جن کو مَیں نے مراقبات کرار کھے ہیں، اُن کے لیے بڑی وعید ہے، میری طرف سے بھی اور نبی ءِ کریم ﷺ کی طرف سے بھی کہ آپ پر تہجد اسی طرح لازمی ہے جس طرح نماز کی فرضیّت ہے۔ جن کو مَیں مراقبات کرا چکا ہوں، وہ پابند ہیں۔ مجھ سے آپ نے وعدہ کرر کھا ہے، بیعت کرر کھی ہے کہ میرے کہنے کے مطابق چلیں گے۔ تہجد جو ہے اس کے لیے شرط یہ ہے کہ جب صبح کی اذان ہوتی ہے اُس سے پہلے پہلے چار نفل پڑھ لیے ہوں۔ مَیں تو یہ کہتا ہوں کہ آپ کم از کم نمازِ فجر کی اذان ہونے سے ایک گھنٹہ پہلے جاگیں۔ دس پندرہ منٹ آپ کے وُضو میں لگیں گے۔ اس کے بعد کم از کم آپ ایک گھنٹہ، پون گھنٹہ ذکر کے لیے، مراقبات کے لیے دیں۔ یہ جو مَیں کہتا ہوں 5-7 منٹ کے لیے، یہ ایسے لوگوں کے لیے ہے جو نئے آتے ہیں، جو نمازی بھی نہیں ہیں اور ذکر میں ان کو تھوڑا سا شوق ہے۔ لیکن جو مراقبات کے آدمی ہیں، اُنہیں تو چاہیے کہ زیادہ سے زیادہ وقت دیں تاکہ نمازِ فجر سے پہلے پہلے آپ کا ذکر ختم ہو جائے یا اگر اذان ہو بھی گئی ہے تو آپ جب مراقبات سے فارغ ہوں تو نماز ادا کرلیں۔ اسی طرح یہ مجاہدے کی زندگی ہے۔ تہجد کا مطلب ہی یہی ہوتا ہے، کوشش۔

نفلی روزہ بھی کبھی کبھی رکھتے رہا کریں۔ ہفتے میں ایک روزہ رکھ لیا کریں۔ اسی طرح کبھی کبھی نیچے بھی سو لیا کریں، گرمیوں میں ذرا مجبوری ہوتی ہے، کیڑے مکوڑے ہوتے ہیں، مَیں جب مسجد میں ہوتا تھا تو گرمیوں میں بھی نیچے ہی سوتا تھا۔ روزے رکھنا کوئی مشکل نہیں، یہاں پر ایک دو ایسے ساتھی ہیں جنھوں نے مجھ سے بھی زیادہ روزے رکھے ہیں۔ لیفٹیننٹ ناصر علی بیٹھے ہیں، ان کا معمول ہے کہ کئی سالوں سے سارا سال نفلی روزے رکھے۔ گرمیوں میں بھی اور سردیوں میں بھی۔ جب مجھے پتہ چلا تو مَیں نے کہا نہیں بابُو! ذرا آسانی پیدا کرو۔ جسم کا بھی کوئی حق ہے، گرمیوں میں بھی اگر روزے رکھو گے تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ جسم سے پانی ختم ہو جائے گا اور کسی بہت شدید بیماری میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ میرا اپنا بھی یہ حال ہوا کہ مَیں مسلسل روزے رکھے جا رہا تھا کئی سالوں سے تا آنکہ ایک دن ظہر کے بعد دربارِ اقدس ﷺ میں کہا گیا ''بیٹے! آج آپ کا آخری روزہ ہے۔'' مجھے حیرت ہوئی مَیں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ مجھے تو بڑا لطف آرہا ہے، نہ بھوک لگتی ہے، نہ پیاس لگتی ہے تو آپ ﷺ کیوں منع

فرما رہے ہیں؟ تو فرمانے (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) لگے کہ ''تمہارے جسم میں پانی ختم ہو چکا ہے۔ بہت ہی مشکل قسم کی کوئی بیماری لگ سکتی ہے اس لیے آج تمہارا آخری روزہ ہے۔''

اتفاق کی بات ہے کہ عصر کے بعد ڈاکٹر نضیر صاحب آ گئے۔ مَیں نے انہیں بتایا کہ کل پرسوں سے میرے جسم میں چیونٹیاں چل رہی ہیں۔ تو کہنے لگے کہ آپ کے جسم میں پانی ختم ہو چکا ہے۔ مَیں نے انہیں نہیں بتایا اور نہ ہی انہیں پتہ تھا کہ مَیں روزے رکھ رہا ہوں۔ مَیں ہنس پڑا کیونکہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بات یاد آ گئی۔ مَیں نے کہا کہ ٹھیک ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تشخیص درست ہے۔ لیکن مہینے میں یا ہفتے میں ایک آدھ روزہ رکھنے سے فرق نہیں پڑتا، آپ حضرات رکھ سکتے ہیں۔ گرمیوں میں شدید گرمی میں نہ رکھیں لیکن سال کے باقی 7-8 مہینوں میں آپ نفلی روزہ رکھ لیں۔ اگر آپ ہفتے میں ایک، دو روزے رکھ لیتے ہیں تو آپ کے جسم پر کوئی ناگوار اثر نہیں پڑے گا، گوشت آپ کا کم نہیں ہوگا بلکہ روحانیّت میں اضافہ ہوگا۔ ان شاءاللہ۔

آپ سب کو پتہ ہے کہ کونسی باتیں جائز ہیں، کونسی ناجائز ہیں۔ کونسی حلال ہیں، کونسی حرام ہیں۔ جب بھی کوئی کام کرنے لگیں تو دل سے پوچھ لیا کریں کہ یہ کام کرنا چاہیے کہ نہیں، جائز ہے یا نہیں۔ آپ اپنے خود محاسب ہیں، خود جائزہ لے لیا کریں۔ شریعت کی پابندی بنیادی شرط ہے۔ طریقت کے لیے بھی ظاہر ہے ایک آدمی نماز کی پابندی نہیں کرتا تو وہ مراقبات کیسے کریگا؟ نماز کی جو اعلیٰ درجے کی کیفیت ہے اس کو درجہ ءِ احسان کہا جاتا ہے کہ ''نماز ایسے پڑھ گویا تُو اللہ تعالیٰ کو دیکھتا ہے''۔

((اَنۡ تَعۡبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ)) (مشکوٰۃ شریف: 1)

یہ جو ہم ''مراقبہ ءِ رویت'' کراتے ہیں اس میں یہی ہے کہ آپ کی روح اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہو کہ محسوس یوں ہو گویا آپ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہیں۔ جب یہ کیفیت پیدا ہو جائے گی اور آپ کا یہ مراقبہ پختہ ہو جائے گا تو ان شاءاللہ درجہ ءِ احسان کی کیفیت پیدا ہو جائے گی۔ کوشش یہ کریں کہ میرے سمیت آپ کی جو خرابیاں ہیں، ان سے بچیں۔ مَیں اپنے آپ کو فرشتہ نہیں سمجھتا۔ یہ نہ سمجھیں کہ اپنے آپ کو بَری کر رہے ہیں، مَیں خود بھی اِسی زمرے میں ہوں۔ ہم سب سے کوتاہیاں ہو رہی ہیں۔

تصوُّف وسلوک میں کم بولنا، کم سونا، کم کھانا؛ یہ بنیادی شرائط ہیں۔ اب بولنے کا عالم یہ ہے کہ ہم بلا وجہ بولتے رہتے ہیں، گپیں ہانکتے رہتے ہیں۔ بھئی! اس طرح روح پر بہت ناگوار اثر پڑتا ہے۔ میری اپنی یہ حالت ہوتی ہے کہ جب مَیں کالج سے واپس آتا ہوں تو یوں لگتا ہے سارا سیاہ ہو گیا ہوں۔ 10-5 منٹ کے لیے ذکر کرتا ہوں تب یہ حالت دور ہوتی ہے۔ اگر میری یہ کیفیت ہوتی ہے تو آپ کی کیا ہوتی ہوگی۔

کئی ساتھیوں سے مشاہدہ کرایا ہے کہ مَیں جب انہیں مسجد میں لے کر بیٹھا ہوتا تھا، تو کہتا کہ اب مشاہدہ کرلو کہ تمہاری روح کی کیا کیفیت ہے، جب واپس آؤ گے تو پھر بتانا۔ تو کہتے تھے کہ مسجد میں لطائف سورج کی طرح روشن ہوتے ہیں۔ جب شہر جاتے تو کہتے کہ کالے سیاہ ہو گئے ہیں، اور جونہی پکی سڑک پر واپس مسجد کے سامنے پہنچتے تو ایسے محسوس ہوتا کہ لطائف بھڑک اُٹھے ہیں۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ مَیں محتاج ہوں نبی ءِ کریم ﷺ کی توجہ کا۔ اگر اُن (ﷺ) کی توجہ ایک لمحہ بھی ہٹ جائے تو کالا سیاہ ہو جاؤں۔ اسی طرح آپ میری توجہ کے محتاج ہیں۔

جتنے زیادہ میرے پاس دارالفیضان آئیں گے، اتنا زیادہ فائدہ ہوگا۔ یہ آپ کی اپنی ہمت ہے کہ ہر جمعے (اتوار) کو آتے ہیں۔ مہینے میں آتے ہیں یا سال میں آتے ہیں۔ لیکن میرے پاس آنے کے لیے بھی بہت پابندی لگا دی گئی ہے۔ حالت یہ تھی یا ہے کہ لوگ آ اور جا رہے ہیں اور آپ لوگوں سے مجھے گلہ یہ ہے کہ مَیں نے تو آپ سے یہ نہیں کہا تھا کہ مَیں لوگوں کو دَم کرتا ہوں اور بیماریاں ٹھیک ہو جاتی ہیں۔ آپ نے ہی لوگوں کو خواہ مخواہ بتانا شروع کر دیا۔ اب حالت یہ ہے کہ لوگ آتے ہیں کہ ہماری بھینس گم ہوگئی ہے، ہمارا لڑکا گم ہو گیا ہے۔ یہ ہو گیا ہے، وہ ہو گیا ہے۔ ہمیں بتائیں کہ وہ کہاں ہے؟ بھئی! یہ ہمارا فیلڈ نہیں ہے۔ آپ نے یہ کیا طریقہ بنالیا ہے؟ مَیں روحانیت کا ڈاکٹر ہوں، قلب کا ڈاکٹر ہوں۔ دلوں کا زنگ اتارنے کا ڈاکٹر ہوں۔ یہ باقی جو باتیں ہیں یہ میرے فیلڈ میں نہیں، میری ڈیوٹی میں نہیں ہیں۔ لیکن اس کے باوجود کیونکہ آپ نے تعارف کرا دیا ہے اس لیے اس قسم کے لوگ آتے ہیں۔

آج مَیں آپ کو تنبیہ کر رہا ہوں کہ کسی کو نہ بتائیں کہ ہمارے حضرت صاحب دَم کرتے ہیں۔ یہ ہو جاتا ہے، وہ ہو جاتا ہے۔ میرا آپ یہ تعارف نہ کرائیں، مجھ پر احسان ہو گا۔ صرف تعارف یہ کرائیں کہ ہمارے حضرت جی ذکر کراتے ہیں۔ ذکر کی برکت سے دِلوں کا زنگ دور ہوتا ہے، اللہ کی محبت پیدا ہوتی ہے، سکون ملتا ہے۔ اگر کسی میں شوق ہو، طلب ہو تو آگے کی منازل طے کرا کے نبیِ کریم ﷺ کی بارگاہ میں پہنچاتے ہیں اور اُن ﷺ کے دستِ اقدس پر بیعت کراتے ہیں۔ اگر یہ بات سُن کر کوئی ٹَس سے مَس نہیں ہوا، تو پھر اُس کو میرے پاس لانے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ تو ایسے ہی ہے کہ ہیرے کو چھوڑ کر، کوہِ نُور کو چھوڑ کر، آپ کانچ کی گولی لوگوں کو دینا شروع کر دیں۔ اس لیے مَیں نے فیصلہ کیا ہے کہ آئندہ کسی مریض کو میرے پاس مت بھیجیں۔ مجھے یہ گلہ ہے کہ میرے بعض ساتھیوں نے لوگوں کے جِن اتارنے شروع کر دیے ہیں۔ ایک کو تو اگلے دن پتہ چل گیا ہے کہ یہ کام اتنا آسان نہیں ہے۔

ہوا یہ ہے کہ کسی کے گھر میں یہ دودھ دیتا ہے۔ وہاں پر کوئی نوجوان ماسٹر صاحب ہیں اُن پر کسی نے جادو کر رکھا ہے۔ اُن کی حالت بہت خراب ہے۔ اِس کے دل میں ہمدردی پیدا ہوئی کہ اُن کا علاج کرنا چاہیے۔ اُس کو بتائے بغیر، اپنے طور پر جب اُس کو خیال آتا، چاہے گھر ہوتا، چاہے مسجد میں ہوتا، چاہے کہیں اور ہوتا، یہ اس کا تصوّر کر کے اَللّٰہ اَللّٰہ کی ضربیں لگانا شروع کر دیتا۔ ہفتہ بھر اِس نے ایسے کیا۔ ایک روز جب یہ ڈیوٹی دینے کے بعد واپس آ رہا تھا تو ''چک جمال'' جب پہنچا تو آناً فاناً 5-7 جنّات آ گئے اور اُنہوں نے اِس کی کھوپڑی پر ہاتھ رکھ کر پکڑ لیا اور کہا: تم ہو جِن نکالنے والے اور تم ہمارے اُوپر ضربیں لگاتے ہو۔ چلو اُسی کے گھر چلو جہاں پر تم تصوّر کر کے ضربیں لگاتے ہو، ہم دیکھتے ہیں تم کتنے پانی میں ہو۔ یہ کل اس نے مجھے بات بتائی کہ یوں لگتا تھا میری کھوپڑی اُڑ جائے گی اور میری آنکھیں باہر آ جائیں گی۔ میں اتنا بدحواس ہوا کہ آپ سے رابطہ قائم کرنے کا ہوش ہی نہ رہا۔ میں نے منّتیں کرنی شروع کر دیں، رونا شروع کر دیا کہ خدا کے لیے میری جان چھوڑ دو، میری توبہ۔ خدا کے لیے میری جان بچاؤ، مجھے چھوڑ و۔ اس کے بعد اس کی جان چھوٹی۔ مجھے بتایا تو مَیں نے کہا کہ اگر

میری نسبت تمہارے پاس نہ ہوتی تو اس سے بھی بُرا تمھارا حشر ہوتا اور ہمیشہ کے لیے مفلوج ہو جاتے۔

تو یہ شوق اپنے دلوں میں مت رکھیں کہ لوگ ہمارے پاس آئیں اور ہم سے دَم کرائیں اور ہمیں شیرینیاں ملیں۔ یہ نہ میرا شوق ہے، نہ میری طلب اور نہ ہی آپ کی طلب ہونی چاہیے۔ اتنی نحوستیں ہوتی ہیں ان چیزوں کی کہ مجھ جیسا آدمی جس کو خصوصی تصرّف عطا ہوا اور مَیں یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ اللہ کے فضل سے کسی کو یہ تصرّف حاصل نہیں تو بعض اوقات جب ایسا مریض میرے پاس آتا ہے تو میری یہ حالت ہوتی ہے کہ میرا سر پکڑا جاتا ہے۔ اس لیے اس کاروبار کو بند کریں۔ جن ساتھیوں کو مَیں نے دَم کی اجازت دے دی ہے، وہ صرف دَم کریں۔ یہ بھی نہ بتائیں کہ اس کو چڑیل ہے، اس کو جِن ہے، اس کو جادو ہے یا اس کو کیا ہے؟ اگر آرام نہیں آتا تو کسی بھی عامل کے پاس چلے جائیں، یہ عاملوں کا کام ہے۔ جو عملیات کرنے کے بعد ان جِنّوں کو قابو کرتے ہیں۔ ان کی اپنی روحیں مسخ ہو چکی ہوتی ہیں، ان پر کسی چیز کا اثر نہیں ہوتا۔ ہم تو صوفی ہیں، ہم دَم کریں گے تو ہمارا اپنا کباڑا ہو جائے گا۔ اس لیے مَیں آپ کو تنبیہ کر رہا ہوں کہ کسی بھی مریض کو میرے پاس نہ بھیجیں۔ بے شمار عامل ہیں۔ یہ ہماری انا کا مسئلہ نہیں ہے کہ لوگ کہیں گے کہ اچھے بزرگ ہیں دَم بھی نہیں کرتے۔ یہ ہمارا Field (راستہ، شعبہ) نہیں ہے۔

خود مَیں نے پہلے سے زیادہ مجاہدہ شروع کر دیا ہے۔ یقین جانیں کہ جب مَیں گھر میں ہوتا ہوں یا بچے یہاں ہوتے ہیں تو بلا وجہ مَیں نے کبھی کوئی بات نہیں کی۔ بلکہ حد تو یہ کہ میرے کمرے میں بھی وہ نہیں آتے۔ اُن کو پتہ ہے کہ وہ اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں اور میری حالت یہ ہے کہ کوئی پتہ نہیں کس وقت کون کون بزرگ آ جائیں، کس لیے آ جائیں۔ مَیں روحانی طور پر باتیں کر رہا ہوتا ہوں۔ باہر سے ٹھک ٹھک آتی ہے اور مجھے باہر آنا پڑتا ہے اور پیچھے وہ سارا روحانی چینل ختم ہو جاتا ہے۔ اس لیے آپ سب پر لازمی ہے کہ صرف جمعے (اتوار) کے ذکر میں آئیں۔ جمعے (اتوار) کے علاوہ کوئی شخص میرے پاس نہ آئے۔ اب اگر آدمی آ جائے، مَیں ملنے سے انکار کر دوں تو کیا ہوگا؟ کہیں گے کہ بڑا بداخلاق ہے۔ بزرگ بنا پھرتا ہے، ہم اس کے دروازے پر گئے تو ملنے سے انکار کر دیا۔ یہ جمعہ (اتوار) کا اجتماع

بلا ناغہ ہوتا ہے اور ان شاء اللہ ہوتا رہے گا، اس میں کوشش کریں۔ سال میں آتے ہیں، مہینے میں آتے ہیں یا ہر جمعے (اتوار) کو آتے ہیں، اس میں آئیں۔

بیبیوں پر شرط عائد کر رہا ہوں کہ کوئی عورت سوائے اپنے محرم کے یہاں نہیں آئے گی، یا گھر کا کوئی مرد اس کے ساتھ ہو۔ جب اکیلی کوئی عورت آتی ہے تو مَیں پریشان ہو جاتا ہوں کہ یہ کیسے جائے گی۔ اتنے بُرے حالات جا رہے ہیں۔ گھر سے یہ اس نیت سے آتی ہے کہ دارالفیضان جا رہی ہوں، حضرت صاحب کے پاس جا رہی ہوں اور خدانخواستہ کسی وجہ سے رستے میں کوئی الجھن، کوئی پریشانی ہوتی ہے تو مَیں سمجھتا ہوں کہ اس کا وبال مجھ پر آئے گا۔ ابھی کل کی بات ہے کہ ایک بی بی اٹک سے آئی۔ یقین جانیں کہ صرف دس منٹ بیٹھی اور مَیں نے کہا کہ بی بی اب چلی جا۔ مَیں اُسے خفا ہوا کہ اگر مجبوری تھی اور تمہارا بھائی تمہارے ساتھ نہیں آ سکتا تھا تو آنے کی ضرورت کیا تھی؟ کہنے لگی کہ سالانہ اجتماع تھا میں نے سوچا کہ میں بھی برکات سمیٹ لوں۔ مَیں نے کہا کہ یہاں آنے کی کوئی خاص مجبوری تھی؟ میرے پاس وہ تین بجے آئی، ظاہر ہے جب وہاں پہنچی ہو گی تو رات کے 8 بج چکے ہوں گے۔ آپ اندازہ کریں اس کے گھر والے بھی پریشان ہوں گے اور مَیں یہاں پر پریشان۔ سختی سے مَیں نے ڈانٹا کہ کیوں آئیں۔ اگر نہ آتیں تو کیا فرق پڑتا۔ وہاں پر بیٹھ جاتیں، ذکر کر لیتیں۔ چاہے سردیوں کا موسم ہو، گرمیوں کا موسم ہو 10:00 سے لے کر 10:30 تک ذکر کا ٹائم ہے۔ (اب چونکہ اتوار کو ذکر ہوتا ہے اس لئے یہ وقت 1:10 pm تا 1:40 pm ہے) چاہے کوئی امریکہ میں ہے، چاہے کوئی ہانگ کانگ میں، چاہے کوئی جاپان میں ہے، چاہے کوئی پاکستان کے کسی کونے میں ہے، اگر آپ کو شوق ہے، بی بی ہے یا مرد ہے، اگر یہاں نہیں پہنچ سکتے تو اپنے گھر میں بیٹھ کر ذکر کر لیں۔ آپ کو ان شاء اللہ اسی کیفیت میں ثواب پہنچے گا۔ بیبیاں خاص طور پر سُن لیں کہ اُن کے لیے سخت وعید ہے۔ میری طرف سے تنبیہ ہے کہ کوئی بی بی اپنے گھر کے مرد کے سوا، مرد کے بغیر یہاں نہ آئے اور مرد بھی کوشش کریں کہ جیسے گوشہ نشینی کی کیفیت ہے، باہر دوستوں میں بیٹھے ہیں تو کم بولیں۔ ڈیوٹی آپ نے دینی ہے، ڈیوٹی کے دوران کم باتیں کریں۔ بلاوجہ بازاروں میں مت گھومیں پھریں اور کہیں جانا پڑے تو

مسلسل درود شریف پڑھتے رہیں۔

اور سب سے ضروری بات ہے، یہ تین دشمن ہیں: نگاہ، زبان اور کان۔ نگاہ اور زبان کی حفاظت کریں۔ آپ کی زبان سے کوئی لغوبات نہیں نکلنی چاہیے۔ نہ سنیں اور نہ خود لغوبات کریں، بلکہ بولیں ہی کم۔ اسی طرح لغوبات سنیں ہی نہیں۔ کوئی بات کرنے لگے تو اُس کو خاموش کرا دیں کہ بھائی! چھوڑو اس بات کو۔

یہ جو ٹی وی (Television) ہے ناں، یہ میرا تجربہ ہے ذاتی طور پر بھی کہ یہ بڑی نحوست پھیلاتا ہے۔ اس سے بھی بچنے کی کوشش کریں، خاص طور پر لطائف و مراقبات والے ساتھی۔ صرف خبریں سنیں یا کوئی دینی پروگرام۔ اچھا دینی پروگرام ہے تو وہ سنیں، باقی سے پرہیز کریں۔ یہ نہ سوچیں کہ مَیں بھی ٹی وی لگاتا ہوں۔ میری کچھ مجبوری ہے، مَیں نے خبریں سننی ہوتی ہیں۔ بعض اوقات دیکھنا ہوتا ہے کہ دنیا کا Trend (رجحان) کس طرف جا رہا ہے۔ مَیں خود بہت پرہیز کرتا ہوں، مزید پرہیز کروں گا۔ آپ بھی کوشش کریں کہ اس نحوست کو ختم کرنے کی کوشش کریں۔ **(3)**

ابھی ذکر ہوگا۔ بیبیوں سے مَیں نے گزارش کی تھی کہ جن بیبیوں کے ساتھ چھوٹے بچے ہیں، وہ ذکر میں تنگ کرتے ہیں، روتے ہیں، پریشان کرتے ہیں۔ وہ بیبیاں دونوں کمروں سے اُٹھ کر باہر صحن میں صفیں بچھی ہیں، آخری صف میں بیٹھ جائیں تاکہ دوسروں کے ذکر میں حرج نہ ہو۔ ابھی ذکر ہونے والا ہے آپ بیٹھ جائیں۔ پورے خلوص کے ساتھ ذکر کرنا ہے۔ پہلے مَیں ذکر کے دوران شعر پڑھا کرتا تھا۔ اب بند کر دیے ہیں اس لیے کہ کہیں آپ میرے طریقے کو اپنا نہ لیں اور میرے بعد بھی آپ یہ پڑھنا شروع کر دیں۔ مَیں تو کسی خاص کیفیت میں پڑھتا ہوں۔ لیکن میرے بعد کوئی ذکر کرانے والا یہ پڑھے گا تو پھر فائدہ نہیں ہوگا۔ اس لیے مَیں نے ذکر میں شعر پڑھنا بند کر دیے ہیں۔ **جزاك الله**

☆☆☆

☆17 مارچ 1995ء جمعتہ المبارک

ساتھیو! چند گزارشات پیش کرنی ہیں۔ اللہ کے نام کو پھیلانے کے لیے جو سفر مَیں نے 19 فروری 1985ء کو شروع کیا تھا، آج اُسے 10 سال 1 ماہ ہونے کو ہے۔ اس دوران آپ نے مجھ سے اللہ تعالیٰ کے نام کی نسبت لی اور یہ نسبت دوسرے لوگوں تک پہنچائی۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے پورے ملک میں اور ملک کے باہر بھی، یورپ میں بھی، امریکہ میں بھی اور مشرقِ بعید میں بھی یہ نسبت کسی نہ کسی درجے میں پہنچ چکی ہے۔ یہاں پر پروفیسر یعقوب صاحب بیٹھے ہیں۔ ابھی کل ہی ان سے ملاقات ہوئی اور کل ہی میرے پاس آئے۔ کہنے لگے کہ آپ کی کتاب منیلا (فلپائن) میں میرے بیٹے کو کسی نے دی، وہ کتاب مجھ تک پہنچی اور کتاب پڑھنے کے بعد مَیں آپ تک پہنچا۔ تو گویا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں توفیق دی کہ اس کے نام کی برکت سے یہ بہت بڑی روحانی نعمت ہم دوسرے لوگوں تک پہنچائیں۔ یہ دکھاوا نہیں ہے، یہ اپنی بزرگی کی کوئی نمائش نہیں ہے۔ محض وہ نعمت جو اللہ تعالیٰ نے مجھے ارزانی فرمائی ہے، اس کو دوسروں تک پہنچانا مقصود ہے۔ اس سلسلے میں یہ بھی احساس میرے دل میں ہے کہ ایسا نہ ہو کہ مجھ سے کوئی کوتاہی سرزد ہو اور کل قیامت کے دن کوئی شخص میرا گریبان پکڑے کہ اے اللہ! اس کو اتنی بڑی نعمت سے آپ نے نوازا تھا اور یہ بخیل، یہ کنجوس اپنے دل میں ہی یہ نعمت سمیٹ کر دنیا سے کوچ کر گیا، ہم تک اس نے یہ نعمت نہیں پہنچائی۔ میرا خیال ہے کہ جس ڈنکے کی چوٹ پر مَیں نے اس نعمت کو واشگاف انداز میں بیان کیا ہے، کسی بڑے سے بڑے صوفی نے اس انداز میں اس نعمت کو لوگوں کے سامنے پیش نہیں کیا۔ مجھے بھی ڈر تھا کہ وہ باتیں، وہ قلبی راز جو صوفیاءؒ اپنے دلوں میں سمیٹ کر لے گئے، وہ مَیں بیان کر رہا ہوں اور نہ جانے کیا کیا سنگ باری مجھ پر ہوگی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ نبیء کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا تھا کہ ''تیرے سلسلے کی میں ذاتی طور پر نگرانی کرونگا۔'' شاید یہ اُسی کی برکت ہے کہ کسی بہت بڑی پریشانی سے ابھی تک بچا ہوا ہوں۔

ساری کتاب حالِ سفر میں، مَیں نے دو چیزوں کی دعوت دی ہے۔ پہلے تو اسمِ ذات کے ذکر اور قرآن و حدیث کی رو سے اس کی فضیلت اور اہمیت بیان کی ہے۔ اس کے بعد روح کا سفر؛ کہ روح

کا سفر کیا ہے، روح کہاں تک جا سکتی ہے؟ اس سلسلے میں بھی مَیں نے بڑے بڑے بزرگانِ دینؒ کے حوالے دیے ہیں۔ پھر خانہ کعبہ شریف اور نبی ءِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ تک رسائی، وہ بھی مَیں نے دلیل سے بات کی ہے اور جن بزرگوں کے حوالے مَیں نے دیے ہیں، وہ اتنی بڑی شخصیات ہیں کہ چاہے علماء ظاہر ہوں یا علماء باطن اُن کے مقام کو کوئی چیلنج نہیں کرسکتا۔ اور شاید یہی وجہ ہے کہ میں ابھی تک بچا ہوا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہاں پر لوگ موجود ہیں۔ جب مَیں نے یہ مقامات طے کرائے تو ہم کسی اور دنیا میں تھے۔ حقیقتاً ہمارا اس دنیا سے رابطہ کٹا ہوا تھا۔ ہم برزخ میں پہنچے ہوئے تھے۔ لیکن یہ بھی میرے سلسلے کا کمال ہے کہ تمام بزرگانِ دین جب اس عالمِ رنگ وبو سے تعلق قطع کرتے تھے اور عالمِ برزخ میں جاتے تھے تو اُن پر استغراقی کیفیت طاری ہوا کرتی تھی۔ لیکن میرے سلسلے میں یہ بات نہیں ہے۔ آپ پورے ہوش وحواس کے ساتھ بیٹھے ہوتے ہیں۔ آپ کو آوازیں آ رہی ہوتی ہیں، آپ سُن رہے ہوتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود آپ برزخ کے تمام مشاہدات بھی کر رہے ہوتے ہیں اور وہاں کی جو گفتگو ہوتی ہے وہ بھی سُن رہے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس فقیر پر یہ بہت بڑا انعام ہے۔

دوسری بات جس کی مَیں نے دعوت دی، وہ درود شریف کو پھیلانا ہے۔ جس طرح کتاب حالِ سفر میں، مَیں نے اپنے بارے میں عرض کیا ہے کہ مَیں نے دُعا مانگی تھی کہ مَیں اُن پہلے 100 خوش نصیبوں میں شامل ہو جاؤں جنہوں نے کثرت سے نبی ءِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں درود شریف بھیجا ہے، تو وہ دُعا قبول ہوئی۔ اسی طرح جب 08-04-1984 کو مجھے روحانیت کا یہ منصب عطا ہوا تو مَیں نے یہ درخواست کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! مجھے آپ بہت بڑے انعام سے نواز رہے ہیں، میری ایک درخواست ہے، وہ یہ کہ جو پہلے تمام سلاسل ہیں اگرچہ اُن کے تمام بانیانِ سلاسل میرے مشائخ ہیں، لیکن میری ایک خواہش ہے، آرزو ہے اور درخواست ہے۔ توجہ فرمائیں، دُعا فرمائیں کہ میرے سلسلے کے ساتھیوں کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں اوّل نمبر پر درود شریف پیش ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مسکرائے، تمام انبیاءِ کرامؑ موجود تھے، خلفاء راشدینؓ موجود تھے، اکابر اولیاء کرامؒ موجود تھے، وہ سب

کے سب مسکرائے کہ یہ کیسی خواہش کا اظہار کر رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ جس طرح میرا بیٹا مجھ سے کوئی فرمائش کرے تو اگر وہ کوئی اچھی فرمائش ہوگی تو مجھے خوشی ہوگی۔ مَیں نہیں کہونگا کہ مَیں نے ڈبل ایم۔ اے کیا ہے تو میرا بیٹا تین ایم۔ اے کیوں نہ کرے۔ یہ اگر تین ایم۔ اے کرے گا تو مجھے زیادہ خوشی ہوگی۔ تو اسی طرح جب مَیں نے یہ خواہش نبیِ کریم ﷺ کی بارگاہ میں پیش کی تو سب بزرگوں کے لبوں پر مسکراہٹ کھیلنے لگی اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''تیری یہ خواہش پوری ہوگی۔'' لیکن مَیں اپنی جگہ حیران تھا کہ تمام سلاسل تقریباً نو سو سال، آٹھ سو سال، سات سو سال پُرانے ہیں اور اُن کے ساتھ جو لوگ وابستہ ہوئے، اُن کی تعداد کروڑوں تک پہنچتی ہے۔ تو اگرچہ یہ امر واقع ہے کہ درود شریف کی طرف لوگوں نے کم توجہ دی لیکن بہر حال کچھ نہ کچھ تو لوگوں نے پڑھا ہوگا۔ تو میرے ساتھی تو ہزاروں میں ہیں اور اُن میں سے بھی اکثریت اُن کی ہے جو بیعت کر چکے ہیں اور پھر اُن کا خیال ہے کہ اب برزخ میں جا کے ملیں گے۔ یہاں دارالفیضان وہی لوگ آتے ہیں، جن کو شوق ہے۔ کوئی دو ماہ بعد آتا ہے، کوئی چار ماہ بعد آتا ہے۔ بہت حد ہوئی تو کوئی سال کے بعد آتا ہے۔ اس طرح کوئی ڈھائی تین سو آدمی باقاعدگی سے آتے رہتے ہیں اور مجھ سے آگے کی منازل حاصل کرتے رہتے ہیں۔ پھر مَیں نے پچھلے سے پچھلے سال سوچا کہ اس طرح مجھے کیسے معلوم ہوگا کہ درود شریف کہاں تک جا رہا ہے تو پھر مَیں نے ساتھیوں سے تقاضا کیا کہ آپ اپنی سہولت کے لیے روزانہ کا کوئی حدف مقرر کر لیں۔ 5 ہزار، 10 ہزار اور 20 ہزار روزانہ۔ اُسے Count (شمار) کریں اور سالانہ اجتماع میں ہم اُس کو اکٹھا کریں گے۔

چنانچہ پچھلے سے پچھلے سال یہ درود شریف 70 کروڑ ہوا تھا۔ پچھلے سال ہم گھٹ گئے اور 66 کروڑ ہوا۔ اُس کی وجہ یہ تھی کہ مَیں نے ساتھیوں سے فرمائش کی تھی کہ درود شریف پڑھنا ہے مگر پوری احتیاط سے پڑھنا ہے کہ تیزی میں کوئی لفظ اِدھر اُدھر نہ ہو جائے۔ اُس احتیاط کے باعث وہ تعداد گھٹ گئی۔ لیکن اس کے باوجود مَیں سوچتا تھا کہ یہ کیسے ہوگا، میری خواہش کیسے پوری ہوگی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل و کرم ہوا۔ مَیں نے تقریباً 40-50 ساتھیوں کو ایک نمائشی سا نمائندہ بنا رکھا ہے کہ آپ نے

میرے سلسلے کو اپنے اپنے علاقے میں پھیلانا ہے۔ لوگوں کو دعوتِ ذکر بھی دینی ہے اور درود شریف کی دعوت بھی دینی ہے۔ وہ اپنے اپنے طور پر کام کر رہے ہیں، لیکن مَیں کماحقّہٗ اُن سے مطمئن نہیں ہوں۔ لیکن ایک ساتھی جس کا مَیں احسان مند ہوں اور اُس پر مجھے فخر ہے (آواز بھرا گئی) اور مجھے ہی نہیں میرے تمام مشائخ کو بھی اُس پر فخر ہے۔ لیکن اس سے پہلے کہ مَیں اُس کا تعارف کراؤں، مَیں ایک واقعہ آپ کے سامنے بیان کرنا چاہتا ہوں۔ 1987ء میں میری کتاب حالِ سفر منظرِ عام پر آئی۔ دسمبر کے مہینے میں، مَیں مغرب کے وقت مسجد میں بیٹھا تھا، نماز کا ٹائم ہونے والا تھا کہ اسلام آباد سے میرے پاس ایک پرنسپل، ساتھی اور دوست ساجد علوی صاحب میرے پاس آئے اور کہنے لگے: باہر ایک مرکزی سیکرٹری صاحب اور یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے سیکرٹری صاحب آئے ہوئے ہیں، وہ ملنا چاہتے ہیں۔ مَیں نے کہا: لے آئیں، مَیں تو فقیر ہوں۔ میرے پاس پروٹوکول کی کیا ضرورت ہے کہ آپ مجھ سے پہلے اجازت طلب کر رہے ہیں۔ خیر وہ اندر آئے، تعارف ہوا۔ مرکزی سیکرٹری صاحب نے یہ تعارف کرایا کہ میں ممتاز علی قاضی ہوں، سندھ کا رہنے والا ہوں۔ مرکزی سیکرٹری کے عہدے پر بیسویں گریڈ پر فائز ہوں۔ پریزیڈنٹ جنرل ضیاء الحق صاحب کا مشیر رہا ہوں اور اُن کے ساتھ میں نے 30 عمرے کرنے کی سعادت حاصل کی ہے اور اِن دنوں مَیں وزیرِ اعظم جونیجو صاحب کا خصوصی مشیر ہوں اور مجھے وفاقی وزیر کی تمام مراعات حاصل ہیں۔ مَیں نے کہا: جی ٹھیک ہے، بڑی اچھی بات ہے، خوشی کی بات ہے۔ پھر اُنہوں نے مقصد ظاہر کیا۔ وہ کوئی دنیاوی معاملہ تھا، دُعا کرانے کے لیے آئے تھے، وہ بات ختم ہوگئی۔ اس کے بعد نماز کا ٹائم ہوا، نماز پڑھی۔ نماز کے بعد جتنے بھی ساتھی ہوں میرا معمول ہے ذکر کرانے کا، مَیں نے ذکر کرایا۔ یہ ساتھی ایسے ہی بیٹھے رہے۔ مَیں نے کہا: ہم ذکر کرنے لگے ہیں، آپ بھی بیٹھے رہیں، اَللّٰہ اَللّٰہ کرتے رہیں۔ ذکر کے بعد کھانا منگوایا، کھانا جب آیا تو مَیں نے کہا کہ آپ کے ساتھ کوئی اور بھی ساتھی ہے؟ تو کہنے لگے: ڈرائیور ہے۔ مَیں نے کہا: ڈرائیور کو بھی بلا لیں۔ وہ بھی آ گیا تو اُس کو بھی مَیں نے ساتھ بٹھایا۔ سیکرٹری صاحب، اُن کا ڈرائیور اور دوسرے دونوں ساتھی موجود تھے۔ کھانا کھایا، اتنے میں دربارِ اقدس ﷺ سے آواز آئی ''بیٹے! ان کو ذکر کراؤ۔''

اب اُن میں سے ایک ساتھی یہاں تشریف فرما ہیں۔ وہ میری بات کی یقیناً گواہی دیں گے کہ جو بات مَیں کہہ رہا ہوں، اس میں زیبِ داستان کی بات نہیں ہے۔ مَیں نے انہیں عرض کیا کہ حضرات! آپ میرے پاس دنیاوی کام کے لیے آئے تھے لیکن میرے پاس جو اصلی نسخہ ہے، وہ قلب کی دوا ہے۔ آپ تو دنیاوی بیماری کی دوا (دُعا) لینے آئے ہیں۔ (وہ سیکرٹری صاحب تھے، وہ بیمار تھے، اُس سلسلے میں آئے تھے)۔ مَیں نے کہا وہ تو میں دُعا کروں گا اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں کہ کیا ہوگا۔ مگر ایک دوا میرے پاس اور ہے اور وہ ہے قلب کی دوا، دوا اور دُعا دونوں ساتھ ساتھ چلتی ہیں۔ میری خواہش ہے کہ آپ میرے ساتھ ذکر کریں۔ مَیں نے ذکر کا طریقہ بتایا۔ پانچواں، چھٹا اور ساتواں لطیفہ بتایا اور پھر کہا کہ ابھی ہم ذکر کرتے ہیں۔ ذکر کراتے کراتے میرے دل میں پتہ نہیں کیا اُمنگ آئی کہ مَیں نے ساتوں لطائف کرانے کے بعد کہا: چلو بھئی! ہم اب روحانی سفر کرنے لگے ہیں، چلو کعبہ شریف۔ مَیں نے پوچھا: کیا آپ میں سے کسی کو کعبہ شریف کی زیارت ہو رہی ہے؟ وہ جو ڈرائیور تھا کہتا ہے کہ سر! ہم سارے کعبہ شریف میں موجود ہیں اور طواف کر رہے ہیں۔ آپ آگے آگے ہیں اور کعبہ شریف میں طواف کر رہے ہیں۔ پھر اچانک کہتا ہے کہ سر جی! کیا بات ہے کہ یہاں تو مغرب کی نماز ادا کر چکے ہیں، اندھیرا ہے اور کعبہ شریف میں تو روشنی ہے، یعنی وہاں پر اجالا ہے، سورج چمک رہا ہے؟ مَیں نے کہا: یہ جغرافیہ کا معاملہ ہے، تم نہیں سمجھ سکتے۔ اس لیے کہ وہاں پر عصر کا ٹائم ہے اور یہاں پر مغرب کا ٹائم ہے۔ تو ظاہر ہے وہاں تو سورج چمک رہا ہے۔ وہاں طواف کرنے کے بعد مَیں نے پوچھا کہ مَیں موجود ہوں۔ کہتا ہے آپ بھی موجود ہیں، سیکرٹری صاحب بھی موجود ہیں، علوی صاحب بھی موجود ہیں۔ مَیں نے کہا: چلو روضہءِ اطہر ﷺ کے سامنے۔ کہتا ہے جی پہنچ گئے ہیں۔ مَیں نے کہا یہ بھی سارے ہیں؟ کہتا ہے جی ہیں۔ مَیں نے کہا اگر تم نے داڑھی رکھی ہوتی تو مَیں تمہیں اندر لے جاتا اور نبیءِ کریم ﷺ کی زیارت کرا دیتا، خیر دُعا مانگی۔ مَیں نے کہا: سیکرٹری صاحب! آپ مجھے یہ بتائیں کہ آپ نے ایک بہت بڑے منصبدار کی حیثیت سے پریزیڈنٹ کے ساتھ 30 عمرے کیے ہیں۔ کیا آپ یقین سے، دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ کتنے عمرے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہیں؟ کہتا

ہے جی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ مَیں نے کہا: مَیں نے ابھی آپ کو ایک عمرہ کرایا ہے اور مَیں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ یہ عمرہ مقبول ہے۔ اور یہ گواہی آپ کا ڈرائیور دے رہا ہے کہ آپ سارے کے سارے وہاں پہ پہنچے ہوئے ہیں۔ یہ ہے کرامت اور دو منٹ پہلے مجھے بھی پتہ نہیں تھا کہ یہ کیا ہونے والا ہے۔ مَیں نے انھیں دعوت دی کہ یہ جو کچھ ظہور میں آیا ہے یہ میری بھی سمجھ سے بالاتر ہے کہ یہ کیوں ہوا ہے۔ یہ ہے کرامت اور کرامت بھی بعض اوقات ایسے حالات میں صادر ہوتی ہے کہ صاحبِ کرامت کو بھی پتہ نہیں ہوتا کہ کیا ہونے والا ہے اور تمام تر جتنے بھی اولیاءِ کرامؒ ہیں، اُن کے نزدیک سب سے بڑی کرامت ہی یہی ہے کہ نبیءِ کریم ﷺ کی بارگاہ تک پہنچایا جائے۔ آپ نے بغیر بیعت کے، بغیر تربیت کے چند منٹ میں وہاں تک رسائی حاصل کرلی۔ اب آپ کیا چاہتے ہیں، کیا مجھ سے بیعت کرنا چاہتے ہیں؟ کہنے لگے بیعت کرلیں، مَیں نے بیعت کرلی۔

اب باقی جو لوگ ہیں، وہ تو دوبارہ میرے پاس نہیں آئے مگر ایک صاحب جو ہیں، وہ وقتاً فوقتاً آتے رہتے ہیں اور ان کا نام ہے احمد علی قریشی۔ یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے یہ سیکرٹری ریٹائر ہوئے ہیں۔ مَیں نے ان کو عرض کیا تھا کہ چونکہ آپ نے بیعت کرلی ہے اس لیے سندھ میں آپ میرے نمائندے ہیں کیونکہ سندھ کے رہنے والے ہیں۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ میرا گدی کے ساتھ تعلق ہے، مَیں نے کہا اور اچھی بات ہے، اب آپ یہ دعوت وہاں پھیلائیں۔ خصوصی ترین دعوت ہے، یہ ذکر کی اور درود شریف کی۔ تو یہ بھی اللہ والے لوگ ہیں، مست ملنگ لوگ ہیں۔

یہ جو ولایت ہے، اس کی بھی بہت سی شاخیں ہیں۔ مَیں نے کتاب میں اس کا تھوڑا سا تذکرہ کیا ہے لیکن عام لوگوں کو اس کی سمجھ نہیں آتی۔ بہر حال یہ پہلے بھی آتے رہے، مَیں نے پوچھا: کام ہو رہا ہے؟ کہنے لگے ہو رہا ہے۔ لیکن کس درجے میں ہو رہا ہے، انہوں نے مجھے نہیں بتایا۔ ابھی چند مہینے پہلے یہ تشریف لائے تو مَیں نے پوچھا: جی کوئی کام ہو رہا ہے؟ کہنے لگے ہو رہا ہے۔ مَیں نے کہا: کیا ہو رہا ہے؟ کہنے لگے جی اس وقت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پورے سندھ میں حلقے قائم ہو چکے ہیں اور پانچ کروڑ روزانہ درود شریف وہ ساتھی دربارِ اقدس ﷺ میں پیش کر رہے ہیں۔ اب آپ سمجھ سکتے ہیں

کہ ایک آدمی جو اکیسویں سکیل میں ریٹائر ہوا ہو۔ دنیاداری کے لحاظ سے بھی اس کا کوئی مقام ہے، یعنی وہ کوئی انٹ شنٹ والی بات نہیں کہہ سکے گا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے اور آپ کے ذہن میں بھی آئے گا کہ یہ 5 کروڑ درود شریف کیسے پڑھتے ہوں گے۔ تو اس کا جواب یہ ہے مجھے حیرت انگیز طور پر انکشاف ہوا۔ مَیں نے ان سے نہیں پوچھا تھا کہ بھئی! آپ کس گدی سے تعلق رکھتے ہیں۔ مَیں نے انہیں پیغام بھیجا تو انہوں نے بتایا کہ میرا تعلق سندھ کی بہت بڑی درگاہ حضرت لال شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔ (حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی آواز میں رِقّت تھی) میرا خاندان اس درگاہ کا سجادہ نشین ہے اور میرے مریدین اور میرے خاندان کے مریدین پورے سندھ میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اور میں نے محنت کی ہے اور میں ہر علاقے میں گیا ہوں۔ مختلف اضلاع میں گیا ہوں، ساتھیوں کی ڈیوٹی لگائی ہے۔ اُن کی آگے ڈیوٹی لگائی ہے کہ انہوں نے پیغام پہنچانا ہے اور پھر ساتھ Calculation (گنتی) بھی کر رہے ہیں۔ اب میرے دل میں ایک عجیب کیفیت پیدا ہوئی۔ وہ بات مَیں نے شاید پہلے چند ساتھیوں کو سنائی ہوئی ہے۔

اب پہلے ایک اور گزارش کروں گا کہ اجتماع میں کچھ ساتھی جنہوں نے باقاعدہ میری بیعت کر رکھی ہے، اُن کی خواہش ہوتی ہے کہ صاحبِ کشف ساتھی زیادہ سے زیادہ ہمیں روحانی کیفیات بتایا کریں۔ مَیں تو ظاہر ہے کم بتاتا ہوں۔ میرے پاس وہ اتنی رواداری یا مصلحت سے نہیں آسکتے۔ لیکن ان کی یہ خواہش ضرور ہوتی ہے کہ جب یہ مجالس ہوں تو جو کیفیات ہوتی ہیں، وہ ہم تک بھی پہنچیں۔ ہمیں خوشی ہوتی ہے کہ کیا مقامات ملے، کیا کیفیت تھی، کیسی مجلس تھی، کسی کو کیا کیا انعام ملا۔ اس سے ان کا شوق بڑھتا ہے، مزید آگے بڑھنے کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ لیکن بعض اوقات کچھ ساتھی ویسے تشریف لے آتے ہیں۔ کسی ساتھی نے دعوت دی کہ ہمارا سالانہ اجتماع ہے، آئیں چلیں۔ وہ چلے آتے ہیں۔ اُن سے گزارش ہے کہ یہ باتیں جو مَیں بیان کر رہا ہوں، یہ عقل سے ماوراء ہیں۔ بلکہ مَیں یوں کہوں گا کہ روحانیت کچھ ایسی چیز ہے کہ جہاں پر ہمارے عقل وحواس اور ہمارے تمام تر علوم ختم ہوتے ہیں، وہاں سے روحانیت کا آغاز ہوتا ہے۔ اس لیے دنیاوی پیمانے سے ہم ان کیفیات کو،

مشاہدات کونہیں ناپ سکتے۔تو جو باتیں مَیں کررہا ہوں براہِ نوازش ان کو یہیں چھوڑ جائیں۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ اپنے تک محدود رکھیں۔ یہاں سے جا کر اپنی محفلوں میں یہ باتیں دہرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ لوگ اس کے اہل نہیں ہوتے۔پھر وہ عجیب وغریب قسم کے تبصرے کرتے ہیں۔

تو ہوا یہ کہ 08-04-1984 کو جب مجھے ایک خاص منصب عطا ہوااور روحانی ڈیوٹی لگائی گئی تو نبیِ کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''بیٹے !یہ آپ کی ڈیوٹی ہےاور یہ کام آپ نے کرنا ہے۔''مَیں نے کتاب میں اشارہ کیا ہے کہ جو کائنات چل رہی ہے، یہ دراصل اللہ تعالیٰ کے کچھ بندوں کی روحانی ڈیوٹیاں ہوتی ہیں،ان کے نظام کے مطابق یہ چل رہی ہوتی ہیں۔ یہ جو دنیا میں انقلابات آتے ہیں،دراصل ان کے پیچھے اُن لوگوں کی توجہ کارفرما ہوتی ہے اور یہ توجہ جو ہوتی ہے یہ نبیِ کریم ﷺ کی اجازت کے مطابق ہوتی ہے۔تو اس طرح نبیِ کریم ﷺ نے فرمایا'' بیٹے !اس وقت ابدال اور ابدال سے اوپر کے جتنے مناصب ہیں،مثلاً قطبِ ابدال،قطبِ مدار ہے،قطبِ ارشاد،قطبُ الاقطاب ہے،غوث ہے یا اوپر والے،اُن سب کو Stand-still (سب کچھ روک دینا،چھوڑ کر تیار ہو جانا،خاموشی سے انتظار کی حالت میں رہنا) کر دیا گیاہے۔اُن سب کو آپ کی Disposal (سپردگی) پر دے دیا گیا ہے،آپ کام چلائیں۔''

اب یہ معمولی بات نہیں ہے۔میری سمجھ میں نہ آئے کہ یہ ہو کیا گیا ہے۔لیکن دوسرے ہی لمحے میں سنبھلا اورمَیں نے کہا: جی ان شاء اللہ ہوگا۔مَیں اُٹھا اور واپس آ گیا۔مَیں نے پہلا کام یہ کیا اور یہ بھی مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ اُن (ﷺ) ہی کی مہربانی تھی اور اُنہوں (ﷺ) نے ہی میرے دل میں یہ بات ڈالی کہ فوری طور پر مَیں نے یہ کام کیا کہ حضرت خواجہ بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ صاحب،حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت اجمیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شہباز قلندر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سلطان باہو صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ یا حضرت آپ تشریف لائیے۔ اب کیسے بلایا، یہ آپ کی سمجھ میں نہیں آئے گا۔ یہ ایسے ہی ہے کہ جیسے یہاں پر آپ کا فون ہے اور ہم ایک دوسرے کے ساتھ رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔اسی طرح ہمارے روحانی رابطے بھی ہوتے ہیں، یہ سارے میرے مشائخ ہیں۔ جب یہ تشریف لائے تو مَیں نے عرض کیا کہ دربارِ اقدس ﷺ سے

ہدایات پہنچ چکی ہوں گی، تو فرمانے لگے پہنچ چکی ہیں۔ تو مَیں نے عرض کیا کہ آپ سب حضرات جو ہیں آپ میرے سیکرٹریٹ کے انچارج ہیں اور اس کے Over-all (مجموعی طور پر) انچارج حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اب اوپر سے جو احکامات آئیں گے، وہ آپ نے آگے چلانے ہیں۔ یہ بڑا وسیع وعریض سلسلہ ہوتا ہے۔

ایک دن گزر گیا، دوسرے دن جب مَیں دربارِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں پہنچا؛ کوئی خاص ٹائم ہوتا ہے، جب خاص بات کے لیے حاضری ہوتی تھی۔ ویسے تو مجھ پر شفقت کا دروازہ کھلا ہے کہ جب چاہوں حاضر ہوسکتا ہوں۔ تو نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جو آپ نے سیکرٹریٹ بنائی ہے؛ اب آپ یہ کہیں گے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آپ کو کیسے مخاطب فرمایا، تو یہ بھی ایک لمبی کہانی ہے، فرمانے لگے'' بیٹے! آپ نے جو سیکرٹریٹ بنائی ہے۔ حضرت خواجہ بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک لائن ہے اور وہ تصوّف و سلوک کی ہے۔ آپ نے جو کام چلانا ہے وہ قلندری لائن میں چلانا ہے۔ اس لیے بہتر یہ ہوگا کہ آپ قلندری لائن کے کسی غوث کو اپنے سیکرٹریٹ کا سربراہ بنائیں۔'' تو مَیں نے حضرت شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ آپ اس ڈیوٹی کو سرانجام دیں۔

اب جب اُنھوں (احمد علی قریشی صاحب) نے یہ بتایا کہ حضرت شہباز قلندر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ سے وابستہ ہیں تو مجھے سمجھ آ گئی کہ وہ جو Change (تبدیلی) پہلے دن ہوئی تھی، یہ اُس کا صاف اثر ہے کہ شہباز قلندر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بالکے کو میرے پاس بھیج دیا اور میری جو نسبت تھی، وہ اُن کی وساطت سے پورے سندھ میں پھیلی اور آج مَیں ہی نہیں میرے مشائخ بھی اُن پر فخر کر رہے ہیں۔ اب آپ اندازہ کریں کہ سالانہ جو ٹوٹل بنتا ہے، وہ تقریباً 18 ارب بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہو جاتا ہے لیکن اس کو برقرار رکھنا مشکل ہوتا ہے۔ جیسے آپ جانتے ہیں کہ عمران خان ریٹائر ہوگیا۔ جہانگیر بھی ریٹائر ہوگیا۔ وہ اپنے Stamina (سکت، توانائی) کو برقرار نہیں رکھ سکے۔ لیکن ہم نے اپنے Stamina کو برقرار رکھنا ہے۔ اس لیے کوشش یہ کرنی ہے کہ زیادہ سے زیادہ اپنی کوشش کو پہلے سے تیز تر کردیں۔ میرے وہ تمام ساتھی جنھوں نے بیعت کر رکھی ہے اور وہ لطیفہ قلب پر ہیں، مَیں نے

اُن کو مجاز بنا رکھا ہے کہ وہ ہمارے سلسلے کی نسبتِ عالیہ کو دوسرے لوگوں تک پہنچائیں۔ وہ میرے مجاز ہیں، میرے نمائندے ہیں۔ اور اگر کسی آدمی کو دعوتِ ذکر دیتے ہیں اور وہ آدمی میرے پاس نہیں آتا، نہ آئے، لیکن وہ اگر ذاکر بن جائے گا، ذکر کرتا رہے گا، تو بھی ان شاء اللہ خالی نہیں جائے گا۔ اُس کو ان شاء اللہ سب کچھ ملے گا۔

میری خواہش نہیں ہے کہ لاکھوں میرے مرید ہوں، البتہ میری یہ آرزو ضرور ہے کہ یہ نسبت لاکھوں آدمیوں تک پہنچے۔ سب لوگ جو یہاں پہنچے ہیں، یہاں موجود ہیں، چاہے وہ میرے بیعت ہیں یا نہیں، مَیں ان کو اجازت دیتا ہوں کہ آپ خود بھی ذکر کریں اور دوسروں تک یہ نعمت پہنچائیں اور یہ بھی یاد رکھیں کہ جس طریقے سے مَیں نے اسے آسان بنایا ہے، اہلِ برزخ بھی حیران ہیں۔ مَیں نے آپ سے تقاضا کیا کِیا ہے کہ نماز پڑھنی ہے، وہ فرض ہے، وہ مَیں معاف نہیں کرسکتا۔ لیکن مجاہدے مَیں معاف کرسکتا ہوں کہ گھنٹوں کے بجائے آپ صرف دس منٹ ذکر کرلیں۔ مَیں اندازہ کررہا تھا کہ خود میری حاضری جو اپنے شیخ کے پاس ساڑھے آٹھ سال کے دوران رہی ہے، وہ تقریباً ساڑھے چھے ہزار گھنٹے بنتے ہیں۔ اور آپ لوگوں نے 10 سال میں جو میرے پاس حاضری دی، اس دوران مَیں آپ سے زیادہ سے زیادہ جو تقاضا کرتا ہوں، وہ یہ ہے کہ سارے ہفتے میں جمعے (اتوار) کے دن ایک گھنٹہ میرے پاس آجایا کریں۔ تو اگر آپ نے بہت محنت کی، بہت مجھ پر کسی نے احسان کیا کہ حضرت جی کے پاس جارہے ہیں تو زیادہ سے زیادہ سال کے 50 گھنٹے اُس نے مجھے دیے۔ اس لحاظ سے آپ نے 8 سالوں میں 400 گھنٹے مجھے دیے۔ اب کہاں آٹھ سالوں میں مَیں نے اپنے حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ساڑھے چھے ہزار (6500) گھنٹے گزارے۔ اس سے آپ اندازہ کرلیں کہ مَیں بھی ملازم تھا، میرے بھی بال بچے تھے۔ مَیں کیوں چالیس، چالیس دن وہاں جاکر بیٹھ جاتا تھا اور 24 گھنٹے حضرت جی (مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ) کی محفل میں ٹھہرتا تھا۔ شاید یہ ادا ہی اللہ تعالیٰ کو پسند آگئی اور میرے خیال میں پورے حلقے میں ایک حافظ عبدالرزاق چکوال والے اور ایک میں اور ایک شاید کرنل مسعود صاحب، ہم تین آدمی ہوں گے جنہوں نے اتنا وقت دیا ہو یا اتنا وقت حضرت جی (مولانا اللہ یار

خان رحمۃ اللہ علیہ) کے پاس رہے ہوں۔

اس طرح مَیں آپ سے مطالبہ یہ کروں گا کہ یہ دنیا اور اس دنیا کی نعمتیں بہت عارضی ہیں، جبکہ ہم ٹھیکیدار بنے ہوئے ہیں اپنے بچوں کے، کہ جی اُن کے لیے روٹی کما رہے ہیں، وقت نہیں ملتا۔ یار اس جھنجھٹ سے نکلو، تھوڑا سا وقت نکالو اللہ تعالیٰ کے لیے۔ یہ زندگی بہت عارضی ہے بلکہ بہت ہی عارضی ہے، ہمارے باپ دادا سب چلے گئے۔ ہم نے بھی اس دنیا سے چلے جانا ہے اور یہ بھی مت سوچیں کہ ہم نے ضرور 100 سال یا 68 سال گزارنے ہیں۔ پتہ نہیں کب بلاوا آ جائے، ہمارے کتنے پیارے ساتھی ہم سے بچھڑ گئے۔ جمال، جس نے دارالفیضان کی زمین خریدنے کا اہتمام کیا، ساری دوڑ دھوپ کی۔ مَیں نے صرف دستخط کیے تھے، باقی سارا کام اُس نے کیا تھا۔ اب کہاں ہے؟ ہمارے دوست اور Colleague (ساتھی، شریکِ کار) پروفیسر مکرّم صاحب کہاں ہیں، کتنے پیار سے آتے تھے۔ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر چلے گئے، چھوٹے چھوٹے بچے رہ گئے۔ تو کوئی پتہ نہیں، کوئی ضمانت نہیں ہمارے پاس کہ ہم نے ضرور 60 سال کے بعد ریٹائرمنٹ لینی ہے۔ یہ جو ٹائم ہے اس کو یوں ہی نہ سمجھیں۔ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ کوشش کریں۔

پتہ ہے، یہ جو مَیں نے آپ کو روحانی پرواز کرائی ہے، کتنی تیزی سے کرائی ہے اور اب بھی جس میں طلب دیکھتا ہوں اور اگر وہ دارالفیضان آنے کی زحمت کرے تو فوری طور پر مقامات طے کرا دیتا ہوں۔ یہاں پر میجر بھٹی صاحب ہوں گے، پرسوں آئے، کہنے لگے کہ میری سفارش فرمائیں۔ مَیں نے کہا کہ کیا سفارش؟ کہ جی مجھے کچھ اور ملے۔ تو مَیں نے کہا کہ اللہ کے بندے! ایک سال کے اندر مَیں تمہیں دربارِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لے گیا۔ اب اور کونسا مقام ہے کہ مَیں تمہاری سفارش کروں؟ بات دراصل یہ ہے کہ اس نعمت کا آپ لوگوں کو پتہ ہی نہیں کہ یہ کتنی اونچی بات ہے۔ آپ سمجھتے ہیں کہ کمالؔ صاحب انگلی پکڑتے ہیں اور لے جاتے ہیں، یہ کوئی معمولی بات نہیں۔ اہلِ برزخ پتہ ہے کہ کیا کہتے ہیں؟ داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی محفل تھی، فرمانے لگے: جی کمالؔ صاحب کی کیا بات ہے، ''یہ تو گدھوں کے گلے میں ہیروں کی گانی ڈالتے ہیں''۔ وہ میرے مشائخ ہیں، لیکن اُن کا تاثر یہ تھا، مراد یہ تھی کہ یہ جو نعمت سالہا

سال کی ریاضتوں کے بعد دینی چاہیے، یہ شخص فوراً دے دیتا ہے۔ لیکن میری مجبوری ہے، مَیں آپ پر احسان نہیں کر رہا ہوں۔

جب میرے حلقے میں 40 آدمی داخل ہو گئے، جنہوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کر لی تو نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا کہ بیٹے! اب چالیس تمہارے اپنے ساتھی ہو گئے ہیں، اب اُن کی ڈیوٹی لگائیں۔ یہ کوئی عام سی بات نہیں کہ آپ نے بیعت کر لی اور مَیں نے بیعت کرادی، آپ نے ذکرِ اسمِ ذات کیا یا نہ کیا، بلکہ یہ بہت اہم بات ہے کہ ہماری روحانی ڈیوٹیاں لگتی ہیں اور ڈیوٹیاں بہت اہم ہوتی ہیں۔ جس طرح ظاہری طور پر آپ دیکھتے ہیں کہ اُوپر صدر یا وزیرِ اعظم اور نیچے گاؤں کا پٹواری ہے۔ انتظام کے لیے ایک سلسلہ چل رہا ہے۔ .A.C ہے، .D.C اور کمشنر ہے اور کام چل رہا ہے۔ اسی طرح روحانی ڈیوٹیاں ہوتی ہیں۔ اب میری مجبوری یہ تھی کہ مَیں جلدی سے جلدی اپنی ٹیم بنانا چاہتا تھا۔ مَیں نے شروع میں ایسا بھی کیا کہ جب پہلے 40 ساتھیوں کی ڈیوٹی لگائی تو مَیں نے جو درود شریف پڑھا ہوا تھا، وہ ایک ایک کروڑ اپنے اُن ساتھیوں کی طرف سے نذرانۂ عقیدت پیش کیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! اِن کے پاس تو کچھ نہیں ہے۔ مَیں اپنی طرف سے آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں ایک ایک کروڑ درود شریف پیش کر رہا ہوں۔ وہ جو ایک ایک کروڑ درود شریف پیش کیا گیا وہ دراصل اُن میں خصوصی توجہ کے ذریعے ایک استعداد پیدا کی گئی، کیونکہ اُن کو روحانی ذمہ داریاں سنبھالنے کی قوّت دی جا رہی تھی۔

یہ جو آپ دیکھ رہے ہیں کہ کشمیر میں ہلّا گُلاّ ہو رہا ہے، بوسنیا میں ہو رہا ہے، شیشان (چیچنیا) میں ہو رہا ہے۔ یہ ایسے ہی نہیں ہو رہا، اس کے پیچھے کوئی کام ہو رہا ہے اور جو کام کر رہے ہیں وہ گمنام ہیں، کوئی جاننے والا نہیں ہے۔ اس کے لیے مجھے ضرورت ہے ورکروں کی۔ مَیں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میرا تو خیال تھا کہ یہ کتاب حالِ سفر چھپے گی تو پاکستان میں کوئی انقلاب آ جائے گا، یا تو لوگ اتنا ہجوم کریں گے کہ مجھے سنبھالنا مشکل ہو جائے گا، یا یہ کہ کفر کے اتنے فتوے لگیں گے کہ میرا بچنا مشکل ہو جائے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''بیٹے! پریشان نہ ہوں، میں تمہیں مثال دے رہا ہوں کہ جتنے

سلاسل چل رہے ہیں، اُن میں جب کوئی آدمی بیعت کرتا ہے تو یوں سمجھ لو کہ وہ میری روحانی فوج میں شامل ہو گیا ہے، اُس میں رنگروٹ بھرتی ہو گیا ہے۔ اب وہ زیادہ سے زیادہ ترقی کرے گا تو نائب صوبیدار بن جائے گا لیکن تیرے ہاتھ پر جو بیعت کرے گا، وہ کمیشن لے گا۔ اور اگر بہت نالائق ہو گا، جرنیل نہیں بنے گا تو کم از کم میجر، کرنل تک تو پہنچ ہی جائے گا۔'' پھر فرمایا (ﷺ) کہ ''جو شخص تیرے پاس دُعا کرانے کے لیے آتا ہے، دنیاوی کام کے لیے آتا ہے یا کوئی دَم کرانے کے لیے آتا ہے، وہ Already (پہلے ہی) کسی سلسلے میں ہوتا ہے اور جب تمہارے پاس آتا ہے تو اُسے تمہاری توجہ مل جاتی ہے۔ اس طرح تیرے پاس جو چند منٹ کی اُس کی نشست ہوتی ہے، اُس کی برکت سے وہ فوراً صوبیدار یا صوبیدار میجر رینک پر پہنچ جاتا ہے۔ اس طریقے سے تمہارا کام چلتا رہے گا، تم پریشان نہ ہو۔ اصلی کام تو تمہارا اہلِ برزخ نے کرنا ہے۔''

اب جو مجھے فکر لاحق ہے اور جس کے لیے مَیں نے اتنی تفصیل باندھی ہے، وہ یہ بتانا ہے کہ آپ نے دیکھا ہے کہ کتاب حالِ سفر میں، مَیں نے اپنے سارے اوراد کو بڑا محدود کر دیا ہے۔ بسم اللہ شریف، کلمہ طیبّہ، تیسرا کلمہ، اِستغفار اور مخمساتِ عشر۔ مخمساتِ عشر میں سورۃ الفاتحہ، سورۃ الکوثر، سورۃ اخلاص، سورۃ الفلق، سورۃ النّاس وغیرہ شامل ہیں۔ یہ آپ نے صبح وشام پانچ پانچ مرتبہ پڑھنے ہیں اور جو پہلے چار اوراد ہیں، وہ آپ نے صبح وشام سو سو دفعہ پڑھنے ہیں۔ باقی سارا ٹائم آپ نے درود شریف کے لیے وقف کرنا ہے۔ اب مجھے ڈر ہے کہ زندگی کا کوئی پتہ نہیں کہ کب بلاوا آ جائے۔ بلکہ مَیں تو سمجھتا ہوں کہ پرسوں مجھے بلاوا آنے والا تھا۔ ایسے ایکسیڈنٹ ہوا کہ مجھے نہیں سمجھ آ رہی کہ میں کیسے بچا ہوں۔ ایک منٹ، ایک سیکنڈ میں مجھے یوں پتہ چلا کہ مَیں گیا، مَیں ختم ہو چلا ہوں، لیکن جب مَیں اُٹھا تو مَیں بالکل صحیح سلامت تھا، صرف ایک معمولی سی خراش کہنی پر آئی تھی۔ زندگی کا کیا پتہ ہے۔ مَیں ویگن پر بیٹھا، ابھی مَیں نے پکڑا ہی تھا، ہاتھ اُوپر ہی کیا تھا کہ ویگن والے نے ایکدم گاڑی چلا دی۔ میرا ہاتھ چھوٹا، مَیں چکرا کر گرا، مَیں تو سمجھا پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے۔ لڑکے کھڑے ہوئے تھے، وہ دوڑتے ہوئے آئے۔ اُنہوں نے رش کیا کہ ویگن کو پکڑیں، ویگن والا فوراً دوڑا، ہاتھ جوڑے۔ مَیں نے کہا

بیٹے! تم بھاگ جاؤ، یہ کالج کے لڑکے ہیں، تمہاری بوٹیاں نوچ لیں گے۔ انہیں جب پتہ چلے گا کہ تم نے پروفیسر صاحب کو گرایا ہے تو تمہاری خیر نہیں، تم بھاگ جاؤ مَیں ٹھیک ہوں۔ مَیں بتا یہ رہا تھا کہ زندگی کا کوئی پتہ نہیں۔

آپ کو جو مَیں وصیّت کر رہا ہوں، تاکید کر رہا ہوں وہ یہ ہے کہ خدا کے لیے میرے سلسلے میں کوئی ملاوٹ نہ کیجیے گا کسی قسم کی بھی، ورنہ برکات اُٹھ جائیں گی۔ اگر آپ نے ان چیزوں کے علاوہ کوئی اور چیز، کوئی وِرد وظیفہ کسی کتاب سے پڑھ کر شامل کیا تو برکات میں کمی آ جائے گی۔ اس لیے میرے دونوں بیٹے موجود ہیں (تابش کمال، مراد کمال)، وہ بھی سُن لیں اور میرے صاحب مجاز ساتھی جو پُرانے ہیں وہ بھی سُن لیں کہ جو درود شریف کی برکات ہیں وہ اتنی زیادہ ہیں کہ آپ تصوّر بھی نہیں کر سکتے۔ مجھ میں کوئی سرخاب کا پَر نہیں لگا تھا کہ اتنا بڑا مقام مجھے اتنی جلدی مل گیا اور اتنا بڑا کام مجھ سے لیا جانا مقصود ہوا۔ اب بھی جو ہماری ترقی ہو رہی ہے، وہ درود شریف کی برکت سے ہوئی ہے۔ اس طرح میرے بعد بھی یہ سلسلہ اسی طرح چلانا ہے۔ اب مثال کے طور پر ہوتا کیا ہے کہ بزرگوں نے تو ایک طریقہ چلایا۔ اب جو بعد میں آتے ہیں، وہ چیز اپنے بزرگوں سے حاصل نہیں کر پاتے، ریاضت نہیں کرتے۔ اب بزرگ دنیا سے تشریف لیجاتے ہیں، دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں تو پھر اُن کی دستار بندی ہو گی۔ صاحبزادہ صاحب بیٹھ گئے، پھر سلسلہ چل پڑا، لیکن وہ برکات اُٹھ چکی ہوتی ہیں۔ نتیجہ کیا ہوتا ہے کہ لوگوں کو وہ روحانی تربیّت نہیں ملتی جو ملنی چاہیے۔

اب یہ جو آپ نے تھوڑی دیر پہلے دیکھا ہے کہ مَیں نے مقامات طے کرائے، دربارِ اقدس ﷺ پہنچایا۔ یہ کوئی خیالی بات نہیں تھی۔ یہاں پر لوگ بیٹھے ہوئے ہیں جنہوں نے مشاہدہ کیا ہے اور یہ مَیں نہیں کراتا ہوں، پہلے بھی کراتے رہے ہیں۔ جس طرح کتاب میں، مَیں نے سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ دیا وہ فرماتے ہیں کہ ”فقیر فنا فی اللہ صاحبِ حضور ہوتا ہے۔ اُس کے لیے مجلسِ محمدی ﷺ میں لے جانا کوئی مشکل نہیں ہوتا اور جو ایسا نہیں کر سکتا وہ رہبر نہیں، رہزن ہے۔“ مَیں نے کتاب میں تھوڑی سی وضاحت کی ہے کہ جتنے خانوادے چل رہے ہیں، وہ بیعتِ طریقت نہیں کراتے، بیعتِ شریعت کراتے

ہیں۔ جہاں آپ نے کسی بزرگ کی بیعت کی، وہ کہتے ہیں: بیٹے! ذکر کرو، نماز پڑھو، اچھے کام کرو، بُرے کام چھوڑو، یہ بیعتِ شریعت ہے۔ بیعتِ طریقت کا اُنہوں نے کبھی دعویٰ ہی نہیں کیا کہ میری بیعت کرو، مَیں تمہیں وہاں لے جاتا ہوں۔

اس لیے یہ جو نسبت آپ کو عطا کی گئی ہے، یہ بہت اونچی ہے۔ اس کی قدر کریں، شکر کریں۔ مَیں تو خود بعض اوقات سمجھتا ہوں کہ جو آدمی میری بیعت کرتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کا کوئی بڑا ہی لاڈلا ہے کہ تقریباً سات کروڑ تو مرد پاکستان میں ہوں گے۔ پاکستان کی آبادی تقریباً بارہ کروڑ ہے۔ چلو سات کروڑ نہ ہوں گے، چھے کروڑ ہوں گے۔ اُن میں سے کتنے ہیں جنہوں نے میری بیعت کی ہے۔ زیادہ سے زیادہ 40-50 ہزار افراد ہوں گے اور اُن میں سے کتنے آدمی ہیں جو باقاعدگی سے آتے ہیں۔ اُن میں سے 4-5 سو آدمی ہیں جو باقاعدگی سے آتے ہیں۔ جن میں کچھ استعداد ہے، جو چل رہے ہیں۔ تو اس طرح سے یہ نعمت بانٹنے میں مَیں نے بخل سے کام نہیں لیا۔ آپ بھی ہمت سے کام لیں اور کوشش کریں کہ جو نعمت ملی ہے یہ آگے چلے، یہ ماند نہ پڑ جائے۔

اب ایک اور بات آپ نے دیکھا ہوگا کہ جب بڑے بزرگ دنیا سے رخصت ہوتے ہیں اور اُن کے پیچھے جو جانشین ہوتے ہیں، جتنے اُن کے صاحبزادگان ہوتے ہیں، اُن کے اپنے اپنے دائرہ اثر ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر مراد کے جو ساتھی ہیں، ملنے والے ہیں، اُن کی عقیدت اُس کے ساتھ ہوگی۔ جو تابش کے ملنے والے ہیں، ان کی عقیدت اُس کے ساتھ ہوگی اور ثاقب کے ملنے والوں کی ثاقب کے ساتھ ہوگی۔ اور جب کمالؔ صاحب رخصت ہوں گے تو کہیں گے: ثاقب صاحب! آپ میں ماشاءاللہ کیا خوبی ہے، آپ کو جانشین ہونا چاہیے۔ تابش کے ساتھی کہیں گے کہ تابش صاحب آپ میں کیا کمی ہے، آپ کو جانشین ہونا چاہیے۔ تو کیا ہوگا کہ تین گدیاں ہو جائیں گی۔ پھر آگے کیا ہوگا کہ چند نسلوں بعد یہ گدیاں اور گدیوں میں بٹیں گی۔ تو آپ دیکھتے ہیں کہ جتنی بھی بڑی بڑی گدیاں تھیں، وہ کئی کئی گدیوں میں تقسیم ہو چکی ہیں اور مجھے یہ ڈر ہے۔

چیچنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ گھروں میں قرآنِ پاک رکھنے تک کو ممنوع قرار دے دیا گیا، مسجدوں

میں تالے لگا دیئے گئے، اذانیں دینا بند کر دی گئیں، نماز پڑھنا جرم قرار دے دیا گیا۔ لیکن اس کے باوجود اُن کے آباؤ اجداد کی رگوں میں اللہ کے نام کے ذکر کی جو برکات تھیں۔ آج جب انہیں تھوڑا سا وقت ملا، تھوڑی سی قوّت ملی تو وہ اُٹھے اور اُنہوں نے دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ہے۔ مَیں اس کو ایک اور زاویے سے دیکھتا ہوں۔ لوگ تو کہتے ہیں کہ وہاں پر ظلم ہو رہا ہے۔ مَیں سمجھتا ہوں کشمیر میں، بوسنیا میں، چیچنیا میں اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں پر ایک خاص کرم کیا ہے کہ اُنہیں شہادت کی نعمتِ عظمیٰ اتنے وسیع پیمانے پر عطا کی ہے۔ ہم جو ولی اللہ بنے پھرتے ہیں، ہم تو ابھی امتحان میں ہیں۔ مگر وہ نوجوان جو اپنے دل میں ترنگ پاتا ہے، اُمنگ پاتا ہے، گھر والوں کو بتائے بغیر میدانِ جہاد میں جا پہنچتا ہے اور شہید ہوتا ہے، وہ تو کامیاب ہو گیا، پاس ہو گیا۔ اور یہ بہت بڑی سعادت ہے۔ اولیاء اللہ بھی یہیں بیٹھے رہیں گے، علماء کرام بھی بیٹھے رہیں گے، وعظ و تبلیغ بھی کرتے رہیں گے۔ لیکن وہ سرفراز ہوں گے اللہ تعالیٰ کے قرب سے۔ لیکن ہم کیا کریں؟ حیف ہے، کشمیر تو بڑی دور ہے، کشمیر تو ہماری شہ رگ ہے۔ ہم جو یہاں بیٹھے ہیں اگر آج خدانخواستہ آزاد کشمیر اُس کے پاس چلا جائے اور منگلا کی پہاڑی سے فائر کیا جائے تو یہ دینہ اور جہلم تباہ ہو جائیں، ہماری شہ رگ اُس کی گرفت میں آ جائے۔ لیکن ہم کیا کر رہے ہیں، بے حسی کا یہ عالم ہے، رونا آتا ہے۔

کالج میں کچھ لڑکے کشمیر فنڈ کے لیے چندہ اکٹھا کر رہے تھے۔ وہ لڑکے میرے پاس آئے، مَیں بیٹھا ہوا تھا۔ کچھ پڑھ رہا تھا کہ ایک کاپی میرے سامنے آ گئی۔ مَیں نے کہا کیا ہے بیٹے! کہنے لگا جی کشمیر فنڈ کے لیے کچھ دیں۔ مَیں نے ہاتھ ڈالا، میری جیب میں اتفاقاً 500 کا نوٹ تھا۔ مَیں نے نکالا اُس کو دے دیا۔ اُس لڑکے کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ سر! عجیب بات ہے، مَیں نے کہا کیا؟ کہنے لگا: جی ابھی ہم سب پروفیسروں کے پاس گئے ہیں، اکثر نے تو ہمیں ٹرخا دیا اور چند ایک نے دیے بھی ہیں تو کسی نے 10 روپے دیے ہیں اور کسی نے 15 روپے۔ بڑی محنت کرنا پڑی ہے، بڑی منتیں کرنا پڑی ہیں۔ اور آپ جو ہیں آپ نے 500 کا نوٹ ہمارے ہاتھ پر دھر دیا ہے۔ مَیں نے کہا کہ بات یہ ہے کہ آپ میرا کام کر رہے ہیں۔ یہ آپ کا کام نہیں ہے، یہ میرا کام ہے۔

آج مَیں آپ سے عرض کر رہا ہوں کہ آپ سب کو پتہ ہے کہ مَیں اُن پیروں میں سے نہیں ہوں کہ آپ کی جیبوں پر میری نظریں ہوں۔ اللہ کا خاص کرم ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی جناب سے روٹی کا بہت اچھا بندوبست کر رکھا ہے۔ بیٹے جو ہیں، وہ بھی کسی حد تک بارو زگار ہیں، مجھے کسی قسم کا کوئی لالچ نہیں۔ آپ جمعے کو جو دس، پندرہ روپے میری جیب میں ڈالتے ہیں۔ وہ میری جیب میں جاتے ضرور ہیں لیکن وہ میری ذات یا میرے بچوں پر خرچ نہیں ہوتے۔ کچھ بیوائیں اور کچھ یتیم، کچھ مستحقین کی ایک لسٹ میرے پاس ہے، اُن کو مَیں دے دیتا ہوں۔

مَیں عرض کر چکا ہوں کہ پرسوں جو میرا ایکسیڈنٹ ہوا، اللہ تعالیٰ نے رکھا۔ لیکن کوئی گارنٹی نہیں ہے کہ کب بلاوا آ جائے، کیونکہ مَیں نے بہت پہلے درخواست دے رکھی ہے کہ مجھے بلائیں، لیکن وہاں (ﷺ) سے جواب یہ ہے کہ یہ کام کون کرے گا؟ یہ جو تو نے وسیع حلقہ پھیلا دیا ہے، اتنے محاذ کھول لیے ہیں، یہ محاذ کون سمیٹے گا؟ تو مَیں نے عرض کیا: یہ تینوں ماشاء اللہ جوان ہیں، سنبھال لیں گے۔ تو فرمایا (ﷺ) کہ ان کا ابھی ٹائم نہیں ہے۔ جب سنبھالنے کے قابل ہوئے تو تجھے بلا لیا جائے گا۔ تو بہر کیف کوئی پتہ نہیں کہ کب بلاوا آ جائے، جلدی بھی آ سکتا ہے۔ رمضان شریف کے پچھلے جمعے کو جو اجتماع ہوا تھا، اُس میں اتفاق سے مراد (حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے) آیا ہوا تھا۔ ویسے تو ہر محفل میں تینوں بھائی بہ نفسِ نفیس ہوتے ہیں۔ جب دربارِ اقدس ﷺ میں پہنچے اور اُس نے سارا اپنا پلان Display (دکھانا، ظاہر کرنا) کیا تھا۔ یہ سارے ساتھی دیکھ رہے تھے۔ اور میرے لیے یہ بہت بڑا اعزاز تھا۔ میری آنکھیں بھر آئیں۔ حضور نبی کریم ﷺ اس پر خصوصی توجہ فرما رہے تھے اور اُسے فرمایا کہ اپنے ساتھیوں میں جو خصوصی ساتھی ہیں جو کہ تمہارے مشن میں تمہارے ساتھ ہیں، اُن میں انعامات تقسیم کرو۔

یہ بہت بڑا اعزاز تھا کہ اسٹیج پر اُس نے اپنے ساتھیوں میں انعامات تقسیم کیے۔ اس کے بعد میز کے سامنے ایک تاج پڑا ہوا تھا، حضور ﷺ نے اُٹھایا اور اس کے سر پر رکھ دیا۔ وہ منظر جو مَیں نے دیکھا، عجیب میری کیفیت تھی (آپ پر رقت طاری ہو گئی)۔ اب آگے کا جو منظر ہے، وہ اور بھی کچھ عجیب تھا

اور وہ منظر شاید ان ساتھیوں نے بھی مشاہدہ نہیں کیا ہوگا۔ کیونکہ یہ جو کشف ہوتا ہے، اس میں مشاہدات جتنا نبیِ کریم ﷺ چاہتے ہیں، اتنا کراتے ہیں۔ اور مَیں نے مراد سے پوچھا کہ بیٹے! تمہاری کیا کیفیات تھیں؟ تو اُس نے کہا کہ جب وہ تقریب ہوگئی اور مجھے تاج عطا ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ بیٹے! سامنے آؤ۔ کہتا ہے کہ میرے ذہن میں یہ خیال گزرا کہ کیونکہ مجھے آج خصوصی تاج عطا ہوا، خصوصی میرٹ عطا ہوا ہے اور خصوصی امتیاز بھی حاصل ہوا ہے اور شاید دونوں بھائیوں پر مجھے Seniority (فوقیت، برتری) حاصل ہوگئی ہے۔ کہتا ہے کہ میں درمیان میں کھڑا ہوگیا کہ میں نے تاج پہنا ہوا ہے۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ بیٹے! تم چھوٹے ہو، ثاقب کو درمیان میں کھڑا ہونے دو۔ ثاقب درمیان میں آ گیا۔ میں نے سوچا کہ شاید یہ عمر میں بڑا ہے، میں دائیں طرف کھڑا ہوگیا۔ تو پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ بیٹے! تم چھوٹے ہو، تم بائیں کھڑے ہو، دائیں تابش کو کھڑا ہونے دو۔ تو پھر کہتا ہے کہ یہ Change (تبدیلی) ہوئی۔

اس کے بعد حضور ﷺ اُٹھے، ہمارے پاس آئے، اپنا ہاتھ نیچے رکھا۔ فرمایا (ﷺ) کہ اپنے ہاتھ رکھو۔ ہم تینوں نے آپ ﷺ کے دستِ مبارک پر ہاتھ رکھے اور آپ ﷺ نے دوسرا ہاتھ ہمارے ہاتھوں پر رکھا اور ارشاد فرمایا کہ "آپ تینوں نے اکٹھے رہنا ہے۔" مراد مجھ سے پوچھنے لگا کہ ابا جی! مجھے سمجھ نہیں آئی کہ اس سے کیا مراد ہے۔ مَیں نے کہا اب مَیں بتاتا ہوں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ میرے بعد آپ نے الگ الگ گدیاں نہیں بنا لینی ہیں۔ آپ نے سلسلے کو ایک ہی مرکز دارالفیضان پر رکھنا ہے اور اُس کی صورت یہ ہوگی اور اب مَیں اعلان کرنے لگا ہوں۔ آپ کو بھی بتا رہا ہوں کہ جب بھی میرا وصال ہو، انتقال ہو، تو آپ نے ان تینوں کو ایک جیسا مقام دینا ہے، یہ نہ ہو کہ ایک کو اُٹھا دیں اور ایک کو بٹھا دیں۔ مَیں آپ کو بتاتا ہوں کہ جس طریقے سے بھی آپ روزی کما سکتے ہیں، کمائیں۔ مگر سلسلہ ایسے چلے گا کہ گھر میں جو بھی بھائی موجود ہو، باہر سے کوئی ساتھی آتا ہے، جو بھی ساتھی آتا ہے، جس بھائی کے پاس آتا ہے، وہ بیعت کر لے اور اُس کو سبق دے دے۔ آگے فیض ہے، وہ ان شاء اللہ جیسے کہ مَیں نے کتاب میں عرض کیا ہے کہ جو صاحبِ سلسلہ ہوتے ہیں، دنیا سے اوجھل ہونے کے بعد بھی

ان کی کمانڈ ہوتی ہے۔سبق آپ دیں گے لیکن توجہ میری ہوگی۔اور یہ حضور ﷺ نے مجھے فرمایا ہے کہ جس طرح تیرا سلسلہ چلے گا اور میں (ﷺ) ذاتی توجہ دوں گا، اسی طرح تیرے بعد بھی سلسلہ تُو خود چلائے گا۔کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے بعد آپ آپس میں گڑ بڑ کرنے لگیں، تماشہ بنا دیں۔جس طرح ہمارے حضرت جی (مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ) کے بعد ہوا ہے۔

جہاں تک اہلیت کا تعلق ہے، ایک نیا ساتھی بھی اگر آئے اور مَیں اُس کو چاہوں تو دو منٹ کے ذکر کے بعد اُس کو دربارِ اقدس ﷺ لے جا سکتا ہوں۔یہ مجھے اجازت ہے اور ایسے کیا ہے مَیں نے۔ لیکن اب مَیں نے توقف کیا ہے اور سبق دینے میں کچھ وقت لیتا ہوں۔اسی طرح جو بھی شخص ان کے پاس آئے گا، سبق لے گا۔معیار ایک ہی ہے کہ نماز پڑھتا ہے، ذکر کرتا ہے، درود شریف کی اُس کی کیا تعداد ہے۔ بڑے گناہ جو ہیں اُن سے بچا ہوا ہے، صغیرہ گناہ جو ہیں وہ ظاہر ہے انسان ہے فرشتہ نہیں بن سکتا۔ یہ بنیادی شرائط ہیں، اس کے بعد ان شاء اللہ فیض ملتا رہے گا۔ یہ مجھے بھی پتہ ہے کہ مجھ سے ہزاروں نہیں بلکہ سینکڑوں نے ہی فیض لینا ہے اور میرے بعد تو ظاہر ہے اس میں اور کمی آئے گی۔ پھر اس کے بعد آپ کوشش یہ کریں کہ یہ سلسلہ آگے بڑھے اور اس میں آپ ذوق وشوق سے دعوت دیں۔ اگر لوگ مذاق اُڑاتے اور تمسخر کرتے ہیں تو بددل نہ ہوں۔اب کوئی نبی نہیں آئے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو لوگوں تک پہنچائے۔اب علماء اور مشائخ نے یہ پیغام پہنچانا ہے۔ظاہری درس وتدریس علماء نے کرنی ہے اور روحانی کیفیات مشائخ نے پہنچانی ہیں۔اب اگر کوئی مذاق اُڑاتا ہے تو اُسے بُرا نہ مانیں۔آپ کا کام یہ ہے کہ اَللّٰہ کے نام کی دعوت دے دیں کہ بھائی اس میں سکون ملتا ہے، اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے۔اس کے بعد آگے کی بات جو ہے، وہ چھوڑ دیں۔اگر اُس کے نصیب میں ہے تو آ جائے گا، سبق لیتا رہے گا۔ اگر نہیں تو آپ سو کرامتیں اُس کو دکھاتے رہیں، وہ ٹَس سے مَس نہیں ہوگا۔

شروع شروع میں لوگ کہتے تھے کہ شاید ہمیں نظر آ جائے تو ہمارا یقین پختہ ہو جائے۔میرا تجربہ ہے کہ یہاں پر ساتھی موجود ہیں، مدنی صاحب نے کئی ساتھیوں کو ذکر کرایا۔ پروفیسر مدنی صاحب کی

بات کر رہا ہوں، تو بیٹھے بیٹھے لڑکوں کو کشف ہو گیا، زیارتیں شروع ہو گئیں۔ بلکہ اس حد تک کہ دربارِ اقدس ﷺ میں پہنچتے ہیں تو کہتے ہیں کہ جی ایک صاحب ہیں، وہ بڑی شفقت فرما رہے ہیں اور ہم اُن سے پوچھ رہے ہیں کہ آپ کا نام کیا ہے؟ تو کہتے ہیں کہ باغ حسین کمالؔ۔ سر جی! باغ حسین کمالؔ کون ہیں؟ تو اُنھوں نے کہا کہ یہ میرے شیخ ہیں۔ تو ابھی وہاں پر جائیں گے، تمہاری ملاقات کرائیں گے۔ وہ آتے ہیں، ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ جی ہم نے آپ کو دربارِ اقدس ﷺ میں دیکھ لیا تھا۔ اب نام نہیں سنا ہوا، جانتے نہیں ہیں۔ جب مراقبہ کراتے ہیں تو وہاں پر ملاقات ہوتی ہے، یہاں آتے ہیں، پہچان لیتے ہیں۔

تو یہ جو انعام ہوتے ہیں، کشف کے انعامات، یہ دراصل آپ لوگوں کے لیے تسکین کا باعث بنتے ہیں، دلیل کا باعث بنتے ہیں، میری صداقت کا باعث بنتے ہیں۔ اور یوں سمجھ لیجیے کہ آپ کے یقین کو پختہ کرنے کے لیے ایک دلیل بنتے ہیں۔ تو یہ ضروری نہیں کہ جو آئے گا، جس کو بھی سبق دوں گا اُس کو ضرور زیارت ہو۔ لیکن زیارت ہو نہ ہو، وہاں تک ان شاء اللہ پہنچے گا ضرور۔ یہ میرا وعدہ ہے اور اس کی گارنٹی یہ ہے کہ اگر مَیں نے کسی کو یہ مراقبے کرائے ہیں، دربارِ اقدس ﷺ میں لے گیا ہوں، خانہ کعبہ شریف میں لے گیا ہوں اور وہ دنیا سے ذکر برقرار رکھتے ہوئے رخصت ہو گیا ہے تو ان شاء اللہ اگر وہاں پر جا کے اُس کو اس مقام پر رسائی حاصل نہ ہو، وہاں نہ پہنچے تو میرا گریبان، تمہارا ہاتھ اور اللہ تعالیٰ اور نبیٔ کریم ﷺ کی عدالت۔ اس سے بڑھ کر کیا ضمانت دی جاسکتی ہے؟

آپ کا ٹائم بہت لے لیا ہے۔ اب ہو گا یہ کہ وہ ساتھی جن کے ساتھ بیبیاں آئی ہوئی ہیں، وہ جلدی میں ہوں گے کھانے کے لیے، پہلے اُن کو کھانا کھلایا جائے اور وہ کھانا کھانے کے بعد مجھ سے مصافحہ کر کے گیٹ کے باہر اُن کا انتظار کریں تاکہ جب وہ باہر نکلیں تو اُن کے ساتھ آپ چلے جائیں۔ شکریہ۔

☆☆☆

☆8اپریل 1996ء سوموار

کوئی لمبی چوڑی تقریر کا پروگرام نہیں ہے۔وہی گزارش کرنی ہے، وہی تلقین ہے کہ اپنی عبادات ،اپنے معاملات اوراخلاق وکردار کا محاسبہ کرتے رہا کریں۔آپ خود ہی اپنے محاسب ہیں۔ ہرآدمی کواپنی خامیاں بہتر انداز میں پتہ ہوتی ہیں۔صرف احساس کرنے کی بات ہے۔رات کوسوتے وقت دیکھ لیا کریں،غور کرلیا کریں کہ آج دن کیسے گزارا۔کہاں کہاں غلطی ہوئی، کہاں کہاں وقت ضائع کیا، کس کس محفل میں فضول باتیں ہوئیں۔اُن سے بچا جا سکتا تھا،اُس وقت کو بہتر مصرف میں لایا جا سکتا تھا۔درود شریف بڑھایا جا سکتا تھا۔اللہ کرے کہ پچھلے سال کی طرح اب بھی ہم اس قابل ہوں کہ ہمارا جو ہدف ہے وہ پورا ہو چکا ہو۔پچھلے سال مَیں نے جیسا کہ عرض کیا تھا کہ سندھ کے ساتھیوں کی طرف سے پانچ کروڑ روزانہ کا درود شریف اکٹھا ہو رہا تھا۔ یہاں پنجاب کے ساتھیوں کی طرف سے تقریباً 66 کروڑ بنتا تھا۔تو سارا جمع کرنے سے ہمارے پاس جو ٹوٹل بنا،وہ تقریباً (19) اُنیس ارب تھا۔اوراس میں زیادہ تر کریڈٹ جو ہے وہ سندھ کے ساتھی جناب احمد علی قریشی صاحب کا ہے کہ اُنہوں نے سندھ میں کام کیا، ہمت کی، محنت کی، مختلف علاقوں میں ذاتی طور پر گئے اور جہاں تک خود نہ جا سکے،اپنے مریدوں کو،اپنے خلیفوں کواس کام پہ مامور رکھا۔نگرانی کرتے رہے،کوشش کرتے رہے اور یہ اتنا شاندار ہدف انہوں نے پورا کیا۔پچھلے سال انہیں خصوصی انعام سے نوازا گیا تھا۔جو صاحبِ کشف ساتھی ہیں وہ جانتے ہیں کہ ہمارے عام جو ماہانہ اجتماع ہوتے ہیں،اُن میں بھی کچھ ساتھیوں کو انعامات سے نوازا جاتا ہےاورسب سے بڑا کسی کوانعام ملتا ہے وہ تاج عطا ہوتا ہے۔مگر قریشی صاحب کوتاج اُس وقت نہیں ملا،اُس کی بجائے ایک انگوٹھی عطا کی گئی۔وہ انگوٹھی کیا تھی (آواز بھرا جاتی ہے) مجھے اگر کروڑوں تاج بھی میسر ہوں تو مَیں اُس ایک انگوٹھی کو حاصل کرنے کے لیے وہ کروڑوں تاج بھی پیش کرسکتا ہوں۔اس سے اندازہ لگالیں کہ وہ انگوٹھی کتنی مالیت کی ہوگی، کتنی قدر و قیمت کی ہوگی۔تو اس دفعہ بھی اُن کوکسی بہت بڑے انعام سے نوازا گیا ہے۔

دو ہی ہماری نسبتیں ہیں۔ایک ذکر کی نسبت اورایک درود شریف کی نسبت۔ ذکر تو تمام پیر

خانوں میں کسی نہ کسی شکل میں، کسی نہ کسی طریقے سے کرایا جاتا ہے۔ مگر اصلی جو قیمت ہوتی ہے وہ اُس نسبت کی ہوتی ہے جو اس گدی نشین کو اُوپر سے آ رہی ہوتی ہے اور وہ ودیعت ہوتی ہے۔ لیکن نسبتیں چلتے چلتے کمزور ہوتی چلی جاتی ہیں۔ نسبت جب ایک سلسلے کے ساتھ چلتی ہے تو اُوپر سے آتے آتے یہاں تک پہنچتے ہوئے اُس میں بہت کمی ہو چکی ہوتی ہے۔ لیکن جو سلسلہ آپ کا ہے، شجرہ آپ کو ملا ہوا ہے، یہ ہماری نسبت چونکہ اویسی طریقے پر براہِ راست نبی ءِ کریم ﷺ سے جُڑتی ہے اور مشائخ نے ذاتی طور پر، انفرادی طور پر مجھے اپنی نسبتوں سے نوازا اور آخر میں پھر نبی ءِ کریم ﷺ نے ذاتی طور پر خصوصی اپنی نسبت سے نوازا، تو یہ اسی کا اعجاز ہے کہ ساتھی اپنی تمام تر کوتاہیوں کے باوجود، اپنی تمام تر خامیوں اور نالائقیوں کے باوجود اتنی تیزی سے بلند پرواز ہوتے ہیں۔

درود شریف کا ٹوٹل، ساتھی کر رہا تھا۔ قریشی صاحب سے ابھی ملاقات نہیں ہوئی، اُن کو بھی اندازہ ہو چکا ہوگا۔ تو ہم کوشش یہ کریں کہ ہمارا یہ جو پانچ کروڑ روزانہ کا ہدف ہے اور یہاں پنجاب کو ملا کر وہ روزانہ کا پونے چھے کروڑ بن جاتا ہے، وہ برقرار رہے۔ اگر ہم آگے نہیں بڑھتے تو کم از کم اس کو قائم رکھیں۔ اور یہ تب ہی ہوگا کہ آپ روزانہ ذوق و شوق سے اپنی ڈائری بنائیں اور اُس ڈائری کو مکمل کریں اور دیکھیں کہ کل اگر میں نے پانچ ہزار پڑھا تھا تو آج کم کیوں ہوا۔ آپ کی کوشش یہ ہونی چاہیے کہ اگر آپ کا ٹارگٹ روزانہ دس ہزار کا ہے تو دس ہزار پانچ سو تو ہو سکتا ہے لیکن دس ہزار سے نیچے نہیں ہونا چاہیے۔ تو ماشاءاللہ مجھے پتہ ہے کہ انفرادی طور پر بعض ساتھی بہت تیزی سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو توفیق عطا فرمائے۔

جیسا کہ آپ جانتے ہیں، وقتاً فوقتاً مَیں کہتا رہتا ہوں کہ ہمارا کسی بھی سلسلے کے ساتھ کوئی تصادم نہیں ہے، کسی جماعت کے ساتھ، کسی سیاسی گروہ کے ساتھ ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ نہ ہی کسی مذہبی تنظیم سے ہمارا کوئی تعلق ہے، یعنی نہ سیاست کے ساتھ، نہ مذہبی گروہ کے ساتھ اور نہ ہی مذہبی تنظیم کے ساتھ۔ ہماری انفرادی حیثیت ہے اور اُس کی اپنی ایک شان ہے، پہچان ہے۔ اور جو لوگ دین کا کام کسی شکل میں بھی کر رہے ہیں، وہ سارے کے سارے ہماری شاباش کے مستحق ہیں۔ مَیں اُن کی

مساعیءِ جمیلہ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں، چاہے وہ دیوبندی ہیں، چاہے وہ بریلوی ہیں، چاہے وہ اہلحدیث ہیں۔ سارے کے سارے جتنے بھی کام کر رہے ہیں، وہ اسلام کا کام کر رہے ہیں۔ اسلام پر کسی کی اجارہ داری نہیں ہے کہ میں کہوں کہ میں ہی کام کر رہا ہوں، باقی کام نہیں کر رہے۔ خرابی یہیں پہ ہوتی ہے کہ ہر آدمی سمجھتا ہے کہ میں ٹھیک ہوں، دوسرے غلط ہیں۔ حالانکہ سب کو نبیءِ کریم ﷺ کے ساتھ عشق ہے، کسی نہ کسی شکل میں محبت ہے اور اُسی محبت کا اظہار وہ کر رہا ہے۔

تو آپ کو یہی تلقین ہے کہ جہاں کہیں کسی Quarter (جگہ، سمت، علاقہ، گروہ، ملک) میں ہمارے خلاف کوئی بات ہوتی ہے تو آپ خندہ پیشانی سے اُس کو برداشت کریں۔ آگے سے بحث مناظرہ نہ کریں، اپنی حیثیت مت منوائیں، نہ میری شان کو بڑھائیں۔ جو شان مجھے اللہ تعالیٰ نے، نبیٔ کریم ﷺ نے بخشی ہوئی ہے، وہ میرے لیے کافی ہے، اُسی پر میں اکتفا کرتا ہوں۔ میری کوئی خواہش نہیں ہے کہ سارے لوگ، پاکستان کے اور عالمِ اسلام کے مجھے بڑا مذہبی پیشوا قرار دیں۔ آپ دیکھتے ہیں کہ میری کام کرنے کی ایک الگ روش ہے اور وہ یہ کہ میں نام ونمود پسند نہیں کرتا۔ کبھی آپ نے اخبار میں میرا نام نہیں دیکھا ہوگا، کبھی یہ اشتہار نہیں دیکھا ہوگا کہ فلاں تاریخ کو اجتماع ہو رہا ہے، یہ ہو رہا ہے، وہ ہو رہا ہے۔ ہم اپنے انداز سے کام کر رہے ہیں اور سلسلہ ان شاءاللہ پھیل رہا ہے۔ میں کبھی کسی تبلیغی دورے پر گھر سے باہر نہیں گیا۔ لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ہماری نسبت مغرب میں امریکہ تک اور مشرق میں بعیدِ مشرق تک، فلپائن تک پہنچی ہوئی ہے۔ کسی نہ کسی شکل میں ساتھی یورپ میں بھی، امریکہ میں بھی کام کر رہے ہیں۔ ہماری صرف یہ کوشش ہونی چاہیے کہ ہم ذاتی طور پر اپنے آپ کو بہتر بنانے کی کوشش کریں۔ خامیاں مت ڈھونڈیں اور جب آپ کسی کو ذکر کی دعوت دیتے ہیں تو یہ مت سمجھیں کہ جو کچھ محبت آپ کے دل میں ہے، وہ اُس کے دل میں بھی فوراً گھر کر جائے گی۔ اُس نے آہستہ آہستہ آگے بڑھنا ہے۔ اُس کی خامیوں کو نظر انداز کریں، اُس کو جھڑکیں مت۔ اُس کی کوئی غلطی نوٹ کرتے ہیں تو اُس کو ٹوکیں مگر پیار سے، محبت کے ساتھ، ہمدردی کے ساتھ۔ ساتھیوں کو جوڑنے کی کوشش کریں، انہیں توڑیں مت۔ یہ جو تبلیغ ہے، یہ بہت ہی نازک سا

معاملہ ہوتا ہے۔

ہم نے پچھلے سالوں کی روش سے ہٹ کر اس دفعہ 8 اپریل کو سالانہ اجتماع کیا ہے۔اس کی کوئی خاص وجہ تھی۔ یہاں وضاحت کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ آٹھ اپریل کو کیوں ہوا، کوئی خاص وجہ تھی۔ بعض ساتھیوں کو پتہ ہے، باقیوں کو بتانے کی ضرورت نہیں، شکر الحمدللہ۔ کل موسم بہت خراب ہو گیا تھا، بارش ہو گئی، اولے پڑے، جھکڑ چلا۔ لیکن مَیں اپنی جگہ پریشان بھی تھا۔ دربارِ اقدس ﷺ میں معاملہ پیش کیا تو نبیءِ کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''پریشان ہونے کی بات نہیں ہے، میں ذاتی طور پر نگرانی کر رہا ہوں۔'' رات کو مطلع ابر آلود تھا لیکن جب دربارِ اقدس ﷺ میں، مَیں نے معاملہ پیش کیا کہ یہاں تو اولے پڑ رہے ہیں، یہاں تو جھکڑ چل رہے ہیں، تمبو اُڑنے کا خطرہ پیدا ہو رہا ہے۔ تو حضور نبیءِ کریم ﷺ مسکرائے اور فرمایا کہ ''بیٹے ! یہ تمہارا معاملہ نہیں ہے۔'' تو مجھے تسلی ہو گئی۔ مَیں بھی انسان ہوں، ظاہر ہے کہ دنیاوی لحاظ سے معاملات دیکھنے ہوتے ہیں۔ تو اس وقت مجھے پریشانی لاحق ہوئی جب بارش ہو رہی تھی اور پنڈال میں پانی آ رہا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے موسم خوشگوار ہو گیا۔ لیکن آئندہ ان شاء اللہ وہی سابقہ جو روش ہے وہ بحال رہے گی۔ اور ساتھی جو نہیں آ سکے، اُن کو بتا دیں کہ ان شاء اللہ آئندہ تیسرا جمعہ (اب چوتھا اتوار) مارچ کا، سالانہ اجتماع ہوا کرے گا۔ مزید کوئی ایسی مَیں تلقین نہیں کرنا چاہتا، لمبی چوڑی گفتگو بھی نہیں کرنا چاہتا، سیدھی سادی باتیں ہوتی ہیں۔ اصلی بات عمل کی ہے۔ علم تو میرے سے زیادہ آپ لوگوں کے پاس بھی ہو سکتا ہے۔ بنیادی بات یہی ہے کہ آپ کو پتہ چل گیا کہ ذکر کی بہت فضیلت ہے، قرآنِ کریم کی رُو سے بھی اور نبیءِ کریم ﷺ کے ارشادات کی رُو سے بھی۔ عرض یہ ہے کہ اس کو آپ نے باقاعدہ اپنی زندگی کا ایک مرکز بنا لینا ہے۔ کوشش کریں کہ آپ کا کوئی ذکر ضائع نہ ہو کیونکہ مجھے پتہ ہے کہ بعض ساتھی ماشاء اللہ پانچوں نمازوں کے عادی ہونے کے باوجود بعض اوقات کوتاہی کر جاتے ہیں۔ بھئی ! ذکر کو بھی آپ اتنی ہی اہمیت دیں جتنی آپ نماز کو دیتے ہیں۔ صوفی کے نزدیک نماز اور ذکر لازم و ملزوم ہیں۔

﴿قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ تَزَكّٰىۙ وَذَكَرَ اسۡمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰىؕ﴾ (سورۃ الاعلیٰ، آیت نمبر 15-14)

کامیاب ہو گیا وہ شخص۔۔۔اب یہاں پر کامیابی کی جو ضمانت دی گئی ہے،وہ دیکھ لیں۔ ’’کامیاب ہو گیا وہ شخص جس نے اپنے آپ کو صاف کرلیا، پاک کرلیا‘‘ تو آپ نے اپنی خامیوں، اپنی روحانی بیماریوں کو یعنی لالچ، حسد، جھوٹ، فریب، ریا، دغا، بددیانتی، خیانت، یہ جتنی روح اور دل کی بیماریاں ہیں ان کو کس ذریعے سے پاک، صاف کرنا ہے؟ ان کو آپ نے اللہ کے ذکر سے پاک کرنا ہے۔تو یہ سمجھ لیں کہ اس چھوٹی سی آیت میں سارا تصوّف وسلوک کا خلاصہ بیان کر دیا گیا ہے۔’’وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ‘‘ پہلے ہے’’فَصَلّٰى‘‘ بعد میں ہے کہ’’جو اپنے رب کے نام کا ذکر کرتا رہا اور نماز ادا کرتا رہا‘‘ تو یہ ترتیب جو ہے اس کو دیکھ لیں کہ ذکر کس درجہ اہمیت رکھتا ہے۔جب ذکر کی پابندی کریں گے تو ان شاءاللہ نماز کی پابندی خود بخود ہو جائے گی۔اور نماز بنے گی تب، جب آپ ذاکر بھی ہوں گے۔ذاکر کی نماز کوئی اور ہی شان رکھتی ہے۔اسی طرح جب مراقبات راسخ ہو جاتے ہیں،توجہ مرکوز ہو جاتی ہے تو پھر نماز میں کچھ اور چاشنی پیدا ہو جاتی ہے۔

تو کوشش کریں کہ ذکر میں باقاعدگی پیدا ہو اور اس میں خلل نہ پڑے۔درود شریف بھی بڑھانے کی پوری کوشش کریں اور ذکر کو پھیلائیں۔جیسا کہ مَیں نے پچھلی دفعہ عرض کیا تھا،آپ کو یاد ہو گا کہ مَیں نے بتایا تھا کہ جو ساتھی یہاں پر موجود ہیں، چاہے میری بیعت کی ہوئی ہے یا نہیں یا کسی بھی سلسلے کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں، وہ میرے بھی سفیر ہیں، میرے بھی نمائندے ہیں۔مَیں اُن کو دعوت دے رہا ہوں کہ وہ اپنے ساتھیوں کو، دوستوں کو، احباب کو ذکر کی دعوت دیں اور اُن کے ساتھ بیٹھ کر ایک منٹ کے لیے ذکر کر لیں تو ان شاءاللہ میری نسبت بھی اُن تک پہنچ جائے گی۔ساری عمر آپ میرے پاس نہ آئیں، آپ جب ذکر کریں گے تو ان شاءاللہ یہاں کی جو فیض کی لہر ہے آپ تک پہنچے گی اور یہ آپ کے ساتھی تک بھی پہنچ سکے گی۔مقصود جو ہے وہ ذکر کو پھیلانا ہے۔مجھے یہ قطعاً ہوس نہیں ہے کہ سارے لوگ میرے بیعت ہو جائیں، لاکھوں مرید ہوں۔مَیں سمجھتا ہوں کہ جو جہاں پر بھی ہے،فٹ ہے، ٹھیک ہے۔لیکن پیر خانوں میں بھی دیکھا گیا ہے کہ ذکر کو اتنی اہمیت نہیں دی جا رہی۔اس لیے میری آپ سے یہی درخواست ہے کہ آپ ذکر کو پھیلائیں۔پچھلی دفعہ اسلام آباد کا ایک ساتھی یہاں پر نہیں آ

سکا، ذکر میں شامل نہیں ہوا۔تو اُس نے اُس دن جمعے کی نماز کسی مسجد میں پڑھی۔ پھر اپنے کوارٹر پر چلا گیا،سو گیا۔تو اُس کو زیارت ہوئی نبی ءِ کریم ﷺ کی۔ ایک خواب اُس نے دیکھا کہ:

ایک گلی ہے، اُس میں وہ کھڑا ہے، نبی ءِ کریم ﷺ تشریف لاتے ہیں اور اُس سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ: ''دیکھو! یہ جو آج دنیا میں امتِ مسلمہ کو پریشانی ہے، مسلمان پریشان حال ہیں، اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اسمِ ذات کا ذکر چھوڑ بیٹھے ہیں۔ میں تمہیں تلقین کرتا ہوں کہ تم لوگوں کو اسمِ ذات کی دعوت دو۔'' اتنی بات کی ہے اور پھر ساتھ والے گھر میں چلے گئے۔ اندر اہلِ خانہ سے یہی بات کی ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں باہر یہی بات سُن رہا ہوں۔ پھر آپ ﷺ باہر نکلتے ہیں، دوسرے گھر میں داخل ہو جاتے ہیں۔ یہی بات وہاں بھی کہنے کی اُس کو آواز آتی ہے۔ پھر آپ ﷺ باہر نکلتے ہیں، تیسرے گھر میں چلے جاتے ہیں اور اُس اہلِ خانہ کو بھی یہی بات کہتے ہیں کہ ''بھئی! آپ لوگ جو ہیں ذکر کی پابندی کریں اور دوسرے لوگوں کو تلقین کریں کہ وہ ذکر کیا کریں''۔

اس ساتھی کو جب جاگ آئی تو اُس نے اپنے بڑے بھائی کو بتایا کہ مجھے یہ خواب آیا ہے۔ اُس نے کہا کہ حضرت صاحب کو جا کر بتاؤ۔ تو وہ میرے پاس دوسرے دن آیا تو مَیں نے کہا کہ یہی بات مَیں نے بھی ساتھیوں کو عرض کی تھی۔ مَیں نے جو بات یہاں پہ کہی، اُسی کی تصدیق نبی ءِ کریم ﷺ نے اُسی دن فرما دی اور یہ اُس کی قسمت میں تھا۔ نبی ءِ کریم ﷺ کی جو زیارت ہے بہت بڑا انعام ہے۔ تو مَیں نے کہا کہ مَیں اپنے تئیں ناراض ہو رہا تھا کہ تم میرے پاس کیوں نہیں آئے۔ کیونکہ پُرانے جو ساتھی ہیں اُن پر نظر ہوتی ہے۔ اگر وہ اہم موقع پر نہ آئیں تو نظر ڈھونڈتی ہے کہ وہ کدھر گیا ہے، کیوں نہیں آسکا۔ مَیں نے کہا کہ مَیں تو تیرے متعلق دل میں ناراض تھا کہ تم کیوں نہیں آئے، مگر یہ تمہارے نصیب میں تھا کہ میری بات کی تصدیق نبی ءِ کریم ﷺ نے فرما دی اور تیرے ذریعے سے فرما دی۔ سو یہی بات آج مَیں پھر دُہرا رہا ہوں کہ آپ نے اس ذکر کی دعوت کو آگے چلانا ہے۔ یہ مت سوچیں کہ لوگ آپ کا مذاق اُڑاتے ہیں یا آپ کی بات نہیں مانتے۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جب آپ کسی ایک آدمی کو بھی دعوت دیتے ہیں تو آپ کو اس کا اجر مل جائے گا۔ اب آپ یہ بھی نظر یہ بنا

لیں کہ آپ نے روزانہ کسی نہ کسی ایک ساتھی کو، کسی نہ کسی ایک آدمی کو ذکر کی دعوت دینی ہے۔کوشش کریں کہ آپ کے معمولات میں باقاعدگی پیدا ہو۔

اسی کے ساتھ آپ سے درخواست ہے کہ آئندہ بھی آپ کوشش کرتے رہیں کہ اگر مہینے میں نہیں آسکتے تو کم از کم تیسرے چوتھے مہینے یہاں، دارالفیضان آنے کی کوشش کریں۔ یہ دنیاوی جھمیلے تو ختم نہیں ہونگے۔ مجھے حیرت ہوتی ہے جب ساتھی کہتے ہیں کہ جی بڑی دنیاوی پریشانیاں ہیں، آپ دُعا کریں کہ یہ ختم ہو جائیں تو پھر ہم اسی کے ہو رہیں گے۔ بھئی! نہیں، دنیا کے جھمیلے، دنیا کی بھگدڑ تو لگی ہوئی ہے۔ اُس میں ہم دھنسے ہوئے ہیں، وہ تو آپ کو نہیں چھوڑے گی، یہ کام ہے، وہ کام ہے۔ کام آپ کو روکتے رہیں گے۔ یہی تو امتحان ہے کہ آپ کام کو پس انداز کریں، پیچھے چھوڑیں اور بھاگ کے ، دامن چھڑا کے، یہاں پر آئیں۔ اسی طرح نماز کا ٹائم ہو تو آپ کہتے ہیں کہ ابھی چارہ کاٹنا ہے، ابھی یہ کام کرنا ہے، وہ فائل رہ گئی ہے۔ یہ تو ایک امتحان ہوتا ہے۔ اگر یہ امتحان نہ ہو، آپ گھر بیٹھے کروڑ پتی بن جائیں۔ آپ کے صوفہ سیٹ لگے ہوں، آپ آرام سے بیٹھے ہیں اور ذکر کر رہے ہیں۔ یہ تو بات جنت میں ہی ہو گی۔ یہاں تو آپ نے دنیا کمانی ہے، دنیا کے جھمیلے ہیں، دنیا کی دُشواریاں ہیں۔ کامیابیاں، ناکامیاں، خوشیاں، غمیاں ہیں، سب کے ذائقے چکھنے ہیں۔

جہاں نبیءِ کریم ﷺ ، انبیاءِ کرامؑ ان جھمیلوں سے دامن نہیں چُھڑا سکے تو ہم کون ہوتے ہیں کہ یہ کہیں کہ پہلے تو ہماری دنیاوی خواہشیں پوری ہوں پھر اللہ تعالیٰ کو بھی دیکھ لیں گے۔ ایسی بات نہیں ہونی چاہیے، یہ تو سودا ہو گیا کہ پہلے اللہ تعالیٰ ہمیں دنیاوی کشائش عطا فرمائیں، اُس کے بعد ہم اللہ والے بنیں گے۔ یہی تو امتحان ہے کہ دنیا میں رہ کر اللہ والے بنیں (4)۔ جو حضرات خط لکھتے ہیں۔ مَیں مصروف ہوں، خاص طور پر آپ پُرانے ساتھیوں کو پتہ ہے کہ میری مصروفیت کیا ہے۔ مَیں ہر ایک کا جواب نہیں دے سکتا، اگر آپ دُعا کے لیے لکھتے ہیں تو یقیناً مَیں دُعا کرتا ہوں۔ جو مسئلہ آپ خط میں پیش کرتے ہیں، اس کے مطابق اگر دُعا کا کوئی مرحلہ ہوتا ہے تو مَیں کر دیتا ہوں۔ لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ اُس کا جواب بھی آپ کو ملے۔ جو بہت اہم بات ہو، کوئی ہدایت دینی ہو تو پھر مَیں جواب بھی

دے دیتا ہوں۔ اس لیے ساتھی پریشان نہ ہوا کریں کہ جی ہم خط لکھتے ہیں تو ہمیں جواب کیوں نہیں ملتا۔ جو دور دراز کے ساتھی ہیں اُن کا خط آنا چاہیے۔ خط آنے سے مجھے پتہ چلتا رہتا ہے کہ آپ کام کر رہے ہیں، اس طرح ایک رابطہ برقرار رہتا ہے۔ جزاك الله

جن ساتھیوں نے بیعت کرنی ہے، وہ آگے آجائیں۔ کسی نے کوئی بات کرنی ہے یا کوئی مسئلہ ہے تو وہ بھی آگے آجائے۔ اس کے بعد آپ سب کو اجازت ہوگی، جا سکیں گے۔

☆☆☆

☆16 مارچ 1997ء اتوار

میرے سلسلے کو دو خصوصی نسبتیں عطا کی گئی ہیں۔ ایک ذکرِ ''اسمِ ذات'' اور دوسری ''درود شریف'' کی نسبت۔ درود شریف کی جو خصوصی ترین نسبت ہمیں عطا ہوئی ہے، اس کا یہ اعجاز ہے کہ دو چار سو سے شروع کرتے ہیں اور بیس، پچیس، تیس حتّٰی کہ پچاس ساٹھ ہزار تک روزانہ پہنچ جاتے ہیں۔ جب مَیں نے درود شریف کا سفر شروع کیا جیسا کہ مَیں نے کتاب میں بھی لکھا ہے کہ میری خواہش تھی کہ ایک کروڑ کا سالانہ درود شریف دربارِ اقدس ﷺ میں پیش کر سکوں۔ اور جب وہ ایک سال میں پورا ہو گیا بلکہ گیارہ مہینوں میں پورا ہوا تو پھر اشتیاق بڑھا کہ اس کو آگے بڑھانا چاہیے۔ پھر ایسا ہوا جیسا کہ مَیں نے کتاب میں لکھا ہے کہ سوا دو لاکھ تک پہنچایا۔ آگے کہاں تک گیا وہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن میرے اکثر ساتھی بھی ایسے ہیں جو لاکھ، سوا لاکھ روزانہ پڑھتے ہیں۔

اور پھر میری ایک اور خواہش پیدا ہوئی۔ اب یہ قدرتی بات ہے کہ جب ایک خواہش، ایک آرزو پوری ہوتی ہے تو کتنی ہی دوسری آرزوئیں مچلتی ہیں، تو مَیں نے دربارِ اقدس ﷺ میں معاملہ پیش کیا، عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ ! آپ نے خصوصی ترین مہربانی فرمائی ہے اور مجھے جو اعزاز آپ ﷺ نے کرامت کے طور پر بخشا ہے کہ آپ ﷺ کی بارگاہ میں میری طرف سے روزانہ اتنا درود شریف کا نذرانہ پیش ہو رہا ہے، میری آرزو ہے کہ میرے جو سلسلے کے ساتھی ہیں، وہ میری زندگی میں اور اس کے

بعد بھی یہ سلسلہ جاری رکھیں۔ اور میرے سلسلے کے ساتھیوں کی طرف سے پیش کیا جانے والا درود شریف دیگر تمام سلاسل کے لوگوں کی طرف سے جو درود شریف پیش کیا جا چکا ہے یا کیا جائے گا، اُن سب کی نسبت بڑھ جائے۔ تو حضور ﷺ مسکرائے اور فرمایا کہ "تیری یہ خواہش پوری ہوگی" لیکن مجھے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ یہ کیسے ہوگا؟

تا آنکہ ایک بندہ میرے پاس آیا۔ بہت بڑا 21ویں گریڈ کا آفیسر، یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کا سیکرٹری، اور اس کی مصروفیت کا یہ عالم ہے کہ پچھلی حکومت میں وہ پرائم منسٹر کے معائنہ کمیشن کا بھی ممبر تھا۔ اس سے اس کی دنیاوی حیثیت سمجھ لیں۔ لیکن سب سے بڑی اُن کی جو حیثیت ہے وہ حضرت شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ خصوصی نسبت ہے۔ اور وہ اس خانوادے سے تعلق رکھتے ہیں جو سندھ کے پورے صوبے کی سب سے بڑی گدّی مانی جاتی ہے۔ مجھے اُس وقت یہ پتہ نہیں تھا کہ یہ چُھپے رُستم ہیں۔ مَیں تو یہ سمجھا کہ سیکرٹری صاحب ہیں، ملاقات ہوگئی، اللہ اللہ خیر سلاّ۔ مَیں نے اُن سے کہا کہ آپ سندھ کے رہنے والے ہیں، میری درود شریف کی خصوصی ترین نسبت جو ہے، وہ آپ سندھ میں پھیلائیں۔ انہوں نے پھیلانے کا حق ادا کر دیا۔ یہ مختلف ضلعوں میں گئے۔ اُن کے جو اپنے خاندانی سلسلے کے خلفاء ہیں، ان سے رابطہ قائم کیا اور اُن کی ڈیوٹی لگائی کہ آپ نے اپنے علاقے میں سلسلے کو پھیلانا ہے۔

آج اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے خوشی ہوتی ہے اور یہ سارا کریڈٹ اُن کو جاتا ہے کہ کم از کم پانچ کروڑ روزانہ کا درود شریف جو زیادہ سے زیادہ بھی ہوسکتا ہے، یہ سندھ سے نبیِ کریم ﷺ کی بارگاہ میں پہنچتا ہے۔ پنجاب میں جو درود شریف پڑھا جاتا ہے، وہ سارا ملا کر، میرا اندازہ ہے کہ تقریباً 21ارب سالانہ کا ہماری طرف سے، ہمارے سلسلے کی طرف سے نبیِ کریم ﷺ کی بارگاہ میں پہنچتا ہے۔ اور میری خواہش ہے، میری آرزو ہے کہ یہ سلسلہ قیامت تک چلتا جائے۔ اب یہ جو تحریک پیدا ہوگئی، جو جذبہ پیدا کیا گیا، جو شوق اور ذوق پیدا کیا گیا اس کے پیچھے مسلسل میری کاوش ہے، میرے ساتھیوں کی کاوش ہے۔ اور اُن میں، مَیں نے مسابقت پیدا کرنے کی کوشش کی۔

آپ کو یاد ہوگا کہ مَیں نے انعام مقرر کیا کہ جو ساتھی دس ہزار روزانہ درود شریف پڑھا کرے گا، اسے میری طرف سے خصوصی طور پر ایک انعام ملے گا اور وہ تسبیح ہوگی۔ تو یہ بزرگانِ دین سے جو کوئی چیز ملتی ہے وہ معمولی چیز نہیں ہوتی۔ مجھے نہیں پتہ کہ وہ انہوں نے سنبھال کے رکھی ہے یا نہیں۔ لیکن بہر کیف بے شمار ساتھی ایسے ہیں جنہوں نے دس ہزار کا ٹارگٹ روزانہ کا پورا کیا اور پھر آگے بڑھتے چلے گئے۔ لیکن اس دفعہ آپ نے دیکھا ہے کہ ہم نے کسی ساتھی کی ڈیوٹی نہیں لگائی کہ وہ آپ سے درود شریف Collect (جمع) کرے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم نے سات آٹھ سال بلکہ دس سال سے جو کوشش کی ہے، وہ بارآور ہو چکی ہے اور اب مزید اسی کیفیت میں اکٹھا کرنا مناسب نہیں ہے۔ اس لیے کہ میرے سامنے ساتھی جب درود شریف کی تعداد بتاتے ہیں کہ میں نے ایک کروڑ پڑھا ہے یا دو کروڑ پڑھا ہے تو اس میں دکھاوا، خود نمائی اور خود ستائی بھی آ جاتی ہے۔ بلکہ بعض اوقات تکبّر بھی آ جاتا ہے، جو روحانیت میں بہت رکاوٹ کا باعث بن سکتا ہے۔ اور پھر اس سے درود شریف پڑھنے والے کی جو رفتار ہے، جو کیفیت ہے اور جو توفیق ہے، وہ بھی سلب ہو سکتی ہے۔ اب تک تو آپ بتاتے رہے اور مَیں بھی Encourage (حوصلہ افزائی) کرتا رہا لیکن آئندہ اس صورتحال سے بچنے کے لیے آپ کی طرف سے اخفا ہونا چاہیے۔ آپ جتنا بھی پڑھتے ہیں، وہ آپ کا، اللہ تعالیٰ کا اور حضور ﷺ کا معاملہ ہے۔ وہاں جو بھی آپ کی طرف سے درود شریف پہنچتا ہے، وہاں پہ اُس کا حساب ہے، آپ کی ڈائری موجود ہے۔ آپ کے گلے میں جو ڈائری ہے، اُس میں بھی لکھا جا رہا ہے، وہاں پر بھی درج ہو رہا ہے۔ تو اس کا نتیجہ آپ وہاں جا کر دیکھ لیں گے ان شاء اللہ۔

مَیں وقتاً فوقتاً ساتھیوں سے پوچھتا رہوں گا، اسی طرح قریشی صاحب اپنے ساتھیوں سے پوچھتے رہیں گے۔ لیکن اب ظاہری طور پر برملا، لوگوں کے سامنے نام نہیں لیا جائے گا۔ اس لیے کہ اب وہ وقت آ گیا ہے کہ ہماری جو نسبت ہے، وہ اپنے عروج پر ہے اور اللہ کرے عروج پر رہے، میری دُعا بھی ہے اور ان شاء اللہ مجھے اندازہ بھی ہے کہ یہ سلسلہ برقرار رہے گا، آگے چلتا جائے گا۔ درود شریف اسی طرح جاری رہنا چاہیے۔ سلسلہ پھیل رہا ہے، ان شاء اللہ پھیلے گا۔ سب ساتھی جو یہاں پر وقتاً فوقتاً

تشریف لاتے ہیں اور پھر اپنے علاقوں میں سلسلے کو روشناس کراتے ہیں، دعوت دیتے ہیں۔ پُرانے زمانے میں بزرگ ہوتے تھے، وہ جب کسی آدمی کو اس قابل سمجھتے تھے تو کہتے تھے: اچھا بھائی! فلاں علاقہ میں، جو تمہارا علاقہ ہے وہاں پر جا کر لوگوں کو بیعت کرآؤ اور یہ ذکر کرادو۔ تو اب مَیں ایسا تو نہیں کرتا کہ کسی کو خلافت دوں کہ وہ لوگوں کو بیعت کرنا شروع کرے، پھر آگے سلسلہ چلتا رہے۔ کیونکہ یہ دور ایسا ہے کہ یہاں لوگ آسانی سے آسکتے ہیں۔ اور اب آنے جانے میں زیادہ مشکل نہیں ہوتی۔ حتّٰی کہ کراچی کے لوگ بھی آسانی سے سال میں دو چار چکر لگا لیتے ہیں۔

جو بھی شخص یہاں پر آتا ہے اور میری بیعت کرتا ہے۔ وہ میرا نمائندہ ہے، میرا ترجمان ہے، میرا سفیر ہے اور صاحبِ مجاز ہے۔ صاحبِ مجاز اُس کو کہتے ہیں جس کو اجازت ہو کہ وہ دوسروں کو ذکر کی تلقین کر سکے تاکہ فیض آگے پہنچے۔ جب آپ میں سے کوئی بھی ساتھی کسی کو دعوتِ ذکر دیتا ہے اور اُسے ذکر کا طریقہ بتاتا ہے جس کے نتیجے میں وہ ذکر کرنا شروع کر دیتا ہے تو اُس کو چاہے میرے پاس نہ بھی لائیں تو بھی اُسے نسبت مل جاتی ہے اور فیض پہنچنا شروع ہو جاتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ کوئی تخصیص نہیں ہے کہ مَیں کسی کو Special اجازت نامہ دوں۔ آپ میں سے ہر آدمی کی ڈیوٹی ہے کہ اس نعمت کو آگے لوگوں تک پہنچائے۔

کوئی بھی جو خانقاہ ہوتی ہے، اُس میں مسجد بنیادی ضرورت ہوتی ہے بلکہ پہلی ضرورت ہوتی ہے۔ تو میری آرزو تھی کہ مسجد ہو جائے جہاں پر ہم جمعہ بھی پڑھ سکیں، باہر نہ جانا پڑے اور یکسوئی کے ساتھ محفلِ ذکر سجائیں۔ اللہ تعالیٰ نے توفیق دی۔ جن حضرات نے مالی تعاون کیا ان کی اور جنہوں نے جسمانی طور پر خدمت کی، ان میں ایسے بھی ساتھی ہیں جنہوں نے پورے چھے مہینے یہاں پہ کام کیا اور صبح سے لے کر رات 12 بجے تک کیا، وہ تمام ساتھی میری خصوصی توجہ کے اور شاباش کے مستحق ہیں۔ مَیں دِل کی گہرائیوں سے اُن کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اُنھوں نے اتنے جذبے سے کام کیا کہ شاید اپنے گھر میں بھی اتنا کام نہ کرتے۔ اور کئی ساتھی تو ایسے ہیں کہ وہ مسلسل چھے مہینے یہاں پر رہے ہیں۔ کوئی ساتھی وقتاً فوقتاً آتے رہے ہیں لیکن جس نے چھے مہینے کے دوران میں ایک دن بھی یہاں پہ کام کیا

ہے، اس کو بھی دربارِ اقدس ﷺ سے خصوصی انعام کی اور شاباش کی سند ملی ہے۔ یہ سند جو ہے، یہ بہت کم لوگوں کو ملتی ہے۔ باقی جو انعامات ہیں، کسی کو تسبیح، کسی کو ٹوپی، حتّٰی کہ تاج اور پھول ملتے رہتے ہیں۔ لیکن سند بہت کم لوگوں کو ملتی ہے۔ اور بعض لوگوں کو خصوصی Badges عطا ہوتے ہیں۔ اور یہ جو خُدام آپ کو نظر آ رہے ہیں، جن کے سینوں پر اسمِ ذات ''اَللّٰہ'' کا طُغرا چمک رہا ہے۔ یہ طُغرا مَیں نے اُن کو نہیں دیا بلکہ دربارِ اقدس ﷺ سے عطا ہوا ہے۔ حکم ہوا کہ یہ ساتھی خصوصی طور پر خُدام میں شامل ہیں اور ان کا نام آپ ظاہر کر سکتے ہیں۔ تو یہ انعام ایسے ہی نہیں ملا، انہوں نے پچھلے دس سال سے یا چار پانچ سال سے مسلسل ہمت کی ہے، محنت کی ہے اور کوشش کی ہے، تب یہ خُدام میں شامل ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ سب کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ دنیاوی کامیابیاں وشادمانیاں بھی عطا ہوں۔ اور آخرت کی جو کامیابیاں، کامرانیاں، خوشیاں اور وسعتیں ہیں، وہ بھی آپ کو حاصل ہوں۔ بس یہی استدعا ہے، تلقین ہے کہ اسمِ ذات کو بھی پھیلائیں اور درود شریف کو بھی پھیلائیں۔ ان دونوں سے بڑھ کر کوئی وِرد نہیں ہے، کوئی وظیفہ نہیں ہے۔ باقی جتنے اعمال ہیں، وہ سب ان سے نیچے ہیں۔ میری کوشش یہی رہی ہے کہ مجھے جو خصوصی ترین نسبتیں عطا ہوئی ہیں، مَیں ان میں ذرّہ بھی بخل نہ کروں اور جو آدمی دو یا چار بار میرے پاس آتا ہے، مَیں اس کو ساتوں لطائف کرا دیتا ہوں۔ حالانکہ یہ لطائف بہت عرصے کے بعد جاری کیے جاتے ہیں۔

اَلْحَمْدُلِلّٰہ! اللہ تعالیٰ نے توفیق دی، آپ اپنے کاموں سے وقت نکال کر تشریف لائے۔ مَیں آپ سب کا ممنون ہوں اور پھر آخری بار یہی تلقین ہے کہ آپ جہاں بھی جائیں، جس علاقے میں بھی ہیں، وہاں کے لوگوں تک یہ پیغام پہنچائیں کہ اَللّٰہ کے نام کا ذکر کریں اور نبیِ کریم ﷺ پر زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھیں۔ اور یہ دو چیزیں اگر حاصل ہو گئیں تو ان شاءاللہ آخرت کی کامیابی ہے۔ میرا تجربہ ہے کہ جو آدمی اسمِ ذات کا ذاکر بن جاتا ہے، وہ درود شریف کا ذاکر بھی بن جاتا ہے، جن سے اُس کے دنیاوی معاملات بھی بتدریج سہل ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور ان میں آسانی پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ اس طرح اُس کا دنیاوی معاملہ بھی سنور جاتا ہے۔

اب آپ نماز پڑھیں گے، نماز کے بعد آپ مجھ سے ملیں گے اور پھر آپ چلے جائیں گے۔ مَیں آپ سے فارغ ہونے کے بعد دوسرے کیمپ میں جاؤں گا جہاں بیبیوں سے ملاقات کروں گا اور پھر جن جن کے ساتھ بیبیاں ہیں وہ ان کو ساتھ لے کر چلے جائیں گے۔ اس کے بعد یہاں پر ٹھہرنا ضروری نہیں ہے۔ اس لیے کہ آپ دُور سے آئے ہیں اور واپس بھی پہنچنا ہے۔ شکریہ۔

☆☆☆

☆15 مارچ 1998ء اتوار

مَیں تمام ساتھیوں سے معافی چاہتا ہوں اس لیے کہ مَیں نے سر پر چھتری تان رکھی ہے اور آپ دھوپ میں بیٹھے ہیں۔ میرا مسئلہ یہ ہے: مَیں Heat Allergy کا مریض ہوں اور مَیں ایک منٹ کے لیے بھی دھوپ برداشت نہیں کر سکتا۔ لیکن آپ کو مجاہدہ کرنا پڑ رہا ہے۔ یوں سمجھ لیں کہ جس طرح کسان کتنا ہی موسم گرم کیوں نہ ہو، کتنی ہی تپش ہو، چاہے وہ ساون بھادوں کا تپتا ہوا موسم ہو، وہ سارا دن ہل چلاتا رہتا ہے۔ آپ بھی دراصل اس محفل میں آ کر روحانی زمین میں ہل چلانے کے لیے آئے ہیں۔ تھوڑی سی اگر آپ کو زحمت ہو جائے تو مجھے معاف کیجیے گا۔ مَیں شاید مناسب انتظام نہیں کر پایا۔ اگر شامیانے ہوتے تو آسانی ہو جاتی۔ ان شاء اللہ آئندہ اس کا اہتمام کیا جائے گا۔ میرا لمبی چوڑی تقریر کرنے کا ارادہ نہیں ہے کیونکہ آپ لوگ اس موسم اور تپش میں بیٹھے ہیں۔

ایک ہی تلقین ہے، ایک ہی نصیحت ہے، ایک ہی درخواست ہے کہ درود شریف پر زیادہ سے زیادہ ہمت اور توجہ دیں۔ مَیں وقتاً فوقتاً آپ سے پوچھتا رہتا ہوں۔ ماشاء اللہ خاصی حوصلہ افزاء رپورٹ ہے۔ لیکن پھر بھی گزارش یہی ہے کہ جو ساتھی اپنے اپنے ہدف میں جس ٹارگٹ پر پہنچے ہوئے ہیں، وہ اپنے ہدف کو برقرار رکھیں، چاہے کسی کا پانچ ہزار ہے، دس ہزار ہے یا بیس ہزار۔ اگر آگے نہیں بڑھ سکتے تو کم از کم اس ہدف کو قائم رکھیں۔ اسی طرح بیبیوں سے بھی یہی درخواست ہے۔

نماز فرض ہے وہ اگر نہیں پڑھتے تو آپ کے دِل میں نہایت افسوس ہونا چاہیے کہ آج میں نے فلاں نماز Miss (ضائع) کی۔ اسی طرح جو ہم ذکر کرتے ہیں یہ بھی فرض ہی ہے۔ قرآنِ پاک میں

سورۃ الدھر کی آیت کریمہ ہے کہ:

﴿وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ۝﴾ (سورۃ الدھر، آیت نمبر 25)

''اور صبح وشام اپنے رب کے نام کا ذکر کرو۔''

اس آیتِ کریمہ کی رُو سے ہم پر فرض ہے کہ ہم بھی صبح وشام اسمِ ذات کا ذکر کریں۔ نماز اپنی جگہ ہے اور یہ اسمِ ذات کا ذکر اپنی جگہ۔ اسی طرح ایک اور آیتِ کریمہ میں فرمایا گیا کہ:

﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝﴾ (سورۃ الاعلیٰ، آیت نمبر 14-15)

''کامیاب ہو گیا وہ شخص جس نے اپنے آپ کو پاک کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کرتا رہا اور پھر نماز پڑھتا رہا۔''

اب یہاں پر ذکرِ اسمِ ذات اور نماز کا تذکرہ ساتھ ساتھ ہے۔ تو کوشش کریں کہ نماز کی پابندی ہو۔ جس طرح آپ ذکر میں باقاعدگی اختیار کریں گے اسی طرح اس ذکر کی برکت سے ان شاء اللہ نماز میں بھی پابندی ہو جائے گی۔ اس طرح آپ کو یہ احساس ہو گا کہ اگر میری نماز Miss ہوئی ہے تو کم از کم اس کی قضاء کرنی ہے۔ ذکر میں جو لوگ بالکل ہی غافل ہیں، اُن کے لیے یہ ہے کہ کم از کم رات کو سوتے وقت ہی کر لیں، لیٹے لیٹے کر لیں، بغیر وضو کے ہی کر لیں لیکن کچھ نہ کچھ تو کریں۔ ذکرِ اسمِ ذات میں خاصیت یہ ہے کہ جب آپ ہمت کریں گے، کوشش کریں گے، اپنا مستقل پروگرام بنا لیں گے کہ میں نے سوتے وقت ہر حال میں ذکر کرنا ہے تو اس کی برکت سے پھر آپ کو صبح وشام کا ذکر بھی نصیب ہو جائے گا۔ اس میں مزید ترقی ہو گی تو آپ کی نمازیں بھی درست ہو جائیں گی۔

حقوق اللہ کے بارے میں آپ جانتے ہیں کہ پورے کرنے ہیں۔ اگر رہ بھی جائیں تو اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ جو دوسرا معاملہ ہے یعنی حقوق العباد کا، تو اُن کی طرف زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ کسی کا حق نہ ماریں، کسی کے ساتھ زیادتی نہ کریں۔ اور یہ تو بڑے ہی دِل گردے کا کام ہوتا ہے کہ اگر کوئی آدمی آپ کے ساتھ زیادتی کرے، آپ کو جسمانی، مالی یا روحانی

ایذاء پہنچائے تو آپ اُس کو معاف کر دیں۔

بہر حال اپنے معاملات اور معمولات کو درست کرنے کی کوشش کریں۔ جب میرا مرید یا کسی بھی شیخ کا کوئی مرید کوئی کوتاہی کرتا ہے، تو سیدھا مرشد کو کوستے ہیں کہ اس کا مرشد کون ہے، اس نے اسے نہیں بتایا؟ جبکہ ماں باپ کا ذکر بعد میں آتا ہے کہ اس کے ماں باپ نے اس کی کیا تربیت کی۔ لہٰذا میری بھی اور اپنے ماں باپ کی بھی لاج رکھیں۔ ظاہر ہے ہم فرشتے تو نہیں بن سکتے کیونکہ ہم سب ساتھیوں میں کوئی نہ کوئی کمی یا کوئی نہ کوئی کوتاہی ہوتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہم کوشش کرتے ہیں، جس طرح ہم دنیا سنوارنے کے لیے کوشاں ہیں، ہمت کر رہے ہیں اور اپنی دنیا سنوارنے کے لیے ایک Race (دوڑ) لگی ہوئی ہے، اسی طرح آخرت کو سنوارنے کے لیے بھی ریس ہونی چاہیے، رشک کرنا چاہیے۔ کسی کی کوتاہیوں کو نہ دیکھیں بلکہ اُس کی خوبیوں کو دیکھیں اور اُن کو اپنانے کی کوشش کریں۔ میرے سمیت ہم سب کو اللہ تعالیٰ نیکی اور ہدایت کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دنیا اور آخرت میں خیر و برکات دے۔ (آمین)

دنیاوی معاملات میں بعض دفعہ کوئی پریشانی ہوتی ہے، کوئی نہ کوئی مسئلہ ہر آدمی کے ساتھ ہوتا ہے تو اس کے لیے مَیں تسبیح بتایا کرتا ہوں:

یَااَللّٰہُ، یَا حَسِیْبُ، یَاوَکِیْلُ

حسیب اور وکیل بھی اللہ تعالیٰ کے دو نام ہیں۔ حسیب کا معنی ہے "ہر معاملے میں کافی" اور وکیل کا مطلب ہے "کارساز، کام بنانے والا"۔ جس طرح کہ آپ کو کوئی دنیاوی کام ہوتا ہے، حاجت ہوتی ہے تو آپ کوئی وکیل ڈھونڈتے ہیں یا سفارش ڈھونڈتے ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ ہمارا وکیل اور کارساز ہے۔ یہ آپ نے فجر اور عشاء کی نماز کے بعد ایک ایک تسبیح پڑھنی ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھیں کہ آپ جو بھی وظیفہ پڑھتے ہیں تو اس سے پہلے اور بعد میں دس دس دفعہ درود شریف پڑھنا مت بھولیں۔

اگر رزق کی کمی ہے تو اس کے لیے:

یَا اَللّٰہُ، یَا بَاسِطُ، یَا رَزَّاق

کہ ’’اے اللہ! تو ہی رزق کو کھولنے والا، فراخ کرنے والا ہے، اور رزّاق ہے۔‘‘ یعنی زیادہ رزق دینے والا ہے، پس میرے رزق میں بھی اضافہ فرما دے، وُسعت اور فراخی عطا فرما دے۔ یہ بھی سوسو بار، اور صبح وشام دو ٹائم پڑھنا ہے۔ لیکن یہ بھی یاد رکھیں کہ جو بھی وظیفہ پڑھیں اُس کے لیے مکمل لائحہ عمل بنالیں۔ جیسے آپ نے ناشتہ کرنا ہے، لنچ کرنا ہے اور یہ پروگرام آپ کا مِس نہیں ہوتا۔ اسی طرح یہ جو وظیفہ ہے جس کی آپ کو نسبت عطا کی جاتی ہے، اس کو روزانہ کرنا ہے اور یہ بھی مت سوچیں کہ فوری طور پر ہتھیلی پر سرسوں جم جائے گی۔ آپ پڑھتے رہیں، اُس کا اجر تو بہر حال آپ کو ملنا ہے۔ جس طرح آپ نماز میں پڑھتے ہیں کہ ’’وَ تَبَارَكَ اسْمُكَ ‘‘ اے اللہ! تیرا نام برکت والا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کا نام واقعی بڑی برکت والا نام ہے۔ آپ کی زندگی میں اس کی بہت سی برکات ہوتی ہیں۔ آپ پر بیشمار مسائل اور مشکلات آنے والی ہوتی ہیں، وہ اُس کی برکت سے دور ہو جاتی ہیں، جبکہ آپ کو پتہ بھی نہیں ہوتا۔ اس لیے یہ جو دو تسبیحات ہیں ان کو خاص طور پر اپنا ورد بنالیں۔ درود شریف کی کوشش جاری رکھیں اور وظیفہ ’’ مخمساتِ عشر ‘‘ جس کی مَیں بار بار تلقین کرتا ہوں، یہ بھی بہت بڑی برکت والا ہے۔ اس کی اصلی حقیقت تو آپ کو آخرت میں پتہ چلے گی بلکہ آخرت تو ابھی بہت دور ہے، برزخ میں ہی پتہ چل جائے گی کیونکہ برزخ تو بہت قریب ہے۔ میرے سمیت کوئی نہیں جانتا کہ رات آئے گی یا نہیں۔ تو یہ جو مخمسات والا وظیفہ ہے یہ تو ہے ہی برزخ اور آخرت کے لیے۔ اور اس کی دنیاوی برکات اور اثرات بھی مرتب ہوتے ہیں۔ کوشش کریں کہ ان کو بھی جاری رکھیں۔ اس کے علاوہ جو چار بنیادی تسبیحات ہیں:

1۔ بسم الله الرحمن الرحيم

2۔ کلمه طيّبه

3۔ تیسرا کلمه

4۔ اِستِغفار

یہ جو ہیں، ان کو صبح وشام سوسو دفعہ پڑھ لیں تو فبہا۔ ورنہ دس دس دفعہ پڑھنا مت بھولیں۔ دس

دس دفعہ پڑھنا ایسا ہی ہے جیسے آپ کے دو منٹ ہیں۔تو سارا وظیفہ مَیں نے آپ کو تلقین کیا ہے، یہ زیادہ سے زیادہ دس بارہ منٹ کا ہے۔اور اگر آپ یہ پورا نہیں کر سکتے تو آپ جیسا نالائق اور کم ہمت کوئی بھی نہیں ہے۔

اب جو کارکن ہیں اُن کو اپنی ڈیوٹی کا پتہ ہے، وہ یہی ٹھہریں گے،شاید وہ رات کو بھی ٹھہریں۔ باقی لوگ جو ہیں وہ جتنی جلدی ہو سکے یہاں سے فارغ ہو کر چلے جائیں تا کہ اپنے اپنے گھروں میں بر وقت پہنچ سکیں۔

اگر انتظامات میں کوئی کمی ہو جائے،کھانے میں کوئی قلت ہو تو یہ آپ کا سلسلہ ہے۔جس طرح آپ اپنے گھر میں ہوتے ہیں اور خلافِ توقع زیادہ مہمان آ جاتے ہیں تو اگر آپ کو کھانے کا کوئی فرق لگ بھی جائے تو آپ کہتے ہیں کہ کوئی بات نہیں، میں تو گھر کا بندہ ہوں۔تو آپ اِدھر دارالفیضان کے مہمان بھی ہیں اور میزبان بھی۔ بیک وقت دونوں آپ کی حیثیتیں ہیں۔اگر انتظامات میں،کھانے میں یا اور کسی معاملے میں کوئی تکلیف پہنچتی ہو یا رات کو زیادہ ساتھی تھے شاید بستروں کی بھی کمی ہو تو اُن کے لیے بھی مَیں معذرت چاہتا ہوں۔آپ یوں سمجھ لیں کہ دارالفیضان آپ کا اپنا گھر ہے اور اس کے لیے اگر آپ کو کوئی زحمت اُٹھانا پڑی ہے تو زیادہ پریشانی اور ملال نہیں ہونا چاہیے کہ دیکھو جی! انتظام صحیح نہیں ہونے پایا۔ہم سب نے مل کر، آئندہ ہمارا یہ جو اجتماع ہے،اس کو بہتر سے بہتر بنانا ہے، کھانے کے لحاظ سے بھی،انتظامات کے لحاظ سے بھی۔ **جزاك الله**۔ شکریہ!

☆☆☆

☆21مارچ1999ءاتوار

خواتین وحضرات!مَیں آپ سب کا ممنون ہوں کہ آپ نے زندگی کے جھمیلوں سے وقت نکالا اور خالص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اُس کے ذکر کی جو یہ محفل برپا ہوئی ہے،اس میں شمولیت اختیار کی۔یہ محفلیں بڑی بابرکت ہوتی ہیں اگر قلب کی آنکھ کُھل جائے تو آپ دیکھیں کہ فرشتے قطار در قطار ان میں شامل ہونے کے لیے بے چین ہوتے ہیں۔اسی طرح اہلِ برزخ کا بھی ذوق وشوق ہوتا ہے کہ

ایسی محفلوں میں شامل ہوں۔ آپ میں سے جونہیں دیکھتے وہ یوں سمجھیں کہ نبیءِ کریم ﷺ کی حدیث شریف ہے کہ ’’جب اللہ تعالیٰ کے نام کی کوئی محفل منعقد ہوتی ہے تو فرشتے شامل ہو کر اُس محفل میں اپنی سکینہ پھیلا دیتے ہیں‘‘۔ ان محفلوں میں بیٹھ کر سکونِ قلب میسر آتا ہے۔

آج کے دور میں مادیت نے ہم پر اتنا غلبہ کر لیا ہے کہ ہم آخرت کو بُھلا بیٹھے ہیں۔ آپ نے اس دنیا اور اس کے متعلقات کو اپنے اُوپر حاوی کر لیا ہے۔ آپ یہ نہیں سوچتے کہ یہ زندگی بہت مختصر ہے۔ ہم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ کب یہاں سے جانا ہے۔ کب بلاوا آنا ہے اور ہمارے سارے پروگرام، ہماری ساری خواہشات اور ہمارے سارے منصوبے دھرے کے دھرے رہ جائیں گے۔ اپنے جسم کو پالنے کے لیے، اس کو غذا، لباس اور آسائشات مہیا کرنے کے لیے ہم رات دن لگے رہتے ہیں۔ مگر یہ نہیں سوچتے کہ یہ جو ہمارا ظاہری جسم ہے اس کے اندر ایک اور بھی جسم ہے، جس کو ہم روح کہتے ہیں۔ اس کی بھی ضروریات ہیں، اُس کی بھی غذا ہے، لباس ہے۔ اس کی غذا اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے، اس کا لباس تقویٰ کا لباس ہے۔ سو دنیا میں اتنا گُھلنا نہیں چاہیے۔ اگر ہم روح کا تقاضا پورا نہیں کر رہے تو اپنے آپ کے ساتھ زیادتی کر رہے ہیں اور اپنی آخرت کو بگاڑ رہے ہیں۔ دنیا تو شاید سنورے نہ سنورے لیکن آخرت بگڑ رہی ہے۔

تو یہ جو محفلیں ہوتی ہیں، ان کا مقصد یہی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ، اپنے مالک کے ساتھ، اپنے رازق کے ساتھ اور اپنے خالق کے ساتھ تھوڑا سا رابطہ قائم کریں۔ اس دنیا کی گرد و غبار نے ہمارے دِل کے آئینے کو مکدّر کر دیا ہے اور اس پر کثافتیں جما دی ہیں۔ اس تکدّر اور کثافت کو دُور کرنے کے لیے ہم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔ یوں سمجھ لیں کہ اگر آپ کا جسم میلا ہوتا ہے تو آپ خوب صابن لگا کر نہاتے دھوتے ہیں تو صاف ہوتا ہے۔ اسی طرح قلب کا زنگ اتارنے کے لیے اللہ تعالیٰ کا ذکر صابن ہے۔ جب ہم نماز پڑھتے ہیں تو بھی ہماری کثافت دُھلتی ہے۔ مگر جب ہم حد سے زیادہ بڑھ جاتے ہیں، غفلت زیادہ ہو جاتی ہے، تو یہ دِل کا شیشہ زیادہ میلا ہو جاتا ہے۔ اور پھر اس کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ اس کو بھٹّی (Furnace) چڑھایا جائے۔ یہ جو اسمِ ذات ’’اَللّٰہ‘‘ کا ذکر ہے، یہ

سمجھ لیں کہ بھٹّی (Furnace) ہے۔

جس طرح ہم یہاں پر کوئی نہ کوئی کام کر رہے ہیں اور کسی نہ کسی پیشے کو اختیار کر رکھا ہے۔ تو یہ ہماری، رزق کمانے کے لیے، ظاہری مصروفیات ہیں۔ کوئی کاروبار کرتا ہے، کوئی ملازمت کرتا ہے اور کوئی تجارت کرتا ہے۔ اسی طرح یہ جوامتِ مسلمہ ہے، اس کا ہر فرد، ہر مسلمان اللہ تعالیٰ کی سپاہ کا سپاہی ہے۔ اور اس سپاہ کے جو کمانڈر اِنچیف ہیں، جو فیلڈ مارشل ہیں، وہ نبی ءِ کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس ہے۔ اگر ہم فوج میں شامل ہیں تو یوں سمجھ لیں کہ ہمیں اپنا اپنا کام کرنا ہے۔ جس طرح ظاہری فوج ہے، جیسے پاکستان کی فوج ہے اور اس کے مختلف شعبے ہیں؛ انفینٹری ہے، توپ خانہ ہے اور میڈیکل کور جیسے مختلف شعبے ہیں۔ اگر یہ شعبے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون نہ کریں اور ایک دوسرے سے رابطہ نہ ہو تو وہ فوج مؤثر فوج نہ ہوگی۔ وہ میدانِ جنگ میں کوئی مؤثر حکمتِ عملی نہیں طے کر پائے گی اور شکست سے دوچار ہو جائے گی۔

اسی طرح ہم مسلمانوں کی ایک روحانی سپاہ ہے، اس کے بھی ظاہری طور پر چار شعبے ہیں۔ ایک شعبہ درس و تدریس کا ہے کہ آپ نے تعلیم حاصل کی، قرآنِ کریم، حدیث شریف، فقہ اور دوسرے ضروری علوم حاصل کیے۔ یہ شعبہ مدارس کا، سکولوں اور کالجوں کا ہے اور وہ ماشاء اللہ کام کر رہا ہے۔ اسی طرح ایک شعبہ تبلیغ کا بھی ہے کہ وہ غیر مسلم جن تک نبی ءِ کریم ﷺ کا پیغام نہیں پہنچا وہ اُن تک پہنچانا ہے۔ ظاہر ہے کہ اب نبی تو کوئی نہیں آئے گا اور یہ کام بھی اللہ تعالیٰ جن سے لینا چاہتا ہے، لے رہا ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ مختلف تبلیغی جماعتیں دنیا میں کام کر رہی ہیں۔ اب اُن کی جدوجہد کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ بے شمار غیر مسلموں کو اسلام کے دائرے میں لا رہے ہیں، اُن پر اسلام کی رحمت چھا رہی ہے اور اب ان شاء اللہ ایک وقت آنے والا ہے کہ اسلام کا نُور ہر سو پھیل جائے گا۔ جو لوگ امریکہ اور یورپ میں ہیں وہ بتاتے ہیں کہ وہاں پر غیر مسلم بڑی تیزی کے ساتھ اسلام کی حقانیت کی طرف دوڑتے چلے آ رہے ہیں۔ اِس کے باوجود کہ وہ جو ہم سے توقع کرتے ہیں، ہم اُس پر پورا نہیں اترتے، ہمارا کردار اور اَخلاق اُس سطح پر نہیں ہے، جو اسلام ہم سے تقاضا کرتا ہے۔ جب ایک غیر مسلم اسلام کی

تعلیمات کو دیکھتا ہے تو اس کا دِل پُکار اُٹھتا ہے کہ ہاں یہی حق ہے۔ لیکن جب ہم سے ملتا ہے اور ہمارے سیرت و کردار کو دیکھتا ہے تو وہ کچھ بد دِل سا ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اسلام پھیل رہا ہے اور پھیلتا رہے گا۔ اور یہ شعبہ اپنا کام کر رہا ہے

اسی طرح ایک شعبہ جہاد کا ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ غیر مسلموں کا پوری شدت کے ساتھ، منظّم انداز سے اور صدیوں سے ایک خاص مشن ہے کہ اسلام کو سیاسی سطح پر، معاشی، عسکری، سماجی اور ثقافتی سطح پر مغلوب کیا جائے۔ اور پچھلی جو چار پانچ صدیاں ہیں وہ اسلام کے اِدبار (آفت، مصیبت، Calamity) کا دور تھا۔ لیکن یہ جو صدی ہے، اس نے جب نصف عبور کیا تو نصف کے ساتھ ہی یعنی 1947ء میں آپ نے دیکھا کہ یہ ملک صرف اسلام کے نام پر معرضِ وجود میں آیا۔ اور پھر آپ دیکھتے ہیں کہ بے شمار اسلامی ممالک جو امریکہ، برطانیہ، سپین، فرانس، اٹلی اور دوسرے یورپی ممالک کے ماتحت تھے، محکوم تھے اور مغلوب تھے، انہوں نے ایک ایک کر کے آزادی حاصل کر لی۔ مگر اب بھی ہم پوری طرح آزاد نہیں ہو پائے۔ اس میں ہمارے حکمرانوں کی بہت سی کوتاہیاں ہیں مگر اس کے باوجود ان شاء اللہ تعالیٰ سلسلہ بڑھتا چلا جائے گا۔ آپ دیکھتے ہیں کہ کشمیر میں، فلسطین میں، بوسنیا میں، شیشان میں، اربکان میں، فلپائن میں اور اریٹیریا میں مسلمانوں کو پوری طرح محکوم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ جبکہ ہماری ستم ظریفی اور نالائقی یہ ہے کہ ہم فروعی اختلافات میں پڑ رہے ہیں۔ یہ بریلوی ہے، یہ دیو بندی ہے، یہ اہلِ حدیث ہے، یہ ہے، وہ ہے۔ یہ انگوٹھا چومتا ہے، یہ نہیں چومتا ہے۔ یہ آمین اُونچی کہتا ہے، یہ نیچی کہتا ہے اور یہ کلمہ شریف اُونچا پڑھتا ہے، یہ دھیما پڑھتا ہے۔ ہم ان باتوں میں اُلجھے ہوئے ہیں لیکن آپ جا کر دیکھیں کہ بوسنیا میں، کسووو میں جو مسلمان ذبح ہو رہے ہیں اُن سے کوئی نہیں پوچھتا کہ تم کون سے فرقے سے تعلق رکھتے ہو، کون سا تمہارا مسلک ہے۔ یہودیوں کے لیے، عیسائیوں کے لیے اور سوشلسٹوں کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ مسلمان ہیں۔ چاہے اُن کو نماز بھی نہ آتی ہو۔

تو کہنا یہ ہے کہ یہ دور ہے کہ ہم افتراق و انتشار سے بچیں، اتحاد اور اتفاق سے کام لیں اور بزرگوں کا جو مقولہ ہے کہ ''اپنا مسلک نہ چھوڑو اور دوسروں کو مت چھیڑو''۔ سیدھی راہ پر چلو، ایک

دوسرے کی تائید کرو۔تو ماشاء اللہ ہم دیکھتے ہیں کہ جہادی تنظیمیں پوری دنیا میں کام کر رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو ہمت دے، وہ تو قابلِ قدر ہیں جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر رہے ہیں۔ وہ والدین بھی بڑی ہمت والے اور بڑے حوصلے والے اور بڑے قابلِ قدر ہیں جو اپنے عزیزوں کو میدانِ جہاد میں بھیجتے ہیں۔تو یہ شعبہ بھی ماشاء اللہ کام کر رہا ہے اور کام کرتا رہے گا۔

چوتھا اور اہم تر شعبہ تصوُّف وسلوک کا ہے، یہ خانقاہوں کا ہے کہ دِلوں سے گناہوں کا زنگ اتارا جائے اور اللہ تعالیٰ کی محبت اور نبی ءِ کریم ﷺ کا عشق پیدا کیا جائے۔ اور یہ مقصد حاصل کرنے کے لیے ''ذکر'' اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کے لیے اور ''درود شریف'' نبی ءِ کریم ﷺ کے عشق کے لیے

ضروری ہے۔تو یہ خانقاہی نظام صدیوں سے اپنے اپنے انداز میں کام کر رہا ہے۔ ہمارے دارالفیضان کا بھی یہی شعبہ ہے۔ ہمارا مشن یہ ہے کہ کوئی بھی شخص جو دین کا کام کر رہا ہے کسی بھی رنگ میں کر رہا ہے، کسی بھی زاویے سے کر رہا ہے، کہیں سے بھی کر رہا ہے، وہ ہمارا کام کر رہا ہے۔ اگر سارے شعبے آپس میں تعاون کریں تو زندگی کا رنگ ہی نکھر جائے، اسلام کے خزاں رسیدہ چمن پہ بہار آ جائے۔تو کوشش کیجیے کہ اپنی حد تک، کہیں فروعی اختلافات ہو رہے ہوں تو آپ خاموش ہو جائیں۔ کسی بحث مباحثے میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی طرح جب آپ کسی کو دعوت دیتے ہیں تو بڑی سیدھی سی دیں کہ بھائی! یہ ''اَللّٰه'' کا ذکر کریں اور ''درود شریف'' پڑھیں، باقی لمبی چوڑی باتیں کرنے کی ضرورت نہیں ہوا کرتی۔ نہ ہر قسم کا آدمی اس کی استعداد رکھتا ہے۔ آپ نے ذکر کا پیغام پہنچا دیا، آپ نے درود شریف کی دعوت دے دی، بس اتنا ہی کافی ہے۔ جس کے نصیب میں ہوگا، وہ کھنچا چلا آئے گا۔

مَیں سمجھتا ہوں کہ اس دور میں جبکہ زندگی بہت دشوار تر ہوگئی ہے، اللہ تعالیٰ کی یاد کے لیے وقت نکال کے دور دراز سے آنا، خرچ کرنا، بسوں کے دھکے کھانا اور تکلیف اُٹھانا اپنی جگہ بہت اہم ہے۔ لیکن اس میں بھی یہ اللہ تعالیٰ کا آپ پر انعام ہے کہ اُس نے آپ کو توفیق بخشی کہ آپ اس بابرکت محفل میں تشریف لائے۔ میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو وہ مرادیں، خواہشات اور حاجات جو آپ نے اپنی دُعاؤں میں کی ہیں، اپنی رحمت سے اور حضور نبی ءِ کریم ﷺ کے جوتوں کے صدقے قبول

فرمائیں۔اوراللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ بھی دُعا ہے کہ اُمتِ مسلمہ کواتحاد، اتفاق اورنفاذِ اسلام کی توفیق دے اور یہ ہماری آخری منزل ہے۔اس کے لیے چاہے دس سال لگیں، بیس سال لگیں یا صدیاں لگیں لیکن آخری منزل یہی ہے۔اوراس کے لیے ہم نے اپنا اپنا کرداراداکر کے حصہ ڈالنا ہے۔

مَیں آپ تمام بیبیوں اور مرد حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور یہ درخواست بھی ہے کہ یہ جو محفل ہوتی ہے اس میں بڑی سکوت اور خاموشی درکار ہوتی ہے۔ ذکر میں اور مراقبات میں خلل نہیں ہونا چاہیے۔دراصل یہ تو کام ہے جنگل میں نکل جانے کا جہاں پر کوئی آواز نہ ہو۔لیکن ہم کیا کریں کہ کوئی ایسا سلسلہ بھی نہیں بن سکتا، مجبوری ہے۔اس میں تعاون آپ سب کا یہ ہے بلکہ بیبیوں کا یہ ہے کہ چھوٹے بچوں کومت ساتھ لائیں۔وہ بچے جوآرام سے بیٹھ سکتے ہیں اوراُن کوشعور ہے کہ ہم آرام سے بیٹھ سکتے ہیں، اُن کوساتھ لے آئیں لیکن اس خیال سے کہ بھائی بڑی بابرکت محفل ہے۔اس سے ہماری خواہشات، ہماری حاجات پوری ہوجائیں گی۔بھئی!اس کے لیے بھی یہ ہے کہ آپ اس وقت سوا ایک بجے (01-15 pm) سے لے کر پونے دو بجے (01-45 pm) تک گھر بیٹھ کر ذکر میں شامل ہو جائیں تو بھی آپ یوں سمجھ لیں گویا کہ آپ کی اس محفل میں شرکت ہوگئی۔لیکن جب آپ بچے ساتھ لاتے ہیں تو وہ بہت ہی اُودھم مچاتے ہیں۔ وہ ماؤں کو نہ ذکر کرنے دیتے ہیں اور نہ نماز پڑھنے دیتے ہیں۔باقی لوگوں کی نماز اور ذکر میں بھی خلل پڑتا ہے۔جس طرح کہ آپ دیکھ رہے تھے کہ بچے کھیل رہے ہیں اور بچے تو ظاہر ہے بچے ہوتے ہیں، وہ کسی کی بات نہیں مانتے۔لہٰذا آئندہ کے لیے خاص طور پر مرد حضرات سے گزارش ہے کہ ظاہر ہے جب آپ آتے ہیں تو آپ کی اجازت سے بیبیاں آتی ہیں اگراُن کو Motivate کریں، Brief کریں، اُن کو بتائیں کہ وہاں چھوٹے بچوں سمیت جا کر اپنا بھی اور دوسرے ساتھیوں کا بھی نقصان کریں گی۔تواس سے میرے خیال میں اُن کو سمجھ آجائے گی۔باقی عام دنوں میں بچوں سمیت اگرکسی کو بھی کسی بھی دن آنا ہوتو کوئی حرج نہیں ہوتا۔ لیکن ذکر کی محفل میں، چاہے وہ عام اتوار کی محفل ہے یا سالانہ اجتماع، اس میں مَیں چھوٹے بچوں کو لانا اس لیے منع کرتا ہوں کہ بچے حرج کرتے ہیں۔اس طرح پریشانی لاحق ہوتی ہے۔

ایک بار پھر آپ سب کا شکریہ اس دُعا کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ آپ سب کی حاجات پوری فرمائیں۔آپ کی یہ شرکت قبولیت کا درجہ پائے اور ہمارے لیے دین پر چلنا آسان تر فرمادے۔

جزاك اللّٰه۔ اب جو لوگ کھانا کھانے سے رہ گئے ہیں ان سے درخواست ہے کہ وہ کھانے والے پنڈال میں جائیں اور کھانا تناول کر کے جائیں اور جو ساتھی کھانا کھا چکے ہیں اور انہوں نے جانا ہے تو وہ مجھ سے مل کے اپنی اپنی گاڑیاں منگوالیں تاکہ بیبیاں بھی اُن کے ساتھ جاسکیں اور آپ کا زیادہ ٹائم ضائع نہ ہو۔شکریہ۔

☆☆☆

☆26 مارچ 2000ء اتوار (حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کا آخری سالانہ خطاب)

آپ جیسا کہ جانتے ہیں کہ مَیں چند ماہ سے علیل ہوں اور پرسوں تک میری حالت یہ تھی کہ مَیں، کسی کا فون آتا تھا، تو وہ بھی Attend نہیں کرسکتا تھا۔کل مَیں سوچ رہا تھا کہ اتنی محبت سے ساتھی آئیں گے اور مَیں اُن کو مل نہیں پاؤں گا۔تو آج اللہ تعالیٰ نے ہمت دی اور آج ساڑھے نو بجے سے مَیں یہاں آپ کے درمیان بیٹھا ہوں لیکن تقریر مَیں نہیں کرسکوں گا۔اس لیے اب بھی میری زبان خشک ہورہی ہے اور مجھ سے بولا نہیں جارہا۔تو بس تھوڑے کو بہت سمجھیں۔

اصلی چیز ہے عمل، کتابیں آپ پڑھتے رہتے ہیں، تقریریں بھی آپ سنتے رہتے ہیں لیکن جب تک عمل علم کا ساتھ نہ دے، اس وقت تک بات نہیں بنتی۔تو یہ تلقین ہے کہ نماز پابندی سے پڑھنی ہے۔ دو ٹائم باقاعدگی سے ذکر کرنا ہے اور درود شریف کثرت سے پڑھنا ہے۔ایک اور ضروری بات یہ ہے کہ یہ مت خیال کریں کہ ابھی میں پچاس سال کا ہوا ہوں۔بھئی! عمر کی کوئی گارنٹی نہیں ہے کہ کوئی تیس سال بعد بلا لیا جائے یا سو سال میں بلا لیا جائے۔جانا بہر حال ہم نے ادھر ہی ہے اور یہ بھی سمجھ لیں کہ وہاں خالی ہاتھ جانا ہے۔یہ جائیدادیں، یہ سارے اثاثے یہیں رہ جانے ہیں۔اور یہ اولاد جس کے لیے ہم اتنا کھیچل کر رہے ہیں، اس کی حالت یہ ہوگی کہ ہوسکتا ہے کہ کوئی جمعرات کرانے کے بعد ہاتھ بھی کھڑا نہ کرے، آپ کی قبر پر کوئی پھیرا ڈالنے کی کوشش نہ کرے۔تو کوشش یہ کریں کہ اپنی فکر آپ کریں، اپنے

اعمال خود سنواریں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جانے کی تیاری کریں۔ وہ یہی ہے کہ میرے سمیت ہر آدمی گناہ گار ہے، کوئی فرشتہ تو نہیں ہوسکتا، لیکن ہم اپنا محاسبہ کرتے رہیں، کوشش کرتے رہیں کہ ہماری زندگی میں خامیاں کیا ہیں، اس میں ہم خوبیاں کیا پیدا کر سکتے ہیں۔ اخلاق، کردار، اعمال اور عبادات، یہ ساری چیزیں غور کے قابل ہیں کہ کہاں کہاں پہ کمی ہے۔ کہاں کہاں پر ہم نے اپنی خامیوں کا ازالہ کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کا جذبہ اور شوق عطا فرمائے۔ (آمین)

ایک اور بات یہ سمجھیں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے کچھ اوقات بڑے برگزیدہ اور فضیلت مآب بنائے ہیں۔ مثال کے طور پر عیدیں جو ہیں، ان کی اپنی فضیلت ہے، افادیت ہے۔ رمضان شریف کو باقی تمام سال کے مہینوں پر فضیلت حاصل ہے۔ اسی طرح ہم مسلمان جب حج کے دوران کعبہ شریف جاتے ہیں تو عمرہ تو ہر وقت کیا جا سکتا ہے۔ اُس کی بھی بڑی اہمیت، افادیت اور فضیلت ہے۔ لیکن جو آدمی حج کر لیتا ہے، اُس کی اپنی شان ہوتی ہے۔ اسی طرح جب آپ میرے پاس آتے ہیں یا اپنے کسی بھی مرشد کے پاس جاتے ہیں تو اگر آپ عام اوقات میں جاتے ہیں تو بھی فیض تو ملتا ہے۔ مگر جو خاص مواقع ہوتے ہیں، جیسے کسی بزرگ کا عرس ہے تو اس میں زیادہ افادیت اس لیے ہوتی ہے کہ وہ بزرگ زیادہ توجہ فرما ہوتے ہیں۔ اسی طرح میرے پاس آپ ہر اتوار کو تشریف فرما ہوتے ہیں، کبھی کبھی ویسے بھی کوئی آدمی آ جاتا ہے، مگر عام آنے میں اور اتوار کو دارالفیضان کی محفلِ ذکر میں شامل ہونے میں بڑا فرق ہے۔ اسی طرح اس اتوار کی اہم محفل کی نسبت یہ جو سالانہ اجتماع ہوتا ہے، اس کی بڑی فضیلت ہے۔ اس لیے کہ اس میں جتنے سلاسل کے بزرگ اور مشائخ ہیں اور جن کا کتاب حالِ سفر میں یا شجرہ میں تذکرہ ہے، وہ سارے کے سارے تقریباً تشریف فرما ہوتے ہیں اور ان سب کی توجہ شاملِ حال ہوتی ہے، میری تو ہونی ہی ہے۔

اس لیے کوشش یہ کیا کریں کہ جس طرح آپ عید کا حساب رکھتے ہیں کہ فلاں تاریخ کو عید ہوگی اور ہم نے چھٹی جانا ہے۔ ٹائم ٹیبل ایسا بناتے ہیں کہ آپ عید والے دن کم از کم گھر پہنچ جائیں۔ اسی طرح اپنے جو آپ کے معمولات ہیں، مشاغل ہیں اور مصروفیات ہیں، اس میں سے آپ یہ ذہن میں

رکھیں کہ آپ نے سالانہ اجتماع کے لیے بھی وقت نکالنا ہے۔اس کے لیے ٹائم ٹیبل میں ایسی ترمیم کریں کہ آپ کے لیے کوئی مشکل نہ پیش ہو۔ یہ مَیں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ کل ایک آدمی ہانگ کانگ سے آیا اور ایک لندن سے آیا اور دونوں کل مجھ سے مل کر چلے گئے ہیں اور آج وہ اس محفل میں شامل نہیں ہو سکے۔اب اُن کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے یا جو بھی ہوا۔

دوسری بات جس کے لیے مَیں معذرت بھی چاہتا ہوں، وہ یہ کہ ہم نے پچھلے سال تیسرا اتوار اجتماع کے لیے Announce (اعلان) کیا تھا۔مگر ابھی کچھ عرصہ پہلے محسوس ہوا کہ تیسرے اتوار تو عید ہوگی۔عید پر کچھ لوگوں نے قربانی دینا ہوگی، آنے جانے کا بھی مسئلہ ہوگا۔کئی لوگوں نے چھٹیاں لینا ہوں گی اُن کو چھٹی کی بھی Problem (زحمت) ہوگی۔اس لیے آج کا یہ دن یعنی چوتھا اتوار مخصوص کرنا پڑا۔اس میں کچھ لوگوں کو کوفت ہوئی، بہت سے ٹیلیفون آئے اور پوچھتے رہے کہ جی یہ کیا تبدیلی آئی ہے۔کسی کو کچھ شک پڑا، کسی کو کچھ۔اور کچھ لوگ کل بھی آ گئے، پچھلے اتوار کو بھی آ گئے۔تو آئندہ کے لیے سمجھ لیں کہ کچھ بھی ہو **ان شاء اللہ آئندہ مارچ کا چوتھا اتوار ہی سالانہ اجتماع ہوا کرے گا۔** کیونکہ ہماری ریت نہیں ہے کہ ہم اشتہار دیں یا خبریں چھاپیں۔آپ نے کبھی ہمارا اشتہار یا خبر نہیں دیکھی ہو گی بلکہ سینہ بہ سینہ ہی یہ اطلاع چلتی ہے۔تو آپ اُن ساتھیوں کو بتا دیں جو تشریف نہیں لائے کہ آئندسالانہ اجتماع مارچ کا چوتھا اتوار ہوگا۔

ایک بات سمجھ لیں کہ محبت، عقیدت اپنی جگہ، مگر اس میں بھی کچھ آداب کالحاظ رکھنا چاہیے۔مَیں ذاتی طور پر، بلکہ بہت سے علماء میرے ہم نوا ہیں اور کتابوں میں بھی لکھا ہے کہ کسی کا پاؤں چومنا یا پاؤں کو ہاتھ لگانا، یہ کوئی مستحسن عمل نہیں ہے۔اور یہ کوئی خود نمائی نہیں ہے بلکہ جب بھی کوئی اس قسم کی حرکت کرتا ہے تو مجھے واقعی کوفت ہوتی ہے۔بس اتنا کافی ہے کہ مصافحہ کر لیں یا بہت ہی عقیدت کا اظہار کرنا ہے تو ہاتھ چوم لیں۔لیکن ضرورت سے زیادہ جُھک جانا اور پاؤں کو ہاتھ لگانا یا چومنا، یہ مَیں خلافِ شریعت سمجھتا ہوں۔اس لیے میرے جو ساتھی ہیں، انہیں اس بات کا احترام کرنا چاہیے۔

جزاك الله۔ شکریہ!

دُعا:۔ یا اللہ! اپنا فضل و کرم اور رحمت ہمارے شاملِ حال فرما۔ یا اللہ! جو بیمار ہیں اُن کو شفاء عطا فرما، جو پریشان حال ہیں اُن کو خوشحالی اور سکون عطا فرما، یا اللہ! سب ساتھیوں کے لیے خیر و برکت عطا فرما۔ یا اللہ! اپنے ذکر میں ہم سب کو استقامت عطا فرما، یا اللہ! مجھے اور ان سب ساتھیوں کو نیکی کی توفیق عطا فرما، اپنی عبادت کی توفیق عطا فرما۔ حُسنِ اخلاق، حُسنِ اعمال اور حُسنِ کردار عطا فرما۔ یا اللہ! اُمتِ مسلمہ کو اتحادِ اسلام، غلبہ ءِ اسلام اور نفاذِ اسلام کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ! مجاہدینِ کشمیر، مجاہدینِ شیشان، مجاہدینِ بوسنیا اور اریٹیریا کو کامیابی عطا فرما۔ یا اللہ! ہماری یہ ٹوٹی پھوٹی محفلِ ذکر اور نماز قبول فرما۔ ہمارے راستے کی جو رکاوٹیں ہیں، وہ دور فرما۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ محمد و علیٰ آلہٖ و صحبہ و بارك وسلّم۔

ہفتہ وار
اور
ماہانہ اجتماعات

☆11 مارچ 1988ء جمعۃ المبارک

عزیز ساتھیو! میرا روحانی سفر جاری ہے۔ کہیں عارضی طور پر پڑاؤ ہو جاتا ہے لیکن پھر معاملہ آگے چل نکلتا ہے۔ مجھے اتنے زیادہ انعامات ملتے ہیں، اتنا زیادہ روحانی عروج حاصل ہوتا ہے، سوچتا ہوں اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا۔ یہی انتہا ہوگی لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمتیں انتہائی وسیع ہیں، رسول اللہ ﷺ کا کرم بے پایاں ہے، وہ مجھے پھر نواز دیتے ہیں۔

کچھ دنوں، کچھ راتوں اور کچھ وقتوں کو خاص فضیلت حاصل ہے۔ آج کا دن بھی انتہائی عظمت اور فضیلت والا ہے۔ کل مجھے بارگاہِ اقدس ﷺ سے کچھ عظیم انعامات ملے اور یہ اعلان بھی ہوا کہ رات اس سلسلے میں خاص تقریب منعقد ہوگی۔ بعض اوقات مجھے خود بھی پہلے پتہ نہیں ہوتا کہ مجھ کیا کچھ ملنے والا ہے۔ چنانچہ رات کو دس بجے سے دس بج کر بیس منٹ تک خصوصی تقریب منعقد ہوئی جس کی تفصیلات مَیں نہیں بتا سکتا۔ صرف دو صاحب میرے ان رازوں کے امین ہیں۔ تصوّف وسلوک میں یہ شاید پہلا موقع ہے کہ کسی آدمی کی اپنی ذاتی کیفیات میں اس کے شاگردوں کو بھی شریک کیا گیا ہے۔ جب بھی کوئی تقریب ہوتی ہے تو مجھے اپنے دو صاحبِ کشف ساتھیوں کو ساتھ لے جانے کی اجازت ہوتی ہے تاکہ وہ اپنے دِل کی آنکھ سے یہ منظر دیکھ سکیں اور گواہ رہیں کہ جو کچھ کہا جا رہا ہے وہ حقیقت ہے۔ شروع شروع میں جب رسول اللہ ﷺ نے مجھے یہ ذمہ داری سونپی تھی تو مَیں نے عرض کیا تھا، یارسول اللہ ﷺ! مجھے کون مانے گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ "تجھے ایسی واضح نشانیاں دی جائیں گی کہ لوگ ماننے پر مجبور ہو جائیں گے۔" خاص تقاریب میں میرے ساتھیوں کی شرکت بھی ان ہی واضح نشانیوں میں سے ہے۔

مَیں نے آپ کو کہا ہوا ہے کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر درود شریف پڑھیں کیونکہ قرآنِ پاک کی تلاوت کرنے والے حفاظ ہزاروں ہیں لیکن درود شریف کو بطورِ ورد اپنانے والے بہت کم۔ یہاں تک کہ بڑے بڑے مشائخ نے بھی درود شریف کی طرف برائے نام توجہ دی ہے۔ تو مَیں نے یہ دُعا مانگی تھی کہ میرے سلسلے میں منسلک ہونے والے قیامت کے دن سب سے زیادہ درود شریف لے کر حاضر

ہوں اور یہ دُعا قبول فرما لی گئی ہے۔ آپ درود شریف پڑھتے ہی رہتے ہیں لیکن یہ 20 منٹ (رات 10:00 بجے سے لے کر 10:20 تک) بہت قیمتی ہیں، یہ میری پوری روحانی داستان کا لب لباب ہیں۔ آپ جہاں بھی ہوں، جس حالت میں بھی ہوں، باوضو ہوں یا بے وضو، یہ 20 منٹ ضائع نہ کریں اور ان میں ضرور درود شریف پڑھیں۔ یہ وقت درود شریف کے لیے مخصوص کر دیں۔ باقی 24 گھنٹے میں پڑھے جانے والے درود سے ان 20 منٹ میں پڑھا جانے والا درود شریف اجر و ثواب کے لحاظ سے کہیں زیادہ ہوگا۔ پہلے میرا خیال تھا کہ خاص خاص ساتھیوں کو یہ وقت بتاؤں گا لیکن اب سوچا ہے کہ ہم سب نے برزخ میں جانا ہے۔ اگر کل وہاں جا کر آپ کو پتہ چلا کہ فلاں فلاں ساتھی زیادہ انعامات و اکرامات لے گیا ہے، اور ہم محروم ہو گئے ہیں حالانکہ ہم بھی کمالؔ صاحب کی روحانی اولاد تھے تو میرے متعلق آپ کا کیا گمان ہوگا۔ اس لیے مَیں نے سب کو بتا دیا ہے۔ آپ اُن تک یہ بات پہنچا دیں جو یہاں نہیں ہیں۔

اب جن ساتھیوں کو جلدی ہے، وہ چلے جائیں۔ باقی صلوٰۃِ کسوف کے لیے ٹھہریں۔

☆☆☆

☆18 مارچ 1988ء جمعۃ المبارک

ساتھیو! مجھے جو روحانی عروج حاصل ہوا ہے، وہ بہت کم اولیاءؒ کو نصیب ہوا ہے۔ اتنی ترقی آپ کیا سمجھ سکیں گے، مَیں خود نہیں سمجھ پا رہا۔ اہلِ برزخ حیران و ششدر ہو رہے ہیں کہ اس شخص کو یہ چیزیں کہاں سے حاصل ہو رہی ہیں۔ یہ سب درود شریف کی برکت ہے، یہ نعمت پہلے اولیاءؒ کو اس کثرت سے حاصل نہیں ہوئی۔ اب وہ حسرت کر رہے ہیں کہ کاش! وہ بھی یہ نسخۂ قربِ الٰہی استعمال کرتے اور تسبیحات و نوافل پر زور رکھنے کی بجائے درود شریف پر زور دیتے۔

مجھ ناتواں پر حضور ﷺ نے یہ بھاری ذمہ داری عائد کی تھی کہ لوگوں کو بظاہر اللہ کے ذکر کی دعوت دی جائے لیکن باطن میں تکوینی امور سرانجام دیے جائیں۔ مَیں نے اپنی صوابدید کے مطابق اس ذمہ داری میں اپنے ساتھیوں کو شریک کیا ہے۔ انہیں اپنے اوراد مکمل کرنے اور لوگوں کو زیادہ سے زیادہ

ذکر کی دعوت دینے کی تلقین کرتا ہوں۔ یہ بڑی روحانی ذمہ داریاں ہیں جو آپ لوگوں پر عائد ہوتی ہیں۔ یہ صرف تسبیحات کے مکمل کرنے اور زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھنے ہی سے پوری ہوسکیں گی۔

مَیں اپنے ساتھیوں کو عام مزاروں اور درباروں پر جانے سے منع کرتا ہوں۔ صرف حضرت سلیمان پارس رضی اللہ عنہ (جہلم)، حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، حضرت خواجہ بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ (ملتان)، حضرت شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ (سیہون شریف)، اور کراچی میں عبداللہ شاہ غازی رضی اللہ عنہ (کراچی) ایک صحابی کے مزار پر جانے کی اجازت دیتا ہوں۔ بھئی! منع اس لیے کر رہا ہوں کہ عام درباروں پر جانے سے روحانی نقصان ہونے کا اندیشہ ہے۔ صرف اُن مزاروں پر جاؤ جہاں تمہیں کچھ مل سکے۔ یہ بھی یاد رکھو کہ تمہیں فیض کوئی نہیں دے سکتا۔ فیض یہ ہوتا ہے کہ آدمی کا لطیفہ روشن نہ ہو تو روشن ہو جائے یا کوئی لطیفہ جاری نہ ہو تو توجہ سے جاری ہو جائے یا نچلی منزل سے بالائی منزل پر روح کو پہنچا دے۔ ایسا فیض آپ کو کوئی نہیں دے گا۔ جتنا فیض کماؔل نے آپ کو دیا ہے، اتنا کوئی اور نہ دے گا۔ کتنے شرم کی بات ہے کہ بے حساب دولت کے مالک اور سخی والد کی اولاد ہو جس کی دی ہوئی رقم سے تمہاری جیبیں بھری ہوئی ہیں، تو پھر تم ایک یا دو درہم کا سوال کرنے کسی اور کے پاس جاتے ہو۔ میری توجہ سے لطائف سورج کی طرح روشن ہو جاتے ہیں اور پہلی پرواز میں 9 عرش عبور کر جاتے ہو۔ پھر تمہیں کیا ضرورت ہے کہیں اور جانے کی۔

اہلِ برزخ ششدر ہیں کہ اس شخص کو کیا ہو گیا ہے کہ اگر اسے کچھ مل گیا ہے تو بغیر اہلیت کے دیکھے، لوگوں میں تقسیم کر رہا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ مجھے جو کچھ ملا ہے وہ اس سخاوت کی وجہ سے ملا ہے۔ پہلے اولیاء کرامؒ کو اگر کوئی شے ملتی تھی تو وہ اسے پوشیدہ رکھتے تھے لیکن مَیں سب اپنے شاگردوں میں تقسیم کر دیتا ہوں۔ میری سخاوت و فیاضی کے باعث اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مجھے کروڑوں گنا زیادہ عطا فرما دیتے ہیں۔

اھلُ اللہ ''اَللّٰہ'' کے اسم کا ذکر کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں کا پَرتو اُن پر پڑتا ہے۔

اور اُن سے اللہ تعالیٰ کی ان صفات کا اظہار ہونے لگتا ہے اور پھر مقربین اور مریدین پر بھی اِن صفات کے اثرات ظاہر ہونے لگتے ہیں۔

☆☆☆

☆17 مارچ 1989ء جمعۃ المبارک

ساتھیو! ہمارا سلسلہ بہت مبارک ہے کیونکہ اس میں تمام سابقہ سلاسل کی برکات ضم کردی گئی ہیں۔ ہر شخص کا ربّ سے ایک خاص تعلق ہے۔اس سلسلے میں جو بھی آتا ہے یا بھیجا جاتا ہے وہ خوش قسمت اور ربّ کا خاص بندہ ہوتا ہے۔ مجھے جو شجرۂ سلسلہ عطا کیا گیا ہے، اس میں 22 شخصیات کی روحانی ٹیم ہے جو رسول اللہ ﷺ کی ذاتی نگرانی، قیادت و سیادت میں کام کررہی ہے۔ہم بھی عالمِ برزخ میں اس ٹیم کا حصہ بن جائیں گے۔

مَیں نے سب نسبتوں کو تقسیم کرنے کی پوری کوشش کی۔ مجھے جو کچھ ملا، مَیں نے اس میں ساتھیوں کو شریک کرلیا۔لہٰذا مجھے جو" مخمّساتِ عشر" کی دس خصوصی نسبتیں عطا ہوئیں تھیں، وہ 37 کروڑ درود شریف پڑھنے کے بعد ہوئی تھیں، وہ مَیں ساتھیوں کو عطا کررہا ہوں۔قریبی ساتھیوں کی طرف سے ایک کروڑ درود شریف کا نذرانہ بھی حضور ﷺ کی بارگاہِ عالیہ میں پیش کیا ہے تاکہ ساتھیوں میں مطلوبہ قوت پیدا ہو۔ یاد رہے کہ عمومی وخصوصی نسبت میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ "مخمّساتِ عشر" کی عام لوگوں کو عمومی اور خاص کو خصوصی نسبت حاصل ہے۔ان کے طفیل ان میں روحانی ڈیوٹی کی انجام دہی کے لیے غیر معمولی صلاحیت وقوت پیدا ہوگی۔

مجھے یہ اختیار حاصل ہے کہ ایک گریڈ والے کو 24ویں میں اور 24ویں والے کو ایک گریڈ میں لے آؤں۔(تصوّف وسلوک میں 28 گریڈ ہوتے ہیں) اس لیے آپ نے سنبھل کر چلنا ہے۔ اویسیہ لائن زمین دوز چلتی ہے، کسی جگہ سے پھٹ کر ظاہر ہوجاتی ہے۔اس طرح میرے ان ساتھیوں میں ایک خاص نسبت ہے جو سینہ بہ سینہ ہوتی رہے گی اور ان شاء اللہ ان کی اولاد میں سے کسی جگہ پھٹ کر ظاہر ہوجائے گی اور اللہ تعالیٰ اُس سے کام لے لیں گے۔

اے میرے ساتھیو! تمہیں کوئی مانے یا نہ مانے لیکن کم از کم اپنی اولاد کو یہ ضرور بتانا کہ تمہارا تعلق کسی مردِ کامل کے ساتھ ہے، اُسے یہ نسبت ضرور عطا کرنا۔ اگر خدانخواستہ اُس کا رابطہ ظاہری طور پر میرے سلسلے سے نہ بھی ہو سکا تو بھی یہ نسبت خود بخود چلتی رہے گی۔ مَیں اپنے ساتھیوں کو خصوصی تلقین کر رہا ہوں۔ انہیں چاہیے کہ وہ مرکز دارالفیضان سے رابطہ قائم رکھیں جیسا کہ عید گزارنے کے لیے لوگ دور دور سے گھر آ جاتے ہیں، ایسا ہی یہ بھی جان لیں کہ ہم نے ہر ماہ کا تیسرا جمعہ (اتوار) مرکز میں گزارنا ہے۔

مَیں صاحبِ کشف حضرات کو وارننگ دیتا ہوں کہ وہ کسی کو دنیاوی بات نہ بتائیں کیونکہ کشف سے مراد یہ نہیں کہ آپ مستقبل کی خبریں معلوم کریں بلکہ کشف یہ ہے کہ ضروریاتِ دین وایمان کی شہادت مل جائے۔ وہ اس طرح ہوتی ہے کہ آدمی ملائکہ، جنت، دوزخ اور جنّات وغیرہ کا مشاہدہ کر لیتا ہے جو اس کے ایمان میں قوت پیدا کرتے ہیں۔

دوسری وارننگ یہ ہے کہ مجھے لازمی کڑی سمجھیں۔ یہ کبھی خیال نہ کریں کہ میرا تعلق رسول اللہ ﷺ سے براہِ راست ہے، مجھے انعامات واکرامات مل رہے ہیں، لٰہذا مجھے کمال صاحب کی ضرورت نہیں۔ یاد رکھیں میری ضرورت ہمیشہ رہے گی، مجھ سے کٹو گے تو حضور ﷺ سے خود بخود کٹ جاؤ گے اور شاید تمہیں اس کا پتہ بھی نہ چلے۔

آپ حضرات زیادہ سے زیادہ وقت اور ہمت درود شریف پر صرف کریں۔ درود شریف کی برکات سے ہی تم میں مطلوبہ قوت پیدا ہوگی جو روحانی ڈیوٹی کے لیے درکار ہے۔ یاد رہے کہ دربارِ اقدس ﷺ سے رُشد و ہدایت کا فیض بانٹنے کے لیے جن حضرات کو مامور کیا جاتا ہے عین ممکن ہے کہ وہ بالکل غیر معروف طور پر زندگی گزار رہے ہوں لیکن تمام دنیا میں ساری تعلیم وتعلّم، وعظ وتبلیغ، درس وتدریس اور خیر وفلاح کے امور کی انجام دہی ان ہی کے روحانی فیض کا نتیجہ ہوا کرتا ہے۔ ضروری نہیں کہ وہ علامہ ءِ زماں اور کسی بہت بڑی درسگاہ کے مہتمم ہوں۔

اسمِ ذات ”اَللّٰہ“ کی دو صفات، جمالی وجلالی ہیں۔ مَیں جنّات کو جمالی کیفیت میں ذکر کراتا

ہوں اور وہ اس سے روحانی فرحت و بالیدگی محسوس کرتے ہیں۔ اگر میں کبھی جلالی کیفیت میں ضرب لگا دوں تو وہ جل کر اور تڑپ کر مر جاتے ہیں۔ کفار جنّات کے لشکروں کے لشکر میری اس کرامت سے متاثر ہو کر اسلام میں داخل ہو کر میری بیعت کرتے ہیں۔

ولایت کی گیارہ شاخیں ہیں، جن میں دو بڑی ہیں۔ پہلے نمبر پر تصوّف وسلوک ہے جبکہ دوسرے نمبر پر قلندری لائن ہے۔ تصوّف وسلوک میں شریعت کا غلبہ ہوتا ہے جبکہ قلندری لائن ملامتی ہوتی ہے، اپنے آپ کو چھپاتی ہے، بظاہر ایسے کام کرتی ہے جو لوگوں کو دُور کرنے والے ہیں۔

☆☆☆

☆5 مئی 1989ء جمعۃ المبارک

مَیں نے آپ کو کہا ہوا ہے کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر درود شریف پڑھیں کیونکہ قرآنِ پاک کی تلاوت کرنے والے حفّاظ لاکھوں ہیں، لیکن درود شریف کو بطور وِرد اپنانے والے بہت کم ہیں۔ یہاں تک کہ بڑے بڑے مشائخ نے بھی درود شریف کی طرف برائے نام توجہ دی ہے۔ مَیں نے یہ دُعا مانگی تھی کہ میرے سلسلے میں منسلک ہونے والے قیامت کے دن سب سے زیادہ درود شریف لے کر حاضر ہوں اور یہ دُعا قبول بھی فرمائی گئی ہے۔ آپ درود شریف پڑھتے ہی رہتے ہیں لیکن یہ 20 منٹ (10:00 بجے شب سے لے کر 10:20 تک) بہت قیمتی ہیں۔ یہ میری پوری روحانی داستان کا لُبِّ لباب ہیں۔ آپ جہاں بھی ہوں، جس حالت میں بھی ہوں، وضو ہو یا بے وضو، یہ 20 منٹ ضائع نہ کریں، ان میں ضرور درود شریف پڑھیں، یہ درود شریف کے لیے مخصوص کر دیں۔ جس طرح گیارہ سلاسلِ ولایت کو ضم کر کے ایک نسبتِ اویسیہ کمالیہ بنائی گئی ہے، اسی طرح انبیاء کرامؑ کے تمام اوراد و وظائف کی نسبتیں اس درود شریف میں ضم کر دی گئی ہیں۔ اس لیے پوری ہمت اور پورا زور درود شریف پر صرف کرنا ہے۔

☆☆☆

☆16 فروری 1990 جمعۃ المبارک

مَیں سب کو وصیت کرتا ہوں کہ دنیا کی زندگی کو عارضی سمجھیں، اگلی زندگی ہمیشہ والی ہے۔ یہاں کی زندگی کی زیادہ حرص ہے تو وہاں کے لیے کیوں نہیں؟ میرا مطالبہ یہ نہیں کہ آپ دنیا چھوڑ دیں۔ میری تو کوشش ہے کہ تصوّف کو سہل ترین بناؤں، کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ یہ رہبانیّت ہے یا مشکل ہے۔ کشف وکرامات کو مقصود نہ بنائیں، میرا یہ دعویٰ نہیں۔ بلکہ میرا دعویٰ یہ ہے کہ جو مَیں سبق دوں گا وہ قبر اور حشر کے لیے ہے۔ اگر وہاں یہ میسر نہ آئے تو میرا گریبان ہوگا اور آپ کا ہاتھ اور دربارِ الٰہی۔ اس سے بڑھ کر کوئی ضمانت نہیں دی جاسکتی۔ پہلے دن جو ذکر کرنے بیٹھتے ہیں، اُنہیں سب کچھ نظر آجاتا ہے، تو کیا ذکر کروانے والا کوئی کم ہے؟ ایسی کوئی بات نہیں، یہ بطورِ کرامت ہوتا ہے اور ان شاء اللہ ہوتا رہے گا۔

دِل کے زنگ اتارنے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے کے لیے ذکرِ اسمِ ذات سے بڑھ کر کوئی نسخہ نہیں۔ دِل میں ذِکرُ اللہ کو یوں بسالو جیسے گلاب کے پھول میں خوشبو بسی ہے۔ کوئی ایسا ولی اللہ نہیں جس نے ذکرِ اسمِ ذات کمایا نہ ہو۔ ہمیں جو روحانی منصب ملے ہیں، وہ بہت عظیم ہیں۔ ہماری ان پر بحالی صرف اس صورت میں قائم رہے گی، اگر ہم زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھیں۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ پر زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھو۔ میرے خیال میں خوبصورت ترین تحفہ جو اُمتی بارگاہِ اقدس ﷺ میں پیش کرسکتا ہے، وہ درود شریف ہی ہے۔ مجھے جو کچھ ملا وہ درود شریف کی برکت سے ہی ملا۔

قرآنِ پاک کی تلاوت کرنے والے ہزاروں ہیں، ساری ساری رات عبادت میں گزارنے والے موجود ہیں۔ مجھے اتنا کیوں نوازا گیا ہے، یہ صرف اور صرف درود شریف کی عظمت کا صدقہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا سستا اور آسان طریقہ بھی درود شریف کی کثرت ہے۔ میری ترقی کو دیکھ کر اولیاءِ برزخ افسوس کر رہے ہیں کہ ہماری نظر درود شریف پر کیوں نہ پڑی؟ جبکہ اس آدمی کو کیسا نسخہ ءِ تقرب ہاتھ آیا ہے۔ لہٰذا درود شریف کی کثرت کرو۔ چلتے پھرتے، اُٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے، ہر

وقت پڑھو اور اپنی ہمت صرف کر دو۔ دِل۔۔۔ دولت، کاروں اور کوٹھیوں سے سکون نہیں پاتا بلکہ یہ صرف اَللّٰہ کے ذکر سے سکون پاتا ہے۔ آج حالِ سفر پڑھ کر یا ہمارے ساتھیوں کی کیفیات سُن کر یقین کرنے کے بجائے لوگ تمسخر کرتے ہیں۔ لیکن ان شاء اللہ تعالیٰ:۔

ایسا بھی اک وقت آئے گا، کون و مکاں تعظیم کریں گے

جو بھی کہیں گے دیوانے، وہ اہلِ خرد تسلیم کریں گے

درود شریف کی برکت ہی سے مجھے اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے جوتوں کے صدقے ''عارفِ وقت'' کے اعلیٰ ترین مقام سے نوازا ہے۔ عارفِ وقت وہ ولی اللہ ہوتا ہے جس کی روحانی قیادت و سیادت صدیوں پر محیط ہو۔ یوں سمجھیں کہ اُمتِ مسلمہ کے اتحاد اور غلبہءِ اسلام کے لیے مَیں نے روحانی اور باطنی طور پر ابتدا کر دی ہے۔ اس کی تکمیل ظاہری طور پر حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ہاتھوں ظہور پذیر ہوگی۔ عارفِ وقت کے سامنے ''وقت'' مسخر کر دیا جاتا ہے۔ وہ ماضی حال اور مستقبل کا کوئی سا واقعہ خود دیکھ سکتا اور دوسروں کو دکھا سکتا ہے۔ بالکل ایسے جیسے ٹی۔ وی پر آپ Action replay (کوئی عمل، کام یا سرگرمی دوبارہ کرنا یا دکھانا) دیکھتے رہتے ہیں۔ مَیں نے اپنے بعض ساتھیوں کو طوفانِ نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ پر آگ کا گلزار ہونا اور حضور ﷺ کے بعض معجزات مشاہدہ کرائے ہیں اور حضرت امام مہدیؑ کی روح سے ملاقات کرائی ہے۔

عبادت میں یکسوئی نہ ہونا تمہارے ان لوگوں کے ساتھ میل ملاپ کی وجہ سے ہے جو برائے نام مسلمان اور دہریے قسم کے ہیں۔ ان کے دِل انتہائی میلے ہیں، ان کے قلب کی سیاہی تمہارے قلوب کو بھی متاثر کرتی ہے۔ مَیں نے تم پر یہ پابندی نہیں لگائی کہ تم گھر بار چھوڑ دو اور خلوت اختیار کرو۔ مَیں دعوے سے کہتا ہوں کہ آج سب حاضرین، خواہ کسی نے بیعت کی یا نہیں، وہ کعبہ شریف اور دربارِ اقدس ﷺ پہنچے۔ ان میں سے بیعت نہ کرنے والوں کو برزخ میں ان شاء اللہ سال میں ایک بار ضرور دربارِ اقدس ﷺ میں حاضری نصیب ہو جایا کرے گی۔ میرا اختیار صرف اتنا ہے کہ تمہیں دربارِ اقدس ﷺ میں پہنچاؤں۔ مجھے یہ اختیار نہیں ہے کہ مَیں دِل کھول دوں۔ یہ کام صرف رسول اللہ ﷺ کا ہے کہ کسی

کے دِل کی کھڑکی کھول دیں۔میرے مریدین میں سے ہر آدمی کے پاس ایک روحانی ڈیوٹی ہے۔بعض ایسے ہیں جو درندوں، حشرات الارض، جنگلوں، پہاڑوں، دریاؤں اور سمندروں پر مامور ہیں۔اگر ایسے لوگوں کو کشف ہوجائے تو عین ممکن ہے کہ ان کا ہارٹ فیل ہوجائے۔

ہمارے دِل کی دو کھڑکیاں ہیں۔ایک۔۔۔جسمانی حواسِ خمسہ کے ذریعے عالمِ اجسام کی طرف کھلتی ہے اور دوسری۔۔۔روح کے لطائف کی بیداری کے بعد عالمِ ارواح کی طرف کھلتی ہے اور دِل روحانی مناظر دیکھنے لگتا ہے۔خوابیں بھی اسی قبیل سے تعلق رکھتی ہیں۔اور یہ دوسری کھڑکی اکثر اُسی وقت کھلتی ہے جب کہ ظاہری حواس معطل ہوجاتے ہیں، یعنی آدمی سو جاتا ہے۔امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے کے مطابق ''اگر آدمی دِل میں اَللّٰہ اَللّٰہ کرنے لگے اور زبان بند کردے اور ظاہری حواس کو معطل کردے تو یہ کھڑکی حالتِ بیداری میں بھی کھل جاتی ہے اور آدمی یہی مناظر بیداری میں بھی دیکھنے لگتا ہے''۔ان روحانی مناظر کا مشاہدہ کشف کہلاتا ہے۔چونکہ کشف ایک قلبی کیفیت ہے اور بعض اوقات اپنے دِل میں ہی جگہ پانے والی شے عالمِ مثال میں نظر آجاتی ہے، اپنے ہی خیالات بول اُٹھتے ہیں، اس لیے کشف کبھی بھی غلطی کے احتمالات سے پاک نہیں ہوتا، اِلّا ما شاء اللّٰہ۔اسی لیے کشف کو شرعی احکام کے سامنے کوئی اہمیت نہیں دی جاتی۔البتہ یہ ایک اضافی انعام ضرور ہے۔

اسلامی کشف یہ نہیں ہے کہ آپ کو آنے والے حالات کی خبر ہوجائے یا دنیاوی معاملات کی نشاندہی ہوجائے اور خفیہ چیزوں کا علم ہوجائے، بلکہ یہ ان ضروریاتِ دین وایمان کے مشاہدے کا نام ہے جن کو دیکھ لینے کے بعد آدمی کا علم الیقین، عین الیقین میں بدل جاتا ہے۔مثلاً: انبیاءِ کرام علیہم السلام کی زیارت، جنت ودوزخ، لوحِ محفوظ، ملائکہ وغیرہ نظر آجائیں۔قیامت کا منظر نظر آجائے وغیرہ۔

اسلامی کشف میں بھی غلطی کا اور شیطانی مداخلت کا احتمال ہے، اس لیے صوفیاءِ کرامؒ نے چار چیزوں کو معیارِ حق قرار دیا ہے۔

1۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت

2۔ قرآنِ پاک کی زیارت

3۔ کعبہ شریف

4۔ روضہءاطہر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ان چار چیزوں کی صورت میں شیطان نہیں آتا۔اس لیے ان کی زیارت کرنے والے کو یقین رکھنا چاہیے کہ اس کا کشف اللہ کی جانب سے ہے۔بعض لوگ ان چار چیزوں کے متعلق بھی یہ قیاس آرائی کرتے ہیں کہ یہ مناظر جنّات دکھاتے ہیں، حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔اگر یہ چار چیزیں بھی مشکوک ہوجائیں تو پھر کشف کی کوئی حقیقت نہیں رہتی اور اسلاف صوفیاء کرامؒ کی ہزاروں کیفیات جو تصوُّف کا سرمایہ ہیں بے اصل ہوکر رہ جاتی ہیں۔

یہ اسلامی کشف دو طرح سے حاصل ہوتا ہے، یا تو زبردست مجاہدات کرکے نفس کے زور کو توڑا جائے اور دنیا سے کٹ کر ذکرِ الٰہی میں محویّت حاصل کی جائے اور دوسرا آسان طریقہ یہ ہے کہ کسی ولی کامل کی توجہ حاصل کی جائے تو آدمی یہ سب کچھ پلک جھپکنے میں حاصل کرلیتا ہے۔

☆☆☆

☆2 اگست 1991ء جمعۃ المبارک

کچھ لوگ بلکہ اکثر صرف دنیا کی طلب لے کر آتے ہیں۔مجھ پر ایسے اوقات بھی گزرے ہیں کہ دو دو دن گھر سالن نہیں بنتا تھا۔سال سال بھر گوشت نہیں پکتا تھا۔کلرکی سے ملازمت شروع کی۔ان لوگوں کو اللہ نے سب کچھ عطا کیا ہے۔لیکن دنیا کی حرص پیچھا نہیں چھوڑتی ہے، دنیا کی طلب ہی کرتے ہیں۔مرشد کے پاس آخرت کی طلب لے کر آؤ گے تو دنیا کے کام بھی سنورتے رہیں گے۔صرف دنیا ہی طلب کرو گے تو مَیں یہ جانوں گا کہ عقبیٰ کی طلب ہی نہیں۔لالچ، حسد اور تکبر سے بچو گے تو کچھ حاصل کرو گے۔حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ''کیا کرتے ہو، کھوتوں کے گلے میں گانی ڈالتے ہو''۔لفظ گدھے کے بجائے کھوتا استعمال کیا۔تجربے نے مجھے بتایا کہ وہ درست فرماتے تھے۔ جس نے اپنے مرشد سے بدگمانی کی، گالیاں دیں، تنقید کی، کیوں اور کیا کیا سوچتا رہا، اُسے کیا حاصل

ہونا ہے۔ یہ تو اندھی عقیدت کی راہیں ہیں۔

مَیں بھی امتحان لیتا ہوں، امتحان بڑے سخت بھی ہوتے ہیں، آزماتا ہوں۔ جس طرح بعض اچھے شاگرد ہوتے ہیں اور بعض نکمے۔ بعض اچھے مارکس لیتے ہیں، بعض صرف پاس مارکس لیتے ہیں کہ پاس ہو جائیں۔ اسی طرح مریدین بھی بعض خصوصی حیثیت حاصل کر لیتے ہیں، بعض درمیانی اور بعض عامی ہوتے ہیں۔ حالات و واقعات ان کو اسی طرح چھان پھٹک کر علیٰحدہ کر دیتے ہیں۔ جس طرح چھلنی سے چھن کر اچھے اور ناقص و کمزور دانے علیٰحدہ ہو جاتے ہیں۔

لیکن اگر مَیں چاہوں کہ کوئی پہلے لطیفے پر ہی بیٹھا رہے، تو لاکھ زور لگائیں، تہجد پڑھیں، درود شریف پڑھیں، یہ اُوپر نہیں جا سکیں گے۔ یہ میری مرضی پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ جسے چاہوں اُوپر لے جاؤں، جسے چاہوں وہیں پر رہنے دوں۔ سلسلہ اویسیہ میں راست فیض ملتا ہے۔ میرا ایک ساتھی تھا، جس کو ایک آنکھ سے خانہ کعبہ شریف اور دوسری آنکھ سے روضہ اطہر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نظر آتا ہے، یہ سب میرا فیض ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے ماں باپ، خاوند بیوی، بہن بھائی، اولاد اور جان و مال سے زیادہ محبت ہو تو مومن کہلاتا ہے اور فنا فی الرسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہوتا ہے۔ ایسے ہی مرشد آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نائب و خلیفہ ہے۔ مرشد کے لیے دِل میں اسی طرح سے سب محبتوں سے فائق محبت ہو تو فنا فی الشیخ ہوتا ہے۔ یہ راہیں محبت و ایثار کی ہیں۔

جس طرح کسی دوسرے شخص کے لیے عمرہ و حج ادا کیا جاتا ہے، اسی طرح درود شریف کا نذرانہ بھی دیا جاتا ہے۔ اس سے روح قوی ہوتی ہے اور پرواز کرتی ہے۔ ہفتے میں ایک بار یا دو بار قریبی ساتھیوں کو چیک کرتا ہوں۔ اگر ان کی پرواز میں کمی آ گئی ہو تو اُنہیں توجہ دے کر اُوپر لے جاتا ہوں، مَیں اتنا لاعلم نہیں ہوں۔ جو شخص میرے پاس صرف بات ہی دنیاداری اور دنیا کے مسائل کی کرتا ہے، مَیں سمجھتا ہوں اُس میں طلب ہی نہیں ہے۔ پرکھنے کا میرا یہ بھی معیار ہے۔ جو آخرت کی اور ذکر اذکار کی طلب لے کر آتا ہے، اُس کے دنیا کے مسائل خود ہی حل ہوتے جاتے ہیں اور دُعا بھی ساتھ ساتھ ہوتی رہتی ہے۔

دارالفیضان میں اولیاء کرامؒ تشریف لاتے ہیں۔ اُن کی روحانی Meetings (اجلاس) ہوتی ہیں۔ صاحبِ کشف اسے نہایت خوبصورتی سے نورانی رنگوں اور روشنیوں سے سجا ہوا دیکھتے ہیں اور دُور دُور پہاڑیوں تک ارواح و انوارات نظر آتے ہیں۔ خصوصی ساتھیوں پر یہ آرائش و زیبائش بھی خصوصی ہوتی ہے۔

جو مریدین مجھ سے کٹ جاتے ہیں، اُن کا انجام بھی مجھے دکھایا گیا ہے، اگر جنت میں گئے تو ہلکا ترین درجہ ملے گا اور سب سے کمتر درجے کی ڈیوٹی پر مامور کیے جائیں گے۔ جب سورج ڈوبتا ہے تو کافی دیر تک شفق کی روشنی نظر آتی ہے۔ اسی طرح سے جو کٹتا ہے اُسے کچھ وقت تک ذکر و درود شریف میں وہی کیفیات نظر آتی ہیں تو وہ سمجھتا ہے میرا تو کچھ نہیں بگڑا۔ پھر آہستہ آہستہ یہ چیزیں کم ہونا شروع ہوتی ہیں۔ اگر کمی بظاہر نہ بھی محسوس ہو تو کٹنے سے جو ثواب مرتب ہونا ہے، وہ نہیں ہوتا۔ پھر یہ برزخ میں جا کر معلوم ہو گا کہ کیا مقام تھا اور اُس مقام سے گر کر کہاں تک نیچے آئے۔ جو مجھے چھوڑتا ہے، اُسے مَیں پھر بھی نہیں چھوڑتا۔ چاہے وہ مجھے گالیاں دے یا بدگمان ہو، مَیں نہ گالی دیتا ہوں، نہ بددُعا دیتا ہوں۔ یہ میرے مقام و مرتبہ اور ظرف کے خلاف ہے۔ لیکن مَیں نے یہ دیکھا ہے کہ اُسے آخرت میں جو نقصان پہنچنا ہے، وہ تو اُسے پتہ چل ہی جائے گا۔ دنیا میں بھی اُسے نقصان پہنچتا ہے اور اگر مَیں چھوڑ دوں تو ذلیل و خوار ہو جائے گا۔ دنیاوی و روحانی فیض بھی دس نسل تک پہنچے گا اور دنیاوی و روحانی نقصان بھی دس نسل تک ہی پہنچے گا۔

اگر کچھ مرتبہ چاہیے تو کر خدمت فقیروں کی
کہ دانہ خاک میں مل کر گل و گلزار ہوتا ہے

☆☆☆

☆16 اکتوبر 1992ء جمعۃ المبارک

ذکر بہت بڑا انعام ہے جس کو نصیب ہو جائے۔ ذکر سے ہی گناہوں کا زنگ قلب و روح سے

اُترتا ہے۔صوفیاءؒ صدیوں کے تجربے کے بعد اس بات پر پہنچے ہیں کہ گناہوں کا زنگ اُتارنے کے لیے ذکرِاسمِ ذات (اَللّٰه) بہترین ریگ مار کا کام دیتا ہے۔آنحضور ﷺ کا فرمان ہے:

((لِكُلِّ شَیءٍ صِقَالَةٌ وَصِقَالَةُ الْقُلُوْبِ ذِكْرُاللّٰه))(مشکوٰۃ شریف:2174)

''ہر چیز کی پالش ہوتی ہےاور دِلوں کی پالش اَللّٰه کا ذکر ہے۔''

غفلت اور گناہوں سے جو زنگ قلب وروح پرآ جاتا ہے، وہ اَللّٰه کے ذکر سے ہی دھویا جاتا ہے۔ بیشک آپ باقاعدگی سے نماز پڑھنے والے ہوں لیکن دِلوں کا زنگ ذکر سے ہی اُترے گا۔ ذکر کے بغیر روحانی ترقی ومراتب ومقامات نہیں ملیں گے۔ ذکر باقاعدگی سے کرتے رہیں گےتو آہستہ آہستہ ذکر کی حلاوت، شیرینی وچاشنی بڑھتی جائے گی۔ ذکر کی برکت سے قلب وروح منوّر رہوں گے اور اس کا فائدہ دونوں جہاں میں ہوگا۔ ذکر کی برکت سے مصائب سے نجات ملتی رہے گی، عافیت نصیب ہوگی اور اطمینانِ قلب ملے گا۔صوفی آخری سانس تک نفس سے لڑتا رہتا ہے۔

بیعت کا مطلب ہے کہ شیخ کی بتائی ہوئی باتوں پر اسی طرح عمل کرنا جس طرح فوجی اپنے افسرِ اعلیٰ، کیپٹن وکرنل وغیرہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ جب اتباع نہیں کریں گے تو نسبت کمزور ہو جائے گی، فیض اور فائدہ نہیں ہوگا۔

اللہ جس حال میں رکھے اُس میں مطمئن رہو۔ تنہائی کو غنیمت جانو، ذکر ودرود شریف میں مصروف رہو۔ اطمینانِ قلب تو اَللّٰه کے ذکر میں ہے۔ اللہ جس حال میں رکھے، رہو۔ یہی مقامِ رضا ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ط o﴾ (سورۃ البقرۃ، آیت نمبر 165)

''اور جولوگ ایمان لاتے ہیں، وہ اللہ سے شدید محبت کرتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ سے ایسی محبت ہو کہ جیسے پھول میں خوشبو بسی ہوتی ہے۔ اس طرح اللہ کی محبت اپنے قلب ووجود میں پیدا کرو کہ اُس کے اور رسول اللہ ﷺ کے احکامات پر دوڑ دوڑ کر عمل کرو۔ محبت سے عمل کرو، اس طرح سستی رفع ہو کر رغبت میں بدل جائے گی۔

اَللّٰہ کے ذکر سے دِل نیک کاموں کی طرف مائل ہوتے ہیں۔اچھے عمل دِل کو روشن اور منوّر کرتے ہیں۔ بُرے کاموں سے دِل پر کثافتیں آجاتی ہیں اور وہ غافل ہو جاتے ہیں۔ غافل دِل ہی مردہ ہیں، دِلِ ذاکر ہی زندہ ہیں۔

☆☆☆

☆16 اپریل 1993ء جمعۃ المبارک

مَیں وقتاً فوقتاً آپ کو ہدایت دیتا رہتا ہوں۔ ان ہدایت کو ڈانٹ ڈپٹ اور سرزنش کے زمرے میں نہیں آنا چاہیے۔ مَیں آج واشگاف الفاظ میں تنبیہ کرر ہا ہوں کہ کشف اللہ کا انعام ہے لیکن سند نہیں ہے کہ اس پر سو فیصد یقین کرلیں، خاص کر دنیاوی معاملات میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ مثلاً: کسی کی بھینس یا کوئی اور چیز چوری ہوگئی ہو اور وہ آپ کو کہے کہ بتائیں کس نے چوری کی ہے؟ کہاں ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔تو آپ یہ کہیں کہ یہ ہمارا میدان نہیں ہے، ہمارا فیلڈ نہیں ہے۔ اس طرح لوگوں کو چوریاں وغیرہ کے بتانے سے آپ مجھے بھی، اپنے آپ کو بھی اور اپنے سلسلے کو بھی بدنام کرتے ہیں۔ ایک آدمی کہیں چلا گیا ہو، ابھی آپ کہتے ہیں کہ وہ کراچی ہے، پانچ منٹ بعد چاہے وہ کوئٹہ جارہا ہو۔ وہ تو کہے گا کہ ڈھکوسلا بنا رکھا ہے۔ کسی نے کوئی چیز چرائی ہے کہ نہیں، کوئی کہاں چلا گیا ہے، اس میں نہ اُلجھیں۔ اس میں مغالطہ لگ گیا تو کون جوابدہ ہوگا؟

اسی طرح موت کے بعد بھی دو ہی حالتیں ہیں۔ یا تو وہ شخص اللہ کی رحمت اور یا پھر عذاب کے کسی درجے میں ہوگا۔ اگر آپ قبر کے حالات بتانا شروع کردیں اور کہیں کہ تمہارے باباجی تکلیف میں ہیں۔ تو وہ تو آپ کا گریبان پکڑ لے گا کہ میرے باباجی تو تہجد گزار تھے، تم کیا کہہ رہے ہو؟ زیادہ سے زیادہ نیکی یہ ہے کہ آپ جنازے میں شریک ہوں اور دعائے مغفرت کریں۔ ان باتوں میں نہ پڑیں۔

نہ کشف اتنی بڑی کرامت ہے کہ اس پر فخر کریں، جو حالِ سفر پڑھ کر متاثر نہیں، وہ آپ کے کشف سے کیا متاثر ہوگا؟ مقصد تو اللہ کی طرف رجوع کرانا ہے۔ کرامت کو مداری کا تماشہ نہ سمجھیں۔

آئندہ آپ نے ایسے نہیں کرنا، نہ دیکھنا ہے، لطائف و مراقبات بھی چیک نہ کریں۔ بنیادی بات تو اصلاحِ سیرت ہے۔ اگر کشف ہو بھی گیا تو کیا ہوگا؟ اصل بات تو ہمارے ظاہر کی ہے نماز، روزے اور ہمارا اَخلاق و کردار کیسا ہے۔ میرے سمیت کوئی انسان بھی فرشتہ نہیں ہے۔ کشف کو تمسخر نہ بنائیں، نہ سلسلے کو بدنام کریں۔ پرانے ساتھی گواہ ہیں کہ کتنوں کو کشف ہوا اور بھاگ گئے۔ سالانہ اجتماع پر بھی نہیں پہنچ سکے۔ یہ تو ایک انعام ہے، جس کے نصیب میں نہیں، آپ لاکھ مشاہدے اور کرامتیں دکھاتے رہیں، ٹَس سے مَس نہیں ہوگا۔ جو روحانیت کی طرف مائل نہیں، اُسے آپ کیوں لاتے ہیں؟ جو پرائمری کا طالبعلم ہے اُسے آپ کالج میں داخل نہیں کرا سکتے۔ اس چیز (روحانیت) سے لوگ بِدکتے ہیں، بھاگتے ہیں۔ کتاب حالِ سفر تعلّی و نمائش کے لیے نہیں ہے، یہ تو طلب والوں کے لیے رہنمائی کے طور پر لکھی ہے۔ ہجوم کا معاملہ نہیں ہے، کوئی کوئی ادھر آئے گا۔

جو میرے پاس آئے گا، لطائف روشن ہو جائیں گے لیکن وقتی طور پر۔ اس کو قائم رکھنا آپ کی اہلیت اور محنت پر منحصر ہے۔ آپ کے پاس، آپ کے اندر خود تھرمامیٹر موجود ہے، اس سے اپنے آپ کو چیک کر سکتے ہیں کہ قلب و روح کی کیا حالت ہے؟ اگر دِل اللہ کی طرف مائل ہے تو ترقی ہو رہی ہے اور اگر اللہ کی محبت کم ہو رہی ہے تو اپنا محاسبہ کریں کہ نمازیں کس طرح ادا کر رہے ہیں۔ نماز میں توجہ کیسی جا رہی ہے۔ غیبت کرنے، سننے، رزق حرام کمانے اور کھانے میں احتیاط نہ برتنے وغیرہ سے اللہ کی محبت میں کمی آئے گی۔ اپنی حالت کو خود چیک کیا کریں، اپنا محاسبہ خود کیا کریں۔ نیک اعمال و افعال سے حالت سُدھرے گی۔ کشف سے دیکھنا، دِکھانا اور اس کا تذکرہ چھوڑ دیں۔ جس کو دعوت دیں اُسے بتائیں کہ اصلاح ہوتی ہے، اللہ کی طرف بڑھنے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ جب میری بات ماننے کو ان کا دِل نہیں مانتا تو آپ کی کہاں مانیں گے۔ اتنا ہی کافی ہے، اس سے زیادہ سر کھپانے کی ضرورت نہیں۔

☆☆☆

☆ 7 مئی 1993ء جمعۃ المبارک

جس طرح جسم کی ضرورت غذا ہے، اسی طرح روح کی غذا اَللّٰہ کا ذکر ہے۔ عبادات، نماز،

روزہ، حج، زکوٰۃ، تسبیحات یہ سب ذکر ہیں۔ لیکن اسمِ ذات ''اَللّٰہ'' کا ذکر روح کی اعلیٰ ترین غذا ہے۔ اولیاءِ کرامؒ کوشش کرتے رہے کہ اپنی روح کو بھی اس ذکرِ اسمِ ذات سے منوّر کریں اور جو اُن کی محفل میں آئے، اُن کی روح کو بھی منوّر کریں۔ لوگ سوچتے ہیں کہ دنیا کے کام کرلیں، تعلیم حاصل کرلیں، شادی ہو جائے، سروس مل جائے تو پھر ذکر بھی کرلیں گے۔ میرا آپ لوگوں کو مشورہ ہے کہ دنیاداری کے کام بھی کریں اور اللہ کی محبت کو بھی دِل میں بسائیں۔ ابھی سے ذکرِ اسمِ ذات کی فصل دِل میں بوئیں تاکہ بڑھاپے میں یہ توانا ہو جائے، اب اس کی فکر کریں۔ انسان کی پیدائش اور زندگی کا مقصد ہی اَللّٰہ کی یاد ہے، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی ہے۔ یہ زندگی عارضی ہے، آخرت کی فکر کریں، یہاں سے کوچ کرنا ہی ہے۔ ہم اس عارضی زندگی کے لیے منصوبے بناتے ہیں، اپنے لیے بھی اور اپنی اولاد کے لیے بھی، لیکن اچانک بلاوا آجاتا ہے اور سب خواب دھرے رہ جاتے ہیں۔ جانا تو اللہ ہی کی طرف ہے، کیا پتہ کب بلاوا آجائے۔ ظاہری و باطنی زندگی کو سنواریں، ذکر کریں۔ اور سلسلوں میں اللہ کا خوف ہے جبکہ میرے سلسلے میں اللہ کی محبت ہے۔

فیض کیا ہے؟ مرشد کی محبت ہے۔ مرشد کی محبت ہی سے اللہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت ملتی ہے۔ اس کے بغیر اللہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت ادھوری ہے۔ طریقت وسلوک کی راہ میں فنا فی الشیخ، فنا فی الرسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور فنا فی اللہ کی منازل ہیں۔

☆☆☆

☆28 مئی 1993ء جمعۃ المبارک

مرشد بنیاد ہے، جس پر روحانیت کی عمارت کھڑی ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کتنے بڑے عالم وفاضل تھے۔ اُنھوں نے بیعت کی، مرشد کے متلاشی رہے۔ کچھ بات تھی ناں۔ یہ سب باتیں سینہ بہ سینہ آرہی ہیں۔ جب اسمِ ذات ''اَللّٰہ'' کا ذکر کرتے ہیں تو پانچوں لطائف پر ذکر کرنے سے سینہ روشن ہوتا ہے۔ اور جب ''سلطان الاذکار'' پر ذکر کرتے ہیں یعنی ساتویں لطیفہ پر تو پوری روح منوّر ہو جاتی ہے۔ جب روح منوّر ہوتی ہے تو اس میں قوتِ پرواز آجاتی ہے، پھر

مرشد اس کو لے کر اُوپر پرواز کراتا ہے۔ مرشد کا حال یوں سمجھیے جیسے اندھیرے میں ٹارچ ہو کہ جہاں ٹارچ کی روشنی پڑتی ہے، وہ حصہ روشن ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب مرشد کی توجہ ملتی ہے تو لطائف منوّر ہوتے ہیں۔ ساتوں لطائف کر لیں تو روح سدرۃ المنتہٰی تک جا پہنچتی ہے۔ جو لوگ بیعت کرنے کے بعد بھی مرشد کو By Pass (نظر انداز) کر کے جانا چاہتے ہیں، اُنہیں کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ لوگوں کو مغالطہ لگ جاتا ہے کہ شاید اب ہم نے مراقبات طے کر لیے ہیں، خانہ کعبہ شریف اور روضہ ءِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر پہنچ گئے ہیں، لہٰذا اب ہمیں مرشد کی ضرورت نہیں۔ کچھ ایسے بھی ہیں جو بیعت کرنے کے بعد دوبارہ صورت بھی نہیں دکھاتے۔

مجھے اجازت ہے کہ مریدوں کو تکلیف و پریشانی میں یہ کلمات کہنے کی اجازت دے دوں۔ **"یااَللّٰہُ یامُحمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یا کمال المدد"** (5) لیکن اس خیال سے نہیں بتاتا کہ لوگ سمجھیں گے شرک ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ قادریہ سلسلے والے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تسبیح **"یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیءً لِلّٰہ"** پڑھتے ہیں۔ مرشد کی نسبت سے ہی آگے منازل طے ہوتی ہیں (6)۔ میرے سلسلے میں جو بیعت کر لیتا ہے، اُس کی روحانی ڈیوٹی لگ جاتی ہے، چاہے وہ شخص بظاہر جسمانی طور پر کوئی سا کام کر رہا ہو۔ اُسکی روح ڈیوٹی دے رہی ہوتی ہے اور اُسے خود اس امر کا علم بھی نہیں ہوتا۔ جس طرح دنیا کے کام کاج اور انتظامی امور چلانے کے لیے چپراسی سے لے کر اُوپر تک ہر شعبے میں کارکن ہوتے ہیں، اسی طرح روحانی دنیا کے معاملات چلانے کے لیے ڈیوٹی ہوتی ہے اور روحانی درجات و مراتب ہوتے ہیں۔ بخشش تو ان کی بھی ہو جائے گی جنھوں نے بیعت کی ہے۔ لیکن مرشد کی محبت کامل ہوتی ہے تو مقامات ملتے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حدیث مبارکہ ہے:

((عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اَلْقَبْرُ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِّیَاضِ الْجَنَّۃِ اَوْ حُفْرَۃُ مِنْ حُفَرِ النَّارِ)) (جامع ترمذی شریف)

"قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہو گی یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا"۔

جن کے مرشد کامل ہوتے ہیں اور جن کو مرشد ذکر میں خانہ کعبہ شریف اور دربارِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لے

جاتے ہیں، اُن میں مرشد کے جو مقربین ہیں، اُن کی قبر پر مٹی پڑتے ہی فوراً اُن کا دربارِ اقدس ﷺ اور اللہ تعالیٰ کے حضور خانہ کعبہ شریف میں آنا جانا شروع ہو جاتا ہے۔ جو زندگی میں ان مقامات سے نا آشنا ہوتے ہیں، وہ مرکر کہاں جائیں گے؟ زندگی میں لوگ پھر بھی رقم خرچ کر کے حج و زیارتِ روضہء رسول ﷺ کے لیے اور عمرہ کے لیے جاتے ہیں، لیکن یہ پتہ نہیں ہوتا کہ حاضری قبول بھی ہے کہ نہیں۔ خانہ کعبہ شریف اور دربارِ اقدس ﷺ میں مرشد کے ذریعے جو رسائی و حاضری ہوتی ہے وہ قبول ہے۔ مَیں روحانیت کے سلسلے میں ہر طرح کی بات اپنے قریبی ساتھیوں سے بھی نہیں کرسکتا۔ سوائے مَردوں میں سے صرف ایک یا دو اور یا وہ صاحبِ کشف جو میرے ان مقامات کے گواہ ہیں۔

☆☆☆

☆13 اگست 1993ء جمعۃ المبارک

تصوّف و سلوک جتنی اونچی چیز ہے، اتنا ہی اس کے لیے محنت و کوشش بھی ہے۔ سب سے پہلے تو مرشد کے ساتھ اندھی عقیدت و محبت کی کیفیت ہو۔ ساری دنیا جھٹلائے لیکن آپ کی عقیدت میں فرق نہ آئے، تب کچھ حاصل ہوتا ہے۔ جب شکوک و شبہات ہوں تو کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ تصوّف کا مطلب کیا ہے؟ جس طرح کپڑا میلا ہوتا ہے تو اُسے صاف کرنے کے لیے دھوتے ہیں اور زیادہ سفید کرنے کے لیے نیل لگاتے ہیں۔ بالکل اسی طرح تصوّف کے معنی ہیں دل کو اُجلا کرنا، صاف کرنا، اصلاحِ باطن کرنا، برائیوں کے جذبے کو ختم کرنا، خود کو ٹھیک کرنا اور اچھا بننا۔

میرے سمیت ہم سب میں خرابیاں ہیں۔ کوشش کرنی چاہیے کہ ہمارے ہاتھوں کسی کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ جھوٹ، غیبت، چغلی، لالچ، حسد، غرور، تکبر، بخل، بغض، رقابت اور دوسروں کو بُرا بھلا کہنا، یہ سب نفسانی اور روحانی بیماریاں ہیں۔ آپ اچھی صفات اور بُری عادتوں کو جانتے ہیں۔ ان سب بُری عادتوں کو، روحانی بیماریوں کو دُور کرنے کے لیے آپ میرے پاس آتے ہیں۔ یہ خانقاہ دارالفیضان روحانی بیماریوں کا شفاخانہ ہے۔

دارالفیضان میں تبرک اُس کے لیے ہے جو یہاں آتا ہے۔ آپ اُٹھا کر لے جاتے ہیں تو جو

افراد دیر سے پہنچتے ہیں، اُن کو کیا پیش کریں گے؟ یہ آپ کا پیر خانہ ہے، مَیں آپ کا استاد ہوں، روحانی باپ ہوں۔ آپ میری اولاد ہیں۔ باپ کا فرض ہے کہ اولاد کی تربیت کرے، اس لیے آپ کو بتاتا ہوں۔ یہ نہ سوچیں کہ مراقبات کرا دیے اور آپ جنت میں پہنچ گئے۔ استعداد پیدا کرنی ہے، تب پہنچیں گے۔ وگرنہ مقامات عارضی رہیں گے۔ جب تک آپ اپنی اصلاح نہ کریں، اچھی عادات جن کو اپنانے کا حکم ہے وہ نہ اپنائیں تو سب بے فائدہ ہے۔ مراقبات والے ساتھی مراقبات کی آیات کو زبانی یاد کریں۔ ان کے معنی سمجھیں اور ان میں استغراق کریں، ڈوب جائیں اور انہیں اپنے خیالات کا جُز بنالیں۔ دن میں بار بار کسی ایک مراقبے میں استغراق کی کیفیت پیدا کریں اور اصلاحِ سیرت کریں۔

ایک اور ضروری بات ہے۔ اخبارات میں مضامین ہوتے ہیں، جن میں اکثر قرآن شریف کی آیات، احادیثِ مبارکہ، اسمائے حسنٰی، اسمائے گرامی ﷺ اور بزرگانِ دین کے تذکرے ہوتے ہیں۔ اخبار نیچے پھینک دیتے ہیں، یہ سخت بے حرمتی ہے۔ اسی طرح جلسے جلوسوں اور اجتماعات میں پوسٹر وغیرہ پر حوالے دے کر لکھتے ہیں۔ پاکیزہ چیزوں، صاحبِ تکریم چیزوں کا ادب کریں، نیچے نہ گرنے دیں۔ زمین پر نہ رکھیں بلکہ بلند جگہ پر رکھیں۔ اخبار ردّی میں دیتے ہیں۔ لفافے بن کر بازاروں میں بِکتے ہیں، جگہ جگہ اخبارات وغیرہ زمین پر گرے ہوتے ہیں۔ اس طرح یہ بے ادبی زیادہ ہوگئی ہے۔ خوف آتا ہے، کوشش کریں کہ بے ادبی نہ ہونے پائے۔

☆☆☆

☆20 اگست 1993ء جمعۃ المبارک

مَیں نے پچھلے جمعہ بھی تلقین کی تھی، اب پھر بتا رہا ہوں کہ اخباروں اور رسائل میں آیاتِ قرآنی، احادیثِ مبارکہ، اسمائے حسنٰی اور اسمائے گرامی ﷺ لکھے ہوتے ہیں۔ ان کا تقدس ضروری ہے، نیچے زمین پر نہ گرنے دیں۔ لوگ شوشا کے عادی ہوگئے ہیں، نمائش کا ذریعہ بنا لیا ہے۔ مذہبی تقریبات میں قدِ آدم پوسٹر بناتے ہیں، آیاتِ قرآنی چسپاں کرتے ہیں۔ محفل ختم ہوجاتی ہے تو یہ پوسٹر نالیوں اور گلیوں میں گرے پڑے نظر آتے ہیں۔ مَیں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ پرہیز کریں۔ آپ

گلے میں، قمیضوں پر اللہ تعالیٰ کے اسمِ گرامی کا Badge لگاتے ہیں۔ آپ کو احساس ہی نہیں کہ کس قدر بے ادبی ہو جاتی ہے۔ اسی Badge کے ساتھ لیٹرین میں جاتے ہیں، یہ بے ادبی ہے۔ دِل میں اللہ کی یاد بسائیں۔

یومِ آزادی پر جگہ جگہ قومی پرچم سجاتے ہیں، قومی پرچم قوم کی عظمت، توقیر اور تعظیم کا نشان ہوتا ہے۔ اس کو سجانے کے لیے لگاتے ہیں، پھر پامال ہوتا ہے۔ اس لیے ان باتوں سے پرہیز کریں۔ صوفیوں کو نام و نمود اور ظاہری آرائش و زیبائش کی ضرورت نہیں ہوتی۔ آئندہ کسی گلی سے یا رستے سے گزریں تو اخبار و رسائل وغیرہ کے کاغذات کو اُٹھا کر اُونچی جگہ رکھیں۔ اخباروں اور رسالوں میں کسی نہ کسی جگہ ضرور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا نامِ مبارک لکھا ہوگا۔ لوگوں کے نام عموماً اللہ دین، محمد حسین وغیرہ ہوتے ہیں۔ ناموں کے ساتھ اللہ تعالیٰ و رسول اللہ ﷺ کے اسمائے گرامی ہوتے ہیں۔ تو ان پاک ناموں کی بے ادبی ہوتی ہے۔ اس طوفانِ بدتمیزی کو اگر روک نہیں سکتے تو اس کا حصہ بھی نہ بنیں۔ زمین سے اُٹھائیں، فرش پر نہ پھینکیں، اُونچی جگہ رکھیں۔ ادب بہت ضروری ہے۔

نئے ساتھی کتاب پڑھ کر آتے ہیں، کشف کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ کشف مقصود نہیں ہے، مقصود اللہ کی محبت اور اس کی یاد ہے۔ نماز سب سے بڑا ذکر ہے۔ نماز میں احسان کی کیفیت پیدا کرنا سب سے بڑا سلوک و تصوّف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضور ﷺ کو معراج شریف میں نماز کا تحفہ عطا فرمایا۔

الصلوۃ معراج المئومنین۔ (فضائل و مسائل نماز)

''نماز حقیقت میں مومنین کے لیے معراج ہے۔''

یہ زبانی کلامی بات نہیں بلکہ حقیقت ہے۔ ضروری نہیں کہ ہم عرش پر اللہ کے سامنے کھڑے ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اسی زمین کو احترام بخشا ہے، اسی زمین پر آدم کی تکریم کی گئی ہے۔ اسی زمین پر سجدہ کریں تو کیفیتِ احسان پیدا کریں۔ ''کیفیتِ احسان'' سے مراد ہے کہ:

((اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ کَاَنَّكَ تَرَاهُ)) (مشکوٰۃ شریف: 1)

''اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسے کرو گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو۔''

اس لیے نماز کی پابندی کریں اوراس کا خاص اہتمام کریں۔ ہمت کریں تو شوق خود پیدا ہو جاتا ہے۔ پہلے ایک نماز سے شروع کریں، پھر آہستہ آہستہ پانچ پر آ جائیں گے۔نماز معراج کا وہ خاص تحفہ ہے جو آنحضور ﷺ کی اُمت کو عطاء کیا گیا۔حضور ﷺ کا رابطہ تو اللہ کے ساتھ تھا ہی، اُمت کو بھی اللہ سے رابطے کے لیے نماز کو ذریعہ بنایا گیا، یہ ہماری خوش قسمتی ہے۔آپ کو کوئی اعلیٰ افسر، جنرل، ڈی سی یا اے سی بلاتا ہے تو خوش ہوتے ہیں۔نماز تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندے کو بلاوا ہے، ملاقات کا بلاوا ہے۔نماز کو بوجھ نہ سمجھیں، روح کی غذا سمجھیں۔

میلاد شریف کی آمد آمد ہے، Show کرنے کی بجائے رات اعتکاف کی صورت میں بیٹھ کر درود شریف پڑھیں۔ سارا سال سوتے ہیں، چند راتیں مجاہدہ کر لیں۔ سب لوگ آرزو کرتے ہیں کہ رمضان شریف کے آخری عشرے میں ''لیلۃ القدر'' مل جائے۔ کیوں تلاش کرتے ہیں؟ اس لیے کہ اُس رات کی عبادت کا ثواب ہزار مہینے سے زیادہ ہے۔اس کے مقابلے میں میلاد شریف (ﷺ) کی رات لیلۃ القدر سے بھی لاکھوں گُنا زیادہ بابرکت ہے۔ آنحضور ﷺ کو درود شریف سب سے زیادہ پسند ہے۔اس کو آپ یوں جانیں کہ اگر مجھے چائے پسند ہو، اس کی خواہش ہو اور آپ اس کی جگہ مجھے لَسی دے دیں تو کیسی لگے گی؟ نعت کی نسبت آنحضور ﷺ کو درود شریف زیادہ پسند ہے۔تنہائی و یکسوئی سے آپ درود شریف پڑھیں گے تو اس کی کیفیت ہی کچھ اور ہو گی۔ جلوت میں خلوت، ریاضت اور محنت کے بعد حاصل ہوتی ہے کہ آپ مجمع میں بھی بیٹھے ہوں لیکن دل اللہ کی یاد میں ہو، اس کے حبیب ﷺ کی یاد میں ہو۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ درود شریف زیادہ سے زیادہ پڑھیں۔ محفلوں میں جا کر وقت ضائع کرنے کی بجائے تنہائی میں درود شریف پڑھیں اور یکسوئی سے پڑھیں۔

☆☆☆

☆27 اگست 1993ء جمعۃ المبارک

آپ لوگ میرے پاس حُسنِ ظن سے آتے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ مَیں 12 ربیع الاوّل کیسے مناتا ہوں۔ یہ بابرکت اور بڑی فضیلت والی رات ہے، ''لیلۃ القدر'' کی لاکھوں راتیں بھی اس کا مقابلہ

نہیں کرسکتیں۔لیلۃ القدر کی 1000 مہینوں والی رات سے بھی اس رات کی عبادت زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔سوال یہ ہے کہ میلادالنبی ﷺ کیسے گزاری جائے؟ کیسے منائی جائے؟ مسجدوں میں محفلِ میلاد منعقد ہوتی ہیں، کہیں نعت خوانی ہوتی ہے، کہیں درود شریف پڑھا جاتا ہے، کہیں قوالی اور نعت خوانی دونوں پر زور ہوتا ہے، لیکن درود شریف کا متبادل نعت نہیں ہوسکتی۔آپ ساری رات نعت خوانی کرتے رہیں، لیکن 5 منٹ کا درود شریف اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے، آنحضور ﷺ کو زیادہ پسند ہے۔

تصوّف وسلوک میں بعض افراد کو کشف ہوتا ہے، کشف کو شعبدہ بازی نہ سمجھیں۔ یہ ہمارے یقین میں اضافے کے لیے ہوتا ہے۔سب انبیاء کرام علیہم السلام نے اور آنحضور ﷺ نے اللہ کی توحید و آخرت کی دعوت دی۔تمام انبیاء علیہم السلام نے لوگوں کو اللہ کی توحید کی طرف بلایا اور آخرت کے متعلق آگاہ کیا۔اللہ تعالیٰ نے ان انبیاء کرام علیہم السلام کو کسی نہ کسی صورت اپنے فضل وقرب سے نوازا۔کسی کو وحی سے، کسی کو ہم کلام ہوکر۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھنے کی خواہش کی لیکن برداشت نہ کرسکے۔اللہ تعالیٰ نے آنحضور ﷺ کو خاص فضیلت دی۔اپنا دیدار بخشا۔نبیِ کریم ﷺ کو بلایا گیا، آپ ﷺ کی عین الیقین کی کیفیت تھی، دِل کی آنکھ نے اللہ کو دیکھا۔آپ ﷺ کو جنت کے انعامات اور دوزخ کے احوال دکھائے گئے۔اللہ کی ہستی پر حضور ﷺ کا یقین اور آخرت پر یقین تو پختہ تھا ہی، یہ ہمارے یقین کے لیے دکھایا گیا۔یہ سب اللہ تعالیٰ کی توحید اور آخرت کی بہت بڑی دلیل ہے۔

دوعقیدے پختہ ہوں کہ۔۔۔اللہ موجود ہے اور آخرت ہے۔۔۔ تو انسان اوصافِ حمیدہ کی طرف راغب ہوتا ہے۔اس طرح وہ رذائل سے، نفسانی وروحانی بیماریوں سے اور گناہِ کبیرہ سے بچ سکتا ہے۔ ہمارے یقین پختہ نہیں ہیں، ناپختہ ہیں۔یقین کو پختہ کرنے کے لیے ہم اللہ کے برگزیدہ بندوں کے پاس جاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ اپنے کچھ بندوں کی آنکھوں سے پردہ اُٹھادیتے ہیں اور یقین پختہ کر دیتے ہیں۔ولی اللہ بذاتِ خود کچھ نہیں، بس اللہ تعالیٰ پردہ اُٹھادیتے ہیں اور اُسے اپنی رحمت سے نواز دیتے ہیں۔میرے جو ساتھی مجھ سے حسنِ ظن رکھتے ہیں، اُنہیں چاہیے کہ یہ رات اُسی طرح منائیں جس طرح مَیں مناتا ہوں۔ جلسے جلوسوں میں ادب اور تقدس کی صورت نہیں ہوتی، سو رحمت بھی نہیں

ہوتی۔ بعض منچلے ڈانس کر رہے ہوتے ہیں۔

آپ اس رات کو زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھیں۔ آپ اکیلے نہیں ہوں گے، بہت سے نورانی پیکر آپ کے ساتھ ہوں گے، جو نظر نہیں آئیں گے۔ میلا د شریف والی رات پوری کائنات کو ایک اسٹیڈیم کی طرح سجایا جاتا ہے۔ یہ درود شریف پڑھنے اور کمانے کی رات ہے۔ اس کا صلہ تو قبر میں پتہ چلے گا۔ میرا ایک ساتھی دینی کتابیں پڑھتا اور لکھتا ہے۔ شروع میں نعت خوانی کرتا تھا۔ مَیں نے دبے لفظوں میں کہا کہ نعت خوانی کے بجائے درود شریف پڑھا کرو، لیکن وہ نعت خوانی کرتا رہا۔ ایک دن مَیں نے واشگاف الفاظ میں کہا کہ نعت خوانی کی بجائے درود شریف پڑھو۔ اُس کے دِل میں گرہ پڑ گئی۔ میری بات پسند نہ آئی۔ کچھ دنوں کے بعد خواب میں دیکھا کہ دارالفیضان میں بیٹھا ہے، نبی ءِ کریم ﷺ تشریف فرما ہیں۔ اس نے اُن (ﷺ) کی خدمت میں نعت پڑھی اور نعت پڑھنے کے بعد آپ ﷺ سے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا تو آپ ﷺ نے بادلِ نخواستہ مصافحہ کی اجازت دی۔ پیچھے ہٹ کر بیٹھ گیا اور درود شریف پڑھا۔ دیکھا تو آپ ﷺ کے لبوں پر مسکراہٹ تھی اور آپ ﷺ نے خود اپنا دستِ مبارک مصافحے کے لیے آگے بڑھایا۔ آپ ﷺ کے ہاتھوں کا لمس اور نرماہٹ اگلے دن بھی اُسے محسوس ہو رہی تھی۔ میرے پاس آیا، خواب سنایا اور تعبیر پوچھی۔ مَیں نے کہا، ارے احمق! تعبیر تو واضح ہے۔ جو بات مَیں نے کہی تھی، آپ ﷺ نے اُس کا تمھیں مشاہدہ کرا دیا۔ آپ لوگ میلاد النبی ﷺ کی رات اور دن کو درود شریف تنہائی میں اور زیادہ سے زیادہ پڑھنے کی کوشش کریں۔ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ

☆☆☆

☆17 ستمبر 1993ء جمعۃ المبارک

جو بھی دارالفیضان آتا ہے، اس حُسنِ ظن سے آتا ہے کہ بابرکت محفل ہے۔ کچھ افراد صرف دُعا کرانے آتے ہیں کہ بیماریاں اور دنیاوی پریشانیاں رفع ہوں۔ کئی بار خود نہیں آتے بلکہ دوسرا کوئی ساتھ لے آتا ہے اور آجاتے ہیں۔ نارووال کے ایک بزرگ یہاں بیٹھے ہیں، اُن کا ڈرائیور ذکر کی

محفل میں بیٹھا تو اُسے ساری زیارتیں ہوگئیں۔ وہ کہنے لگے کہ میں تہجد گزار ہوں، نمازی ہوں، مجھے زیارتیں کیوں نہیں ہوتیں۔ جبکہ محض اتفاق سے آنے والے ڈرائیور کو ہوگئیں اور میں جو فیض کی نسبت سے آیا ہوں، مجھے زیارتیں نہیں ہوئیں، مشاہدہ نہیں ہوا؟

بنیادی بات یہ ہے کہ کرامت کے طور پر یہ زیارتیں ہوئیں۔ کرامت کا مطلب ہے کہ جس کی وجہ نہ ہو اور وہ واقعہ پیش آ جائے۔ یہ کرامتیں یقین پیدا کرنے کے لیے ہیں۔ انبیاءِ کرام علیہم السلام معجزے لے کر آئے۔ یہ نبوت کے دعویٰ کو برحق ثابت کرنے کے لیے تھے۔ اسی طرح کرامت اولیاء اللہؒ کے برحق ہونے کا ثبوت ہے۔ محفلِ ذکر میں جو بھی آتے ہیں، وہ سب صوم وصلوٰۃ کے پابند نہیں ہوتے، اعمال کی کمی یا خامی ضرور رہتی ہے۔ محفلِ ذکر میں جب مَیں تین بار ''اَللّٰہ اَللّٰہ اَللّٰہ'' کہتا ہوں تو پہلی بار ''اَللّٰہ'' کہنے سے مسخ شدہ روح اصلی حالت پر آ جاتی ہے۔ دوسری بار ''اَللّٰہ'' کہنے سے استعداد پیدا ہو جاتی ہے اور تیسری بار ''اَللّٰہ'' کہنے سے اس راستے پر چل پڑتا ہے، چاہے چند لمحوں کے لیے ہی چلے۔ جب اپنے اعمال وافعال سنواریں گے تو استعداد بڑھتی جائے گی۔ پُرانے ساتھی جب لطائف و مراقبات کرتے ہیں تو نئے ساتھی ساتھ ساتھ چلتے ہیں، روح سفر کرتی ہے اور کرامت کے طور پر مشاہدہ ہو جاتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ جسے نظر آتا ہے اُسے سرخاب کے پَر لگے ہیں اور جنہیں نظر نہیں آتا اُن میں کوئی خامی ہے۔ نمازی کو نظر آئے گا تو کہے گا کہ ہماری ریاضت سے نظر آیا۔ کرامت تو یہ ہے کہ جس کی نماز نہیں، تارکِ نماز ہے، اُسے نظر آیا۔ یہاں محفلِ ذکر میں آیا کثافتیں دُھل گئیں، نوا اں نکور ہو گیا اور مشاہدہ ہو گیا۔ دِل برداشتہ نہ ہوں کہ نظر نہیں آیا۔

☆☆☆

☆24 ستمبر 1993 جمعۃ المبارک

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے:

((لِكُلِّ شَیءٍ صِقَالَةٌ وَ صِقَالَةُ الْقُلُوْبِ ذِكْرُ اللّٰه)) (مشکوٰۃ شریف: 2174)

فرمایا کہ اسمِ ذات اَللّٰہ کے ذکر سے دل پالش ہو جاتے ہیں۔ پالش سے مراد ہے کہ دل میں اللہ

کی محبت و یاد پیدا ہو جاتی ہے اور غیر اللہ کی محبت نکل جاتی ہے۔ اللہ کی محبت سے اوصافِ حمیدہ اور نیکی کی طرف رغبت پیدا ہو جاتی ہے۔ مذموم یا بُری عادات سے نفرت ہو جاتی ہے۔

ذکر سے مراد اللہ کو یاد کرنا ہے۔ ذکر نہایت محبت، عقیدت اور یکسوئی سے کیا کریں۔ آنکھیں بند کرنے سے توجہ مرکوز ہو جاتی ہے، اس لیے آنکھیں بند کرنے کو کہتا ہوں۔ مَیں خود ذکر میں آنکھیں کھلی رکھتا ہوں، میرے لیے آنکھیں کھلی رکھنا یا بند کرنا برابر ہے، آپ میرا مقابلہ نہ کریں۔

آپ لوگوں کو چند لمحوں میں مراقبات طے کرا دیتا ہوں۔ خود کرتے تو سالہا سال لگ جاتے۔ آپ لوگوں کو اندازہ ہی نہیں کہ یہ کتنی بڑی نعمت ہے۔ مراقبات راسخ کریں، کسی ایک مراقبے کا خیال کر کے سارا دِن اُس پر توجہ رکھیں، اُس کا احساس کریں۔ بار بار دہرائیں کہ اللہ ہر جگہ، ہر وقت، ہر حال میں میرے ساتھ ہے۔

﴿ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ؕ ﴾ (سورۃ حدید، آیت نمبر 4)

''تم جہاں کہیں بھی ہو، وہ (اَللّٰہ) تمہارے ساتھ ہے۔''

اس کو جزوِ بدن بنائیں۔ یہ نہیں کہ صبح و شام چند منٹ مراقبہ کر کے فارغ ہو گئے۔ اولیاءِ کرامؒ اور صوفیاءؒ ان پر سالوں لگایا کرتے تھے۔ اسی طرح دوسرے مراقبات کو بھی راسخ کریں۔

☆☆☆

☆ یکم اکتوبر 1993ء جمعۃ المبارک

ساتھیو! آپ جانتے ہیں کہ مَیں تقریر نہیں کیا کرتا۔ یہ میرا طریقہ اور شیوہ نہیں۔ جو بات مَیں نے کرنی تھی، حالِ سفر میں لکھ دی ہے کہ تصوّف و سلوک اور روحانی دنیا کیا ہے! کتاب لکھنے کا مقصد یہ تھا کہ جو اس راہ کی طلب رکھتے ہوں، جو جاننا چاہیں، اُن کے لیے یہ نشانِ راہ ہو۔ مَیں نے جو کہنا تھا، کتاب میں لکھ دیا ہے۔ جسے شوق ہو گا، جسے طلب ہو گی، تو کتاب پڑھ کر آ جائے گا۔ مجھے ایک بزرگ ساتھی کا خط ملا، وہ محفلِ ذکر میں آئے ہوئے ہیں۔ اُنھوں نے خط میں سوال پوچھا ہے جس کا جواب تنہائی میں دینے کے بجائے مَیں سب کو اس میں شریک کرنا چاہتا ہوں۔ تربیت کے خیال سے شریک

کرنا چاہتا ہوں، یہ تربیت کا پہلو سب کو پہنچنا چاہیے۔ پُرانے ساتھیوں کو علم ہے کہ مَیں چند ماہ پہلے سے ادب کے متعلق بار بار کہتا ہوں۔ ادب شیخ کا، بزرگانِ دین کا، اللہ کی عظیم کتاب کا، عام کتاب کا بھی کرنا چاہیے۔ کتابوں میں، رسالوں واخباروں میں اسمائے حسنیٰ، اسمائے نبی ءِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم درج ہوتے ہیں۔ حوالے کے طور پر آیات واحادیث ہوتی ہیں۔ ان کی تکریم ہونی چاہیے۔ لوگ پڑھتے ہیں اور پڑھ کر کتابیں، اخبار، رسالے وغیرہ زمین پر پھینک دیتے ہیں۔ گلیوں میں جگہ جگہ پوسٹر لگائے جاتے ہیں، پھر یہ گلیوں اور نالیوں میں رُلتے نظر آتے ہیں۔ ادب واحترام نہیں ہوتا۔ خطوط پر بھی بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نہ لکھا کریں۔ خط لکھتے ہوئے دل میں پڑھ لیا کریں تاکہ بے ادبی نہ ہو۔

ہاں تو اِن صاحب نے مجھے لکھا کہ والد صاحب فوت ہوئے تو غافل تھا، اب دین کی طرف دِل سے رجوع ہوا ہوں، تذبذب میں ہوں کہاں جاؤں؟ میرے خیال میں جو سوچتا ہے کہاں جاؤں؟ وہ بہانہ کرتا ہے۔ نہ کمالؔ کے پاس جانے کی ضرورت ہے نہ کسی اور کے پاس جانے کی۔ سب جانتے ہیں کہ نماز، روزہ، ارکانِ دین، بھلائی کے کام ونیکی کے کام کیا ہیں؟ بہانہ کیا بناتے ہیں کہ کس کے پاس جاؤں؟ بریلوی یا اہلِ حدیث یا جو بھی ہیں، سب نماز پڑھنے کو بتائیں گے۔ بنیادی باتوں کا سب کو علم ہے، اس کے لیے کسی کے پاس جانے کی ضرورت نہیں۔ اسلام نے، قرآن نے سب بتا دیا ہے، آپ بہانہ نہیں بنا سکتے۔ یوں سمجھیں کہ کلرک بھرتی ہونے کے لیے کچھ شرائط ہیں کہ تعلیم میٹرک ہو، ٹائپنگ کی سپیڈ یہ ہو، تھرڈ ڈویژن نہ ہو۔ بنیادی شرائط پوری ہوں تو ملازمت مل جائے گی۔ اسی طرح مسلمان ہونے کے لیے بنیادی احکام وشرائط پر عمل لازم ہے۔

انہوں نے خط میں لکھا ہے کہ میں نے کتابیں پڑھیں، قرآن شریف، تفسیر، احادیث کی کتابیں پڑھیں۔ ایک رات پڑھتے پڑھتے بجلی چلی گئی۔ اگر بجلی نہ جاتی تو ساری رات پڑھتا رہتا، ناچار لیٹ گیا۔ خیال آیا کہ شاید قرآن شریف کی جانب میرے پاؤں ہیں تو پاؤں کا رخ بدل دیا۔ خواب میں دیکھا کہ دربارِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے، نبی ءِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ تشریف فرما ہیں۔ دونوجوان آتے ہیں، یہ بھی پہنچ جاتا ہے، یہ ستون کے ساتھ لگا کھڑا ہے۔ ایک لڑکا نبی ءِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے شادی کے

لیے دعا کراتا ہے تو یہ کھلکھلا کر ہنس پڑتا ہے۔تو آپ ﷺ اسے غور سے اور غصے سے تکتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔تو بات یہ ہے کہ قرآن شریف کی طرف پاؤں نہ کیے، رُخ بدل لیا۔اس ادب کی وجہ سے آنحضور ﷺ کی زیارت ہوگئی۔ بڑے بڑے پیروں، فقیروں، سجادہ نشینوں، تہجد گزاروں کو ساری ساری عمر عبادت کرتے گزر جاتی ہے، آنحضور ﷺ کی زیارت نصیب نہیں ہوتی۔لیکن عزیز! تمھیں بیٹھے بیٹھے زیارت ہوگئی۔ یہ بارگاہ ، یہ مقام، اتنا اونچا ہے کہ آنحضور ﷺ کے سامنے بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ وجنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ جیسے بڑے بڑے اولیاءؒ دَم سادھے کھڑے ہوتے ہیں، مقامِ ادب ہے۔قرآن شریف کی سورۃ الحجرات (آیت نمبر 1 تا 3) میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''اے ایمان والو! تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے (کسی معاملہ میں بھی) آگے نہ بڑھو اور اللہ (کے عذاب) سے ڈرتے رہو۔ بیشک اللہ سُننے والا ، جاننے والا ہے۔اے ایمان والو! آنحضور ﷺ کی آواز سے اپنی آواز کو اُونچا نہ کیا کرو اور ان سے اس طرح زور سے نہ بولو جس طرح آپس میں بلند آواز سے بولتے ہو۔کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمھیں اس بات کی خبر تک نہ ہو۔ بلاشبہ جولوگ اللہ کے رسولؐ کے سامنے اپنی آواز کو پست رکھتے ہیں، یہ وہی لوگ ہیں جن کے قلوب کو اللہ نے تقویٰ کے لیے آزمالیا،ان کے لیے بخشش اور اجرِ عظیم ہے''۔ شیخِ کامل کے سلسلے میں بھی یہی حکم ہے **(7)**۔

ادب بہت بڑی بات ہے۔تصوّف وسلوک کی راہ میں شیخ چونکہ اُس بارگاہ ﷺ میں لے جانے والا ہے، اس لیے مَیں نہیں کہتا کہ میرا، بلکہ جو بھی شیخ ہو اُس کا ادب کریں **(8)**۔اللہ تعالیٰ، آیاتِ قرآنی، آنحضور ﷺ کے ناموں اور احادیث کا ادب ہونا چاہیے۔ جو چند ماہ سے ادب کے بارے میں، مَیں کہہ رہا ہوں اُس کا ثبوت آپ کو مل گیا ہے، پتہ نہیں کس جذبے سے اُس نے ادب کیا کہ زیارت ہوگئی۔سب لوگ ادب کو اپنائیں، ہوسکتا ہے کہ زیارت ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ زیارت نہ ہو۔ یہ کہاں سے سرٹیفکیٹ لے لیا کہ ضرور زیارت ہوگی۔ اگر نماز پڑھی اور زیارت نہ ہوئی تو کون سا اللہ تعالیٰ پر احسان کیا؟ یہ تو اللہ تعالیٰ نے دکھایا کہ اُس کے کلام کی تھوڑی سی عزت کی جلوہ دکھا دیا۔ دین بڑا سیدھا سادا ہے، نماز پڑھو، چاہے بریلوی، دیوبندی، اہلِ حدیث یا جو کوئی بھی ہو۔لیکن تصوّف و

سلوک کی طرف آنے کے لیے شرائط ہیں۔ ہمارا حق نہیں کہ زیارت ہو، ہاں یہ ہم پر اللہ کا حق ضرور ہے کہ اُس کی عبادت کریں۔ عبادت میں نماز سب سے افضل ہے۔ صحت ہو یا نہ ہو، کھڑے ہو کر نہیں تو بیٹھ کر، نہیں تو لیٹ کر پڑھنی ہے، نماز کی چھوٹ نہیں۔ نماز، روزہ اور زکوٰۃ نہیں دیتے تو یہ ہماری خامیاں ہیں۔ ہم اس دنیا میں بھی اجر چاہتے ہیں لیکن ان سب عبادات کا اجر قبر میں ملنا ہے، دنیا میں نہیں ملنا۔ یہاں پورا مہینہ ڈیوٹی دے کر تنخواہ لیتے ہیں۔ نماز پڑھ کر احسان کرتے ہیں کہ زیارت ہو۔ آنحضور ﷺ کی حدیث مبارک ہے کہ:

''قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہوگی یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔''

اعمال کا صلہ: جنت کی کیاری یا دوزخ کا گڑھا، یہ آگے جا کر ہی ملے گا۔ حق تو یہ ہے کہ ہم نماز، روزہ اور زکوٰۃ وغیرہ بنیادی ارکان پر عمل کریں۔ چند ہی سہی پوری نہ سہی، کچھ نہ کچھ تو نماز پڑھیں۔

آنحضور ﷺ نے زیارت کا وعدہ تو نہیں فرمایا تھا کہ دنیا میں عبادت کرو گے تو زیارت ہوگی، اس کا صلہ تو آخرت میں ملے گا۔ اسی طرح مَیں جو لطائف و مراقبات پر لے جاتا ہوں تو کسی کو یہاں زیارت ہو یا نہ ہو، آخرت میں صلہ مل جائے گا۔ یہاں میرے ساتھیوں میں نرسری سے پی۔ ایچ۔ ڈی تک سب بیٹھے ہوتے ہیں۔ سب کو اپنا اپنا سبق مل جاتا ہے۔ کئی ساتھیوں نے مشاہدہ کیا ہوگا اور نبیٔ کریم ﷺ کو، مجھے، دیگر ساتھیوں اور خود کو دیکھا ہوگا۔ یہاں سے زیادہ Protocol (تکریم، احترام) وہاں ہوتا ہے۔ اس لیے عزیز! اگر اس راستے کا شوق ہے تو جس طرح شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ ''خود کو شیخ کے حوالے کر دو، پھر دیکھو کہ وہ کیا کہتا ہے اور کیا کرتا ہے۔'' مجھے آپ لوگوں کی سوچ پر حیرت بھی ہوتی ہے اور ہنسی بھی آتی ہے۔

جو کوئی کتاب پڑھ کر آتا ہے اور کہتا ہے کہ بیعت کرلو، مَیں اُسے اپنا شاگرد سمجھتا ہوں، میرا دِل خوش ہوتا ہے۔ جو پڑھ کر صرف باتیں بناتا ہے، وہ کیا حاصل کرے گا۔ ولایت کی شاخوں کی تعداد 91 بن جاتی ہے۔ محمد ﷺ کے 92 اعداد ہیں۔ 9+2=11، گیارہ بار درود شریف پڑھنے میں یہی حکمت ہے۔ 92 نبوت کا عدد ہے، اس سے نیچے 91 شاخیں ولایت کی بن جاتی ہیں۔ جو دَم

کرانے بھی آتا ہے، اُس کو بھی کچھ نہ کچھ مل جاتا ہے۔ صرف کلمہ پڑھنے کی شرط ہے، کلمہ پڑھنے سے مسلمان ہو گیا، کم سے کم درجہ یہ ہوگا کہ مرتے ہوئے کلمہ نصیب ہو جائے گا اور خاتمہ ایمان پر ہوگا۔ ضروری نہیں گھر والے بھی کلمہ سنیں۔

بنیادی بات میرے عزیز سُن لو! اس وقت بھی لاکھوں باریش آدمی تہجد گزار ہوں گے لیکن اُن کو ساری زندگی آنحضور ﷺ کی زیارت نہیں ہوتی۔ تم خوش نصیب ہو کہ زیارت ہوگئی۔ اب مچل رہے ہو کہ دوبارہ زیارت کیوں نہیں ہو رہی۔ مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا کوئی آئے نہ آئے، بیعت کرے نہ کرے۔ لیکن اگر کوئی اس راہ پر چلنا چاہے تو اُس کے لیے بیعت ضروری ہے۔ اگر طلب ہے اور مَیں سمجھوں کہ سنجیدہ ہے تو ان شاء اللہ قبر میں جائے گا تو پتہ چلے گا کہ کس کے پاس گیا تھا۔ جیسے دنیا میں ہوتا ہے کہ ایک بھائی کروڑ پتی ہے، ایک مفلس ہے۔ روحانیت میں بھی یہی ہے۔ جو تصوّف وسلوک کی راہ پر چل پڑا، وہ کماتا چلا گیا۔ جو یہاں آ گیا، بڑا خوش نصیب ہے۔ اگر کتاب پڑھ کر مقامات طے کرنے ہیں تو بیعت ضروری ہے۔ کتاب میں جو ہے، حق ہے، سچ ہے۔

مَیں نے کتاب میں بہت کم لکھا ہے۔ یہ نہ سوچیں کہ نظر آئے گا تو بیعت کروں گا۔ جس ساتھی نے یہ خط لکھا ہے، وہ یہاں موجود ہے۔ اگر طلب سچی ہے تو بیعت کر لو۔ مَیں نے کتاب میں کہاں لکھا ہے کہ جو بھی آئے گا، اُسے زیارت کراؤں گا؟ جب قبر میں جاؤ گے تو سب ملے گا۔ مردِ کامل کا کام ہوتا ہے کہ روحانی طور پر ویزا دے۔ سبق میں جو لطائف و مراقبات کرائے جاتے ہیں، یہ ویزا ہیں۔ روح آگے سفر کے قابل ہو جائے گی۔ زندگی میں کبھی کشف ہو جائے تو یہ اللہ کا انعام ہے یہ چیز ہے ہی برزخ کے لیے۔ وہاں برزخ میں کعبہ شریف کی اصل جھلک نظر آتی ہے، اللہ کا اصل دیدار وہاں ہوگا۔ جیسے ویزے کے بغیر حج و زیارتِ کعبہ نہیں کی جا سکتی۔ اسی طرح مردِ کامل جس کو اس دنیا میں مقامات طے کرائے، اُسے برزخ میں مقام ملیں گے۔ شیخِ کامل کا مرتبہ یہی ہے کہ اس دنیا میں رہ کر اگلی دنیا کا ویزا دیتا ہے۔ نماز پڑھیں، ذکر کریں اور گناہِ کبیرہ سے بچیں۔ یہ کام آپ نے کر لیے تو مَیں لطائف اور مراقبات کرا دوں گا۔ یہ اللہ کی مرضی ہے کہ وہ پردہ اُٹھا دے۔

اللہ تعالیٰ سے تعلق کے لیے ذکر ور نماز لازمی ہیں۔ نیت صاف رکھیں۔ اللہ پر کوئی احسان نہیں کہ درود شریف پڑھا اور ذکر کیا تو زیارت ہو جائے۔ ایک بار زیارت ہو گئی ہے، یہ بہت بڑی بات ہے۔

☆15 اکتوبر 1993ء جمعۃ المبارک

ہاتھ کھڑا کریں کتنے ساتھی ہیں جو کہ مخمساتِ عشر کا وظیفہ باقاعدگی سے کرتے ہیں؟ آپ نے کتاب پڑھی ہے، اس وظیفے کے بارے میں بھی پڑھا ہوگا۔ جو ساتھی کتاب پڑھنے کے باوجود یہ وظیفہ باقاعدگی سے صبح و شام نہیں کرتے، وہ یا تو سست و کاہل ہیں یا اُنہیں یقین نہیں ہے۔ اکثر ساتھی طرح طرح کی دنیاوی پریشانیاں بیان کرتے ہیں۔ اس وظیفہ کی آخرت میں تو اہمیت ہے ہی، لیکن آپ کو اس بات کا اندازہ ہی نہیں کہ اسکی دنیاوی برکات کیا ہیں۔ اگر آپ باقاعدگی سے صبح و شام پڑھیں تو دنیاوی مسائل میں تخفیف ہو جاتی ہے۔ اکثر لوگ دنیاوی پریشانیوں کے لیے وظیفہ پوچھتے ہیں۔ بے روزگاری، رزق کی کمی، بیماری اور دیگر دنیاوی مسائل تو زندگی کا لازمی حصہ ہیں۔ کوئی نہ کوئی اُلجھن اور مسئلہ ہر ایک کو ہے۔ تصوّف و سلوک کے سلسلوں میں بھی پریشانیاں زندگی کا لازمی حصہ ہیں۔ صوفی و سالک کو لازماً پریشانیاں درپیش ہوتی ہیں۔ مَیں آپ کو ذکر کے دوران بتاتا ہوں کہ ہر لطیفہ کا تعلق کسی نہ کسی رسول و نبی علیہ السلام کے ساتھ ہے۔ ہر نبی علیہ السلام کو دنیاوی تکلیفیں آئیں۔ حضرت آدم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، سب کو تکلیفیں آئیں۔ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جتنی تکالیف آئیں، وہ ان سب پیغمبروں کی تکالیف سے زیادہ تھیں۔ اگر اُن کو تکالیف کی بھٹّی سے گزارا گیا تو ہم کیا شے ہیں؟

تصوّف و سلوک اللہ تعالیٰ کے قرب کا واسطہ ہے، ذریعہ ہے۔ یہ آخرت میں پتہ چلے گا کہ کتنی بار وہاں اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہوگا، قربِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کتنی بار نصیب ہوگا، سال میں یا روزانہ۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور انبیاءِ کرامؑ کے حالات کا بغور مطالعہ کریں تو اُن کے لیے ہر قدم پر اُلجھن تھی، رکاوٹ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اتنے پیارے بندوں کو قرب دینے کے لیے بھٹّی سے گزارا۔ تو ہم جو ولایت کے رستے پر چلنا چاہتے ہیں، کیسے نہ گزارے جائیں؟

آپ لوگ سوچتے ہیں کہ کمالؔ صاحب پھونک ماریں گے تو مسئلے حل ہو جائیں گے، خط آتے ہیں کہ مسئلہ حل نہیں ہوا۔ آپ کے اس طرزِ عمل سے مجھے مایوسی ہوتی ہے۔ آپ کا خیال ہے کہ مجھے بتانے سے مسئلے چُھو ہو جائیں گے، ختم ہو جائیں گے۔ یہ تصوّر ہی غلط ہے۔ پیر یا بزرگ کا دامن تھامنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا قرب نصیب ہو گا۔ آنحضور ﷺ سے صحابہءِ کرام رضی اللہ عنہم براہِ راست فیض لیتے تھے، لیکن اُن کو کیا کیا تکالیف نہیں اُٹھانا پڑیں۔ آنحضور ﷺ کو کتنی سخت تکالیف آئیں، شعبِ ابی طالب میں محصور کیے گئے، کتنے سال فاقے آئے، صدمے اُٹھائے، ساتھ دینے والوں کا انتقال ہو گیا۔ ہم بھی اس راستے پر چل پڑے ہیں۔ کتاب حالِ سفر میں، مَیں نے اشارہ کیا ہے کہ اس راہ پر چلنے والے بھی کم ہیں اور چلانے والے بھی کم ہیں۔ اس میں بہت گھاٹیاں ہیں، رکاوٹیں ہیں اور پریشانیاں آتی ہیں، یہ سب لازمی حصہ ہیں۔

مجھ پر اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہے۔ مَیں نے آنحضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا تھا کہ لوگ کم ہمت ہیں۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا "تمہارے سلسلے میں کم تکالیف آئیں گی۔" تکالیف تو ویسے بھی آتی ہیں۔ نماز پڑھی تو اللہ یا آنحضور ﷺ پر احسان نہیں کیا، داڑھی رکھ لی تو بڑی بات نہیں۔ ایک چپڑاسی رکھنا ہو تو کتنی درخواستیں آتی ہیں، کتنے اُمیدوار آتے ہیں۔ ہر شعبے کے لیے Qualification (تعلیم، قابلیت) کی شرائط ہیں، تو آنحضور ﷺ کے دربار میں کیا ایسے ہی چلے جائیں گے؟ مَیں سمجھتا ہوں جو میری بیعت کر لیتا ہے، اُس پر اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہے۔

یہ جو وظیفہ "مخمّساتِ عشر" کا ہے، یہ دنیاوی معاملات میں بھی آپ کے لیے بہت معاون ثابت ہو سکتا ہے۔ جو وظیفہ اپنائیں، روزانہ باقاعدگی سے پڑھیں، چاہے نیند قربان کرنی پڑے یا کام۔ یہ مخمسات کا وظیفہ صبح و شام پورا کریں۔ آخرت کے لیے بھی اور دنیاوی مسائل کے حل کے لیے بھی یہ بہت ضروری ہے۔ آپ خط لکھتے ہیں یا ویسے دُعا کے لیے کہتے ہیں، مَیں تو دُعا کرتا ہوں۔ لیکن یہ نہ سوچیں کہ مستجاب الدعوات ہیں، ضرور پوری ہوں گی۔ اللہ کی اپنی حکمتیں ہیں، کب اور کس وقت میں پوری فرمائے۔ جو بھی دُعا کراتے ہیں، رائیگاں نہیں جاتی، آخرت میں بھی اُس کا ثواب ملے گا۔

آخرت پر یقین پختہ ہو تو انسان پریشان نہیں ہوتا۔

ذکراذکار کی برکت سے آپ کی شخصیت وکردار میں تسلیم ورضا اور صبر وشکر کی کیفیات پیدا ہونی چاہییں۔صبر کا مقام ہے تو تکالیف میں صابر ہونا چاہیے۔تکالیف آئیں گی،اس راستے پر یہ پرچے دینے پڑیں گے۔امتحان کے لیے آپ تیاری کرتے ہیں، پرچہ دیتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ آپ کو سبق آتا ہے کہ نہیں۔ یہ تکالیف ومسائل امتحان ہیں، پرچے ہیں۔ان تکالیف ومسائل کو حل کرنے کے لیے ”مخمساتِ عشر“ نہایت اہم وظیفہ ہے،اس کو خصوصی وقت دیں۔دنیا کے معاملات میں کوئی آپ سے خوش نہ ہوگا۔اولاد کے لیے چاہے سونے چاندی کے چمچے بھی تیار کرادیں، نقص ضرور نکالیں گے۔آپ کچھ بھی کرلیں، دنیا والے آپ سے خوش نہیں ہوں گے۔اپنی آخرت سنواریں۔نماز فرض ہے، ذکر صبح وشام 5-10 منٹ کرتے ہیں،اس کو مصیبت نہ سمجھیں۔مَیں نے وظائف محدود کردیے ہیں۔مخمسات باقاعدگی سے پڑھیں۔

☆☆☆

☆17 دسمبر 1993ء جمعۃ المبارک

اسمِ ذات (اَللّٰہ) کا ذکر کرنے سے شیطان کو بہت تکلیف ہوتی ہے۔وظائف، خیرات جو بھی کرتے رہیں، اُسے (شیطان کو) کچھ نہیں ہوتا۔سبزہ، پھل، باغات، پانی، مزار، مسجد وغیرہ دیکھیں تو فیض ہے۔موذی جانور وغیرہ خواب میں دیکھیں تو شیطان کی طرف سے ہے، شیطان رکاوٹ ڈالتا ہے، شیطان ساتھ ساتھ چلتا ہے۔خواب نوٹ کرلیا کریں،اس میں آپ کا فائدہ ہے۔مَیں نے کتاب حالِ سفر میں سب کچھ تفصیل سے لکھ دیا ہے۔ یہ چیزیں ذہن میں آنے والی نہیں ہیں۔اِدھر سچی طلب والے ہی آئیں گے۔رہنمائی کے لیے اس کتاب میں سب کچھ لکھ دیا ہے۔ مجھے مجمع لگانے کی ضرورت نہیں تھی۔ بنیادی بات تو یقین کی ہے، یقین ہی ڈھیلا ڈھالا ہے تو آگے کیا چلنا ہے۔مرشد سے اندھی عقیدت ہونا چاہیے، تب ان راہوں پر چل سکے گا۔ بیعت کے بعد جو مرشد بتائے وہی پڑھنا چاہیے، اُس میں سب فیض آجاتا ہے۔

مَیں آپ ساتھیوں سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ میرا آپ کا رشتہ ایسا ہونا چاہیے کہ کسی قسم کی ناگوار کیفیت، اُلجھن اور پریشانی نہیں ہونی چاہیے۔ یہ عام شاگرد اور اُستاد کی بات نہیں، مرشد و مرید کا رشتہ بڑا نازک ہوتا ہے۔ آپ کو کوئی اُلجھن یا پریشانی رہی تو آپ چل نہیں سکتے اور اگر شیخ کے دِل میں کدورت آ گئی یا آپ کی جانب سے تکلیف پہنچی تو ساری محنت اکارت ہے۔

یہ جو میرے آنے پر آپ کھڑے ہو جاتے ہیں، یہ دنیاداری کے معاملات ہیں جن کو ہم نے ادب و تعظیم کے معیار بنا رکھے ہیں۔ میرے آنے پر کھڑا ہونا، بڑھ بڑھ کر ہاتھ چُومنا، یہ تعظیم کے اچھے انداز نہیں۔ آپ عقیدت کا اظہار کرتے ہیں، مجھے اُلجھن ہوتی ہے۔ آپ کے جذبے کی تسکین ہوتی ہو گی، لیکن نیا آدمی جو شاید Judgement (پَرکھنے) کے لیے ہی آیا ہو، جب آپ پھلانگ پھلانگ کر آتے ہیں تو وہ کوئی اچھا تاثر لے کر نہیں جاتا۔ اسی طرح مسجد میں جب جمعہ کے لیے جاتا ہوں، امام خطبہ دے رہا ہوتا ہے اور آپ اُٹھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں کہ کماؔل صاحب آ گئے، حضرت صاحب آ گئے۔ مجھے تعظیم کا یہ انداز نہیں بھاتا۔ مَیں سنت کے مطابق السّلام علیکم کہوں گا اور آپ وعلیکم السّلام کہیں، یہ کافی ہے۔

دوسری بات۔۔۔ بعض ساتھی کتاب پڑھ کر اور ساتھیوں سے کشف کا سُن کر کہتے ہیں کہ ہمیں بھی کشف کا شوق ہے، زیادہ توجہ دیں۔ اصل چیز کشف نہیں بلکہ اللہ سے تعلق جُڑنا، اللہ کا عشق ہے اور آنحضور ﷺ کی محبت ہے کہ دِل اللہ اور آنحضور ﷺ کی طرف کھنچے، اُن کے احکام پر عمل پیرا ہونے کا شوق پیدا ہو۔ ظاہری طور پر اعمال و افعال میں ایسی تبدیلی آئے کہ دوسرا بھی محسوس کرے اور خود بھی جانے اور سمجھے کہ کماؔل صاحب کے پاس گئے تھے، پہلے زندگی کا انداز کیا تھا اور اب کس رنگ میں چیزوں کو لیتا ہوں۔ اپنے احوال کی نگہداشت کا کیا عالم ہے؟ نماز شوق سے پڑھتے ہیں کہ مصیبت سمجھ رہے ہیں، پہلے سے خود کو بہتر پا رہے ہیں کہ نہیں۔ اپنا محاسبہ کر رہے ہیں یا نہیں، یہ چیز میرے فیض کا معیار ہے۔ نظر آ جائے، کشف ہو جائے تو فبہا، کشف نہ بھی ہو تو کوئی بات نہیں کیونکہ کشف مقصد نہیں۔

دنیاداری میں رہ کر یہاں چند منٹ میں بہت کچھ حاصل کرتے ہیں۔ دنیاداری میں آپ اُس معیار پر پورے نہیں اُترتے جس پر بزرگانِ دینؒ ساری ساری عمر مجاہدے کر کے پورے اُترے۔ یہاں آپ 5 منٹ ذکر کرتے ہیں، دِل سورج کی طرح چمک جاتا ہے۔ لیکن یہاں سے اُٹھ کر شاندار چوک (جہلم) تک چکر لگا آئیں تو دنیا کی نحوستوں سے وہ روشنی دیے برابر رہ جاتی ہے۔ اتنا کافی ہے کہ یہاں آتے ہیں اور اُوپر پہنچا دیے جاتے ہیں۔ صاحبِ کشف ساتھی مشاہدہ کرتے ہیں، ان کو ساتھ رکھتا ہوں اور وہ مشاہدہ کرتے ہیں۔ یہ آپ کی تسکین کے لیے ہے وگرنہ مجھے ضرورت نہیں۔

آپ جب توجہ کا تقاضا کرتے ہیں تو مجھے کوفت ہوتی ہے۔ رات رہنے سے بھی توجہ نہیں ملتی، جب دِل ہی راغب نہ ہو تو توجہ کیسے ملے؟ توجہ تو یہیں دارالفیضان کی محفل میں ملے گی۔ ذکر کی محفل کے علاوہ آپ آتے ہیں تو میرا ٹائم ضائع ہوتا ہے۔ جمعے کے جمعے (اتوار) میرے پاس آئیں، اس کے علاوہ جب آپ آتے ہیں تو میرا درود شریف حرج ہوتا ہے، میرا ٹائم ٹیبل خراب ہو جاتا ہے اور مجھے پریشانی ہوتی ہے۔ جب مَیں پریشان ہوں گا تو آپ کو فیض کیسے ملے گا؟

میرا معیار یہی ہے کہ آپ نماز پڑھتے ہیں، داڑھی ہے، کتنی بار یہاں دارالفیضان آتے ہیں۔ مہینے میں ایک بار یا سال میں ایک بار، اور آپ کے احوال کیسے ہیں؟ عجلت سے کام نہ لیں، مجھے خود پتہ ہوتا ہے کہ کس ساتھی کو کتنا سبق دینا ہے۔ جب مَیں نے کہہ دیا کہ کعبہ شریف چلیں تو آپ چاہے صِفر ہیں، آپ پہنچ گئے۔ نمازیں اور معاملات ٹھیک نہیں ہیں تو پھر ان مقامات کے جو تقاضے ہیں، اُن کے لیے آپ تکلیف، بیماری اور مالی پریشانیوں میں مبتلا ہوں گے۔ مقامِ رضا تو بہت اُونچی بات ہے۔ ایک دو ہیں جنہوں نے کبھی کچھ نہیں کہا، وگرنہ ہر کوئی کچھ نہ کچھ دنیاداری کا معاملہ حل کرانے کی فکر میں ہوتا ہے۔ بیعت کر لی۔۔۔ جو مل رہا ہے کافی ہے، استعداد سے زیادہ مل رہا ہے۔ تھُڑ دِلّی سے کام نہ لیں، مجھے کوفت ہوتی ہے۔

☆☆☆

☆18 فروری 1994ء جمعۃ المبارک

حالِ سفر میں مَیں نے روحانیت پر بہت کچھ لکھ دیا ہے، دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ پڑھنے کے دوران اکثر ساتھیوں کے ذہن میں کئی سوالات آتے ہیں۔ آپ میں سے اکثر کتاب کا مطالعہ سرسری طور پر کرتے ہیں۔ وگرنہ آپ کے سوالوں کے جواب وہیں کتاب میں ہی ہیں۔ کتاب پڑھ کر اور لوگوں سے سُن کر کئی لوگوں کو آنحضور ﷺ کی زیارت کا شوق ہوتا ہے۔ مجھ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ہم میں کیا کمی اور خامی ہے کہ ہمیں زیارت نہیں ہوتی۔ صوفیاء کے نزدیک کشف یا زیارتیں ہونا مطلوب و مقصود نہیں۔ یہ سب تو اس راہ کی ثانوی چیزیں ہیں۔ مطلوب تو اعمال کا سنوارنا ہے کہ جب یہاں سے اگلی دنیا میں منتقل ہوں تو آسانی ہو، وہاں کچھ حاصل ہو جائے۔ لطائف و مراقبات جو مَیں کراتا ہوں، یہ سب اگلی دنیا کی تیاری ہے۔ جو اعمال اس دنیا میں ہم کرتے ہیں، یہ سب آخرت کے لیے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ وہاں آپ کو خانہ کعبہ شریف اور دربارِ اقدس ﷺ کی زیارت ہو۔ اس کے لیے اس دنیا میں کوئی کامل بندہ مل جائے، جو وہاں کا ویزا دے تو وہاں خانہ کعبہ شریف اور دربارِ اقدس ﷺ کی زیارت ہوگی۔ جو یہاں مراقبات کرتے ہیں اور اُن کے اعمال و معاملات اچھے ہیں، وہ ان شاءاللہ آگے جا کر زیارت کر لیں گے، لیکن صحبتِ شیخ شرط ہے۔ جس نے اپنے شیخ، اپنے مرشد کا قرب حاصل کیا اُسے وہاں نظر آئے گا۔ فنا فی الشیخ ہوگا تو فنا فی الرسول ﷺ اور فنا فی اللہ ہوگا۔ فنا فی الشیخ سے مراد ہے کہ اپنے مرشد سے محبت ہو، عقیدت ہو، اطاعت ہو۔ یقین ایسا ہو کہ چاہے ساری دنیا غلط کہے، بُرا کہے، دنیا چاہے مرشد کو پھانسی پر لٹکا دے لیکن آپ کے یقین میں فرق نہ آئے۔ گھر بار، بیوی بچے، کوئی چیز اور کوئی مصروفیت، مرشد کے پاس آنے میں رکاوٹ نہ بنے۔ یہ مراقبات کسی بھی شیخ، کسی بھی مردِ کامل نے اس طرح آسان نہیں کیے جیسے مَیں نے کر دیے ہیں، سوائے میرے شیخ کے۔

پہلے بزرگ مرید کی سچی طلب دیکھتے تھے تو اپنی خانقاہ میں ٹھہرا لیتے تھے۔ پھر قلّتِ طعام، قلّتِ کلام اور قلّتِ نوم کا درس دے کر کئی سال خانقاہ میں ٹھہراتے تھے اور لاکھوں میں صرف گنتی کے چند افراد کو یہ مراقبات کراتے تھے۔ آپ میرے پاس آتے ہیں، نہ اعمال ہیں، نہ ظاہری صورت، اور چاہتے

ہیں کہ داڑھی رکھیں تو اتنی رکھیں، اتنی نہ رکھیں۔ دوست احباب اور ایسے رشتہ دار جن کے ساتھ رہنے اور کھانے پینے سے آپ کے اعمال، قلب وروح پر غلط اور نجس اثرات پڑتے ہیں، اُن سے رابطہ بھی نہیں توڑتے۔ نمازیں آپ کی پوری نہیں، یہ سب پردے ہیں۔ ان حالات میں آپ پھر یہ توقع رکھتے ہیں کہ نظر آئے۔

دو روز پہلے ایک شخص آیا کہ جمعہ کی محفل سے پہلے اس لیے آ گیا ہوں کہ رش کی وجہ سے بات نہیں ہوسکتی۔ آپ سفارش کریں کہ مجھے نظر آئے۔ ذکر کی محفل میں کئی ایسے لوگ جو بیعت نہیں، اُن کے بھی حجابات اُٹھ جاتے ہیں۔ یہ کرامت ہے، ڈھکوسلا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی شان ہے، یہ بتانا مقصود ہے کہ میرا بندہ سچا ہے۔ دنیاوی تعلیم کے لیے آپ کتنی تگ ودو کرتے ہیں۔ عمر کے پانچ سال مسلسل لگاتے ہیں تو پانچ جماعت تک پڑھتے ہیں، پانچ سال کے بعد بھی خط لکھنے کے قابل نہیں ہوتے۔ صرف اکیلے آپ محنت وکوشش نہیں کرتے، آپ کی ماں بھی ساتھ محنت کرتی ہے۔ ناشتہ دیتی ہے، تیار کراتی ہے، محنت کراتی ہے، سامان فراہم کرتی ہے۔ یہاں میرے پاس آ کر آپ محنت کیے بغیر چاہتے ہیں کہ لطائف مراقبات ہو جائیں، خانہ کعبہ شریف، نبیءِ کریم ﷺ کی زیارت ہو جائے۔ یکسوئی سے اس راہ پر چلیں، یہ مجھ پر چھوڑ دیں کہ مَیں کہاں تک لے جاتا ہوں۔ اگر مستقل مزاجی ہے، پھسلے بغیر چلیں گے تو آگے جا کر دیکھیے گا۔ یقین ودِلجمعی سے چلتے رہیے، میرے بارے میں کسی سے یقین دہانی کی ضرورت نہیں۔ ظاہری تعلیم الگ بات ہے، اگر ظاہری علم کافی ہوتا تو امام رازی رحمۃ اللہ علیہ، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بہت علم تھا۔ اُن کو اولیاءِ کرامؒ کے پاس جانے کی، بیعت کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ روحانی تعلیم سینوں میں ہوتی ہے اور سینہ بہ سینہ آتی ہے۔ میرا کام ہے کہ اُنگلی پکڑ کر آپ کو لے چلوں۔ آپ چلتے جائیں، آگے جائیں گے تو زیارتیں ہو جائیں گی۔

کچھ لوگ تصوّرِ شیخ کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ آسان طریقہ یہ ہے جیسا کہ چشتیہ سلسلے میں بتایا جاتا ہے کہ تنہائی میں بیٹھ کر یوں تصوّر کرو کہ شیخ کو برقعے کی طرح اوڑھ لیا ہے، ہر طرف شیخ ہی نظر آئے۔ جذبہ یہ ہونا چاہیے کہ کچے دھاگے سے بندھے چلے آئیں۔ آج کے دور میں برقعے والی بات

بتاؤں تو فتوے لگ جائیں۔ ساتھی کہتے ہیں کہ نظر آنے لگے تو شوق بڑھ جاتا ہے، لیکن مَیں نے دیکھا ہے کہ کتنے ہی آئے جن کو بہت تیز کشف تھا؛ گوجرانوالہ سے اعجاز فاروقی ہیں، اُسے بہت تیز کشف تھا۔ کہنے لگا: ماں باپ روکتے ہیں، آنے نہیں دیتے۔ مَیں نے کہا: باقی سب کام کیا ماں باپ سے پوچھ پوچھ کر کرتے ہو؟ جو یہاں دارالفیضان آنے کے لیے ماں باپ کے منع کرنے سے نہیں آتے۔ اُنہیں دراصل شیطان رکاوٹ ڈالتا ہے۔ دربارِ اقدس ﷺ میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا ''جب تک اپنے شیخ سے رابطہ نہیں رکھو گے یہ سب باتیں ادھوری ہیں۔''

مَیں نے تو دیکھا ہے کہ جنہیں تیز کشف ہوا، اُنہوں نے سوچا یہاں ہر چیز مل رہی ہے، مرشد کے پاس جانے کی کیا ضرورت ہے؟ یہی بات اُنہیں لے بیٹھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عجیب بے نیازی اور شان ہے، کیسے کیسے لوگ میرے پلّے پڑے ہیں۔ مجھے ہنسی بھی آتی ہے اور افسوس بھی ہوتا ہے۔ جو ساتھی کبھی کبھار، مہینے میں یا ہفتہ وار آتے ہیں، اُن میں واقعی جذبہ ہے۔ خرچ کرتے ہیں، محنت کرتے ہیں، تکلیف اُٹھاتے ہیں، گھر بار چھوڑ کر آتے ہیں۔ اس کے مطابق اُن کی محبت دیکھ کر ہی مجھے یہ فیصلہ کرنا ہے کہ کس کو روزانہ، مہینے، سال میں ایک بار یا ہمیشہ اپنے پاس رکھوں گا۔ پروفیسر محفوظ صاحب، نجیب صاحب، مرتضٰی شاہ اور لیاقت ہر روز آسکیں گے۔ باقیوں کو مہینے میں ایک بار بھی اجازت مل گئی تو بڑی بات ہے۔ اصل ٹارگٹ بعد میں جا کر پتہ چلے گا۔

دنیا میں صبح و شام کے ذکر میں روزانہ خانہ کعبہ شریف اور دربارِ اقدس ﷺ میں حاضری دیتے ہیں۔ لیکن برزخ میں، میرے مشاہدے، میری نگرانی کے مطابق اور میرے ساتھ دنیا میں جتنا رابطہ رکھا، اُس کے مطابق معاملہ ہونا ہے۔ آج مَیں واشگاف الفاظ میں کہہ رہا ہوں کہ آنحضور ﷺ نے مجھے اجازت دی ہے کہ یہ فیصلہ تم نے کرنا ہے کہ کون آپ ﷺ کے پاس روزانہ، مہینہ یا سال میں آئے گا۔ اس بات کی حتمی دلیل یہاں کے مکاشفات نہیں ہیں اور نہ ہی مقامات۔ فیصلہ مَیں نے کرنا ہے کہ آپ کو کتنی بار اجازت دوں۔ جتنا میرے سے رابطہ ہوگا، محبت و تعلق ہوگا، اس کے مطابق فیصلہ ہوگا۔ اس دنیا میں رہ کر اپنے شیخ کے ساتھ آپ کا رابطہ و تعلق کتنا محکم ہے، یہ آپ خود دیکھ لیں، ڈور

آپ کے ہاتھ میں ہے۔ ذرا سا جھٹکا لگا اور نیچے آ گئے۔ آپ امتحان میں ہیں، یہ یقین رکھ لیں۔ جس طرح یہ زندگی حقیقت ہے، اسی طرح وہ زندگی اس سے بھی زیادہ حقیقت ہے۔ یہ زندگی عارضی ہے، اس نے ختم ہو جانا ہے لیکن وہ زندگی ہمیشہ کی زندگی ہے۔ آپ کی کوشش یہ ہونی چاہیے کہ یہ دولت سمیٹ کر، پھسلے بغیر، آخرت میں پہنچ جائیں۔ جب اس دنیا سے چلا جاؤں گا، تو یاد کرو گے کہ کوئی مردِ کامل ملا تھا۔ آپ کے آنے سے مجھے نہ فائدہ ہے، نہ میرے حال میں اضافہ اور نہ ہی آپ کے نہ آنے سے کمی ہوگی۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے جو شرف و مقام دینا تھا، دے دیا۔

رمضان شریف کے فوراً بعد سالانہ اجتماع ہے۔ رمضان شریف میں درود شریف کی تعداد بڑھا دیں۔ آج تقریباً 80 افراد کا مجمع تھا۔ ان میں سے جنت و دوزخ کے مراقبہ کے دوران چار ساتھیوں نے مشاہدہ کیا (ہاتھ اُٹھوائے)۔ یہ بات کافی ہے کہ 70-80 کے مجمع میں چار ساتھیوں نے جنت و دوزخ کو دیکھا۔ دلیل مل گئی کہ کمالؔ صاحب جو ہمیں چلا رہے ہیں، یہ حق کا راستہ ہے۔ جنھوں نے مشاہدہ کیا وہ پڑھے لکھے سمجھ دار لوگ ہیں۔ بیداری میں زیارت ہونا بہت بڑا شرف ہے۔ جن کو مشاہدہ نہیں ہوا وہ یہ نہ سوچیں کہ کم تر ہیں؟ آگے جا کر انہیں زیادہ مل جائے گا۔ سب کو توجہ برابر ملتی ہے اور فیض بھی ویسے ہی بٹتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ کسی کو نظر آتا ہے۔ میجر صاحب کو نظر آتا ہے لیکن کیپٹن صاحب کو نظر نہیں آتا، تو پریشان نہ ہوں۔ میرے ہاتھ میں مشاہدہ کرانا نہیں، مراقبات کرانا میری صوابدید ہے۔ نمازیں درست ہیں، معاملات صحیح ہیں، درود شریف پڑھتے اور ذکر کرتے ہیں، چہرے پر سنت کے مطابق داڑھی ہے تو مَیں اس کے مطابق دیکھ کر سبق دیتا رہوں گا۔

زندگی کا بھروسہ نہیں۔ چند روز پیشتر ایک پرانے ساتھی پروفیسر مکرّم صاحب چل بسے، گئے تو دیر ہی نہیں لگی۔ بچھڑنے والے ساتھی ہمارے لیے درسِ عبرت ہیں کہ ہم نے بھی جانا ہے۔ کوشش یہ کریں کہ اُس دنیا سے محبت ہو، کامیابی کا پتہ قبر میں چلے گا۔ اسی دنیا سے کما کر وہاں لے جانا ہے۔ وہاں جو لے جائیں گے اصل کمائی تو وہی ہوگی، قبر میں جا کر نہیں کما سکیں گے۔ دنیا میں کچھ بھی کر لیں بیوی بچے کوئی مطمئن نہیں ہوگا۔ رخصت ہوں گے تو بیوی بچے زیادہ سے زیادہ چالیس دن پڑھیں، پڑھائیں

گے۔سال میں ایک بار برسی کردیں گے۔ پھر فاتحہ درود بھی بھول جائیں گے اور قبر بھی بھول جائیں گے۔ دنیا میں رہ کر محبت کا رُخ آخرت کی طرف موڑے رکھیں۔ وہیں کامیابی و ناکامی کا پتہ چلے گا۔

وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ۔

☆☆☆

☆25 مارچ 1994ء جمعۃ المبارک

دنیا کو سرائے سمجھو۔ بیعت کی ہے تو شریعت پر سختی سے عمل کرو۔ یہاں پر دنیا کے لحاظ سے مقابلہ کرتے ہیں کہ دوسروں سے زیادہ مال ہو، کار ہو، کوٹھی ہو، آسائشیں ہوں۔ مقابلہ وہاں کے لیے کریں، آخرت کے لیے کریں کہ ہم نے وہاں اچھا مقام حاصل کرنا ہے۔ وہ لوگ جو اللہ کو مانتے ہی نہیں، کافر ہیں اور یہاں اربوں کے مالک ہیں تو کیا وہ اللہ کے پسندیدہ لوگ ہیں؟ نہیں یہ دنیا کی دولت اس بات کی دلیل نہیں، یہ دولت آخرت میں اُن کے لیے وبالِ جان ہوگی۔ دولت وہی آپ کے کام آئے گی جو اللہ کی راہ میں خرچ ہوگی۔ یہاں سے اعمال کی دولت سمیٹ کر لے جائیں۔طلب یہ ہونا چاہیے کہ اگلی دنیا کامیاب ہو۔ مجھے کہا گیا ہے کہ تمہارا کام روحانیت بانٹنا ہے، دِلوں کے زنگ اتارنا ہے، آخرت سنوارنا ہے۔جس دکان پر آٹا ہے، وہاں سے سبزی تو نہیں ملا کرتی۔

میرے پاس روحانیت ہے، میرے پاس روحانیت لینے کے لیے آئیں، دنیاوی معاملات کے لیے مت آئیں۔ شیخ کے پاس صرف دنیاوی مسائل کے حل کے لیے آنا مناسب نہیں۔ اللہ تعالیٰ اور نبیءِ کریم ﷺ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرو۔نماز، ذکر اور درود شریف کی پابندی کریں۔ بیعت تو مَیں ہر ایک کو کرلیتا ہوں کہ شاید اس کا دِل اللہ کی طرف رجوع ہوجائے۔زبان سے یہ کہنا کافی نہیں کہ اللہ اور نبیؐ کریم ﷺ کا عشق ہے، اگر عشق ہے تو شریعت پر عمل کریں۔ یہاں زبانی کلامی بات نہیں، شریعت پر کاربند ہیں تو آپ کا دعویٰ درست ہے۔اپنی خامیاں خود تلاش کریں اور اپنی اصلاح کریں۔

مجھ میں کوئی خامی ہو تو مجھے وہاں سے ڈانٹ پڑتی ہے۔ میرا اور آپ کا رشتہ اعتبار کا ہے۔آپ نے اس لیے بیعت کی، یہ سمجھ کر بیعت کی کہ یہ اللہ کے راستے پر چلا سکتا ہے۔ مجھ سے زیادہ بڑے،

پرانے پیر خانے اور لنگر ہیں۔ ولایت کا معیار لنگر نہیں ہیں، لنگر اُس وقت کی ضرورت تھے جب فاصلے زیادہ تھے، لوگ پیدل دور دور سے آتے تھے۔ اب تو لاہور سے چند گھنٹے میں پہنچ سکتے ہیں۔ جو مَیں بانٹ رہا ہوں، وہ روح کی غذا ہے۔ چائے کی پیالی یا چاولوں کی پلیٹ کھانے سے کیا ہوگا؟ کھانا فیض نہیں ہے، ذکر اذکار فیض ہے۔

سالانہ اجتماع پر عورتوں نے بڑی بدنظمی مچائی۔ آئندہ عورتیں بچے نہیں لائیں گی۔ جس بچے کو ذکر اذکار کا شعور ہو، صرف اُسے جمعہ کے ذکر اور سالانہ اجتماع میں لائیں۔ ذکر میں خلل کباڑا کر دے گا۔ بچے شور کرتے ہیں، تنگ کرتے ہیں اور بے سکون کرتے ہیں تو نقصان ہو جاتا ہے۔ روحانی نقصان اور آخرت کے نقصان کو آپ سمجھتے ہی نہیں۔ اگر بچے نہیں مانتے تو خود بھی نہ آئیں، یہاں ہڑبونگ مچتی ہے۔ سالانہ اجتماع میں تماشائی کے طور پر نہ آئیں، نہ بچوں کو لائیں، ذکر و مراقبات میں بے سکونی ہوتی ہے۔

آئندہ جمعے (اتوار) کے ذکر کے علاوہ نہ کوئی مرد آئے گا، نہ عورت۔ عورتیں گھر کے مَردوں کے ساتھ آئیں۔ بیعت کی ہے تو نمازوں کی حفاظت بھی کریں۔ لوگوں نے آپ کا ظاہر دیکھنا ہے کہ باعمل ہیں یا نہیں۔ باطن آپ کا کسی نے نہیں دیکھنا۔ نہ نماز، نہ داڑھی، اُلٹا سلسلے کو بدنام کرنے والی بات ہے۔ اپنا محاسبہ کرتے رہیں، نیک اعمال اپنائیں، بُری باتیں چھوڑ دیں۔ نمازیں درست کریں گے تو مقام بنے گا۔ مجھے تو طلب ہے کہ دس ساتھی ہوں اور اُنہیں دیکھ کر پتہ چلے کہ کمالؔ کے شاگرد ہیں، مجھے خوشی ہوگی، کون سے کمالؔ صاحب! جو حضور ﷺ کے دربار میں لے جاتے ہیں؟ مجھے ندامت ہوتی ہے جب آپ کے ظاہری اعمال درست نہیں دیکھتا۔ کوشش کریں کہ آپ کی زبان، ہاتھ اور عمل سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے (9)۔ اس اصول کو اپنالیں تو بہت سی برائیوں سے بچ جائیں گے۔

آپ جو بھی درود شریف پڑھتے ہیں، دربارِ اقدس ﷺ میں نام اور ولدیت سے پہنچا دیا جاتا ہے۔ کوشش کریں کہ درود شریف کی یہ دولت زیادہ سے زیادہ اکٹھی کر کے آگے جائیں۔ قبر میں جائیں گے تو پتہ چلے گا کہ کتنی بڑی دولت لائے ہیں۔ یورپ اور امریکہ، لوگ سارا اثاثہ بیچ کر اس لیے شوق

سے جاتے ہیں کہ وہاں جا کر زیادہ کمائیں گے۔ وہاں پہنچ کر نہ کما سکیں تو حالتِ ناکامی دیکھنے والی ہوتی ہے۔ یہ بات سمجھ لیں اس دنیا میں، زندگی میں، کمانے کے لیے آئے ہیں، یہیں سے کما کر قبر میں لے جائیں گے۔ وہاں پتہ چلے گا کہ کیا کما کر لائے ہیں۔ وہاں کی ناکامی سے بچیں، اپنی فکر کریں، شریعت پر عمل کریں۔

عبادت اور عمل کو شریعت کے مطابق کریں۔ شریعت پر چلیں، اپنی زبان کی حفاظت کریں۔ اپنی زبان کو کسی کے خلاف مت چلائیں، اپنی فکر کریں۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مشہور ہے کہ کسی نے اُن کے خلاف باتیں کیں اور کسی شخص نے انہیں آ کر بتایا کہ فلاں شخص آپ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق یہ باتیں کر رہا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شام کو تحائف کے تھال اُس شخص کے گھر بھجوا دیے، وہ حیران ہوا کہ تحائف کیوں بھیجے؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم نے مجھ پر بڑی مہربانی کی، اپنی نیکیاں مجھے دے دیں۔ میں احسان مند ہوں، تمہاری باتوں کی وجہ سے مجھے فائدا ہوا ہے۔

یہ بات سمجھ لیں کہ ہم جو بات کسی کے متعلق کرتے ہیں تو ہماری نیکیاں اُس کے کھاتے میں چلی جاتی ہیں۔ اگر نیکیاں نہیں ہیں تو اُس کی بُرائیاں اور گناہ ہمارے کھاتے میں ڈال دیے جاتے ہیں۔ پیسہ تو ہم دے نہیں سکتے، نیکیاں دوسروں کو دے دیتے ہیں۔ جھوٹ، غیبت، لالچ، حسد بظاہر معمولی نظر آتی ہیں لیکن یہ نیکیوں کو ختم کر دیتی ہیں۔ زبان اور ہاتھ کے عمل سے کسی کو تکلیف نہ پہنچنے دیں۔ اس اصول کو اپنا لیں تو بہت سی برائیوں سے بچ جائیں گے۔ میرا تعارف لوگوں سے کرائیں تو بتائیں کہ...... اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے جو روحانی طور پر ترقی کراتا اور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں پہنچاتا ہے...... اگر کسی کو شوق نہیں تو پھر آنے اور لانے کی ضرورت کیا ہے؟ مجھے معلوم ہے ایسے صرف ہزاروں میں سے چند ہوں گے۔ مجھے ایسے ہی لوگوں کی تلاش ہے۔ میرے پاس جادو، عملیات اور سفلی بیماریوں میں مبتلا لوگوں کو نہ لائیں۔ سفلیات والے ہی اس کا اتار کرتے ہیں۔ میرے پاس صرف اُن کو لائیں جو روحانیت کے طالب ہیں۔ شکریہ۔

وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ

☆ یکم اپریل 1994ء جمعة المبارک

وہ آنسو جو اللہ کی یاد میں نکلتے ہیں، ہیروں سے زیادہ قیمتی ہیں۔ دِلوں کی بیماریاں دور کریں۔ دِل کی بیماریاں، بُرے افعال اور اخلاقی برائیاں ہیں اور آپ کو علم ہے کہ یہ کون کون سی ہیں۔ خالی باتوں سے کام نہیں بنے گا۔ نبی ءِ کریم ﷺ سے محبت کا تقاضا ہے کہ شریعت پر عمل کریں۔ 50 روپے کا نوٹ گم ہو جائے تو رنج، غم اور افسوس ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زمانے اور وقت کی قسم کھائی ہے۔

﴿وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝﴾ (سورۃ العصر، آیت نمبر 2-1)

اپنا وقت ضائع نہ کریں، جو وقت گزر گیا وہ واپس نہیں آئے گا۔ پوری یکسوئی سے ذکر کیا کریں۔ حضرت بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ اسی لیے نقشبند کہلائے کہ زخم لگنے سے جو خون کے قطرے گرے، وہ قطرے بھی اللہ کے اسم کی شکل اختیار کر گئے۔ محبت سے ذکر کیا کریں۔ مراقبات والے ساتھیوں کے لیے صبح و شام چند منٹ کا مراقبہ نا کافی ہے۔ سارا وقت مراقبات کا خیال رکھیں، کبھی ایک مراقبے کا، کبھی دوسرے کا۔ مراقبات کو اپنی سوچ کا جزو بنالیں۔ مراقبہءِ فنا پر لوگ مجذوب ہوتے ہیں، منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ نے یہیں انا الحق کہا۔ لیکن میرے سلسلے میں مجذوبیت نہیں۔ مقامِ رضا والے ساتھی خوشی، غمی، بیماری، تکلیف، ہر حال میں اللہ کی رضا پر راضی رہنا سیکھیں۔

آپ میرے شاگرد ہیں، میری کلاس ہیں۔ مجھے حق پہنچتا ہے کہ مَیں آپ سے پوچھوں۔ اس میں کسی کو بے عزت کرنا مقصد نہیں، مقصد اصلاح ہے۔ محض بیعت کر لینا کافی نہیں، اصل مقصد اصلاح اور تزکیہءِ نفس ہے۔ جن ساتھیوں نے آج صبح کی نماز نہیں پڑھی تھی وہ ہاتھ کھڑا کریں۔ اب جنہوں نے تہجد نہیں پڑھی، وہ بھی ہاتھ کھڑا کریں۔ اس راہ پر چلنے کے لیے نماز کی پابندی ضروری ہے، نماز تو بنیاد ہے۔ جیسے وضو نہ کریں اور سارا وقت جائے نماز پر کھڑے ہو کر نماز و نوافل پڑھیں تو نماز و نوافل نہیں ہوں گے۔ نماز کے لیے وضو شرط ہے۔ جو لطائف پر ہیں اُن ساتھیوں کے لیے نماز شرط ہے۔ ہر کلمہ گو مسلمان پر نماز فرض ہے، میرے اُوپر یا اللہ پر احسان نہیں۔ جس طرح فوج میں کمیشن لینے کے لیے کچھ شرائط ہیں۔ اسی طرح اس راہ میں کمیشن لینا ہو تو لطائف والوں کے لیے نماز اور مراقبات والوں کے لیے تہجد شرط ہے۔

نبیِ کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضری دینی ہے تو بنیادی شرط پوری کریں گے تو میں لے جاؤں گا۔

تہجد کے لیے چار نفل پڑھیں۔ اس کے بعد کم از کم ڈیڑھ گھنٹہ ذکر کریں۔ ذکر کو اس سے زیادہ وقت دینا چاہیں تو آپ کا اپنا شوق ہے، اس کے بعد فجر کی نماز پڑھ لیں۔ تن آسان لوگ نمازِ فجر کے بعد ذکر کر لیں۔ تیسری شرط داڑھی ہے، داڑھی سنت کے مطابق ہو۔ شرمانے کی بات نہیں کہ ماں بہنیں کہیں گی کہ مولوی بن گئے ہو۔ قربِ قیامت کی نشانی ہے کہ دہشت گرد، ذلیل اور کمینے امیر کبیر بن گئے ہیں۔ اُن سے ڈرتے ہیں، اُن کی عزت کرتے ہیں۔ پہلے زمانے میں جو متقی و پرہیزگار ہوتے تھے، صرف اُن کی عزت کی جاتی تھی، لوگ اُن سے ڈرتے تھے۔ اب دہشت گردوں، گھٹیا اور ذلیلوں سے ڈرتے ہیں۔ اب داڑھی رکھنے پر، نماز پڑھنے پر گھر والے باتیں بنانے لگ جاتے ہیں۔ شُکر نہیں کرتے کہ پاؤڈر رکھنے اور پینے والوں کی محفل میں نہیں جاتے۔ بُرائی کی طرف، ویڈیو فلموں اور بُرے کاموں میں نہیں جاتے۔ بلکہ خوش ہوں کہ نیکی کے راستے پر چل رہے ہیں۔ یہ سب آپ کے راستے کی رکاوٹیں ہیں، رکاوٹیں عبور کریں۔ صدقِ دِل سے چل پڑیں گے تو رکاوٹیں خود دور ہو جائیں گی۔

مَیں نے کل اخبار میں پڑھا کہ کھاتے پیتے گھرانے کا ایک فوجی افسر شادی کے لیے چھٹی لے کر گھر آیا، معلوم ہوا کہ مہندی کی رسم پر لڑکی اور لڑکے دونوں گھرانوں میں رقص ہوگا۔ رقص ایک انڈین فلم کی طرز پر ہونا تھا۔ دونوں گھرانوں میں مہندی کے رقص کا مقابلہ تھا۔ یہ انڈین فلم جہادِ کشمیر کے خلاف بنائی گئی تھی۔ اُس نے گھر والوں کو سمجھایا کہ رقص روکیں۔ وہ نہ مانے تو فلم کی کیسٹ منگوا کر دکھائی اور کہا کہ فوج میں ملک کی خدمت کے لیے بھرتی ہوا ہوں۔ مجھے یہ گوارا نہیں کہ دشمن ملک کا رقص میرے گھر کرایا جائے۔ اُن لوگوں کے نہ ماننے پر واپس چلا گیا اور شادی سے انکار کر دیا۔

یہ ہے عزم کی بات، جذبے کی بات۔ ایسے ہی لوگوں سے کچھ اُمید ہے، وگرنہ ہم سب مجرم ہیں۔ چھوٹے سے لے کر بڑے تک مجرم ہیں۔ خدانخواستہ جنگ ہوئی تو ہمارا بوسنیا سے بھی بُرا حال ہوگا (آپ رحمۃ اللہ علیہ پر رقّت طاری تھی)۔ میر جعفر اور میر صادق بن کر بھی زندہ نہیں رہ سکیں گے۔ ماں باپ، بہن بھائیوں کو سنواریں، احتجاج کریں۔ دین کے راستے میں ہمت کر کے چلیں تو سب رکاوٹیں

ختم ہو جائیں گی۔مَیں اُس وقت بارگاہِ نبوی ﷺ میں باریاب کراؤں گا، جب آپ صدقِ دِل سے اس راستے پر چلیں۔آپ میرے پاس بیعت کے لیے آتے ہیں،مَیں آپ کے دِلوں میں اللّٰہ کے نام کا بیج بوتا ہوں۔اس لئے بیعت کرتا ہوں کہ مرتے وقت کلمہ نصیب ہو جائے۔شاید یہ بیج کسی وقت پھول لے آئے۔ جب مَیں کہتا ہوں کہ آنکھیں بند کرو اور اوپر پہنچو، خانہ کعبہ شریف اور مسجدِ نبوی ﷺ میں چلو تو یہ کوئی کھیل یا مذاق نہیں۔حقیقتاً ایسے ہی ہوتا ہے،صاحبِ کشف ساتھی دیکھتے ہیں۔

صاحبِ کشف ساتھیوں کا مجھ پر احسان نہیں، جو نہیں دیکھتے اور یقین رکھتے ہیں، مجھے اُن کی قدر ہے۔ بلکہ میرے دِل میں اُن کی زیادہ قدر ہے۔ مجھے صاحبِ یقین لوگوں کی قدر ہے اور ضرورت ہے۔جو دیکھ کر یقین کرے اس کا یقین کیا یقین ہے؟ مجھے کچھ فرق نہیں پڑے گا کہ لاکھوں میرے حلقے میں آئیں۔روٹی عزت کی اللہ نے مجھے دے رکھی ہے،سب یہیں رہ جائے گا۔جو اس راہ پر چلتے ہیں، وہ دنیا کی دولت سے لاپروا ہو جاتے ہیں۔ جو مَیں کہتا ہوں ، وہ سچ ہے۔ مجھے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے؟ کوئی بھی اپنی عاقبت برباد کرنے کو تیار نہیں۔مَیں اپنی عاقبت کیوں برباد کروں؟ جو فقیر فنافی اللہ ہے، اُس کے لیے بارگاہِ نبوی ﷺ میں لے جانا کوئی مشکل نہیں۔ بقول حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ ''وہ رہبانِ طریقت نہیں ،راہزن ہے۔'' رہبر نہیں جو دعویٰ کرے اور بارگاہِ بنوی ﷺ میں نہ لے جائے۔مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعد یہ دعویٰ مَیں نے کیا ہے یا میرے مرشد نے کیا تھا۔

نماز، ذکر اور شریعت کی پابندی کریں۔آپ کو سب باتوں کا علم ہے۔تزکیہءِ باطن سے مراد دِل کی صفائی ہے۔ بُری باتوں، بُرے افعال سے بچنا اور دل کی بیماریوں سے نجات حاصل کرنا ہے۔آپ اپنے محاسب خود ہیں،ان سب بیماریوں کا علاج ذکر ہے۔مَیں آپ سے نماز و تہجد کا پوچھا کروں گا۔ میرے سلسلے میں زیادہ تسبیحات نہیں۔نمازیں باقاعدگی سے پڑھیں،قرآن شریف زیادہ نہ پڑھ سکیں تو ایک رکوع ترجمہ کے ساتھ ضرور پڑھیں۔ناظرہ کا ثواب اپنی جگہ،لیکن ترجمہ کے بغیر احکام سے آگاہی ممکن نہیں۔ ذکر اور درود شریف پر توجہ دیں۔اپنی زبان، کان، آنکھ کی حفاظت کریں۔اپنی حالت کا آپ کو خود پتہ چلے گا کہ ترقی کر رہے ہیں یا پیچھے کی طرف جا رہے ہیں۔

☆15 اپریل 1994ء جمعۃ المبارک

ہمیں اپنے ظاہر کو نبیءِ کریم ﷺ کی سنت میں ڈھالنا اور آپ ﷺ کی اتباع کرنا ہے۔ صبح سے رات سونے تک تمام معاملات وافعال میں خود کو آپ ﷺ کی سنت پر چلانے کی کوشش کریں اور اپنا محاسبہ کریں۔ ایک شخص نے جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق سنا کہ بہت بڑے بزرگ ہیں تو اُن کی خدمت میں آیا۔ کئی سال اُن کے پاس گزار دیے لیکن اُسے بظاہر اُن کی بزرگی کی نشانی کے طور پر کوئی کرامت نظر نہ آئی۔ تو ایک روز جانے کے لیے اجازت طلب کرنے آیا۔ اُنہوں نے فرمایا کہ تو نے مجھ میں کیا خامی دیکھی ہے جو جا رہا ہے۔ تو کہنے لگا کہ آپ کی شہرت اور مشہوری تو بہت سنی تھی، لیکن کوئی کرامت نہیں دیکھی۔ اُنہوں نے فرمایا کہ کیا مجھے سنت کے خلاف کوئی عمل یا کام کرتے دیکھا تو اُس نے کہا کہ نہیں۔ فرمایا یہی کرامت ہے۔

آپ چاہے روحانی طور پر کتنی بلند پرواز کرلیں، اگر یہ پرواز عمل کی طرف نہیں، سنتِ نبوی ﷺ کی طرف نہیں، تو پرواز سے کچھ حاصل نہیں۔ یہ بالکل اس طرح ہے کہ جیسے بچے کو اُٹھا کر اوپر لے جائیں، چھوڑیں تو نیچے گر جائے۔ آپ لوگ ایک دوسرے کو ٹوکیں۔ ہر کام، ہر بات، سنت کے مطابق کریں۔ ہر آدمی کے پاس بنیادی اسلامی ارکان کی تشریح کی کتابیں ہونی چاہییں، ان کا مطالعہ کریں، دین کی بنیادی چیزیں سیکھیں۔ اگر وضو کے ارکان کا علم نہیں تو نماز کیسے ہوگی؟ صبح اُٹھیں تو کلمہ شریف پڑھتے ہوئے اُٹھیں۔ کلمہ شریف کے معنی ہی یہ ہیں کہ توحید و رسالت کو ماننے والا ہوں۔ ہر چھوٹے بڑے کام میں سنتِ نبوی ﷺ پر عمل کریں۔

اپنے آپ کو سنت کے سانچے میں ڈھالیں گے تو صبح سے شام تک آپ کے سب کام عبادت بن جائیں گے۔ باقی رہ گئے مقامات، لطائف و مراقبات، تو اس فیلڈ کو الگ رہنے دیں۔ آپ اپنے ظاہر کو سنواریں۔ کوئی آپ کو دیکھتا ہے تو پتہ چلے کہ کمالؔ صاحب کا ساتھی ہے۔ مشاہدے، مکاشفات، کشف و کرامات کا میدان الگ تھلگ ہے۔ ظاہری طور پر اپنے آپ کو شریعت کے مطابق ڈھالنا

ہے۔علم وعمل اکٹھے ہوں گے تو بات بنے گی۔آپ پہلی سے میٹرک تک اسلامیات پڑھتے ہیں بلکہ اگلی کلاسوں تک اسلامیات پڑھائی جاتی ہے۔دین کو جانتے ہیں، مانتے ہیں لیکن عمل نہیں، عمل کریں۔ آنحضور ﷺ کے اطوار، طریقے، سونے جاگنے، اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے اور میل جول کے اپنائیں۔ آپ ﷺ کا ہرانداز اپنائیں، تب کامیاب ہیں۔ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغ

☆☆☆

☆15 جولائی 1994ء جمعۃ المبارک

اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو میرے ساتھ جوڑ دیا ہے تو آپ خوش نصیب ہیں۔یوں تو بے شمار لوگ میرے قریب اور ارد گرد رہتے ہیں، لیکن مانتے نہیں۔اکثر نے کتاب پڑھی، سنی، لوگوں سے تذکرہ سنا، لیکن یقین نہ آیا۔آپ کو توفیق ہوئی، سُنا، مانا، یقین کیا اور سلسلے میں داخل ہو گئے۔آپ میں سے کچھ ہیں جن کو نورِ بصیرت عطا ہو جاتا ہے۔چیک کرتے ہیں، دیکھتے ہیں کہ لطائف کی کیا حالت ہے۔ لطائف میں، مراقبات میں اور مقامات میں، خانہ کعبہ شریف اور دربارِ اقدس ﷺ میں کہاں ہیں۔ جب آپ بتاتے ہیں کہ ہمارے شیخ کو یہ مقام حاصل ہے کہ لطائف و مراقبات کرا کر خانہ کعبہ شریف اور دربارِ اقدس ﷺ لے جاتے ہیں تو لوگ یقین نہیں کرتے۔ہر بندے کو تو نظر نہیں آتا۔ایک میجر کو نظر آتا ہے لیکن دوسرے میجر صاحب کو نظر نہیں آتا۔

ایک شخص نے مجھ سے سوال کیا کہ مشاہدہ کرنے کے لیے آپ صاحبِ حیثیت لوگوں کے نام لیتے ہیں۔عام لوگوں کا نام کیوں نہیں لیتے۔مَیں نے کہا کہ جب مَیں کہتا ہوں کہ میجر صاحب مشاہدہ کریں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ مجھے اُن کے میجر ہونے پر فخر ہے۔آپ کے لیے بتاتا ہوں کہ سمجھیں اور یقین کریں کہ ایک پڑھا لکھا صاحبِ حیثیت اور سمجھ دار انسان بتا رہا ہے، کوئی پاگل یا جاہل انسان نہیں۔اس طرح کہتا ہوں تو آپ کو متاثر کرنا مقصود ہوتا ہے کہ مَیں کسی بیوقوف، جاہل اور اَن پڑھ کی بات نہیں کر رہا۔سوال کرنے والا، سننے والا متاثر ہو گا کہ نظر آیا ہے تو یہ کہہ رہا ہے۔

روحانی کیفیات جو ہوتی ہیں، اُن کی رازداری کرنا ہوتی ہے۔جس طرح قندیل، چراغ یا موم بتی باہر جل رہی ہو تو ہوا کا جھونکا آنے سے بجھ جاتی ہے، اسی طرح لطائف جو سینے میں روشن ہوتے ہیں، دنیا طلب لوگوں میں جانے سے ان پر کثافتیں یلغار کرتی ہیں۔ روح کا، لطائف کا دِیا بجھے نہ تو کمزور ضرور ہو جاتا ہے، تازگی میں فرق آ جاتا ہے۔اسی لیے بزرگ لوگوں سے کنارہ کش رہتے تھے۔ دنیا میں رہتے ہوئے عام لوگوں سے میل جول کم رکھیں۔ آج کل کے دور میں آپ کے مسائل و معاملات ایسے ہیں کہ مَیں پابندی تو نہیں لگا سکتا لیکن احتیاط ضرور کیا کریں۔

حالِ سفر پتہ نہیں کس کیفیت میں مجھ سے لکھائی گئی۔ ہفتہ میں ایک بار چند سطریں لازماً کہیں سے بھی پڑھیں، پڑھ لیں۔اس کے مطالعہ کے اندر ایک ایسی کیفیت رکھ دی گئی ہے جو لطائف میں سیرایت کر جاتی ہے اور روح کی بیٹری چارج ہو جاتی ہے۔لوگ مجھے بتاتے ہیں کہ کتاب پڑھنے کے بعد خواب میں اُنہیں میری زیارت ہوگئی اور جب یہاں دارالفیضان آئے تو مجھے پہچان لیا۔ دراصل معاملہ یہ ہے کہ جونہی اس کتاب کو آپ پڑھتے ہیں تو میری روح آپ کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔ یہ نازک معاملہ ہے، یہ سمجھنے کی آپ میں صلاحیت نہیں ہے۔

آپ لوگوں سے میرے متعلق کوئی پوچھتا ہے تو آپ گونگے بن جاتے ہیں۔کسی نے کسی اور بزرگ کا بتایا تو وہاں چل دیے۔ایک صاحب افسر ہوکر اپنے چپڑاسی کے ساتھ اس کے پیر کے پاس چلا گیا۔مَیں نے کہا کہ اس کی بات میں اثر ہے کہ وہ تمہیں اپنے پیر کے پاس لے گیا۔تم اُسے متاثر نہ کر سکے کہ وہ تمہارے ساتھ تمہارے مرشد کے پاس آتا۔

☆☆☆

☆19 اگست 1994ء جمعۃ المبارک

میری بات غور سے سنیں۔ساتھیو! کل کی رات 20-21 اگست کی درمیانی رات میلاد شریف کی ہے۔ یہ بہت بابرکت رات ہے۔ کتاب حالِ سفر میں مَیں نے لکھ دیا ہے کہ کون کونسی راتیں بابرکت

ہیں جن میں زیادہ سے زیادہ درود شریف کا نذرانہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہیے، مَیں وقتاً فوقتاً آپ کو یاد کراتا رہتا ہوں۔ میلاد شریف ﷺ کی رات بڑی ہی بابرکت رات ہے، اس کا آپ تصوّر بھی نہیں کر سکتے۔ اس موقع پر مسجدوں میں سجاوٹ کی جاتی ہے، خصوصی محفلیں ہوتی ہیں۔ یہ بھی غنیمت ہے کہ ذکرِ رسول ﷺ نعتوں کی صورت میں اور تقاریر کی صورت میں سنتے سناتے ہیں، لیکن یہ عام لوگوں کے لیے ہے۔

آپ خصوصی لوگوں میں سے ہیں۔ گھر میں یا مسجد میں جہاں شبینہ نہ ہو، خاموشی ہو، درود شریف پوری توجہ سے پڑھیں۔ جو یہاں نہیں میرا پیغام اُنہیں پہنچائیں۔ مغرب کی نماز کے فوراً بعد سے صبح تک پوری رات جاگ کر درود شریف توجہ سے، محبت سے پڑھیں۔ اگر پوری رات نہیں جاگ سکتے تو ایک بجے سے ڈھائی بجے تک ہر حالت میں جاگ کر گزاریں اور درود شریف پڑھیں۔ جو پڑھیں اُس درود شریف کو جمع کریں کہ میں اگلے ماہانہ اجتماع میں درج کراؤں گا۔ مجھے جو شرف و افتخار اور عزت حاصل ہے، یہ سب درود شریف پڑھنے کا نتیجہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، وگرنہ کہاں مَیں حقیر و عاجز انسان۔ اُسی نے یہ شوق، یہ جذبہ، یہ آرزو بخشی۔ جیسے مَیں نے اپنے لیے دُعا کی کہ مَیں کثرت سے درود شریف پڑھنے والوں میں سے ہو جاؤں، اسی طرح جب یہ سلسلہ بخشا گیا تو مَیں نے دُعا کی کہ باقی سب سلسلوں کی نسبت میرے سلسلے کا درود شریف زیادہ ہو۔ کبھی کبھی سوچتا تھا کہ میری یہ آرزو پوری ہوگی؟ وثوق سے نہیں کہہ سکتا تھا کیونکہ دوسرے سلوک کے سلسلے صدیوں سے چلے آرہے تھے، کافی پُرانے سلسلے تھے۔ اُن کے لاکھوں مرید درود شریف پڑھتے ہیں لیکن دیکھا یہ ہے کہ دوسرے سلسلوں میں نوافل اور دیگر اوراد پر زیادہ زور دیا گیا ہے، جبکہ مَیں نے تلقین کر رکھی ہے کہ زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھیں۔

ضروری نہیں کہ جس کو درود شریف کا پیغام دیں، میرا مرید بن جائے۔ درود شریف کا پیغام ایسا پیغام ہے کہ اس سے کوئی شخص، کوئی سلسلہ انکار نہیں کر سکتا، مخالفت نہیں کر سکتا۔ درود شریف زیادہ سے زیادہ پھیلانے کی کوشش کریں۔ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغ

☆16 ستمبر 1994ء جمعۃ المبارک

اس ہفتے میں جن کی نماز قضا نہیں ہوئی وہ ہاتھ کھڑے کریں۔مَیں وقتاً فوقتاً تاکید کرتا رہتا ہوں کہ نمازوں کی نگرانی کریں، نماز کی پابندی کریں۔قرآنِ کریم ضابطے کی کتاب ہے۔اس میں ہمارے لیے ہدایات ہیں کہ ہم کس طرح زندگی گزاریں۔ان ہدایات پر ہمیں عمل کرنا ہے۔جس طرح ہمیں زندگی گزارنی چاہیے، وہ لائحہ عمل قرآنِ کریم میں پڑھتے ہیں کہ ہماری تخلیق کا سب سے بڑا مقصد عبادت ہے۔ پیدا ہو جانا، بڑا ہو جانا اور فوت ہو جانا مقصد نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا کہ ہم اس کی کبریائی کو تسلیم کریں اور اس کی عبادت کریں۔

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ○﴾ (سورۃ ذاریات، آیت نمبر 56)

''میں نے جنّوں اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں'' میں اس کی طرف اشارہ ہے۔

قرآنِ کریم میں بار بار مختلف انداز میں نماز قائم کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔اسلام کی بنیادی تین باتیں ہیں۔''عقیدہ، عبادات اور معاملات'' جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے تفصیل سے بیان کر دی ہیں۔عقیدہ ہمارا ٹھیک ہے لیکن عبادات میں ہم صفر ہیں۔اب سے ڈیڑھ سو سال پیچھے کے بزرگوں کو دیکھیں تو اُن میں جو عبادت کا ذوق وشوق تھا، اس کے مقابلے میں ہماری عبادات صفر ہیں۔ جو لوگ تصوّف وسلوک میں قدم رکھتے ہیں، ان کے لیے عبادات ضروری ہیں۔ ہمارا المیہ ہے کہ ہماری نمازیں قضا ہو رہی ہیں اور ہمیں احساس ہی نہیں۔ نبیِ کریم ﷺ کے زمانے میں اگر کسی کی نماز قضا ہو جاتی تھی تو لوگ اس کے پاس تعزیت کے لیے جاتے تھے، باقاعدہ پُھوڑی پڑ جاتی تھی کہ نماز باجماعت قضا ہوگئی۔نماز باجماعت کی قضا کو بہت بڑا نقصان، خسارا سمجھا جاتا تھا۔

آج حالت یہ ہے کہ کمالؔ صاحب کے بیعت ہیں، لیکن نماز کی پابندی نہیں کرتے۔مَیں اس لیے فراخدلی سے کام لیتا رہا کہ ابتدا میں، مَیں اگر سختی سے کام لوں گا تو بھاگ جائیں گے، آہستہ آہستہ سدھر جائیں گے۔اب وقت آ گیا ہے، مجھے بتایا گیا ہے کہ سختی سے نماز کی پابندی کراؤں۔تقریباً

300 آدمی یہ مراقبہ "سیرِ خانہ کعبہ شریف" کر چکے ہیں۔ پُرانے بزرگ استعداد دیکھ کر مقامات طے کراتے تھے اور صرف چند ایک کو کراتے تھے۔ میرے ہزاروں مرید ہیں، جن میں سے 300 کو مَیں نے یہ مراقبہ کرا رکھا ہے، سالانہ اجتماع میں آتے ہیں۔ ہر جمعہ کو آنے والوں کی تعداد اور بھی کم ہے۔ ان کی نالائقی کہہ لیں، تساہل کہہ لیں یا بے قدری کہہ لیں۔

پُرانے زمانے میں تصوُّر ہی نہیں تھا کہ تصوُّف وسلوک کے راستے پر چلنے والا بے نمازی یا بغیر داڑھی کے بھی ہو سکتا ہے۔ مَیں سوچتا ہوں کہ یہ میری ناکامی ہے، کوتاہی ہے اور مَیں صحیح تربیت نہیں کر رہا۔ آئندہ کے لیے یاد رکھیں: جو شخص مراقبات والا ہے، اُس پر تہجد فرض ہے۔ نماز قضا کا تو سوال پیدا نہیں ہوتا۔ اگر سفر میں نماز قضا ہو جاتی ہے تو قضا نمازیں بعد میں پڑھ لیں۔ لیکن بالائی منازل کا دارومدار تہجد پر ہوگا۔ جن کو اونچی منازل طے کرا رکھی ہیں، اُن کی مثال ایسی ہی ہے کہ جیسے میں بچے کو گود میں اُٹھا کر سیڑھیوں پر چڑھ رہا ہوں، چھوڑ دوں تو نیچے گر جائے گا۔

عبادات کے ساتھ ساتھ آپس کے معاملات، حقوق العباد، اخلاق و کردار اور لین دین سب ذہن میں رہنے چاہییں۔ کوشش یہ کریں کہ نماز میں باقاعدگی پیدا ہو جائے، ابتدا میں دشواری آتی ہے لیکن کوشش تو کریں۔ کوشش کرنے سے ہی کامیاب ہوں گے۔ کتاب پڑھ کر اگر اِدھر کا شوق پیدا ہو گیا ہے تو نماز کی کوشش تو کریں۔ تہجد، قرآن شریف کی تلاوت، تسبیحات وغیرہ یہ تو بعد کی باتیں ہیں۔

آپ جب کسی ملازمت کے لیے انٹرویو دینے جاتے ہیں تو سب سے پہلے آپ کی Qualification (تعلیم) پوچھی جاتی ہے، کون کون سے امتحان پاس کیے ہیں، کس ڈویژن میں پاس کیے ہیں۔ ان کے علاوہ اور کیا کیا Activities (سرگرمیاں) ہیں۔ کوئی کتاب لکھی ہے، اخبار و رسائل میں کوئی مضمون وغیرہ چھپا ہے۔ کھیلوں میں حصہ لیتے ہیں، کیا مشاغل ہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح تصوُّف وسلوک میں آنے کے لیے یہاں بنیادی شرط نماز ہے۔ باقی تسبیحات اور اوراد اضافی چیزیں ہیں۔ تہجد کے معنی ہی کوشش کرنا، جدوجہد کرنا ہے۔ یہاں محنت کرنا پڑے گی۔ کیا کمالؔ صاحب آ کر تھپکی دیں گے تو اُٹھیں گے؟ نانی، دادی اُٹھائیں گی، تب جاگیں گے۔ خود کوشش کریں، ٹائم پیس پر

الارم لگائیں اور اُٹھیں۔ایک وقت تھا کہ میرے پاس ٹائم پیس بھی نہیں تھا۔دیا سلائی جلا کر ٹائم دیکھا کرتا تھا اور اُٹھ جاتا تھا۔ یہ خاصا کٹھن راستہ ہے، اسے آسان نہ سمجھیں۔ مجھے ندامت نہ دلائیں۔ میرے لیے اتنا کافی ہے جو دکھایا گیا ہے کہ تمہارے ساتھی کیا کر رہے ہیں۔ جب ساتھیوں کا یہ حال ہے تو اتحادِ عالمِ اسلام کا کیا کرو گے؟مَیں نے کتاب میں لکھا ہے کہ میرے تین مشن ہیں:

1۔ اتحادِ عالمِ اسلام

2۔ نفاذِ اسلام

3۔ غلبہءاسلام۔

جس طرح دنیا کا ظاہری نظام چل رہا ہے، اسی طرح روحانی نظام بھی چل رہا ہے۔اس روحانی نظام میں قطبِ ارشاد کے تحت ایک ہزار افراد ڈیوٹی دے رہے ہیں جو ابدال، اوتاد، نُجَباء، نُقَباء، اخیار اور ابرار ہوتے ہیں۔آپ تکوینی اُمور میں ڈیوٹی تو کرتے ہیں، شریعت کا خیال نہ کریں؟ جبکہ اصل کام تو شریعت پر چلنا ہے۔شریعت پر چلیں۔عام لوگ بوسنیا، فلسطین، کشمیر اور دیگر ممالک میں مسلمانوں پر جو ظلم وستم ہو رہا ہے، اُس کا رونا روتے ہیں۔اس میں میری اور آپ کی نالائقی ہے، جو کام دیا گیا ہے وہ نہیں کیا۔مثال کے طور پر آپ کو مٹی کھودنے کا کام دیا گیا ہے، ڈیوٹی دی گئی ہے اور ایک گھنٹہ دیا گیا ہے۔طاقت آپ میں نہیں تو مٹی کھودیں گے کیسے اور اُٹھائیں گے کیسے؟ باطنی قوت شریعت پر چلنے سے آئے گی۔

قطبِ ارشاد کے تحت ڈیوٹی دینے والے ایک ہزار افراد کے ظاہری اور باطنی انوارات سے لوگوں کے قلوب پر اثرات پڑتے ہیں۔ان کی ڈیوٹی ہے کہ اثرات ڈالتے رہیں اور ان کے شعور میں اضافہ کرتے رہیں۔کچھ کی ڈیوٹی یہ ہے کہ جو اسلام سے دور ہیں، اُنکی توجہ اسلام کی طرف دلائیں۔کچھ کی ڈیوٹی ہے کہ غیر مسلم ہیں، اُن کو اسلام کی طرف راغب کریں۔ یہ بڑا مربوط نظام ہے۔جب آپ خود ہی کچھ نہیں کریں گے تو کیا ہوگا۔مثلاً کم پاور کے بلب میں یا صفر کے بلب میں آپ کتاب پڑھنا چاہیں تو نہیں پڑھ سکیں گے۔اس کے لیے تیز روشنی چاہیے، تیز بلب ہوگا تو کتاب پڑھ سکیں گے۔ یہ

کوتاہی میری ہے اور آپ کی ہے۔ آپ کے دِل میں بلب ہی روشن نہیں۔ آپ کے دِلوں میں انوارات ہی نہیں تو دوسروں پر کیا اثرات ڈالیں گے؟ آپ اپنے اوپر اسلام نافذ نہیں کر سکتے تو دوسروں کو کیا کرائیں گے؟ بہت کم ساتھی ہیں جو سحری کو اُٹھتے ہیں۔ باقی سب تساہل پسند ہیں، نالائق ہیں، شعور نہیں۔ اپنے نقصان اور سلسلے کے نقصان کا علم نہیں۔ پہلی بار جو آتے ہیں، ان کے سامنے یہ ساری باتیں نہیں ہونی چاہییں۔ میری گزارش ہے کہ جو باتیں سنتے ہیں، یہیں چھوڑ جائیں۔ آپ سے گزارش ہے درخواست ہے کہ اگر مَیں غیر ضروری طور پر شفقت کر چکا ہوں، مہربانی کر چکا ہوں تو مجھے اس کی سزا نہ دیں۔ مجھ پر آپ ﷺ کی شفقت اس درجہ ہے کہ مَیں Puzzle (حیرت زدہ) ہو گیا ہوں۔

دنیا کی حکومتیں بنتی ہیں، بدلتی ہیں۔ اسلام سے پہلے بھی حکومتیں چل رہی تھیں، نظام چل رہا تھا۔ موہنجوداڑو وغیرہ کے آثارِ قدیمہ سے پتہ چلتا ہے کہ اُن کے نظامِ سلطنت میں تہذیب و تمدن کتنے عروج پر تھے۔ بابل و نینوا، مصر اور یونان وغیرہ کتنے ترقی یافتہ تھے۔ اہرامِ مصر دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ کونسی مشینیں تھیں جن سے اتنے بڑے بڑے پتھر اُٹھا کر اہرامِ مصر تعمیر کیے گئے۔ تب بھی تکوینی اُمور چل رہے تھے۔ ہمارا یہ کام ہے کہ دعوتِ رُشد و ہدایت دیں۔ پاکستان کا حال دیکھ لیں، یہ دنیا میں پہلا ملک ہے جو اسلام کے نام پر، دین کے نام پر قائم ہوا۔ اس کے پیچھے اللہ تعالیٰ کا عظیم منصوبہ ہے۔

ہر نبی کو محنت و کوشش کرنا پڑی۔ حضرت آدمؑ کی اپنی اولاد تھی۔ ایک ہزار سال تک دعوتِ اسلام دیتے رہے۔ کچھ نے مانا، کچھ نہ مانی۔ حضرت نوحؑ ساڑھے نو سو سال تبلیغِ دین کرتے رہے لیکن گنتی کے لوگ اس راہ پر چلے۔ نظامِ سلطنت چلتے آئے ہیں، چلتے رہیں گے۔ پاکستان میں حکومت بن رہی ہے، بگڑ رہی ہے۔ کبھی بے نظیر، کبھی نواز شریف، اس میں بھی شاید اس فقیر کا ہاتھ ہو۔ کچھ بے نظیر کے حامی ہیں کچھ نواز شریف کے۔ ایسے لوگ میرے ہاتھ آ رہے ہیں کہ اُلٹ پلٹ کر دیکھ رہا ہوں، نتیجہ وہی ہے۔ نواز شریف کو بنایا تو اُس نے وزیرِاعظم بنتے ہی چوتھے دن اعلان کیا کہ میں بنیاد پرست نہیں ہوں۔ حکم ہوا ''تم اب جاؤ۔'' ہماری بنیاد اسلام ہے، اسلام کو چھوڑ دیا تو رہ کیا گیا۔ غیر مسلم لابی نے مسلمانوں کو دہشت گرد ثابت کرنے کے لیے بنیاد پرستی کا لیبل لگا ہی دیا ہے تو تم نفی کرو، بتاؤ کہ

بنیاد پرستی کے معنی یہ ہیں۔ اسلام امن سکھاتا ہے، دہشت گردی نہیں۔ امریکہ کو خوش کرنے کے لیے اُس نے کہا کہ میں بنیاد پرست نہیں۔ وزارتِ عظمیٰ سے نکال دیا گیا۔ پھر سب نے دیکھا کہ عدلیہ نے بحال کیا، پارلیمنٹ نے اعتماد کا ووٹ دیا۔ لیکن پھر وہاں سے بھی نکال دیا گیا۔ کمالؔ صاحب اُس کے پاس جانے سے رہے، کون میری بات سُنے گا؟ کبھی کسی کے پاس جاتا ہے کہ دُعا کریں اور کبھی کسی کے پاس۔ اکرم اعوان میرے پیر بھائی ہیں۔ اُن کے پاس دعا کرانے گیا کہ وزارتِ عظمیٰ کی کرسی پر بیٹھ جاؤں۔ اُس نے کہا کہ مجھ میں کیا خامی ہے کہ میں اپنے لیے دُعا نہ کروں، تمہارے لیے کروں؟ تم سے زیادہ قد آور اور بہتر شخصیت کا مالک ہوں۔ کیسے بٹھایا جائے، بٹھایا گیا تو بھاگ نکلے ہو۔

ہم بڑی مشکل میں ہیں، حکومتیں آتی جاتی رہیں گی۔ ہمارا اصلی مشن اسلام کو قائم کرنا ہے، اسلامی ماحول پیدا کرنا ہے۔ اگر ہم اپنے اوپر شریعت نافذ نہیں کریں گے تو دوسروں کو کیا کہیں گے؟ نماز قائم کریں، نماز پڑھیں، نماز کے لیے کوشش کریں، محنت کریں۔ دنیاداری کے لیے تو بڑی محنت کرتے ہیں، ادھر بھی وقت دیں۔ جو منازل طے کرنا چاہتے ہیں، ان کو کوئی چھوٹ نہیں۔ تہجد پڑھیں، آپ کی منزل میری توجہ سے قائم ہیں۔ اپنے اندر ہمت پیدا کریں، بیساکھیوں پر نہ چلیں۔ اگر تہجد چھوڑیں گے تو فوراً نیچے گر جائیں گے، پھر اُوپر نہیں جائیں گے، کسی کے لیے چھوٹ نہیں۔

یہ جو ذکرِ اسمِ ذات ہے اس سے کوئی سلسلہ بھی اِنکار نہیں کرے گا۔ نئے لوگ جو اس محفل میں آج شریک ہیں، جو باتیں ہوئی ہیں، یہیں چھوڑ جائیں۔ میری مجبوری ہے کہ مَیں نے ساتھیوں سے بات کرنا ہوتی ہے۔ درود شریف ضروری نہیں کہ بیٹھ کر ہی پڑھیں، چلتے پھرتے، اُٹھتے بیٹھتے، کام کاج میں، ہر وقت درود شریف پڑھیں۔ جن کو منازل کا شوق ہے، وہ درود شریف زیادہ سے زیادہ پڑھیں۔ آپ کی سفارش درود شریف ہے، جتنا پڑھیں گے، اتنا فیض پائیں گے۔ مَیں نہیں کہتا کہ ہر آدمی فرشتہ بن جائے، نہ مَیں فرشتہ ہوں۔ کوشش کریں کہ آپ کے قول و فعل سے کسی شخص کو نقصان نہ پہنچے، اصل عبادت یہی ہے۔ اللہ اپنی عبادت کی کوتاہی معاف کر دے گا، وہ غفور الرحیم ہے۔ لیکن حقوق العباد میں جو حق مارا، Torture (اذیت دینا) کیا، فریب دیا، تکلیف پہنچائی، اس کا ازالہ بہت مشکل ہے۔ اس

کی اہمیت پہچانیں۔

اگلے جمعہ سے ذکر 10:00 بجے ہوا کرے گا۔ یہاں نہ آسکیں تو گھر میں کوشش کریں کہ 10 بجے ذکر میں بیٹھ جائیں۔ (اب اتوار دن 12:00pm سے 02:00pm تک محفلِ ذکر و درود شریف منعقد ہوتی ہے) تصوّر یہ کریں کہ دارالفیضان میں بیٹھے ہیں اور ذکر میں شامل ہیں۔آپ کو فیض پہنچ جائے گا۔

☆☆☆

☆30 ستمبر 1994ء جمعۃ المبارک

محض اللہ اللہ کرنا ہی کافی نہیں۔اصل مقصد اپنی اصلاح اور تعمیرِ سیرت ہے۔بچپن سے لے کر قبر تک اگر ہم اپنے کردار اور شخصیت کو دیکھیں تو اس میں دو ہی پہلو ہیں،تعمیر یا تخریب۔ جتنا پختہ مکان ہوگا، اتنی ہی اس کی نگرانی اور دیکھ بھال کرتے ہیں۔کبھی پلستر،کبھی سفیدی کے ذریعے ہر طرح نگہداشت کرتے ہیں۔ساری عمر یہ سلسلہ چلتا ہے۔دیکھ بھال نہ کریں تو مضبوطی اور خوبصورتی قائم نہیں رہتی۔اسی طرح ہمارے جسم میں ظاہری طور پر تعمیر و تخریب چلتی ہے۔خوراک کا خیال رکھتے ہیں کہ وجود کی نشو و نما ٹھیک ہو۔صحت بگڑ جائے تو دوا لیتے ہیں۔اسی طرح اس جسم کے اندر روحانی طور پر بھی تعمیر و تخریب ہوتی رہتی ہے۔یہی تعمیر و تخریب اصلی ہے، حقیقی ہے۔اس تعمیر و تخریب پر روحانی ترقی کا دارومدار ہے۔حسد، لالچ، غرور، تکبر، ریا، فریب، بغض اور بخل وغیرہ ہمارے اندر کی روحانی بیماریاں ہیں۔ان باطنی اور روحانی بیماریوں سے بچنے کے لیے ذکر، نمازیں اور تسبیحات کرتے ہیں۔اگر اس کے باوجود اندر کی تعمیر نہ ہو اور یہ بیماریاں درست نہ ہوں تو پریشانی کی بات ہے۔میرا ایمان ہے کہ اگر بے خیالی سے بھی ''اللہ'' کہہ دیں تو اس کا بھی اجر مرتب ہوتا ہے۔عبادت اپنی جگہ ہے اور بندوں کے حقوق اپنی جگہ ہیں۔اخلاص ہو تو پھر اصلاح ہوتی ہے۔

نبیءِ کریم ﷺ نے جو معاشرہ تشکیل دیا، اس میں ان کے سب ساتھیوں کو صحابی ہونے کا شرف حاصل تھا۔اس میں کسی کو فضیلت نہیں تھی۔یہی وجہ تھی کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر کھڑے تھے تو ایک

آدمی نے اُٹھ کر بھری محفل میں اُن سے وضاحت طلب کی کہ ایک چادر سے آپ نے کُرتا کیسے بنا لیا؟ تو آپ رضی اللہ عنہ کو وضاحت کرنا پڑی کہ میرے بیٹے نے ایثار کیا، اپنی چادر دے دی اور اس طرح کُرتا بنا۔ اُنہوں نے ڈانٹا نہیں، یہ نہیں کہا کہ تمہیں کیا حق ہے پوچھنے کا، بلکہ وضاحت کر کے مطمئن کر دیا۔ یہاں آجکل آپ کسی ڈی۔سی یا ایس۔پی پر اعتراض کریں تو دیکھیں کہ کیا دُرگت بنتی ہے۔

مَیں نے کبھی مُرید کا لفظ استعمال نہیں کیا، ساتھی کہتا ہوں کہ آپ سب میرے ہمسفر ہیں، ساتھی ہیں۔ آپ سب ایک دوسرے کے ساتھی ہیں، اپنے آپ کو فوقیت نہ دیں۔ میرے پاس ایک کرنل صاحب اور اُن کا اَردلی آئے۔ تو مَیں نے کہا کہ آپ کا اَردلی اور آپ میرے لیے دونوں برابر ہیں۔ جب آپ میرے پاس آئے ہیں تو کرنیلی باہر ہی چھوڑ آئے ہیں۔ میرے لیے آپ سب برابر ہیں۔ عین ممکن ہے اردلی میں زیادہ استعداد ہو، ہماری یہ ساری دولت، ساری جائیداد، سارا جاہ وجلال، سارے رتبے اور عزت و کرسی یہ معیار یہیں تک ہیں، اس دنیا تک ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ آگے جا کر کیا بنتا ہے۔ بڑے بڑے بادشاہ جن کے جاہ وجلال کے سامنے رعایا کانپتی تھی، جب صاحبِ کشف اُن کا مشاہدہ کرتے ہیں تو کیڑے مکوڑے اور آگ وعذاب میں نظر آتے ہیں۔ ان میں سے صرف چند ایک بمشکل قبر میں اُٹھ کر بیٹھ یا لیٹ سکتے ہیں اور بظاہر جو دنیا میں گدڑی پوش تھے اُنھیں محلات اور بے حدو حساب نعمتوں سے نوازا گیا ہے۔ یاد رکھیں! حقوق العباد کی بہت پُرسش ہے۔ مروّت، ایثار، ایک دوسرے کے ساتھ بھلائی، نیکی اور ہمدردی، یہی اصل انسانیت ہے۔

حدیث مبارکہ ہے کہ اللہ تعالیٰ یومِ جزا اپنے بندوں سے پوچھے گا کہ میں بیمار تھا تُو نے عیادت نہ کی، کپڑے پھٹے تھے تُو نے لباس نہ دیا، بھوکا تھا تُو نے کھانا نہ دیا۔ تو بندہ کہے گا کہ یا اللہ یہ کیونکر ممکن تھا کہ تیری ذات تو ان باتوں سے پاک ہے، مُبّرا ہے۔ تو اللہ کہے گا کہ میری مخلوق میرا کنبہ تھی۔ تُو نے میری مخلوق کی بیماری، بھوک اور مفلسی میں مدد نہ کی (10)۔ ہماری ساری زندگی کمانے میں گزر جاتی ہے۔ محل کھڑے کر لیں تو بھی اولاد یہی کہے گی کہ ہمارے لیے کیا کیا؟ موٹر سائیکل لے کر دیں گے تو کہیں گے گاڑی کیوں نہیں لے کر دی۔ گاڑی ہو گی تو پجارو کی طلب ہو گی۔ مَیں اپنی اولاد سمیت یہ بات کہہ رہا

ہوں۔کوئی خوش نہیں ہوگا، کوئی نہ کوئی اعتراض ہوتا رہے گا۔دنیا تو اچھی بُری گزر رہی جائے گی، جو اصلی زندگی ہے،اس کے لیے کوشش کریں کہ کیا کمار ہے ہیں۔کوشش کریں کہ کسی کا دِل نہ دُکھے۔

آپ میرے پاس آتے ہیں، مَیں گیٹ تک چھوڑنے جاتا ہوں۔یہ نہیں سوچتا کہ پیر ہوں، نہ جاؤں۔سوچتا ہوں آپ میرے مہمان ہیں، مجھے گیٹ تک رخصت کرنا چاہیے۔آپ لوگ ایک دوسرے کے ساتھی ہیں۔ایک دوسرے کے Colleague ہیں،ہم جماعت ہیں۔ساتھیوں کو ایک دوسرے کے کام آنا چاہیے۔دستگیری کرنا چاہیے، مدد و امداد کرنا چاہیے۔اپنی تربیت کریں، اچھے اخلاق اپنائیں۔دنیاوی تعلیم سے زیادہ اس کی ضرورت ہے۔دنیاوی تعلیم آپ کو کلرک، ڈسپنسر، کیپٹن یا افسر وغیرہ بناتی ہے۔دنیاوی مرتبے اور مقام دیتی ہے، دنیا یہیں تک ہے۔لیکن اگر آپ نے کسی ایک کو خوش کردیا تو آخرت کمالی۔ضروری نہیں کہ آپ رقم دیں، اچھے سلوک اور برتاؤ کی بھی اپنی ایک حیثیت ہے۔دنیا کی عارضی آرائش وزیبائش کے لیے ساری زندگی لگے رہتے ہیں۔یہ سمجھیں اور سوچیں کہ ہم نے قبر میں بھی جانا ہے۔اُس کی آرائش وزیبائش آپ کے ہاتھ میں ہے۔وہ ہمیشہ کی زندگی ہے، وہاں کے لیے مقام اور مرتبے کما کرلے جائیں۔

اللہ کا ذکر بڑی نعمت ہے۔لطائف و مراقبات تو بڑی بات ہے۔لوگ ساری عمر لطیفہ قلب پر ہی بیٹھے رہتے ہیں۔چند روز پیشتر مجھے اسلام آباد سے ایک ریٹائرڈ پرنسپل کا خط آیا ہے جواب تقریباً 65 سال کی ہیں۔لکھتی ہیں کہ بچپن سے ذکرواذکار کا شوق تھا، گھر کا ماحول دینی تھا، دو تین مرشد ملے۔بچپن سے اس راہ پر چل رہی ہیں، لیکن نصف صدی گزرنے کے باوجود پہلے لطیفے پر بیٹھی ہیں۔طلب ہے اور تلاش ہے کہ کوئی اللہ کا بندہ ملے جو آگے کی منازل طے کرائے، ساری زندگی پہلے لطیفے پر گزر گئی ہے۔

اگر خوش نصیبی سے یہاں آنا نصیب ہوگیا ہے تو ذکرواذکار کے ساتھ حقوق العباد پر بھی توجہ دیں، اصلاحِ سیرت کریں۔میرا دعویٰ ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد پہلی بار میرے مرشد نے لطائف و مراقبات کے اسباق کو عام کیا اور ان کے بعد مَیں نے لطائف و مراقبات کرائے۔پہلے کے اولیاء اللہ فنا و بقا پر چھوڑ دیتے تھے۔مجھے جنون تھا، شوق تھا۔ابتدا میں جب مجھے سلسلہ ملا تو لطائف و

مراقبات کراتا، ساتھیوں میں تھوڑا سا شوق دیکھتا تو بے چین ہو جاتا اور بیت اللہ بالائی تک پہنچا دیتا۔ لیکن یہ مَیں لے جاتا ہوں، خود تو نہیں جاتے۔ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا اور نبیءِ کریم ﷺ کا خاص کرم ہے کہ مَیں آپ کو لے جاتا ہوں۔ جس مقام تک مَیں آپ کو لے جاتا ہوں، یہ مقام آپ کا نہیں ہے، مقام آپ نے محنت سے کمانا ہے۔ میری توجہ نہ ہو تو آپ لطیفہءِ قلب پر آ جائیں گے۔ اس کے لیے نمازیں باقاعدگی سے پڑھیں، ذکر باقاعدگی سے کریں۔ ذکر کو 20-25 منٹ ضرور دیں۔ ہمارے شیخ ایک گھنٹہ صبح اور ایک گھنٹہ مغرب کے بعد ذکر کراتے تھے۔ آپ کے محلّوں اور برادری میں بے شمار لوگ نمازی ہیں لیکن لطیفہءِ قلب کا کسی کو پتہ نہیں۔ پُرانے بزرگوں کی کتابیں دیکھیں، حتّٰی کہ داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کشف المحجوب بھی پڑھیں تو کچھ پلّے نہیں پڑتا کہ لطائف و مراقبات اور مقامات وغیرہ کیا ہیں۔ سب بزرگوں نے ملفوف انداز میں باتیں لکھی ہیں۔ سمجھ ہی نہیں آتیں کہ کونسے مقام ہیں۔

جو مَیں مراقبہءِ خانہ کعبہ شریف کراتا ہوں تو یہ ''حضوری طواف'' ہے۔ وہاں جا کر جو طواف کرتے ہیں، غَیبت کا طواف ہے۔ آپ کا جسم طواف کرتا ہے، روح غائب ہوتی ہے۔ دنیا داری میں اتنا دِل نہ لگائیں، دنیا والوں کی رِیس نہ کریں کہ یہ ملے وہ ملے۔ آخرت کی رِیس کریں۔ اصل رِیس آخرت کی ہونی چاہیے۔ کوشش کریں معاملات میں حسن و خوبی پیدا ہو جائے۔ اپنا محاسبہ خود کریں۔ کسی کی چغلی یا غیبت نہ کریں۔ سوچیں اور اپنا محاسبہ کریں کہ کس کا نقصان کیا، حق مارا یا فریب کیا۔ آپ کے اندر محاسبہ کا سسٹم ہے، اسے کام میں لائیں۔ یہ نہ ہو کہ یہ محاسبہ احکم الحاکمین کے سامنے ہو اور وہاں ہم کچھ نہ کر سکیں۔ یہ اٹل گھڑی ہے، بہت قریب ہے، آنے والی ہے۔ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ

☆☆☆

☆14 اکتوبر 1994ء جمعۃ المبارک

میرے سمیت ہم سب اپنی اصلاح کے مستحق ہیں۔ اصلاح کی ہمیں احتیاج ہے، اصلاح ہماری ضرورت ہے، کوئی بھی مکمل نہیں کہ اُسے اصلاح کی ضرورت نہ ہو۔ اصلاح کا عمل آخری سانس تک جاری رہنا چاہیے۔ ہر ایک کو خبر ہے کہ کہاں تک اُس سے کوتاہیاں ہو رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق اور

بندوں کے حقوق کہاں تک ضائع ہو رہے ہیں۔ حقوق العباد میں ماں باپ، بہن بھائی، اعزہ و اقربا، قریبی رشتے دار، پھر دور کے رشتہ دار، ہمسائے، دوست، میل جول والے اور ہمسفر سب آتے ہیں۔ کوشش یہ ہونا چاہیے کہ کوئی ایسی حرکت یا کام نہ ہو جس سے اپنا نقصان ہو، ماں باپ، بہن بھائیوں کا اور دوسروں کا نقصان ہو۔ نقصان صرف مالی نہیں ہوتا۔ قول و فعل سے کسی کی دل شکنی نہیں ہونا چاہیے، عزت و آبرو پر حرف نہیں آنا چاہیے۔ اپنے، پرائے سب کا خیال ہونا چاہیے۔

آجکل منشیات نے وبا کی صورت اختیار کر لی ہے۔ گھروں کے گھر اس سے تباہ ہو رہے ہیں۔ اکثر لوگ بے خبری میں اس مصیبت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ دوست، ملنے جلنے والے چکنی چپڑی باتیں کر کے پہلے سگریٹ پیش کرتے ہیں۔ بُری عادت ڈالتے ہیں۔ یوں منشیات اور ڈرگ مافیا کے لٹیروں کے چنگل میں بیگناہ اور معصوم لوگ پھنس جاتے ہیں۔ مجبور لوگوں کو یہ اس دھندے میں پھنساتے ہیں۔ اس راستے پر چلاتے ہیں اور یوں یہ لوگ اپنی زندگی اور اپنے گھر والوں کی زندگی تباہ کرتے ہیں۔ اگرچہ ایسے لوگ گناہگار ہیں، لیکن اُنہیں اکیلا نہیں چھوڑنا چاہیے۔ اُنہیں اس عذاب سے، مصیبت سے نکالنا چاہیے۔ کہاوت ہے کہ گناہ سے نفرت کریں، گناہگار سے نفرت نہ کریں۔

میرے پاس نشے کی لعنت میں گرفتار لوگوں کے والدین اور رشتہ دار دعا کرانے کے لیے آتے رہتے ہیں۔ نشے کے علاج کے سلسلے میں ڈاکٹری علاج نامکمل ہیں۔ وہ علاج کے لیے Tranquilizer (نیند آور ادویات) استعمال کراتے ہیں۔ جس سے اُن کی صحت برباد اور صلاحیتیں مفلوج ہوتی جاتی ہیں۔ اخلاق تباہ ہو جاتے ہیں۔ ایسے مریض کے لیے ضروری ہے کہ خود اعتمادی سے کام لے۔ نشے سے نہ صرف وہ اپنا نقصان کرتا ہے، خود کو تباہ کرتا ہے، بلکہ ماں باپ اور پورے معاشرے کا نقصان کرتا ہے۔ تہیّہ کر لے کہ اس لعنت سے ہر صورت چھٹکارا حاصل کرنا ہے۔ غلط لوگوں کی سوسائٹی چھوڑ دے، ایسے دوستوں اور حواریوں کی محفل چھوڑ دے۔ اچھی محفلوں میں جائے جہاں تلاوتِ قرآنِ پاک ہوتی ہو۔ کلمہ شریف اور درود شریف کا وِرد ہوتا ہو۔ ایسی محفل میں جائے جہاں اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کا ذکر ہو۔ ظاہری و جسمانی بیماری ہو تو ڈاکٹر اور حکیم پرہیز بتاتے ہیں کہ نزلہ

زکام میں کھٹی چیز نہ کھانا، اچار کی طلب ہوتو نہ کھانا، نزلہ زکام ٹھیک نہیں ہوگا۔ اسی طرح ہیروئن کے شکار لوگوں کے عزیز حکمت سے کام لیں۔ اُن کا ماحول بدلیں، جو مریض ہے وہ تہیّہ کرلے کہ نشے سے اور نشہ کرنے والوں کی صحبت سے پرہیز کروں گا۔ اگر ہم ایک مریض کو بھی ٹھیک کرلیں تو یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

امریکہ بہادر نے یہ نشے کی لعنت افغانستان میں متعارف کرائی تا کہ روس کے فوجی اس کے استعمال سے لڑنے کے قابل نہ رہیں۔ روس تو بھاگ گیا لیکن یہ لعنت ہر طرف پھیل گئی۔ میرے پاس لوگ آتے رہتے ہیں کہ میں اس سلسلے میں ان کی مدد کروں، دُعا کروں۔ تو عرض ہے کہ سب سے پہلے تو نشہ کرنے والے کو خود احساس ہونا چاہیے کہ اُس نے اپنا، والدین اور معاشرے کا مالی اور اخلاقی کتنا نقصان کیا ہے۔ پھر سچی توبہ کرے کہ دانستہ یا نادانستہ غلطی ہوگئی ہے۔ اپنے آپ کو اللہ کی یاد میں لگالے۔ میرے پاس کئی نشے کے مریض آئے جو ٹھیک ہو گئے ہیں۔ بنیادی بات اپنے آپ کو ٹھیک کرنے کی طلب ہے۔ ہمت کرے، اصلاح کرے، تب کامیاب ہوگا۔ ویسے تو ہمارے معاشرے میں ڈاکو ہیں، رشوت خور ہیں۔ رشوت دی اور چھوٹ گئے۔ لیکن اللہ کے ہاں کوئی چکر، کوئی رشوت نہیں چلے گی۔ کوشش یہ کریں کہ ہمیں اپنی اصلاح کرنی ہے اور معاشرے کی اصلاح بھی کرنی ہے۔ اگر ہم نے اپنے آپ کو بدل لیا تو یہ بہت بڑی بات ہے۔ جو سکون اللہ کی یاد میں ہے کسی نشے، کسی Tranquilizer میں نہیں۔ نشے کا مرض لاعلاج مرض نہیں۔ صرف اپنے میں قوتِ ارادی پیدا ہوجائے اور یہ یقین پیدا ہوجائے کہ غلط کام کرتا رہا ہوں اور اب میں نے یہ کام نہیں کرنا۔

جو ساتھی مجھ سے، میرے سلسلے سے منسلک ہیں، وہ اولاد اور بھائیوں کی طرف توجہ رکھیں کہ ان کی سوسائٹی کیسی ہے۔ سگریٹ بھی نہ پینے دیں۔ سگریٹ کی عادت کسی اور طرف لیجاتی ہے۔ میرا ایک پُرانا اسٹوڈنٹ پرسوں مجھے ملنے آیا تو بتانے لگا کہ مشکل سے بچا ہوں۔ کہنے لگا کہ آپ کی اُس ہدایت اور باتوں نے جو آپ کلاس میں کرتے تھے بچایا ہے۔ چند دوست ساتھ لے گئے وہاں چرس پی جا رہی تھی۔ مجھے بھی شامل کرنے لگے کہ پیو، میں وہاں سے بھاگا۔ ہمیں آنکھیں بند نہیں کرنا چاہییں، اپنی

اولاد کا خیال رکھیں، چھے سال کی عمر سے ہی نگرانی کریں، یہ نہ سوچیں کہ چھوٹا ہے۔ چھوٹی عمر سے ہی دوسروں کے آلہءِ کار بن جاتے ہیں۔ جو ساتھی یہاں آتے ہیں اُن کی کوشش یہ ہونی چاہیے کہ خود بچیں، دوسروں کو بچائیں۔ اپنے بچوں پر، قریبیوں پر نگاہ رکھیں، نظرانداز نہ کریں۔ کسی کو دیکھیں تو اس کے والدین کو بتائیں تاکہ وہ بروقت بچاسکیں۔ یہ کوئی لاعلاج مرض نہیں۔ گناہ سے نفرت کریں، اُن سے نفرت نہ کریں۔ اُس شخص کی جان چھڑانے کی کوشش کریں۔ یہ جو ہیروئن کی وبا تیزی سے پھیل رہی ہے، اس کو ختم کرنے کے لیے ہر شخص کو کوشش کرنا چاہیے اور مثبت کردار ادا کرنا چاہیے۔ جزاك اللّٰه

☆☆☆

☆ 21 اکتوبر 1994ء جمعۃ المبارک

ساتھیو! بعض اوقات پرانی باتیں بار بار دہرانی پڑتی ہیں، اس لیے کہ بعض باتوں کی یاددہانی نہایت ضروری ہوتی ہے۔ ہر مرشد، استاد اور رہبر کا فرضِ منصبی ہے کہ وقتاً فوقتاً اپنے شاگردوں اور ساتھیوں کو ہدایات دیتا رہے۔ ڈاکٹر اور حکیم علاج کے ساتھ پرہیز بتاتا ہے کہ فلاں فلاں چیز استعمال کروگے تو مرض میں افاقہ نہیں ہوگا۔ آپ نے میری بیعت کی ہے اس یقین واعتماد پر کہ یہ شخص جو بات کہہ رہا ہے، وہ درست ہے۔ آپ میں سے اکثر لوگوں کا تعلق ایسے طبقے سے ہے جو کتاب حالِ سفر پڑھ کر اس خیال سے رکھ دیتے ہیں کہ ہم اس راہ پر چلنے سے قاصر ہیں۔ دوسرا طبقہ ایسا ہے جو سمجھتا ہے کہ ایسے ہی لکھ دی ہے۔ ایسی باتوں کو ظاہر کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ دونوں طبقوں کو چھوڑیں، لیکن آپ لوگوں نے ، جنہوں نے میرے بیعت کی ہے، اُن کے لیے مَیں جو کچھ بتاتا ہوں، اُس پر عمل کرنا فرض ہے، ضروری ہے۔ وگرنہ عمل نہ کرنے کی صورت میں نہ صرف روحانی بلکہ دنیاوی طور پر بھی نقصان پہنچے گا۔

چکوال کا ایک دوست ملنے آیا، کہنے لگا کہ ایک کتاب میں کسی پرانے بزرگ کا واقعہ پڑھا ہے کہ نبیءِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُن بزرگ کو خواب میں سلسلہ اویسیہ کمالیہ والا درود شریف کچھ اضافی الفاظ کے ساتھ پڑھنے کو فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ ان الفاظ کا اضافہ کرنے سے 10 ہزار مرتبہ زیادہ ثواب ملے گا۔

مَیں ان صاحب کا نام نہیں لینا چاہتا۔ اُنہوں نے کہا کہ میں تردّد میں ہوں، آپ نبیءِ کریم ﷺ سے رابطہ کر کے پوچھ دیں کہ ان الفاظ کا اضافہ درست ہے؟ اُس نے مزید آگے کچھ نہیں کہا لیکن اُس کا مقصد پوچھنے کا یہ تھا کہ میرے والا درود شریف ان اضافی الفاظ کے ساتھ پڑھا کرے۔ نبیءِ کریم ﷺ سے تقریباً 28 درود شریف منسوب ہیں۔ اس کے علاوہ اولیاءِ کرامؒ کو خواب میں بھی آنحضور ﷺ نے کئی درود شریف تلقین فرمائے ہیں، جو سب برحق ہیں۔

کتاب حالِ سفر میں، مَیں نے جو درود شریف لکھا ہے، پہلے یہ مَیں نے اپنے مرشد رحمۃ اللہ علیہ سے سنا۔ پھر مجھے اس درود شریف کی نسبت براہِ راست نبیءِ کریم ﷺ سے ملی۔ اس سلسلہ میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والدِ ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خواب انفاس العارفین میں بیان فرماتے ہیں کہ خواب میں اُنہوں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا کہ حاضرین میں سے ہر شخص اپنی فہم و فراست کے مطابق درود شریف پیش کرتا ہے لیکن مجھ سے جب آپ ﷺ نے یہ درود شریف سنا تو آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس پر انتہائی مسرّت کے آثار ظاہر ہوئے۔ مَیں نے یہ واقعہ پڑھا تو مراقبہ کرتے ہوئے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ﷺ کا یہ پسندیدہ درود شریف ہی میرا شَغل ہے۔ آپ ﷺ نے اس درود شریف کی خصوصی نسبت مجھے عطا فرمائی جو پہلے کسی کو بھی نصیب نہیں ہوئی۔ آپ ﷺ نے مزید فرمایا کہ تمہارا درود شریف بارگاہِ الٰہی میں اتنا زیادہ مقبول ہے کہ تمہاری نسبت اور اجازت سے پڑھنے والے کو ایک بار پڑھنے پر بے حساب اجر وثواب سے نوازا جائے گا۔

اُس وقت ایک صاحبِ کشف ساتھی میرے پاس موجود تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اسے مشاہدہ کراؤ۔ مَیں نے ایک بار درود شریف پڑھا اور کہا کہ مشاہدہ کرو اُس نے بتایا کہ آپ کے درود شریف پڑھتے ہی انوارات کی بارش شروع ہوگئی اور پوری زمین و آسمان پر یہ بارش برستی دکھائی گئی۔ مجھے تو حیرت اُن کی سمجھ وفہم پر ہے کہ جب مَیں نے درود شریف پڑھنے کو بتایا ہے تو پھر اس کی کیا ضرورت ہے؟

اسی طرح کتاب میں مخمساتِ عشر اور مسبعّات کا ذکر کیا ہوا ہے۔ مسبعّات کے بہت فضائل

ہیں۔ مجھے نبی ءِ کریم ﷺ نے مسبعّات کے بجائے مخمساتِ عشر کی اجازت و نسبت عطا فرمائی ہے اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ مسبعّات کے بجائے مخمساتِ عشر پڑھنے کا 101 گُنا زیادہ اجر و ثواب عطا کیا جائے گا۔ مَیں نے حالِ سفر میں سارا واقعہ لکھا ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے مثال دی کہ اگر ساری عمر مسبعّات کا وظیفہ پڑھنے کے صلہ میں ایک محل ملنا ہے تو مخمساتِ عشر پڑھنے کے صلے میں اس سے سو گُنا زیادہ اجر عطا کیا جائے گا۔ مکان تو یہ بھی ہے جس میں ہم بیٹھے ہیں اور بے نظیر کا وزیرِاعظم ہاؤس بھی مکان ہی ہے۔ دونوں میں کتنا فرق ہے۔ یہاں دارالفیضان میں ایک ساتھی نے مسبعّات بانٹے ہیں۔ جس ادارے نے یہ مسبعّات کا پمفلٹ مرتب کیا ہے اُس کا فائدہ اُس ادارے والوں کو ہی ہے، آپ کو اس کا فائدہ نہیں۔ میری بیعت کرنے کے بعد آپ کو مخمسات پڑھنے سے فائدہ ہوگا کیونکہ ان کے پیچھے اور ان کے ساتھ میری نسبت ہے۔ آپ کی عقل پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے، یہاں بانٹنا غلط بات ہے۔ نئے ساتھی سمجھیں گے کہ حضرت جی کی مرضی سے بانٹ رہا ہے۔ فائدے کے بجائے نقصان ہو جائے گا۔

آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ شیخ چیز کیا ہے، شیخ کا مرتبہ کیا ہے، بات کیا ہے، شیخ کی بات کا اثر کیا ہے؟ یہ خود ستائی کی بات نہیں۔ نئے لوگ اچھا اثر نہیں لیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ شیخ کا کہنا حرفِ آخر ہوتا ہے اور جو شیخ یا مرشد نبی ءِ کریم ﷺ سے منسلک ہو، براہِ راست حضور ﷺ کی جانب سے بات کہتا ہو تو اس کی بات پر عمل نہ کرنے سے بہت بڑا خسارہ ہوگا۔ اپنے دنیاوی معاملات بھی شیخ کے نوٹس میں لایا کریں۔ شیخ سے پوچھنا ضروری ہوتا ہے۔ آپ دنیاوی معاملات میں گھر والوں سے، ماموں، چچا اور دیگر رشتہ داروں سے مشورہ کرتے ہیں۔ مَیں دنیاوی معاملات کی تو پروا ہی نہیں کرتا۔ چلیں دنیاوی معاملات کو چھوڑیں، دینی معاملات میں اگر خلاف ورزی کریں گے تو بہت بڑا نقصان ہوگا۔

اس کی مثال مَیں آپ کو اپنے گھر سے دیتا ہوں۔ ایک گھریلو معاملے میں میرے بیٹے ثاقب نے مجھ سے مشورہ کیے بغیر بھائیوں سے بات کی۔ اُن کو ثاقب کی بات دِل کو لگی کہ بھائی جان نے کہی ہے۔ بات مجھ تک پہنچ گئی، مَیں نے ڈانٹا نہیں ڈپٹا نہیں۔ ہوا کیا کہ چند دن کے بعد محفلِ ذکر ہوئی۔

مرتضٰی میرا صاحبِ کشف ساتھی گواہ ہے۔ میرا بڑا بیٹا ثاقب ہانگ کانگ میں ہے، دوسرا تابش راولپنڈی میں اور تیسرا امراد چکوال میں۔ ذکر میں دنیا کے آخری کونے میں بھی جو شخص بیٹھا ہو، جب مَیں یہاں ذکر کراتا ہوں تو روحانی طور پر ذکر میں سب شامل ہوتے ہیں۔ اہلِ برزخ ،جنّات سب حاضر ہوتے ہیں۔ جنّات کی تعداد شمار و قطار میں نہیں ہوتی۔ دربارِ اقدس ﷺ میں روحانی طور پر میرا جو مقام ہے، اس مقام کا علم میرے صاحبِ کشف ساتھیوں کو بھی نہیں۔ میری وجہ سے دربارِ اقدس ﷺ میں میرے بیٹوں کو اونچے مقام کی کرسیاں عطا ہیں۔ ذکر کے دوران صاحبِ کشف ساتھیوں نے مشاہدہ کیا کہ میرے تینوں بیٹوں کی کرسیاں خالی تھیں اور وہ دارالفیضان کے گیٹ کے بھی باہر کھڑے تھے۔ ذکر کے بعد انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ حضرت جی کیا بات ہوئی؟ ان کی کرسیاں خالی تھیں۔ اندازہ کریں میرے بیٹے جو میری بیعت ہیں، مَیں نے اُنہیں ڈانٹا نہیں، ظاہری طور پر ناراضگی کا اظہار نہیں کیا۔ تو جب بیٹوں کے ساتھ یہ ہوگا تو آپ کیا شے ہیں؟

جس طرح نبیِ کریم ﷺ کے دور میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ فلاں شخص اس لشکر کا سربراہ ہو گا۔ آپ ﷺ نے وصال سے چند روز پہلے لشکر مرتب کیا۔ اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ ،جن کی عمر 19 سال تھی اور جو آپ ﷺ کے غلام زید رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے، کو سربراہ مقرر کیا۔ زید رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے بیٹا بنایا ہوا تھا۔ کعبہ شریف میں آپ ﷺ نے اعلان کیا ہوا تھا کہ زید رضی اللہ عنہ میرا بیٹا ہے۔ ان کی کنیت بھی زید رضی اللہ عنہ بن محمد (ﷺ) پڑ گئی تھی۔ حضور ﷺ کو زید رضی اللہ عنہ کے بیٹے اسامہ رضی اللہ عنہ سے بہت پیار تھا۔ آپ ﷺ نے وصال سے چند روز پہلے لشکر کی قیادت و سیادت اُن کو دی تھی۔ آپ ﷺ کے وصال سے لشکر رُک گیا۔ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ لشکر اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں روانہ کرنے کا فیصلہ کیا تو بہت سے جلیل القدر صحابہ کرامؓ نے مشورہ دیا کہ اسامہ رضی اللہ عنہ نوجوان ہیں، آپ کسی تجربہ کار، برگزیدہ آدمی کو بھیجیں۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو کام حضور ﷺ نے کیا میں وہی کروں گا، جو آپ ﷺ نے فرمایا وہی ہوگا، جو آپ ﷺ کی نگاہ سے طے پایا وہی ہوگا۔ اسی طرح خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ،جن کو سیف اللہ کہا جاتا تھا، نے قدم قدم پر اسلام کے لیے فتوحات کیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اُن کی کوتاہی کے باعث سالارِ اعظم کے منصب سے اُنہیں ہٹا دیا۔

اللہ کی رحمت اور نبی ءِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفقت سے میرا مقام یہ ہے کہ مَیں چاہوں تو کہاں پہنچا دوں، چاہوں تو نیچے لے آؤں۔ مَیں نہ چاہوں تو بھی آپ کا کباڑا ہو جائے گا۔ پچھلے دنوں ایک ساتھی نے چند دینی کتابیں مرتب کیں۔ علمی سطح پر اگر پرکھوں تو وہ پیش نہیں کی جاسکتیں۔ بہر حال مَیں نے 12 ربیع الاوّل کی رات جن چند ساتھیوں کو نبی ءِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں انعام کے لیے پیش کیا، اُن میں اُس کا نام بھی شامل تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُسے قلم عطا فرمایا جو کہ بہت بڑا اعزاز و اکرام ہے۔

مَیں اپنے نام کے ساتھ کماؔل لکھتا ہوں لیکن خود کو کمال نہیں سمجھتا، یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کرم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفقت ہے جو آپ لوگوں کا کشف کھول دیا جاتا ہے۔ کشف کی نعمت سے نوازا جاتا ہے۔ یہ آپ کے اس یقین کو پختہ کرنے کے لیے ہے کہ آپ درست آدمی کے ساتھ لگے ہیں، ٹھیک رستے پر جا رہے ہیں۔ اکرم مدنی صاحب نے گھر میں ذکر کرایا تو ایک لڑکے نے کشف میں مجھے دیکھا۔ مسجد میں ذکر کے اختتام پر وہ اُس لڑکے کو میرے پاس لائے تو اُس نے دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہی باغ حسین کماؔل ہیں۔ اب جس نے مجھے ذکر کے دوران دیکھا تھا، اُس نے اتنی زحمت نہیں کی کہ یہاں میرے پاس آتا۔ حالانکہ اُس نے جاگتے ہوئے، عالمِ بیداری میں مجھے دیکھا۔ دراصل طلب کچی ہے۔

یہ کشف کوئی کھلونا نہیں، کھیل نہیں۔ چاہے کسی بزرگ کی قبر ہے یا کوئی فوت ہو گیا ہے، کشف سے حال جاننا چھوڑ دیں، کشف کو کھلونا نہ بنالیں۔ آئندہ کسی کو کسی بزرگ سے یا صاحبِ قبر سے کلام نہ کرائیں۔ نہ یہ آپ کا منصب ہے، نہ آپ کو اس کی اجازت ہے۔ کچھ روز بعد اُس نے خواب میں دیکھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس طرح شفقت فرما رہے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بائیں ہاتھ سے اس کا ہاتھ پکڑا ہے۔ دائیں اور بائیں ہاتھ سے پکڑنے میں کیا فرق ہے؟ تعبیر بتاؤں تو آپ شاید اُٹھ بھی نہ سکیں۔ شیخ کیا چیز ہوتی ہے؟ اُس کی طبیعت پر ملال کیا چیز ہوتی ہے؟ اس کا آپ کو اندازہ ہی نہیں۔ مجھے کسی کی کوئی ضرورت نہیں۔ آپ سب اُٹھ کر چلے جائیں، مجھے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ آپ میری ضرورت نہیں۔

یہاں رات کو ٹھہرانے کی مجھے اجازت نہیں، میری تنہائی میں آپ مخل ہوتے ہیں۔ لوگوں کے آنے سے میرے معمول میں فرق آتا ہے۔

8 اپریل 1984ء کو مجھے یہ منصب دیا گیا اور سلسلہ اویسیہ کمالیہ کی سربراہی عطا ہوئی تو یہ بھی فرمایا کہ آج سے تکوینی اُمور میں ابدال اور ابدال سے اوپر جتنے لوگ کام کر رہے تھے سب Standstill (بغیر حرکت کھڑے ہونے کی حالت) ہیں۔ مَیں نے ان اولیاءِ کرامؒ کا سیکرٹریٹ قائم کیا اور ان کا انچارج بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کو مقرر کیا اور بتایا کہ آرڈر اُوپر سے دربارِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے آئیں گے۔ صرف دو مواقع ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے مشورہ دیا ہے ورگرنہ جیسے مَیں نے کہا ویسے ہوا ہے۔ ایک مشورہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ دیا کہ بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی لائنیں صرف تصوّف و سلوک کی ہیں، جب کہ تمہیں تصوّف وسلوک اور قلندری دونوں شاخوں کا سربراہ بنایا گیا ہے۔ لہٰذا ایسا شخص لیں جس کے پاس دونوں لائنیں ہوں۔ یہ پیچیدہ معاملہ ہے کہ تصوّف وسلوک اور قلندری کیا ہیں۔ آپ لوگوں کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ دوسرا مشورہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے افغانستان اور ایران کے بارے میں دیا۔ فرمایا کہ ان کے بارے میں ذاتی طور پر توجہ دو۔ ان کے بارے میں ذاتی طور پر ڈیوٹی دینا بالکل ایسے ہی ہے جیسے صدر سے کہا جائے کہ تحصیل جہلم کا کام بطور اے۔ سی کرو۔ صدر کا منصب بہت اونچا ہے۔ مَیں سمجھ گیا کہ یہ کوئی بہت اہم کام ہے۔ مَیں نے زیادہ دلچسپی لی۔

جو اُن ممالک کے انچارج بزرگ تھے اُنہوں نے افغانستان سے روس کے جانے کا ٹائم ٹیبل 110 سال کا دیا، کام ہی ایسا تھا۔ انگریز جب ہندوستان میں آئے تو ہندوستان پر بتدریج قبضہ کرنے میں اُنہوں نے سو سال لگائے اور یہاں سے جاتے ہوئے بھی سو سال ہی لگائے۔ غیر ملکی تسلط سے نجات کوئی آسان کام نہیں ہوتا۔ مَیں نے ان بزرگ سے کہا کہ نہیں 110 سال کا عرصہ بہت زیادہ ہے۔ جس دن سے افغانستان میں روس نے قدم رکھا ہے اُس روز سے صرف دس سال میں اسے جانا چاہیے۔ اہلِ برزخ نے کہا کہ آپ نے تو ہمیں فٹ بال بنا دیا ہے۔ ایک کام کرتے ہیں تو دوسرے پر لگا دیتے ہیں۔ مَیں نے کہا کہ مَیں کونسا آرام سے بیٹھا ہوں۔ جہاں 10 بندوں کا کام ہے وہاں چاہیے

100 بندے لگائیں لیکن یہ کام جلدی کرنا ہے۔مَیں نے کتاب میں روس کے جانے کے متعلق جو پیشین گوئی کی تھی کہ ’’سرخ عفریت کا حوصلہ بڑھا تو افغانستان پر بھی چڑھ دوڑا، خون کی ہولی کھیلنے لگا، مگر خود ہی خون میں نہا گیا ہے۔اپنے کیے پر پچھتا رہا ہے، جان بچا رہا ہے، پلٹ رہا ہے، سمٹ رہا ہے۔ افغانستان کو چھوڑا، وسطِ ایشیا کو چھوڑنا پڑا۔‘‘ خواب سا لگتا ہے لیکن اللہ کی رحمت سے دس سال میں روس افغانستان سے نکلا۔امریکہ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے ان شاءاللہ وہ بھی ہوگا۔

بات لمبی ہوتی جارہی ہے۔بہرحال مَیں نے کام شروع کیا۔ایک سال بعد حکم ہوا کہ اپنے سلسلے کا تعارف کراؤ۔مَیں نے سلسلہ شروع کیا تو بیعت کرنے والا پہلا آدمی پروفیسر محفوظ صاحب اور دوسرے نجیب صاحب تھے۔مَیں زیادہ تر کالج کی مسجد میں ہی رہتا تھا۔جب چالیس لوگ ہو گئے تو دربارِ اقدس ﷺ سے حکم ہوا کہ پہلے برزخ والوں سے کام لیتے رہے ہو، اب ان سے کام لو۔اب مجھے ان میں سے کسی کو قطبِ ارشاد کا منصب دینا تھا۔قطبِ ارشاد کے وجود کی برکت سے رشد و ہدایت، تو بہ اور اُمورِ خیر کی توفیق ہوتی ہے۔

بڑے بڑے اولیاءؒ، ابدال اور علماء و فقہا اُس سے فیض لے رہے ہوتے ہیں۔چاہے قطبِ ارشاد کو خود بھی اپنے مرتبے کا علم نہ ہو یہ روحانی ڈیوٹی دے رہے ہوتے ہیں۔مَیں سوچ ہی رہا تھا کہ کس کو یہ ڈیوٹی دوں کہ عشاء کے بعد وضو کرنے لگا تو دیکھا کہ میرا تولیہ کافی گندا تھا۔خیال آیا کہ صبح دھوؤں گا۔سحری کے وقت اُٹھا، نوافل پڑھے، تہجد کے بعد ذکر کیا۔فجر کی نماز کے لیے اُٹھا تو دیکھا کہ تولیہ دُھلا ہوا ہے۔مَیں سمجھ گیا کہ حافظ صاحب نے دھویا ہوگا۔اس کے ساتھ ہی مجھے خیال آیا کہ یہ شخص کالج کی مسجد کا امام ہے، خطیب ہے۔میری بیعت کر رکھی ہے۔صبح و شام میرے ساتھ ذکر کرتا ہے، کیوں نہ اس کو قطبِ ارشاد کی ڈیوٹی دے دوں۔مَیں نے دربارِ اقدس ﷺ میں سفارش کی، وہاں سے Yes ہو گیا تو حافظ صاحب کو یہ ڈیوٹی دے دی۔لیکن مَیں نے محسوس کیا کہ اندر اس کے کچھ ہے؟ ڈانواں ڈول ہے۔حافظ صاحب پہلے سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت تھے۔یہ میرا امتحان لینے کے لیے پہلے پیر بھائی ممتاز کو میرے پاس لے آئے۔ممتاز کو تیز کشف تھا۔مَیں نے ممتاز کو مقامات طے کرائے

اور کہا کہ حافظ صاحب یہ شخص جو آپ کا پیر بھائی ہے گواہی دے رہا ہے کہ آپ دربارِ اقدس ﷺ جا رہے ہیں۔مَیں نے آج تک کسی کے لیے دعائیں نہیں کیں سوائے اس کے کہ الٰہی اس کی تشفی و یقین کے لیے اسے کچھ دکھا دیں کہ یہ ڈانواں ڈول ہے۔صبح نماز کے بعد مَیں نے پوچھا کہ کوئی خواب دیکھا تو انہوں نے بتایا کہ خواب میں دیکھا کہ ایک ہوائی جہاز میں بیٹھا ہوں جو بہت نیچی پرواز سے اُڑ رہا ہے، اتنا نیچے کہ سڑکیں، مکان، گاڑیاں اور کھیت سب واضح نظر آ رہے ہیں اور میں شہر بہ شہر لوگوں کو خطاب کر رہا ہوں۔مَیں نے کہا کہ اشارہ ہو گیا ہے **الحمد للہ**۔آپ کی ڈیوٹی لگائی ہے اور ہوائی جہاز آپ کو مل گیا ہے۔

بلندی کس طرح ملتی ہے اور پکڑ کس طرح ہوتی ہے، بتانا یہ مقصود ہے۔ہاں تو پچھلے جمعہ مَیں کالج کی مسجد میں جمعہ پڑھنے پہنچا۔مرتضٰی شاہ بھی تھا۔وہاں مسجد میں پہنچے تو پتہ چلا کہ نمازِ جمعہ تو ہو چکی ہے۔پچھلے جمعہ کا ٹائم ڈھائی بجے تھا۔حافظ صاحب نے ٹائم بدل کر 2:00 بجے کر دیا۔مجھے اطلاع کرنے کا خیال نہیں رہا یا مجھے اطلاع نہیں ملی۔بہر حال اُنہوں نے 2:00 بجے جمعہ پڑھا دیا۔مَیں ڈھائی بجے والے ٹائم کے مطابق پہنچا۔دوسری مسجدوں میں جا کر جمعہ پڑھنے کا وقت نہیں تھا۔بہر حال ان سے غلطی ہو گئی۔مجھے ملال آیا کہ میرا جمعہ ضائع ہو گیا۔مَیں سنتیں دارالفیضان سے پڑھ کر جاتا ہوں۔مَیں نے برآمدے میں نمازِ ظہر پڑھی۔نماز کے بعد ذکر کرایا۔

دربارِ اقدس ﷺ میں مرتضٰی سے کہا کہ حافظ صاحب کے بارے میں دیکھنا کہ ان کے بارے مجھے نقصان پہنچنے کا احتمال تھا۔چار پانچ سال یہ مسلسل دربارِ اقدس ﷺ میں پہلی صف میں ہوتے تھے۔آج دیکھا تو آخری صف میں تھے۔حافظ صاحب کی ڈیوٹی تھی کہ اپنے شیخ کو وقت کی تبدیلی سے آگاہ کرتے۔ان کا مقام اس غلطی سے سلب ہو گیا۔میرے بیٹوں کو جنہوں نے کل کو میرے بعد سلسلہ چلانا ہے، دنیاوی معاملات پر کوتاہی کرنے سے ایک ماہ کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔آپ سے کوتاہی ہو گی تو آپ کا بھی نقصان ہو گا۔یہ باتیں مَیں اس لیے کر رہا ہوں کہ آپ احتیاط برتیں۔مرشد کا مقام پہچانیں۔معاملات کو یوں ہی سرسری نہ لیں تاکہ نادانی میں اپنا نقصان نہ کر بیٹھیں، بہت احتیاط کریں۔

وظائف جو مَیں نے حالِ سفر میں لکھ دیے ہیں، جامع ہیں۔ بسم اللہ شریف، کلمہ شریف اور استغفار تمام وظائف کی بنیاد ہیں۔ یہ وظائف جو بھی پڑھے گا بیعت ہو یا نہ ہو اُس کو فیض ملے گا۔ حیف ہے کہ کتاب میں اتنی تفصیلات درج ہونے کے باوجود آپ دوسروں کے وظائف کی طرف جاتے ہیں۔ بہت احتیاط کریں۔ آئندہ یہاں کسی قسم کا کوئی کِتابچہ نہ لائیں۔

درود شریف کُھلا چیلنج ہے۔ درود شریف زیادہ سے زیادہ پڑھیں، یہی میرا وظیفہ ہے۔ ایسے ساتھی بھی ہیں جو لاکھ لاکھ روزانہ درود شریف پڑھتے ہیں۔ کیپٹن ناصر علی ایک لاکھ روزانہ درود شریف پڑھنے والوں میں سے ہیں۔ میری بیعت سے پہلے گرمی میں، سردی میں روزے رکھ رہا ہے۔ مسلسل روزے رکھ رہا ہے۔ روزوں میں مجھ سے بڑھا ہوا ہے۔ مَیں تو گرمیوں میں ناغہ کر لیتا تھا۔ یہ گرمیوں میں بھی روزے رکھتا ہے۔ مَیں نے کہا کہ ایک دن روزہ رکھا کرے اور ایک دن ناغہ کیا کرے۔ درود شریف میں بے انتہا، بے حد وحساب اجر وثواب ہے۔ کیا تُک بنتی ہے کہ مسبعّات تقسیم کریں۔ میرے والے مخمساتِ عشر کا اپنا مقام ہے۔ جب آپ کو پتہ ہے تو آپ میرے والے وظیفے چھوڑ کر دوسروں کے پیچھے کیوں جاتے ہیں؟ دراصل بات یہ ہے کہ آپ کا یقین ادھورا ہے، اعتماد ادھورا ہے۔ مجھے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ جو میرا مقام ہے اس کا آپ تصوّر بھی نہیں کر سکتے۔ اگر آپ کے حال پر آنحضور ﷺ کی کسی طرح کی شفقت ہے تو وہ میری وجہ سے ہے۔ میرے بیٹوں ثاقب، تابش اور مراد کے ہاتھ لوگ چومتے ہیں تو میری وجہ سے۔ اہلِ برزخ میں سے کوئی بزرگ آپ کی دید کرتا ہے تو میری وجہ سے۔ یہ خیال آپ کے دِل سے نکالنا ضروری ہے تاکہ آپ کسی گھمنڈ میں نہ آ جائیں کہ آپ خود کچھ بن گئے ہیں اور اس خوش فہمی میں اپنا نقصان کر بیٹھیں۔ مَیں تو ہر دم ڈرتا رہتا ہوں کہ مجھ سے کوئی کوتاہی نہ ہو جائے۔

جس طرح پتنگ کی ڈور ہلائیں تو پتنگ اوپر چلی جاتی ہے اور نیچے آ جاتی ہے۔ اسی طرح جب دل چاہے شیخ ڈور کھینچ کر اوپر لے جائے یا نیچے لے آئے۔ میرے ایک پیر بھائی اور ساتھی تھے۔ میرے مرشد (حضرت مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ) نے ہم دونوں کو فنا و بقا کرایا۔ نو دنوں میں ہمیں فنا و بقا پر لے گئے۔ لوگ

حیران ہوتے تھے۔ ہم دونوں حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھے تھے۔ وہ پوچھنے لگا کہ حضرت! مرشد کا منصب و مقام کیا ہوتا ہے؟ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ بتاتا ہوں اور فرمایا کہ تمہارے مقام کے سامنے میں نے یہ میز رکھ دیا ہے اسے پکڑلو کہ اب اگلے مقامات طے کرنا تم لوگوں کی اپنی ہمت اور محنت پر ہے۔ چند ماہ بعد وہ حضرت جی (حضرت مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ) سے ملا تو کہنے لگا کہ جو میز آپ نے تین ماہ پہلے رکھ دیا تھا، آپ نے اُس میز کو پکڑا ہوا ہے۔ اوپر جانے کی کوشش کرتا ہوں تو میز آگے کھڑا ہو جاتا ہے، اوپر جانہیں سکتا۔ آپ نے فرمایا کہ میں تو میز والی بات بھول گیا تھا، لو ہٹا دیتا ہوں۔ یہ اس لیے بتا رہا ہوں کہ پتہ چل جائے شیخ کی ہاں اور نہ میں کیا فرق ہوتا ہے؟

صاحبِ کشف ساتھیوں کو مَیں بالائی منزل پر اوپر تک اپنے ساتھ لے جاتا ہوں۔ اگر مَیں یہ کہوں کہ احدیّت پر رُک جائیں تو رُک جائیں گے، اوپر نہیں جا سکتے۔ مرتضٰی اور دیگر صاحبِ کشف ساتھیوں نے اس کا مشاہدہ کیا ہوا ہے۔ آپ کی ڈور شیخ کے ہاتھ میں ہے۔ اس کے باوجود آپ خوش نصیب ہیں کہ مجھ سے نسبت ہوگئی ہے، یقین واعتماد ہو گیا ہے، میرے پاس آ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو میرے پاس بھیج دیا ہے یہ آپ کی خوش قسمتی ہے۔ جو یہاں دَم کرانے بھی آ جائے، گیٹ کے اندر آ جائے وہ بھی محروم نہیں رہتا، کچھ نہ کچھ پا لیتا ہے۔ آپ کو جب بہت کچھ مل گیا ہے تو اس کی حفاظت کریں۔ مَیں نے دینے میں کنجوسی نہیں کی، فراخدلی سے دیا ہے۔ اتنا لٹایا ہے کہ اہلِ برزخ نے یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ کمالؔ صاحب کیا کر رہے ہیں؟ ایسے بھی ہیں جن کو ایک ہی نشست میں مقامات طے کرا دیے ہیں۔ نوید کو جب مقامات طے کرائے تو مَیں نے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے اس کی بات کرائی اور کہا کہ ان سے خود پوچھ لو کہ اگر ان کے پاس ہوتے تو کتنے عرصے بعد اس مقام پر لے جاتے؟ تو اُنہوں نے فرمایا کہ بیعت کرانے کے بعد چوبیس گھنٹے اپنی خانقاہ میں ہی ٹھہراتا، ایک گھنٹہ رات اور ایک گھنٹہ صبح ذکر کراتا، نمازوں کی پابندی کراتا، روزے رکھواتا، عام لوگوں سے میل جول سے پرہیز کراتا تو ٹھیک ڈیڑھ سال بعد یہاں لے کر آتا۔ مَیں نے دریافت کیا تو فرمایا کہ صرف سات مرد اور پانچ عورتیں ہیں جن کو مقامات طے کرائے اور دربارِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں لایا ہوں۔ اور میرا یہ

حال ہے کہ آپ کے ظاہری اعمال کچھ نہیں، پھر بھی آپ کو مَیں دربارِ اقدس ﷺ لے گیا ہوں۔ آپ لوگوں کے معمولات دیکھ کر مجھے شرم آتی ہے کہ کیسے لوگوں کو لے جاتا ہوں جو پانچ وقت کے نمازی بھی نہیں۔

مجھے اب احساس ہونے لگا ہے کہ مَیں بگڑا ہوا بچہ ہوں۔ ایسا بچہ کہ جس کو ماں باپ زیادہ لاڈ پیار کریں تو وہ زیادہ بگڑ جاتا ہے، کھلونا ملتا ہے تو ہوائی جہاز مانگتا ہے۔ مَیں آپ کو دربارِ اقدس ﷺ لے جاتا ہوں تو آنحضور ﷺ نے کبھی نہیں فرمایا کہ کیوں لائے۔ کبھی ناگواری کا تاثر نہیں دیکھا کہ کیا کر رہا ہے۔ اب مَیں خود محسوس کرنے لگا ہوں کہ مَیں حماقت پر حماقت کیے جا رہا ہوں۔ مجھے خود شرم آنے لگی ہے۔ آپ لوگوں کے اعمال دیکھتا ہوں تو افسوس ہونے لگا ہے۔ جن کو لے گیا ہوں خوش قسمت ہیں۔ اب زیادہ تر لوگوں کو لطائف پر رکھتا ہوں۔ اب آگے جانے کے لیے محنت کرنا ہوگی۔ بغیر طلب کے اب آگے جانا آسان نہیں رہا۔ اپنا محاسبہ کرتے رہیں، اپنے اعمال کی نگرانی کریں۔ بہت بڑی نعمت آپ کو مل گئی ہے جس کا آپ کو اندازہ بھی نہیں، اس کو سنبھال کر رکھیں۔

پہلے اولیاء اللہ اپنے مریدوں کو فنا و بقا پر پہنچا کر چھوڑ دیتے تھے کہ اپنی ہمت سے آگے عالمِ امر میں، مقامِ رویت اور بالائی منازل میں مقامِ رضا وغیرہ پر پہنچیں۔ مَیں جن کو لے گیا ہوں وہ اپنی محنت سے نہیں گئے، میری وجہ سے گئے ہیں۔ اب نہیں لے جاؤں گا۔ یہ ان کے مستقل مقام نہیں ہیں۔ جن کو رویت پر لے گیا ہوں، وہ اس مقام کی حفاظت کریں، اسے برقرار رکھیں۔ نادانی سے کسی حرکت، کسی کوتاہی سے نیچے آ گئے ہیں تو بددل نہ ہوں۔ مَیں یہ باتیں صرف اس لیے بتا رہا ہوں کہ ان راہوں کو آسان نہ سمجھیں، احتیاط سے کام لیں۔

ایک پروفیسر خاتون ایم۔ اے انگلش ہیں۔ ریٹائر ہو چکی ہیں۔ اُن کا خط آیا ہے۔ اُنھوں نے مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ میں کئی سال بطور پروفیسر ملازمت کی ہے۔ بچپن سے بزرگوں اور اولیاء اللہ سے استفادہ کرتی رہی ہیں اور اب تک پچاس سال گزرنے کے بعد بھی لطیفۂ قلب پر بیٹھی ہیں۔ طلب ہے، تڑپ ہے کہ کوئی آگے کے مقامات پر لے جائے۔ یہ ایک اُس خاتون کی بات نہیں، دراصل سب

سلاسل اور خانوادے سالہا سال تک اپنے مریدوں کو پہلے لطیفے پر ہی لگائے رکھتے ہیں۔ آپ محسوس نہ کریں کہ فلاں اونچا ہے اور میں نیچا ہوں۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ جنگِ بدر میں جن لوگوں نے ایک صاع بھی خرچ کیا اور جنہوں نے ساتھ دیا اُن کا مقام اتنا بلند ہے کہ اگر بعد میں ایمان لانے والے اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا دے ڈالیں تو بدر والوں کا صاع زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ صاع وزن ناپنے کا پیمانہ ہے جو ہمارے ہاں کے اناج ناپنے والے ٹوپا کے پیمانے کے برابر ہے۔ ابتدا میں جن دس پندرہ لوگوں نے میری بیعت کی وہ میرے سلسلے کا سرمایہ ہیں۔ پروفیسر محفوظ صاحب اور نجیب صاحب ان میں سے ہیں۔ یہ اختر بیٹھا ہے، دوسرے بیٹھے ہیں۔ ان کے ظاہری اعمال کچھ نہیں لیکن مَیں سمجھتا ہوں یہ میرے بچے ہیں۔ پہلے ہیں، میرے ساتھی ہیں۔ سلسلے کی ترویج کا باعث بنے (آپ رحمۃ اللہ علیہ پر رقت طاری ہوگئی)۔ یہ لوگ سالہا سال نہ آئیں تو مجھے پروا نہیں ہوتی، ان کو مَیں توجہ دیتا رہتا ہوں۔ پُرانوں کے ساتھ آپ اپنا مقابلہ نہ کریں۔ یہ آئیں نہ آئیں ان کو توجہ ملتی رہے گی۔ لیکن اگر نئے ساتھی نہیں آئیں گے تو آپ کی منازل میں کمی آتی رہے گی۔

☆☆☆

☆9 دسمبر 1994ء جمعۃ المبارک

ساتھیو! یہ جو کشف و کرامات بزرگانِ دین کی محفلوں میں ہوتی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہیں، محض شوشا اور تماشہ نہیں ہوتا۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ جو ساتھی اس (مرشد) کے ساتھ منسلک ہیں اور یہ یقین رکھتے ہیں کہ اللہ کا کوئی بندہ ہے، اس کی صداقت پر یقین دلانے کے لیے، یقین پختہ کرنے کے لیے کشف و کرامات ظاہر کی جاتی ہیں تاکہ لوگ اُس سے فیض اُٹھائیں۔ المیہ یہ ہے کہ لوگوں کی سوچ ٹیڑھی ہے۔ چند روزہ زندگی کی ضروریات پوری کرنے کے لیے گھر بار چھوڑتے ہیں، امریکہ، کینیڈا، سعودی عرب اور دوسرے ملکوں میں جاتے ہیں کہ یہاں کی نسبت چار ٹکے زیادہ مل جائیں گے۔ کتنا جی لیں گے، زیادہ سے زیادہ سوسال جی لیں گے۔ کتنے آدمی ہیں جو سوسال تک زندہ رہتے ہیں۔ جو ہمیشہ کا گھر ہے اس کے لیے نہیں سوچتے۔ یہ طے ہے کہ ہر ایک نے قبر میں جانا ہے۔ وہاں بھی زندگی ہے،

وہاں کی زندگی کی بھی ضروریات ہیں۔ یہاں ڈاکٹر، انجینئر بنتے ہیں، پی۔ایچ۔ڈی کرتے ہیں۔اس لیے اتنی محنت کرتے ہیں کہ کار ہو، کوٹھی ہو Status (حیثیت، مقام) ہو۔ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کے لیے کیا کچھ نہیں کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ طے ہے کہ یہ زندگی جلدی ختم ہو جانی ہے، وہاں کی زندگی میں بھی Status ہوگا۔ جیسے لاہور میں کچی آبادی بھی ہے اور گلبرگ و ماڈل ٹاؤن جیسے علاقے بھی ہیں۔ایک ایک کوٹھی کو دیکھیں تو عقل دنگ رہ جاتی ہے اور اندر جا کر آسائشیں دیکھیں تو حیران رہ جاتے ہیں۔ یہاں رِیس کرتے ہیں کہ اس کے پاس کوٹھی ہے، ہمارے پاس بھی ہو۔اصلی رِیس وہاں آئے گی۔ جنت میں بھی یوں ہی مقام ہوں گے۔ وہاں کہیں گے کہ اس کے پاس تو بنگلہ ہے اور ہائے! میں کچی کوٹھڑی میں رہتا ہوں۔ یہاں اس کی تیاری کریں گے تو وہاں مقامات ملیں گے۔

اس کے لیے سب سے بڑا سرمایہ اَللّٰہ کا ذکر ہے۔شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں تو سارا معاشرہ ہی نیک لوگوں کا تھا۔نمازیں چھوڑنے کا تو تصوّر ہی نہیں تھا۔سب نمازی تہجد گزار اور پارسا تھے۔ یہ جو مقام ان بزرگوں کو ملا ہے، اُن کی تُربتیں زندہ ہیں۔لوگوں کا تانتا لگا رہتا ہے وہ اس لیے ہے کہ اُنہوں نے اسمِ ذات (اَللّٰہ) کا ذکر کمایا تھا۔اَللّٰہ کی یاد، اَللّٰہ کے ذکر میں زندگیاں گزاری تھیں۔ یہ اُسی ذکر کی تاثیر ہے کہ اُن کی قبر پر جا کر بیٹھنے والوں کو بھی سکون ملتا ہے۔مَیں نے جب کتاب لکھی تو واشگاف الفاظ میں ان باتوں کو ظاہر کیا۔ جب لکھی تو سوچا کہ فتوے لگیں گے۔ اللہ کا فضل ہے کہ ابھی تک بچا ہوا ہوں۔فتوے نہیں لگے۔کتاب پڑھ کر لوگ ڈانواں ڈول ہوتے ہیں کہ پتہ نہیں کتاب میں جو لکھا ہے ٹھیک ہے کہ نہیں۔

کالج میں، مَیں پنجابی کا لیکچرار ہوں، پنجابی شاعری کا موضوع ہی تصوّف و محبت ہے۔مَیں جب شاگردوں کو پڑھاتا ہوں تو اُنہیں آہستہ آہستہ اللہ کی محبت کی طرف لے آتا ہوں اور پھر اللّٰہ کے ذکر پر لے آتا ہوں۔ پنجابی کا کورس چھوٹا سا ہے۔کورس پڑھانے کے بعد ہفتے میں ایک بار کہتا ہوں کہ آؤ آج اللہ کا ذکر کر لیں۔ایک شاگرد یہاں بیٹھا ہے۔میرا مقصد نمائش نہیں، چٹخارا نہیں، دکھاوا نہیں۔ آپ لوگوں کے یقین میں اضافے کے لیے بتاتا ہوں۔بشیر صاحب ایک شخص کو ساتھ لے کر کالج میں

آئے کہ اُس نے میرے متعلق کچھ خوابیں دیکھی ہیں۔خواب میں دیکھا کہ لوگ مجھے جلوس کی صورت میں لے کر گزر رہے ہیں جیسے کسی بڑی شخصیت کو لے جاتے ہیں۔میرے گلے میں پھولوں کے ہار ہیں اور لوگ مجھے ایک مسجد میں لے جاتے ہیں۔پھر دوسرا خواب دیکھا کہ آسمان سے مجھ پر پھولوں کی پتیاں نچھاور ہو رہی ہیں۔میرے گاؤں گئے ہیں۔مَیں حافظ صاحب کو کہتا ہوں کہ اس کو دریا میں نہلائیں تو وہ لے جا کر اُسے سفید پانی میں نہلاتے ہیں۔چھے ماہ لگاتار خوابیں دیکھتا رہا اور آیا تو گویا مجھ پر احسان کر کے بیعت ہونے کے لیے آیا۔مَیں نے کہا کہ عجیب آدمی ہو۔لگاتار خوابیں دیکھ رہے ہو اور سوچ رہے ہو کہ بیعت کروں یا نہ کروں، کیا میرے اُوپر احسان کر کے بیعت کرنی ہے؟

کہیں نوکری کے لیے جانا ہو، کلرک بھرتی ہونا ہو تو سینکڑوں سفارشیں ڈھونڈتے ہیں اور جو شخص نبیءِ کریم ﷺ کے دربار میں ڈائریکٹ کمیشن دیتا ہے اس کے متعلق سوچتے ہو کہ بیعت کروں یا نہ کروں۔جو کتاب پڑھ کر طلب نہیں رکھتا کہ بیعت کروں، مَیں سوچتا ہوں کہ اُس میں استعداد ہی نہیں۔کتنے طالبعلم ہیں جو ایف ایس سی میں داخلہ لیتے ہیں لیکن میرٹ نہیں لے سکتے کہ ڈاکٹر بنیں۔اسی طرح کتاب پڑھ کر جو نہیں آتے مَیں سمجھتا ہوں کہ اُن میں استعداد ہی نہیں، طلب ہی نہیں۔جو پہنچتے ہیں اور ڈانواں ڈول ہیں، اُن کے لیے مَیں سوچتا ہوں کہ بدنصیب ہیں کہ سیر ہو کر پی سکتے ہیں لیکن پیتے نہیں۔جو یہاں آتا ہے، کم از کم یہ سوچ کر آتا ہے کہ اللہ کا بندہ ہے، جانا چاہیے۔مجھ سے جو بات کر لے اُس کو بھی فیض ملتا ہے۔جو دَم کرانے آتے ہیں یا کسی اور بہانے آ پہنچتے ہیں وہ بھی محروم نہیں رہتے بلکہ فیضیاب ہو کر جاتے ہیں۔قبر میں جا کر پتہ چلے گا کہ میری نسبت سے کیا کچھ عطا ہوا ہے۔میری نسبت کی قدر نہ کرنے والا قبر میں جا کر پچھتائے گا۔عطا کی کیفیت یہ ہے کہ گویا قبر کے لیے بلینک چیک دے دوں کہ وہاں جا کر Fill (بھرلیں) کرلیں۔اس کی مثال یوں سمجھیں کہ آپ یہاں پر کسی کارخانے میں مزدور کے طور پر ملازم ہیں اور ڈیڑھ دو ہزار تنخواہ ہے لیکن میں آپ کو امریکہ کا ویزا دے دوں کہ وہاں جا کر دو لاکھ تنخواہ ملے گی اور وہ ویزا آپ سے گم ہو جائے تو اُس ویزے کے گم ہونے سے جو پچھتاوا ہو گا، پچھتاوے کی یہی کیفیت قبر میں ہو گی۔

اس میں میرا کوئی فائدہ نہیں کہ پورا پاکستان میری بیعت کرلے یا پوری دنیا میری بیعت کر لے۔اس سے میرے منصب میں، میرے قد میں اور میرے وقار میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا۔ساری عمر چاہے اتنے ہی ساتھی رہیں جتنے ہیں تو بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ بھی نہ ہوں تو بھی مجھے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔کتاب پڑھ کرآ جاتے ہیں تو سمجھیں کہ اللہ کا بڑا کرم ہے کہ یہاں آ گئے۔میں نے ڈھول بجا دیا ہے، ہوکا لگا دیا ہے، آوازہ دے دیا ہے کہ لے لو۔جب نہیں ہوں گا تو یاد کرو گے کہ کوئی اللہ کا بندہ تھا، پھر قدر آئے گی۔اب بلاتا ہوں تو یقین نہیں کرتے۔

یہ سب باتیں یوں کرنا پڑیں کہ ایک آدمی صبح آیا کہ نبی ءِ کریم ﷺ کی زیارت کرادیں۔ ہر شخص کتنا ہی گناہگار کیوں نہ ہو، جس نے کلمہ پڑھ لیا وہ بنی ءِ کریم ﷺ کی محبت میں داخل ہو گیا۔اس میں بھی درجات ہیں۔ ہر مسلمان کی خواہش ہوتی ہے اُسے آپ ﷺ کی زیارت نصیب ہو۔ بیعت کے بعد جب قبر میں جائیں گے تو سال میں ایک بار آنحضور ﷺ کی ضرور زیارت کرلیں گے۔ اِن شاءاللہ! بتایا جائے گا کہ کمالؔ صاحب کا فیض ہے۔اِذن دیا جائے گا کہ آنحضور ﷺ کی محفل میں بیٹھ سکتے ہیں۔وہاں روزانہ صبح وشام جانے والوں کو دیکھیں گے تو آپ کو پچھتاوا ہوگا۔

آپ لوگ آ ہی گئے ہیں تو ذکر بتا دیا ہے۔ ہر جمعے آئیں نہ آئیں، ذکر کا سبق لے لیا ہے۔یہ ذکر بڑی قیمتی شے ہے۔میرا شوق تو یہ ہے کہ سارے مسلمان اسمِ ذات کے ذاکر ہو جائیں۔ مجھے پانچ، دس روپے لینے کا کوئی شوق نہیں۔ مجھے اللہ نے بہت دے رکھا ہے۔ذکر جو سیکھا ہے اس کو اپنا لیں۔صبح وشام ذکر کریں، نمازیں پڑھیں۔نماز نہیں پڑھ سکتے تو بھی رات کو سوتے وقت چند منٹ ذکر کرلیا کریں۔اس سے زیادہ آپ کو کیا رعایت دی جاسکتی ہے۔

☆☆☆

☆30دسمبر 1994ءجمعۃ المبارک

ساتھیو! چند گزارشات ہیں جو میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔کئی ایسی باتیں ہیں جن کو آپ کی رہنمائی کے لیے دہرانا پڑتا ہے۔زندگی تو گزر ہی جاتی ہے لیکن اگر سلیقے سے گزاری جائے تو اُس میں

حُسن پیدا ہو جاتا ہے۔حضور نبیءِ کریم ﷺ نے جیسے زندگی گزاری اُس کی مکمل تصویر ہمارے سامنے ہے۔سونے سے جاگنے تک زندگی گزارنے کے آپ ﷺ کے فرمان ہمارے سامنے ہیں۔

آپ ﷺ نے زندگی کے ہر پہلو پر ہماری رہنمائی فرمائی ہے۔آپ ﷺ کا فرمان ہے ''راستے پر، گزرگاہ پر اور درخت کے نیچے پیشاب یا پاخانہ نہ کریں۔''اس کی وجہ یہ تھی کہ راستہ سے گزرنے والوں کو کراہت محسوس ہوگی، درخت کے نیچے اور راستہ میں غلاظت سے تکلیف ہوگی۔لوگ سفر کے دوران عموماً درختوں کے نیچے آرام کرتے ہیں، بیٹھتے ہیں۔آج کے دور میں گھروں میں، اداروں میں اور مسجدوں میں لیٹرینیں بنا دی جاتی ہیں، جیسے فلش سسٹم کا نظام ہے۔اس کو استعمال کریں تو پانی بہائیں تاکہ گندگی بہہ جائے اور آنے والے کو پریشانی نہ ہو، تکلیف نہ ہو۔کالج کی مسجد میں لوگ نماز کے لیے آتے تھے تو بعد میں، مَیں اور حافظ صاحب پانی کی بالٹیاں ڈال ڈال کر گندگی صاف کرتے رہتے تھے۔یہاں دارالفیضان (جہلم) میں بھی مَیں بطورِ خاص جمعہ کے اجتماع کے بعد جا کر دیکھتا ہوں اور مجھے پانی ڈال کر گندگی بہانی پڑتی ہے۔آپ یہاں فیض لینے آتے ہیں۔مَیں کتنا ہی خدمتِ خلق کا دعویدار بنوں، گندگی دیکھ کر ناگواری اور کراہت تو محسوس ہوتی ہے۔مَیں آپ کا شیخ ہوں ،آپ کی گندگی صاف کرنے کو پانی ڈالتا ہوں۔میری طبیعت میں ناگواری اور کراہت آئے گی تو فیض کٹ جائے گا، آپ کا نقصان ہو جائے گا۔آپ فلش استعمال کرتے ہیں تو پانی کیوں نہیں ڈالتے؟ چاہے گھر ہو، مسجد ہو، یہاں ہوں یا کہیں بھی ہوں، استعمال کرنے کے بعد پانی ضرور ڈالیں تاکہ گندگی بہہ جائے۔اپنے گھر والوں کی تربیت کرنا بھی آپ کے ذمے ہے۔

میرا پہلا اور اصلی مشن اللہ کا نام، اللہ کی یاد اور اللہ کا ذکر آپ تک پہنچانا ہے۔ذکر کی برکت سے دِل کی صفائی کرنا، دِلوں کو سکون دلانا اور آپ کی اصلاح کرنا ہے۔دوسرے، درود شریف کی تلقین کرنا کہ اس سے نبیءِ کریم ﷺ کی محبت پیدا ہوگی۔مجھے افسوس ہے کہ آپ میرا تعارف یوں کراتے ہیں جیسے تعویذ دینے والا عامل ہوں۔نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ میری بے عزتی کا باعث بنتے ہیں۔مَیں تو تعویذ خیر و برکت کے لیے دیتا ہوں۔نہ میرا یہ دعویٰ ہے کہ ان کے پینے سے لازماً بیماری رفع ہوگی اور شفا ہو

گی ، نہ یہ دعویٰ ہے کہ آسیب دور ہو جائے گا ، نہ یہ کہ جادو دور ہو گا کہ نہیں ہو گا۔ نہ میرا یہ دعویٰ ہے کہ مَیں کتاب دیکھتا ہوں ، نہ یہ کہ جِنّ نکالتا ہوں۔ بیماری یا کوئی اور چیز یا مسئلہ ہو تو اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت سے دُور ہو بھی سکتا ہے اور نہیں بھی ہوتا۔ مہربانی کریں ، میرے حال پر رحم کریں ، میرا اس لحاظ سے تعارف نہ کرائیں۔ اتنا کہنا ہی کافی ہے کہ اللہ کا بندہ ہے ، اللہ کے نام کا ذکر کراتا ہے۔ مَیں بار بار بتا چکا ہوں ، خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ میرا تعارف عامل کے طور پر نہ کرائیں ، نہ مَیں عامل ہوں۔ لوگوں سے ہمدردی میں آسیب ، جِنّات اور جادو وغیرہ کا کچھ نہ بتائیں۔ بے شمار عامل اور کالے علم والے ہیں جو اس کا توڑ کریں گے۔ ہمارا رحمانی علم ہے ، اللہ کے حکم سے فائدہ ہو بھی جاتا ہے اور نہیں بھی ہوتا۔ آئندہ مَیں بھی کم لوگوں کو تعویذ دوں گا ، جسے بھی دوں گا ذاتی طور پر دوں گا ، خود دوں گا۔ میرے حضرت جی (مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ) کبھی کسی کو تعویذ نہیں دیتے تھے ، دَم بھی نہیں کرتے تھے۔ فرماتے تھے فضول باتوں کے لیے میرے پاس وقت نہیں۔

نیک نامی کمانے کے لیے عمریں لگ جاتی ہیں۔ بدنامی کے لیے ایک لمحہ نہیں لگتا۔ جن کے نصیب میں ہے آ جائیں گے اگر نصیب میں نہیں تو آپ لاکھ دلیلیں دیں ، لاکھ کشف دکھائیں ، نہیں آئیں گے۔ مَیں یہاں آپ کا استاد ہوں۔ جیسے غلط کام کرنے پر اُستاد چانٹا لگا دیتا ہے ، اسی طرح فضول اور غلط کام کریں گے تو مَیں کہوں گا۔ میرے پاس آپ کی حیثیت ایک اسٹوڈنٹ کی ہے۔ میری بات کو آپ بے عزتی نہ سمجھیں۔ جب مجھے کوئی بُرا کہے گا تو آپ کو بُرا لگے گا۔ یوں تلخی بڑھے گی ، جھگڑا ہو گا ، لڑائی ہو گی ، مار پٹائی ہو گی۔ ہمارا کام تو **اَللّٰہ** کا نام بتانا ہے ، **اَللّٰہ** کا ذکر بتانا ہے۔ جسے آنا ہے آئے ، نہیں آتا نہ آئے۔ میرے کچھ ساتھی کہنے لگے کہ ساتھیوں کے تجربات اور مکاشفات اکٹھے کر کے کتاب کی صورت میں چھپوا دیتے ہیں۔ حسنات نے مکاشفات اکٹھے بھی کیے۔ مَیں نے سوچا کہ کتاب میں جو مشاہدات و مکاشفات لکھ دیے ہیں کافی ہیں۔ اگر کسی کے لیے ان کی اہمیت نہیں تو اور باتوں کے لکھنے کی بھی اہمیت نہیں ہو گی۔

کچھ ساتھی ثواب کمانے کے لیے درود شریف کے کارڈ چھپوا لیتے ہیں۔ تین ایسے کارڈ میری نظر

سے گزرے ہیں جن کے نیچے میرا نام بھی درج ہے۔ایک پر مہمل سا شعر لکھا ہے۔ایک ایسا ہے جس میں اعراب کی غلطیاں ہیں۔آپ کو علم ہے زیر، زبر سے عربی زبان میں معنوں میں کتنا فرق پڑ جاتا ہے۔ایسا کارڈ کسی کے پاس جائے گا تو کیا کہے گا کہ کیسا شخص ہے جو یوں درود شریف لکھواتا ہے۔ایک اور شخص نے درود شریف چھپوایا ہے اور اُس پر لکھا ہے کہ تصوّر کریں کہ روضۂ اطہر ﷺ پر بیٹھے ہیں، پنجتن پاک بھی موجود ہیں، پھولوں کی بارش ہو رہی ہے اور آپ درود شریف پڑھ رہے ہیں۔یوں اپنے آپ تصوّر کر کے پڑھنے سے حاضری ہو جائے گی؟ یاد رکھیں! صرف تصوّر کرنے سے آپ وہاں نہیں پہنچیں گے۔ پچاس حج کیے ہوں تو بھی تصوّر کرنے سے وہاں نہیں جا سکتے۔تصوّر کرنے سے مناظر سامنے آجائیں گے، لیکن کوئی مردِ کامل پکڑ کر لے جائے گا تو پہنچیں گے، ایسے نہیں پہنچیں گے۔جب ایسا کارڈ کسی کے پاس پہنچے گا تو لوگ کیا کہیں گے؟ اپنی طرف سے آپ ثواب کمانے کے لیے کرتے ہیں لیکن عذاب کما لیتے ہیں۔میرے مرید کو جو مَیں بتاؤں گا، اس کا فیض ملے گا، میری وجہ سے فیض ملے گا۔جو مَیں بتاؤں گا اس کی اپنی اہمیت و افادیت ہو گی۔کتابیں پڑھنے سے اگر سب کچھ مل جاتا تو بزرگوں کے پاس کوئی نہ جاتا۔

آج کی باتیں تلخ ہیں۔آپ یقین مانیں مَیں ساری رات نہیں سو سکا۔اللہ مجھے اور میری اولاد کو محفوظ رکھے۔ایسا نہ ہو کہ آپ مجھے کسی اور حادثے میں اُلجھا دیں۔شکریہ!

☆☆☆

☆27 جنوری 1995ء جمعۃ المبارک

مَیں نے ساتھیوں کو ذکر کرانے کی اجازت دی تھی۔اس سے روحانیت اور روحانی مقامات کو متعارف کرانا مقصود تھا۔بدقسمتی سے ساتھیوں نے میرا تعارف تعویذ گنڈوں والا پیر کے طور پر کرایا ہے۔تعویذ گنڈے دینے والے روپے لیتے ہیں اور تعویذ دیتے ہیں۔تعویذ دینا اور دَم کرنا سنت کے عین مطابق ہے(11)۔شیخ سے، مرشد سے لوگ توقع کرتے ہیں کہ تعویذ لیں، دَم کرائیں اور تکلیف کو آرام آجائے۔لیکن تعویذ بدنام بھی بہت ہیں کہ فلاں نے تعویذ ڈال دیے تو یہ ہو گیا، وہ ہو گیا۔

تعویذوں کے لحاظ سے تعارف بدنامی کا موجب ہے، نیک نامی کا موجب نہیں۔ صرف اشد ضرورت کے لیے مجھ سے تعویذ لیا کریں اور صرف اپنے لیے لیں، دوسروں کے لیے نہ لیں۔ ہوسکتا ہے فائدہ نہ ہو یا کسی اور وجہ سے نقصان ہو جائے تو پروپیگنڈا یہ ہوگا کہ پتہ نہیں کیا کر دیا ہے۔ اس میں آپ کی بھی بدنامی ہے، میری بھی بدنامی ہے۔ آپ بھلا چاہتے ہیں، دوسرا کسی اور رنگ میں لے لیتا ہے۔ ایک تعویذ ڈیڑھ ماہ کے لیے کافی ہوتا ہے۔ بیبیاں پانچ پانچ تعویذ لیتی ہیں۔ اِدھر اُدھر رکھ چھوڑتی ہیں، بے ادبی کرتی ہیں۔ بیویاں لے جاتی ہیں تو خاوند استعمال نہیں کرتے۔ خاوند لے جاتا ہے تو بیویاں شک کرتی ہیں کہ پتہ نہیں کس لیے لے آئے ہیں؟

میرا تعارف یوں نہ کرائیں کہ پہنچے ہوئے بزرگ ہیں، ان کے تعویذوں سے یہ ہو جاتا ہے، وہ ہو جاتا ہے۔ نہ ہی مَیں کتاب نکالتا ہوں اور نہ ہی گمشدہ چیز کا پتہ لگانے والا ہوں۔ نہ ہی مرتضٰی اور اشفاق کا یہ کام ہے۔ ان کے پاس کچھ نہیں، یہ تب تک ہیں جب تک میرے ساتھ ہیں۔ مَیں اگر کہوں کہ جس مقام پر ہیں، یہیں رہیں تو بچارے بے بس ہیں۔ یہ صفر ہیں، ان کے پاس کچھ نہیں۔ ان کی اونچی پرواز میری وجہ سے ہے لیکن مجھ سے کٹ کر یہ صفر ہیں۔ یہ میرے ساتھ اوپر کے مقامات تک جاتے ہیں۔ مَیں لے جاتا ہوں تو جاتے ہیں۔ نبیءِ کریم ﷺ سے یہ کتنے قریب ہیں، یہ سب میری وجہ سے ہے۔ ان سب کے عارضی مقامات ہیں۔ معلوم نہیں کس وقت ان کی کسی کوتاہی سے مَیں ناراض ہو جاؤں اور میری ناراضگی آنحضور ﷺ کی ناراضگی کا باعث بن جائے۔ اگر کسی وقت خلل پڑ گیا تو بے پر ہو گیا۔ چند ماہ بعد آپ کو بتانا ضروری ہوتا ہے کہ غلطی کرنے سے وہاں سے کوئی تھپڑ نہ پڑ جائے۔ سرفراز کے ساتھ یہی ہوا۔ خود کو کچھ سمجھنے لگا اور مجھے چھوڑ کر میرے بغیر آنحضور ﷺ کے پاس جانا چاہا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''جو کمالؔ کے پاس نہیں جانا چاہتا وہ میرے پاس بھی مت آئے''۔ سلسلے سے ہی کٹنے کا حکم ہونے لگا تھا۔ شیخ کی پروا نہیں تو سب کچھ ختم ہے۔

دوسری ضروری بات یہ کہنا ہے کہ پرانے ساتھی، اللہ تعالیٰ ان کے مقامات بلند رکھے، یہ ساتھی ہیں، پیر نہیں۔ مجھے سب محسوس ہوتا ہے، مَیں آنکھیں کھلی رکھتا ہوں۔ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور نبیءِ

کریم ﷺ کی شفقت ہے۔تعویذ دینے کی اجازت مَیں نے کچھ ساتھیوں کو دے رکھی تھی، اب نہ دَم کرنے کی اجازت ہے نہ تعویذ دینے کی۔ جو اصلی دولت میرے پاس ہے وہ لیں۔تعویذ دینے والے ہر قدم پر بیٹھے ہیں۔

آج سے سو سال پہلے پُرانے بزرگ تیس کوس (60 میل) کا فاصلہ 24 گھنٹے میں طے کرتے تھے۔اب تو لاہور، پشاور والے بھی یہاں پہنچ سکتے ہیں۔ بلکہ اب تو کراچی والے بھی یہاں پہنچ جاتے ہیں۔آپ میرے پاس خود پہنچ سکتے ہیں، سلسلے کی برکات حاصل کر سکتے ہیں۔آئندہ کے لیے پُرانے ساتھی جن کو مَیں نے کھڑ پینچی دے رکھی تھی، اجازت ختم ہے۔تفصیل میں نہیں جانا چاہتا کہ کیا ہو رہا ہے۔آپ سب کا براہِ راست میرے ساتھ تعلق ہے۔ یہاں میرے پاس دارالفیضان آئیں۔

درود شریف زیادہ پڑھنے کی کوشش کریں۔ بچوں کو ذکر میں بٹھاتے ہیں، کشف ہوتا ہے تو اس کا ڈھنڈورا نہ پیٹیں۔ میرے ایک ساتھی نے ذکر کرایا۔اٹھارہ سال کا لڑکا بیٹھا تھا، اُس نے کشف میں دیکھا کہ ایک بزرگ ہیں، اُنھوں نے بالائی مقامات کی سیر کرائی ہے۔اُس نے نام پوچھا تو اُنھوں نے کمالؔ نام بتایا۔ساتھی نے بتایا کہ یہ تو میرے مرشد ہیں۔ مجھے دیکھا تو اُس لڑکے نے پہچان لیا کہ یہی تھے۔ بے طلبی اور کفرانِ نعمت کا یہ عالم ہے کہ سال تک میرے پاس نہ آیا۔ یہ کشف آپ کے لیے وبالِ جان بن جائے گا۔ جواب طلبی ہو جائے گی کہ پتہ چلنے کے باوجود آنے کی زحمت نہ کی۔ اتنا کچھ دیکھنے کے بعد بھی نہیں گئے، دنیا آخرت میں وبال بن جائے گا۔ ایسا کشف نیک نامی کی بجائے بدنامی کا باعث بن جاتا ہے۔

کشف آپ لوگوں کے یقین اور ایمان میں اضافہ کرنے کے لیے ہے، دلیل ہے کہ سلسلہ درست ہے۔ مرشد کامل ہیں اور فیض اتنا زبردست ہے کہ اتنا کچھ دیکھ لیا۔ زعم میں نہ آئیں کہ آپ میں کچھ خصوصی بات آ گئی ہے۔ داڑھی آپ کی سنت کے مطابق نہیں، نمازیں نہیں، اعمال نہیں۔ آپ کے ساتھ بیٹھ کر اگر کعبہ شریف کی زیارت ہوگئی تو یہ نہ سوچیں کہ آپ کچھ بن گئے ہیں۔ اسے اپنی طرف نہ منسوب کریں، یہ تو میرا فیض ہے۔ یہ میرے سلسلے کی تائید ہے، انعام ہے کہ ذوق وشوق بڑھے۔ اسے

اپنی خوبی نہ سمجھیں۔ سب کچھ ادھورا ہے، اس کو اپنی ذاتی چیز نہ سمجھیں۔ مَیں بھی کوئی شے نہیں۔ مجھ پر اللہ تعالیٰ اور نبی ءِ کریم ﷺ کی خصوصی شفقت ہے، نہ ہو تو پتھر بن جاؤں، صفر ہو جاؤں۔ نبی ءِ کریم ﷺ نے ذاتی طور پر فرمایا ہے کہ مَیں آپ کا مغالطہ نکالوں کہ "آپ ﷺ سے کسی کا کوئی براہِ راست رابطہ ہے؟ یہ شفقت اس لیے برتتا ہوں کہ کمالؔ کے بیٹے ہیں۔" اگر میرے بیٹے کو روک لیا جاتا ہے، ایک ماہ تک باہر رکھا جاتا ہے تو آپ لوگ کس باغ کی مولی ہیں، کیوں تماشہ بناتے ہیں؟ کوئی سرخاب کے پَر نہیں لگائے گا۔ مَیں نہایت دلسوزی سے بتا رہا ہوں۔

آپ کا کشف اور مناصب ادھورے ہیں۔ میری نماز ضائع کرا دیتے ہیں، بتایا نہیں جاتا کہ حضرت! وقت بدل دیا ہے، جمعہ ضائع کرا دیتے ہیں۔ ذکر کراتا ہوں تو پتہ چلتا ہے کہ جناب کا کباڑا ہو گیا ہے۔ خود کو مانیٹر نہ سمجھیں چاہے مرتضیٰ ہو، چاہے کوئی اور ہو۔ سب بھائی ہیں، برابر ہیں۔ بزرگوں نے کہا ہے

اُسدا بھریا جانڑیے جسدا توڑ چڑھے

بزرگوں نے جو کچھ کہا ہے، وہ اُنکی زندگی کا نچوڑ ہے، تجربے کا نچوڑ ہے۔ شکریہ۔

☆☆☆

☆17 فروری 1995 جمعۃ المبارک

ایک ماہ بعد اسی تاریخ کو یعنی 17 مارچ کو سالانہ اجتماع ہوگا۔ پہلے بھی گزارش کی ہے، پھر دہرا رہا ہوں۔ یہاں سالانہ اجتماع عام پیرخانوں کی طرح نہیں ہوتا کہ پیر صاحب کی زیارت کی، نذرانہ 50-100 روپے دیا، تبرک کھایا اور گھر چلے گئے۔ ماہانہ اجتماع ہمارے لیے اہم اجتماع ہوتا ہے اور سالانہ اجتماع اہم تر۔ ذکر و مراقبات کے دوران مکمل یکسوئی نہ ہو تو مراقبہ بنتا نہیں۔ آپ بچے ساتھ لے آتے ہیں، بچے تفریح کے موڈ میں ہوتے ہیں، بھاگتے ہیں، دوڑتے ہیں، چیختے چلاتے اور روتے ہیں۔ بچوں والوں کے لیے آنا ضروری نہیں۔ اگر گھر میں بچے رکھنے کا انتظام ہوسکتا ہے تو ٹھیک، وگرنہ

گھر میں بیٹھ کر ہی ذکر کر لیں۔ وہیں فیوض و برکات ملتی رہیں گی۔ بچوں کی وجہ سے ذکر کے دوران مراقبہ Disturb (خلل پڑنا) ہوتا ہے، مہربانی کر کے چھوٹے بچوں کو ساتھ نہ لائیں۔

درود شریف زیادہ پڑھنے کی کوشش کریں۔ کتاب حالِ سفر میں درود شریف کے سلسلے میں، مَیں نے تھوڑا سا اشارہ کیا ہے۔ کتاب پڑھتے رہا کریں۔ اس میں کوئی نہ کوئی جملہ نئے حقائق سامنے لاتا ہے، ایک دو بار پڑھنے سے سمجھ نہیں آتی۔ ہر دور میں راہِ سلوک پر چلانے والے اور چلنے والے خال خال ہوتے ہیں۔ آپ دعائیں کراتے ہیں، مَیں دُعا کرتا ہوں۔ پُرانے ساتھیوں میں سے ہوسٹل کے زمانے کا ایک ساتھی چھوٹی سی بات پر جیل بھیج دیا گیا۔ جیل میں کافی تکلیف میں رہا۔ وہاں سے نہ مجھے پیغام بھیجا نہ خط لکھا کہ اس افتاد میں مبتلا ہوں۔ مجھے کسی اور آدمی نے بتایا کہ وہ جیل میں ہے، دُعا کریں۔ اس کی بہن آئی کہ رہا ہو کر آیا ہے۔ اس کی حالت جان کر مجھے افسوس ہوا لیکن اس کی استقامت پر مجھے خوشی ہوئی کہ وہ ایک بڑے امتحان سے پاس ہو گیا۔ مجھے اطلاع نہ کر کے اُس نے میرے دِل میں بڑا مقام پیدا کر لیا۔ وہ پہلے دس بارہ آدمیوں میں سے ہے جنہوں نے میری بیعت کی۔ کوئی کتاب پڑھ کر آیا، کوئی بشارت سُن کر آیا۔ اصل بات یہ ہے کہ میرے ابتدائی دور میں میرے متعلق بغیر کچھ دیکھے سنے، بغیر مشاہدے کے جو آیا اس کی میرے دِل میں قدر و قیمت ہے۔ دنیا عارضی ہے، یہاں کی سب نعمتیں وقتی ہیں، کٹ جانے والی ہیں۔ کارخانے ہوں، مال و دولت ہو، عہدے ہوں، چاہے صدر بن جائیں، سب کچھ عارضی ہیں۔

اصل دولت تو اللہ اور نبی ءِ کریم ﷺ کی محبت ہے اور اس محبت کو ناپنے کا میرے پاس پیمانہ یہ ہے کہ آپ کتنا درود شریف پڑھتے ہیں۔ کوشش کیجیے کہ دنیا میں پریشانی آ جائے تو صبر و ہمت سے کام لیں۔ دائرہ صبر و توکل وغیرہ کیفیات ہیں۔ ان سے گزریں گے تو یہ ٹیسٹ ہیں۔ جیسے اس شخص پر پریشانی آئی، دُعا کرانا اس کا حق تھا، نہیں کرائی، صبر کیا، امتحان گزر گیا (12)۔ مَیں سب کے لیے دُعا کرتا ہوں۔ آپ سب خاص طور پر مخمساتِ عشر کا وظیفہ اپنا لیں۔ اس کے پڑھنے والے کو نبی ءِ کریم ﷺ نے 101 محلوں کی بشارت دی ہے۔ دنیا داری میں مسائل ہوتے ہیں۔ مسائل کے لیے شیخ سے ہی رجوع

کرتے ہیں۔مَیں نے آنحضورصلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے درخواست کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جو اِن مخمسات کو پڑھے گا،اس کے دنیاوی مسائل کا بھی ازالہ ہو جائے گا۔درود شریف اور ذکر کی طرح مخمسات کا وظیفہ بھی اپنا لیں۔میری زندگی میں بھی اور میرے بعد بھی اس کو وظیفہ اپنائے رکھیں۔مَیں نے اس سے پیشتر یَااَللّٰہُ، یَا بَاسِطُ، یَارَزَّاقُ، یَا وَکِیْلُ پڑھنے کو بتایا تھا۔مخمسات کے وظیفے کے عامل کو کسی اور وظیفے کی ضرورت نہیں۔

اپنے اعمال کا محاسبہ کرتے رہا کریں۔اصلی اہمیت بھی اعمال ہی کی ہے۔عبادات کی معافی شاید ہو جائے گی لیکن معاملات کی معافی نہیں ہوگی۔ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس جو میّت نمازِ جنازہ کے لیے لائی جاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سب سے پہلے پوچھتے کہ یہ مقروض تو نہیں؟اگر قرضدار ہوتا تو قرض ادا ہو جانے کے بعد جنازہ پڑھتے۔لین دین، دیانت وامانت کے معاملات بہت اہم ہیں۔خیانت پیسے کی ہو،لاکھ کی ہو یا کروڑ کی خیانت ہے اور امانت بھی چاہے پیسے کی ہو، لاکھ کی ہو یا کروڑ کی ،حفاظت کی تو مَیں سمجھتا ہوں کہ آپ کامیاب ہو گئے۔

یہ ساری کوششیں ، ساری محنتیں، ذکر و درود شریف اور عبادات اس لیے ہیں کہ ہمارا کردار سنور جائے۔دوسروں کو فریب دیا، لالچ ،حرص وہوس ہو تو سب کچھ بیکار ہے، کردار نا پختہ ہے۔تعمیرِ سیرت و کردار ہی اصل مقصد ہے،اسی پر زور دینے کی ضرورت ہے۔اگر سارا وقت بھی شیخ کے پاس بیٹھے رہو، رات دن ساتھ رہو اور شیخ کی طبیعت آپ کی طرف راغب نہ ہو تو بیکار ہے۔اگر دو منٹ بھی شیخ کی توجہ مل جائے تو کافی ہے۔شکریہ۔

☆☆☆

☆24 مارچ 1995ء جمعۃ المبارک

ساتھیو!گزارش ہے کہ آپ سے مجھے یہ کہنا ہے کہ آپ بیعت ہیں یا نہیں، آپ کو اجازت ہے کہ لوگوں کو دعوتِ ذکر دیں۔حلقہِ ذکر پھیلانے کی کوشش کریں۔لوگوں تک اسمِ ذات کا ذکر پہنچائیں۔ ضروری نہیں کہ جن کو ذکر کرائیں وہ میرے پاس آئیں یا میری بیعت کریں۔مقصد تو اسمِ ذات کے

ذکر کو پھیلانا ہے، اس نسبت کو عام کریں۔ گھروں میں محفلِ ذکر قائم کریں۔ جمعرات و جمعہ کی درمیانی شب کام کاج سے فارغ ہونے کے بعد، ٹی۔وی کا خبرنامہ سُن کر سب اکٹھے بیٹھ کر اپنے گھروں میں دس منٹ ذکر کریں۔ اپنے ذکر کا روزانہ کا معمول جاری رکھیں اور ہفتے میں ایک بار اکٹھے بیٹھ کر ذکر کریں۔ اتفاق ایسا ہوا کہ میرے ایک ساتھی عبدالرؤف کسی وجہ سے سالانہ اجتماع کے جمعہ میں شامل نہ ہو سکے۔ جمعے کی نماز پڑھ کر سو گئے، خواب میں دیکھا کہ ان کے ساتھ ان کے بہنوئی ہیں کہ آنحضور ﷺ تشریف لائے ہیں اوران دونوں کومخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ ''اُمتِ مسلمہ کے انتشار اور پریشان حالی کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اُنہوں نے ذکر کرنا چھوڑ دیا ہے۔ دونوں کوتلقین کر رہا ہوں کہ میرا پیغام پہنچائیں اور ذکر پھیلائیں۔'' یہ خواب دراصل ذکر کی ضرورت اور افادیت کو ظاہر کر رہا ہے۔

مسلمانوں میں ہر طرف غفلت چھائی ہے۔ شیطانی قوتوں نے، شیطانی طاقتوں نے مسلمانوں پر یلغار کر رکھی ہے۔ ہر طرف مسلمانوں کے خلاف سازشیں ہو رہی ہیں۔ امریکہ سپر پاور ہے۔ دراصل وہاں یہودیوں کی حکومت ہے، اُنہوں نے جو پلان بنا رکھے ہیں، اسلام اُن کے سامنے سب سے بڑی دیوار ہے۔ اُمتِ مسلمہ کو کمزور اور منتشر کرنے کے لیے جولائحہ عمل اُنہوں نے اختیار کر رکھا ہے، وہ سب کے سامنے ہے۔ ہم مسلمانوں کو کچھ پتہ نہیں کہ کشمیر، بوسنیا، فلپائن، فلسطین اور شیشان (چیچنیا) میں کیا ہو رہا ہے۔

شیشان میں امام منصور رحمۃ اللہ علیہ اور امام شامل رحمۃ اللہ علیہ نے آج سے دوسو (200) سال پہلے زارِ روس کی اسلام کے خلاف یلغار کو روکا اور اُن کے تمام ساتھی شہید ہو گئے۔ یہ اُن ہی کا پھیلایا ہوا نور ہے، نورِ ایمان ہے کہ شیشان کے مسلمان، کمیونسٹوں کے خلاف ڈٹے ہوئے ہیں۔ ہم مسلمانوں میں بے بسی اور بے حسی کی کیفیت ہے۔ ہمارے اربابِ اختیار لوٹ کھسوٹ کی دوڑ میں لگے ہیں۔ ایسے حالات میں ہم جو صوفی ہیں، صوفی بننے کے دعویدار ہیں، اُنہیں چاہیے کہ کاوش کریں، محنت کریں، آپ سب ذمہ داری محسوس کریں۔ یہ نہیں کہ موڈ آیا تو ذکر کر لیا، نہیں آیا تو نہیں کیا۔ گھر والوں کو زبردستی ذکر کرائیں۔ مجھ سے محبت ہے اور نبیء کریم ﷺ سے محبت ہے تو لوگوں کو دعوتِ ذکر دیں۔ ہم نے اس

دعوت کو پھیلانا ہے۔ میری بیعت نہ کریں، مجھے کوئی شوق نہیں کہ لاکھوں میری بیعت کریں۔ میرا ایک ہی شوق ہے کہ اس دعوت کو پھیلا دیا جائے۔ ہر ایک کو لطیفہءِ قلب پر ذکر کرنا بتائیں۔ جس طرح دوسرے کاموں کو شوق سے کرتے ہیں، پابندی سے کرتے ہیں، اس طرح ذکر کی پابندی کریں۔ اللہ کے نام کی برکت سے احساسِ زیاں پیدا ہوگا، ان شاءاللہ تبدیلی آئے گی۔ شیطان حیلے بہانے سے کہتا ہے کہ یہ ہوگیا ہے، وہ ہوگیا ہے، کپڑے ناپاک ہیں، نماز نہیں پڑھی، ذکر بھی نہ کرو۔ آپ جس حال میں بھی ہوں ذکر کریں۔ کتاب میں، مَیں نے بتایا ہے کہ میری روحانی ڈیوٹی ہے کہ ایسا ماحول پیدا کیا جائے کہ اسلام کو فوقیت دی جائے، اسلام نافذ کیا جائے۔ گھروں میں اسلام نافذ نہیں کر سکتے تو نفاذِ اسلام اور اتحادِ اسلام کیسے ہوگا؟ نفاذِ اسلام کی منزل تک پہنچنے کے لیے بڑی محنت کی ضرورت ہے۔

ماں باپ، بہن بھائیوں اور بچوں کو زبردستی بٹھا کر ذکر کرائیں۔ کوئی مانے نہ مانے، سب کو بتائیں۔ لوگ مذاق اڑاتے ہیں تو پروانہ کریں۔ اَللّٰہ کے نام کا ذکر بتائیں۔ نماز میں ہم پڑھتے ہیں ''وَتَبَارَكَ اسْمُكَ'' تیرا نام بڑی برکت والا ہے۔ اللہ کے نام کی برکت سے جہاں باطن کی سیاہیاں اور غفلتیں دور ہوں گی، وہاں دنیاوی معاملات میں بھی آسانی ہوگی۔ اللہ کے نام کی برکت سے لوگوں کے قلوب غیر مرئی طور پر اللہ کی یاد کی طرف راغب ہوں گے اور ان کے مزاج میں تبدیلی آئے گی۔ **ان شاء اللّٰہ۔**

☆☆☆

☆7 اپریل 1995ء جمعۃ المبارک

ساتھیو! مَیں نے پچھلے جمعہ کو بھی بتایا تھا، اب پھر دہرا رہا ہوں کہ اُمتِ مسلمہ کو انتہائی پریشان کن صورتِ حال درپیش ہے۔ باطل قوتیں یکجا ہو کر اسلام کے خلاف سازشیں کر رہی ہیں۔ زیرِ زمین ایسی سازشیں اور پلان تیار ہوتے ہیں کہ اُمتِ مسلمہ کو بے بس کر دیا جائے اور ظاہری طور پر کچھ اور بتایا جاتا ہے۔ درپردہ جو کچھ ہو رہا ہے، صاحبِ دل اور صاحبِ بصیرت اُسے دیکھ کر سخت پریشان ہو جاتے ہیں۔ عوام النّاس کو تو پتہ ہی نہیں، علم نہیں کہ کیا ہو رہا ہے۔ ہمارے پاس جو چارہ ہے، وہ یہ کہ کہ زیادہ سے

زیادہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق جوڑیں۔ سالانہ اجتماع پر بھی اور اس کے علاوہ بھی مَیں آپ کو بتاتا رہتا ہوں کہ میری یہ طلب نہیں کہ لاکھوں میرے مرید ہوں۔ میری طلب، میرا شوق تو یہ ہے کہ لاکھوں تک ذکر کی دعوت پہنچے۔ اپنے گھروں میں ذکر کی محفلیں منعقد کریں۔ اگر روزانہ نہیں تو جمعرات و جمعہ کی درمیانی شب اکٹھے بیٹھ کر ذکر کر لیا کریں۔ گھروں میں یہ حال ہے کہ باپ نے میری بیعت کر رکھی ہے تو بیٹے نے نہیں کی۔ بیوی نے کر رکھی ہے تو میاں کو پروا نہیں۔ بیٹی نے کی ہے تو ماں نے نہیں کی۔

دراصل بات ہے طلب کی، استعداد کی۔ اللّٰہ کا نام لینے سے تو کوئی انکاری نہیں۔ اُنہیں کہیں کہ بے شک بیعت نہ کریں، اللّٰہ کو یاد تو کریں۔ ذکر میں بیٹھ جائیں، اللّٰہ کا نام لینے میں تو کوئی اختلاف نہیں، درود شریف پڑھنے میں تو کوئی اختلاف نہیں۔ پہلے مَیں اپنی طرف سے ذکر کی تلقین کیا کرتا تھا، اب نبی ءِ کریم ﷺ کی طرف سے حکم ہے۔ مَیں نے پچھلے جمعہ میں بھی ذکر کیا تھا کہ میرے ایک ساتھی ہیں، ان کا نام عبدالرؤف ہے۔ ایم۔ ایس۔ سی فزکس ہیں، ایم۔ فل بھی کیا ہوا ہے۔ ایم۔ فل کرنے میں مزید دو سال لگتے ہیں۔ یہ جمعہ کی نماز پڑھ کر سو گئے تو خواب میں دیکھا کہ نبی ءِ کریم ﷺ تشریف لائے ہیں۔ عبدالرؤف کے ساتھ ان کے بہنوئی بھی ہیں۔ نبی ءِ کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''اُمّتِ مسلمہ کی پریشانیوں اور انتشار کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے ذکر کرنا چھوڑ دیا ہے۔'' نبی ءِ کریم ﷺ نے انہیں ذکر کی تلقین فرمائی اور پھر ان دونوں کو لے کر گلی میں آئے اور آنحضور ﷺ کئی گھروں میں خود تشریف لے گئے اور اہلِ خانہ کو ذکر کی دعوت دی۔ جس وقت عبدالرؤف نے یہ خواب دیکھا یہ وہی وقت تھا جب مَیں کالج کی مسجد میں ذکر کرا رہا تھا اور ساتھیوں کو ذکر کی تلقین کر رہا تھا۔

اس خواب میں پیغام یہ تھا کہ جو مَیں ظاہری طور پر آپ کو بتا رہا تھا، وہ نبی ءِ کریم ﷺ خواب میں بتا رہے تھے۔ اس کو عام سی بات نہ سمجھیں، معمولی سی بات نہ سمجھیں۔ اس میں آنحضور ﷺ نے آپ سب کو حکم دیا ہے۔ میری بات کی تائید فرمائی ہے کہ ذکر کو آپ پھیلائیں، دوسروں تک پہنچائیں۔ مسلمانوں میں مختلف تنظیمیں قائم رہو ہی ہیں۔ یہ تنظیمیں دین کا کام کر رہی ہیں۔ یہودی، سوشلزم کے بعد، اسلام سے خوف زدہ ہیں۔ مسلمانوں پر Fundamentalism کا، بنیاد پرستی کا الزام لگا رہے

ہیں، دہشت گرد قرار دے رہے ہیں اور مسلمانوں کے گرد گھیرا تنگ کر رہے ہیں۔ ہمارا اگرچہ کسی ایسی دینی تنظیم سے تو کوئی تعلق نہیں لیکن ہمارا بھی اپنا ایک شعبہ ہے۔ ہم جب ذکر کرتے ہیں تو ساری فضا میں انوارات پھیل رہے ہوتے ہیں۔ گردوپیش پر اور دِلوں پر رحمت اور خیر و برکت کا نزول ہوتا ہے۔ جہاں جہاں آپ ذکر کرتے ہیں اس کے انوارات اِردگرد پھیلتے ہیں۔ ذکر کی برکت سے دِلوں کے زنگ دُور ہوتے ہیں، غفلت دُور ہوتی ہے۔

میری دوسری گزارش یہ ہے کہ جب آپ میری کتاب حالِ سفر پڑھتے ہیں تو آپ کو نبیء کریم ﷺ کی زیارت کی خواہش ہوتی ہے۔ میرے پاس بے شمار خط آتے ہیں کہ نبیءِ کریم ﷺ کی زیارت کرادیں۔ مَیں بارہا دفعہ کہہ چکا ہوں کہ زیارت کرانا میرے بس کی بات نہیں۔ مجھے یہ اجازت ہے کہ میں انگلی پکڑ کر آپ کو ﴿فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ o﴾ (سورۃ ذاریات، آیت نمبر 50) مراقبہ رفتار (بلند ترین مقام) تک لے جاؤں۔ لیکن زیارت کرانا، یہ اُن (ﷺ) کی مرضی ہے۔ اور پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مَیں مراقبہءِ رفتار پر ہی کیوں لے جاؤں؟ بات تو ہے دراصل طلب کی اور استعداد کی۔

آپ دس سال لگاتے ہیں تو میٹرک کرتے ہیں، آگے چار سال اور لگاتے ہیں تو گریجوایٹ بنتے ہیں۔ حال یہ ہے کہ بی۔اے پاس آج کل درخواست تک نہیں لکھ سکتا، یہ تو عام علم کی بات ہے۔ زندگی کے اتنے سال لگائے اور معمولی علم حاصل کر پائے تو تصوّف وسلوک کی راہ کوئی مذاق تو نہیں۔ زیارتِ نبیءِ کریم ﷺ کو مذاق کیوں بنالیا ہے؛ کس مسلمان کی خواہش نہیں کہ نبیءِ کریم ﷺ کی زیارت ہو؟ کتاب میں، مَیں نے لکھا ہے کہ ضروری نہیں کشف ہو۔ جن مقامات پر مَیں لے جاتا ہوں، ضروری نہیں کہ آپ اُن کا مشاہدہ بھی کر سکیں۔ کشف ہو جائے تو یہ اُن (ﷺ) کی طرف سے انعام ہے، دلیل ہے، ثبوت ہے کہ یہ شخص جو کہہ رہا ہے سچ ہے، حق ہے۔ جب مَیں مقامات طے کراؤں گا تو مَیں ذمہ دار ہوں، مَیں جھوٹ نہیں بولتا، غلط بیانی نہیں کرتا۔ مجھے کیا حاصل ہے، آپ نے کون سے سرخاب کے پَر مجھے لگادینے ہیں؟ کوئی عہدے دے دینے ہیں، مَیں کیوں جھوٹ بولوں گا؟

یہاں ایک وِنگ کمانڈر صاحب بیٹھے ہیں، اُن کا بیٹا بھی بیٹھا ہوا ہے۔ پہلے بیٹا میرے پاس آیا

تھا، اُس میں استعداد ہے۔ بیٹا ایف۔اے میں پڑھ رہا ہے، باپ ونگ کمانڈر ہے۔ باپ میں ابھی اتنی استعداد نہیں۔ جس مقام پر ان کا بیٹا ہے شاید سال کے بعد باپ کو وہاں لے جاؤں۔ ان کا بیٹا گھر میں ماں باپ سب کو ذکر کراتا ہے۔ ان کی بیٹی 9th کلاس میں پڑھتی ہے۔ بیٹی کا کشف کھل گیا، ذکر میں بیٹھی تو مجھے دیکھا۔ میجر صاحب کے گھر گئی، اُنہوں نے میری تصویر دکھائی تو کہنے لگی کہ ان ہی کو دیکھا ہے۔ پھر ذکر میں شامل ہوئی تو کہنے لگی کہ ان کے ساتھ ایک نقاب پوش بی بی ہیں، فرما رہی ہیں کہ نماز، ذکر اور تسبیحات باقاعدگی سے کرو تو تمہیں خوشخبری سناؤں گی۔ اور دیکھا کہ مَیں بلا رہا ہوں کہ جلدی میرے پاس آؤ۔ اس بچی نے نہ کتاب پڑھی تھی، نہ مجھے دیکھا تھا۔ پچھلی جمعرات کو یہ فیملی میرے پاس آئی تو مَیں نے کہا کہ کل جمعہ تھا، جمعہ کو آتے تو ذکر کی محفل میں شرکت ہو جاتی۔ کہنے لگے کہ اس بچی نے اصرار کیا اور کہا کہ آپ نے اسے جلدی آنے کو کہا ہے، اس لیے ہم آج دار الفیضان آ گئے ہیں۔ مَیں نے ذکر کرایا، لطائف سے مراقبات: احدیّت، معیّت، اقربیت، خانہ کعبہ شریف اور روضہءاطہر ﷺ پر لے گیا۔ بچی نے سب مقامات کا مشاہدہ کیا۔ میں روضہءِ اطہر ﷺ میں اُسے اندر لے گیا۔

نبی ءِ کریم ﷺ کا ایک دربارِ خاص ہے اور دوسرا دربارِ عام ہے۔ دربارِ خاص میں کسی کو نہیں لے جاتا، دربارِ عام میں عام لوگوں کو لے جاتا ہوں۔ دربارِ خاص میں امام حسن رضی اللہ عنہ، امام حسین رضی اللہ عنہ، خلفائے راشدینؓ اور شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جاتے ہیں۔ مَیں بچی کو اندر لے گیا، اس نے نبی ءِ کریم ﷺ کی زیارت کی۔ مَیں نے پوچھا کہ مجھے دیکھ رہی ہو؟ کہنے لگی کہ آنحضور ﷺ کے ساتھ دائیں جانب کرسی پر آپ بیٹھے ہیں۔ مَیں نے کہا کہ یہاں ایک رجسٹر پڑا ہوا ہے۔ مَیں تمہارا نام رجسٹر میں درج کر رہا ہوں اور دستخط کر رہا ہوں۔ مَیں نے درخواست کی کہ امّی جیؓ تشریف لائیں تو حضرت عائشہ صدیقہؓ تشریف لے آئیں۔ آپؓ نے نقاب اوڑھ رکھا تھا۔ بچی نے کہا میں نے پہچان لیا ہے، وہی بی بی ہیں جنہوں نے ''خوشخبری'' کہا تھا۔ مَیں نے عرض کیا: آپ نے نقاب کیوں اوڑھ رکھا ہے؟ تو فرمایا کہ نادان! پہلے اس کو بتاؤ کہ میں نے تمہیں بیٹا بنایا ہوا ہے۔ مَیں نے بچی کو بتایا تو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے نقاب اُٹھا دیا۔ بچی نے زیارت کی۔ یہ بات مَیں آج بتا رہا ہوں کہ مَیں واحد خوش

نصیب ہوں جسے تمام مائی صاحبانؓ نے بیٹا بنایا ہوا ہے۔ یہ بات صرف منیر اعظم اور مرتضٰی شاہ کے علم میں تھی۔ سوائے ان کے کسی کو اس بات کا علم نہیں تھا۔ آنحضور ﷺ نے مجھے بیٹا بنایا ہوا ہے۔ مائی صاحبانؓ نے اور اُن کی بیٹیوں نے مجھے بیٹا بنایا ہوا ہے۔ میں واحد خوش نصیب ہوں جسے یہ شرف حاصل ہے کہ سب نے سگا بیٹا بنایا ہوا ہے۔ حاضری میں دیر ہو جائے تو جواب طلبی ہوتی ہے کہ کیوں نہیں آئے؟ لڑکی کی ماں کہنے لگی کہ مجھے وہاں تک کیوں نہیں لے گئے۔ تو بات ہے استعداد کی، بچی میں استعداد تھی وہ اُوپر چلی گئی۔ جو مائی صاحبہؓ نے خوشخبری دینا تھی وہ یہ بشارت تھی کہ بچی کو ان کی زیارت ہو گئی۔ پہلے نقاب میں تھیں، اب ظاہر ہو گئیں۔ نبیِ کریم ﷺ کی زیارت ہو گئی۔ اس سے بڑھ کر بشارت کیا ہو گی۔

استاد تو اپنے سب شاگردوں کو ایک سا سبق دیتا ہے۔ کوئی شاگرد 100 میں سے 100 نمبر لے لیتا ہے، فرسٹ آجاتا ہے۔ کوئی 33 نمبر لے کر پاس ہوتا ہے اور کوئی دو نمبر لے کر فیل ہو جاتا ہے۔ اپنی اپنی استعداد ہے۔ سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے 30 سال لگا کر سلوک کی منزلیں طے کیں۔ 30 سال مریدوں کو سبق دیا۔ لیکن کہتے تھے کہ اتنے سالوں میں ایک بھی ایسا نہیں نکلا جسے دوں۔ مرید تو اُن کے ہزاروں، لاکھوں تھے۔ بات یہ تھی کہ استعداد والا کوئی نہ تھا۔

آپ تُھڑ دِلے نہ ہوں (دِل چھوٹا نہ کریں)۔ جب مَیں اپنے مرشد کے پاس گیا تھا تو طلب کا یہ عالم تھا کہ اگر کہتے کہ بیوی بچے، سب کچھ چھوڑ کر جنگل میں نکل جاؤ تو چھوڑ کر نکل جاتا۔ اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ کو آپ کی طلب اور جذبے کا پتہ ہوتا ہے۔ میری طلب یہ تھی کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح ماں باپ، رشتہ دار، بیوی بچوں سب کچھ چھوڑ دوں گا۔ طلب کی ایسی کیفیت پیدا ہو گئی تھی کہ یہ سب رشتے ظاہری اور منصب عارضی بن گئے تھے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اولیاء اللہ نے اسی طرح کمایا۔ ظاہری تعلیم کو عارضی تعلیم جانا، سب کچھ چھوڑ کر ادھر لگ گئے۔

جب میرے پاس آپ فرمائشیں کرتے ہیں کہ یہ نظر آجائے، زیارت ہو جائے، یوں ہو جائے تو اسے مَیں منفی طرزِ عمل سمجھتا ہوں۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ آپ میں استعداد نہیں۔ ہر ساتھی کے بارے میں

مجھے پتہ ہے کہ کتنا پُرانا ہے۔ میرا معیار یہ ہے کہ کوئی میرے پاس دارالفیضان کتنا آتا ہے۔ آئیں گے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ طلب ہے، میری محبت ہے، شیخ کی عقیدت ہے۔ میرا جانچنے کا پیمانہ یہی ہے کہ آپ میرے پاس کتنا آتے ہیں، کتنا شوق ہے، طلب ہے۔ میرا کچھ کام نہیں جو مَیں نے آپ سے کرانا ہے۔ میرے ڈنگر نہیں چَرانے آپ نے، چارہ نہیں کاٹنا۔ مَیں نے کچھ بھی کام نہیں کروانا۔ مَیں صرف یہ کہتا ہوں کہ ذکر کی محفلوں میں آئیں، آنے کے لیے کرایہ نہیں تو مَیں دوں گا۔ فرمائشیں کرنا چھوڑ دیں۔ خطوں میں ایسی فرمائشیں مت لکھیں۔ مت کہیں کہ حضور ﷺ سے محبت ہے، مجھے عشق ہے، یہ کرائیں وہ کرائیں۔ یہ خالی باتیں ہیں۔ ایسے کہتے ہیں تو مَیں سمجھتا ہوں کہ اس میں استعداد نہیں، سچی طلب نہیں۔ نمازیں آپ کی پوری نہیں۔ تسبیحات، درود شریف آپ نہ پڑھیں تو محبت کا دعویٰ غلط ہے، عمل سے کچھ ثابت کریں۔

☆☆☆

☆ 21 اپریل 1995 جمعۃ المبارک

ساتھیو! آپ سے یہ کہنا ہے کہ ہر انسان کی زندگی میں ایک موڑ آتا ہے، اسی طرح میری زندگی میں بھی ایک موڑ آیا۔ وہ یہ کہ بالکل غیر متوقع طور پر اچانک ہی مجھے عزیز ترین اعزاز سے نوازا گیا۔ میرے دِل کے کسی گوشے میں تصوّر بھی نہ تھا کہ یوں ہو جائے گا۔ خیال میں بھی کبھی ایسا نہیں سوچا تھا کہ مَیں کسی سلسلے کا بانی ہُونگا یا مجھے کوئی سلسلہ عطا ہوگا۔ تاریخِ تصوّف اٹھالیں، مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ صاحبِ سلسلہ صرف گنتی کے چند لوگ ہیں اور ان کے سلسلے سالہا سال سے چل رہے ہیں۔ صاحبِ سلسلہ ہونا بہت بڑی بات ہے، بہت بڑا انعام ہے، اعزاز ہے۔ برصغیر میں چار بڑے سلسلے قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ ہوئے ہیں۔ ان سلاسل سے وابستہ لوگ پورے برصغیر میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ان حالات میں آناً فاناً غیر متوقع طور پر جب مجھے ہفت اقلیم کا سربراہ مقرر کر دیا گیا، ایک نئے سلسلے کا سربراہ بنا دیا گیا تو آپ میری کیفیت نہیں سمجھ سکتے۔ بڑی عجیب رقت کی کیفیت مجھ پر طاری تھی۔ یہ میری زندگی کا اور آپ کے سلسلے کا منفرد واقعہ ہے۔ اور یہ واقعہ 8 اپریل 1984ء کو پیش آیا، اس روز

نبی ءِکریم ﷺ نے اس فقیر کو ایک اہم ترین ذمہ داری سونپی اور ایک منصبِ خاص پر فائز فرمایا۔

کوئی بھی ولی اللہ ہو، اُس کی زندگی میں خاص مواقع آتے ہیں اور اُس دن کو خاص اہمیت دیتے ہیں۔ میرے سلسلے میں 8 اپریل کا دن ایک خاص اہمیت کا حامل ہے۔ یہ رات عبادت کی رات ہوگی۔ ساتھی ذکرو درود شریف میں مصروف رہیں گے۔ یہ اس لیے بتا رہا ہوں کہ جن بیبیوں نے بیعت کر رکھی ہے اُن میں سے اکثر نماز اور ذکر کی پابندی نہیں کرتیں۔ سارا سال تو ذکر کی محفل میں شامل نہیں ہوتیں اور سالانہ اجتماع میں سال کے بعد آ جاتی ہیں۔ اکثر بچوں کو ساتھ لے کر آتی ہیں۔ اب صرف وہی آیا کریں گی جو باقاعدگی سے پانچ وقت کی نمازی ہوں گی اور جنہوں نے لطائف اور مراقبات کر رکھے ہیں۔ بچے نہیں لائیں گے آپ گھر والوں کو بتا دیں، ساتھیوں کو بتا دیں۔ میرے بچے نواسا، نواسی اور پوتا (ایرج کمال صاحب) بھی نہیں آئیں گے۔ یہ تبدیلی مَیں نے نہیں کی، آنحضور ﷺ کے حکم سے ہوئی ہے۔ مَیں نے تو اس دن کو اتنی اہمیت نہ دی تھی جتنی کہ دینا چاہیے تھی۔ میری توجہ اس طرف دلائی گئی ہے۔

اسی طرح ساتھیوں کو محلّوں میں ذکر کے اجتماع کرنے کے لیے کہتا رہا، ذکر پھیلانے کے لیے کہا کہ یہاں پہنچنا مشکل ہے تو اپنے شہر میں اکٹھے مل کر ذکر کر لیا کریں، لوگوں کو اسمِ ذات کا ذکر کرا دیا کریں۔ مقامی ساتھی ہر جمعے کو آ جاتے ہیں، آ سکتے ہیں۔ دُور والوں کے لیے مشکل ہوتا ہے۔ کراچی والے بڑی ہمت کریں تو سال میں ایک بار آ جاتے ہیں۔ کراچی والوں میں کیپٹن ناصر باہمت ہیں، طلب ہے، لگن ہے۔ کراچی سے ہر ماہ محفلِ ذکر میں شرکت کے لیے آ جاتے ہیں۔ مَیں نے کہا کہ ہر ماہ آنے سے مالی لحاظ سے بھی آپ پر بوجھ پڑتا ہے۔ سفر کی صعوبت بھی ہوتی ہے، تین چار ماہ بعد آ جایا کریں۔ لیکن اُن کی طلب ہے، ہر ماہ آتے ہیں۔ پیسوں کی اُن کو بھی ضرورت ہے۔ کوشش یہ ہونی چاہیے کہ جو شیخ کہتا ہے اُس کی وضاحت اُسے نہ کرنا پڑے۔ جیسے کہے ویسے کریں۔ دارالفیضان میں بھی ہفتہ وار جمعہ (اتوار) اور ماہانہ جمعہ (اتوار) کی اپنی ہی برکات ہیں۔ روزانہ صبح و شام ذکر کی اپنی برکات ہوتی ہیں۔ ضروری نہیں کہ کیفیات کی وضاحت کی جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ کوشش کریں کہ آپ کا درود شریف کا ٹارگٹ بڑھے۔ اس پر اکتفا نہ کریں۔ شکریہ۔

☆19 مئی 1995ء جمعۃ المبارک

ساتھیو! چند دنوں سے میرے کان میں تکلیف ہے، جس کی وجہ سے میری سماعت متاثر ہے۔ جو ساتھی بات کرنا چاہتے ہیں، اُن سے درخواست ہے کہ مَیں سننے سے معذور ہوں، تعویذ لے جائیں، اور مسئلے بعد میں اُٹھالیں۔ آپ بولیں گے تو مجھے سمجھ نہیں آئے گی۔ خواہ مخواہ مجھے بھی کوفت ہوگی اور آپ کو بھی کوفت ہوگی۔

ذکر کے دوران مَیں نے دیکھا کہ چند نئے ساتھی آنکھیں کھولے اِدھر اُدھر دیکھ رہے تھے، تو ایسے لوگ جو پہلی بار تشریف لاتے ہیں اور جو ساتھی انہیں ساتھ لاتے ہیں، اُن کا فرض بنتا ہے کہ انہیں Brief (سمجھانا، وضاحت کرنا) کر کے لائیں کہ کہاں جا رہے ہیں، کیا کرنا ہے۔ آپ کا یہ فرض بنتا ہے کہ آپ کے ساتھ جو ساتھی تشریف لاتا ہے، اُسے گھر میں یا یہاں علیٰحدگی میں ذکر کی عملی طور پر ٹریننگ دیں تاکہ ان کو سمجھ آ جائے اور جب مَیں ذکر کراؤں تو وہ ہمارے ساتھ ذکر کر لیں۔ ابھی کچھ ساتھی تھے جو آنکھیں کھول کر کبھی اِدھر دیکھ رہے تھے اور کبھی اُدھر دیکھ رہے تھے اور مجھے کوفت ہو رہی تھی۔ مَیں آنکھیں بند نہیں کرتا، مَیں آنکھیں کھولے رکھتا ہوں۔ مجھے آنکھیں بند کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ میرا ذکر چلتے پھرتے، اُٹھتے بیٹھتے جاری رہتا ہے۔ مگر اس کے لیے بہت ریاضت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر میری طرح آپ بھی مجاہدہ کر سکیں تو آپ پر بھی یہ وقت آئے گا کہ آپ کو آنکھیں بند کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ یہ محنت کی، حوصلے کی اور مشق کی بات ہے۔ آپ تو نئے لوگ ہیں، پُرانے ساتھی جو ہیں اُن کو بھی آنکھیں بند کرنا پڑتی ہیں تاکہ یکسوئی حاصل ہو۔ جب کوئی ساتھی آنکھیں کھولتا ہے، اِدھر اُدھر دیکھتا ہے تو توجہ بٹ جاتی ہے۔ توجہ بٹتی ہے تو ذکر میں تسلسل باقی نہیں رہتا۔ اس لیے مہربانی کر کے آپ لوگ جب کسی ساتھی کو ساتھ لاتے ہیں اور اُس کو بتاتے نہیں تو اُسے فیض لینے کے بجائے اُلٹا کوفت ہوتی ہے کہ یہ کیا کر رہے ہیں، اُسے سمجھ نہیں آتی۔ اس لیے یہ آپ کا فرض بنتا ہے کہ جب آپ کسی کو یہاں تک لے آتے ہیں اور یہ تو واقعی آپ کی ہمّت ہے کہ کسی کو Convince (قائل) کر کے یہاں تک لے آئے۔ لیکن جو کچھ یہاں کرنا ہے وہ بھی تو اُسے پتہ ہونا چاہیے۔

ایک دوسری بات جس کا بار بار کچھ مدت بعد اعادہ کرنا پڑتا ہے، وہ یہ کہ بعض ساتھیوں کا تقاضا ہوتا ہے کہ ہمیں اگلا سبق دیں۔ بعض اوقات یہ تقاضا ہوتا ہے کہ جی ہمیں ابھی تک کچھ نظر نہیں آتا، کشف کیوں نہیں ہوا، جی مجھے بتائیں کہ مجھ میں کیا کمی ہے؟ پہلے تو یہ بات ہے کہ یہ کشف جو ہے، یہ ہمارے صوفیاء کے نزدیک انعام تو ہے مگر مقصود نہیں۔ اور پھر انعام ہونے کے باوجود ہم اس کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ بلکہ اس کو ہم بعض اوقات منفی چیز سمجھتے ہیں اور بعض اوقات یہ کشف مزید ترقی میں رکاوٹ بن جاتا ہے۔ میرے نزدیک اُن ساتھیوں کی زیادہ قدر و قیمت ہے جن کو کچھ نظر نہیں آتا اور اُن کو جو مقام طے کرادیے جاتے ہیں وہ مان لیتے ہیں، یقین کر لیتے ہیں کہ فلاں مقام طے کرادیا گیا ہے۔

بعض ساتھی جنہیں کشف ہے وہ چونکہ مقامات طے کر چکے ہیں، کعبہ شریف بھی پہنچ جاتے ہیں، دربارِ اقدس ﷺ بھی پہنچ جاتے ہیں تو وہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے بہت کچھ حاصل کر لیا ہے، اس لیے ہمیں حضرت جی کے پاس دارالفیضان جانے کی کیا ضرورت ہے۔ گئے نہ گئے ایک جیسا ہے، مگر حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ کتاب حالِ سفر میں، مَیں نے چند صاحبِ کشف ساتھیوں کی بات لکھی ہے۔ بعض باہر کے ساتھی کتاب پڑھتے ہیں تو وہ اُن سے بہت متاثر ہوتے ہیں۔ وہ مجھے خط لکھتے ہیں تو اُن کو سلام لکھتے ہیں۔ اور لکھتے ہیں کہ اپنے اُن ساتھیوں کو سلام پہنچائیں۔ بلکہ میرا مشاہدہ ہے کہ یہ ساتھی دارالفیضان بہت کم آتے ہیں۔ اب آپ یہ سمجھیں کہ جو شخص گوجرانوالہ یا پنڈی سے آتا ہے، جمعہ (اتوار) مِس نہیں کرتا کیا وہ میری نظر میں اُن کے برابر ہوں گے۔ جو ساتھی 4-5 گھنٹے وقت بھی دیتا ہے، ڈھائی گھنٹے آنے کے، ڈھائی گھنٹے جانے کے اور یہاں بھی دو، دو گھنٹے لگاتا ہے اور پیسہ خرچ کرتا ہے، کام چھوڑتا ہے۔ تو انصاف کا تقاضا ہے کہ چاہے اُس کو کچھ بھی نظر نہ آئے لیکن میرے نزدیک وہ ان سے زیادہ عزیز ہے۔

اب بات کیا ہو گی کہ یہاں جن کو مَیں نے مراقبات کرا رکھے ہیں، اُن سب کا سبق ہے۔ انہوں نے زندگی میں تو سب مقامات روزانہ طے کرنے ہیں۔ لیکن جب برزخ میں جائیں گے تو وہاں اُن کو پتہ چلے گا کہ کون کیا کمار رہا ہے۔ وہاں پر آپ یقین جانیں کہ چاہے کتنا بھی کوئی ساتھی اونچا پرواز کر رہا

ہے، وہ میری توجہ کا، میرے پاسپورٹ کا محتاج ہوگا۔ یہاں پر بھی وہ خود تو نہیں چلا گیا، کعبہ شریف میں خود تو نہیں چلا گیا۔ مَیں اُس کو لے گیا ہوں، مَیں نے اُس کو اجازت دلائی ہے۔ اُس کو باقاعدہ روحانی طور پر ویزا ملا ہے۔ باقاعدگی Badge (امتیازی) لگایا گیا ہے۔ تو یہ چونکہ کمانے کا، کچھ حاصل کرنے کا، کچھ محنت کا وقت ہے، اس لیے یہاں زندگی میں تو اس کو وہاں جانے کی اجازت ہے۔ اگر وہ دو چار ناغے کریں گے تو عین ممکن ہے کہ سزا کے طور پر نام ہی کاٹ دیا جائے۔ لیکن جب برزخ میں پہنچیں گے اور برزخ ایک اٹل حقیقت ہے۔ یوں سمجھیں کہ ایک زندگی ہے، زندگی کا ایک مرحلہ ہے تو وہاں نہ جانے کتنا رہنا ہے، کتنی صدیاں رہنا ہے۔ اُس میں بھی آپ لوگوں کو خانہ کعبہ شریف، دربارِ اقدس ﷺ جانے کی خوشی ہوگی، شوق ہوگا، طلب ہوگی۔ لیکن وہاں اگر مَیں کہہ دوں کہ بھائی تمہارے پاس تو میرے پاس آنے کا دنیا میں ٹائم نہیں تھا۔ تم ہفتے میں ایک گھنٹہ میرے لیے نہیں نکال سکتے تھے۔ اس لیے بچّو! اب یہاں پر بھی تم ایک مہینے کے بعد میرے پاس آیا کرو اور یہ ہوگا۔ یہ بار بار اس لیے آپ کو تنبیہ کرتا ہوں کہ یہ ہونا ہے۔ یہ انصاف کا تقاضا بھی ہے بلکہ جو اتنا کچھ دیکھتے ہیں اور اس کے باوجود دنیا کی دلدل سے باہر نہیں آتے تو وہ کشف اُن کے لیے فائدہ کے بجائے اُلٹا نقصان کا باعث بن جائے گا۔ اُن کی مزید ترقی رُک جائے گی۔

مجھے آپ کی لاعلمی، نادانی، بیوقوفی اور حماقت پر افسوس ہوتا ہے مگر مَیں نے کبھی بُرا نہیں مانا۔ مَیں سمجھتا ہوں ان کو زبردستی دیا، ان میں طلب ہی نہیں تھی۔ اگر طلب تھی تو صرف دو شخص ہیں: نجیب صاحب اور محفوظ صاحب۔ اس لیے مَیں کہتا ہوں کہ وہ دونوں ایک طرف پوری جماعت ایک طرف۔ وہ سارا سال بھی نہ آئیں تو مجھے کوئی کوفت نہیں ہوتی کہ کیوں نہیں آئے۔ انہوں نے جس انداز میں میری بیعت کی ہے، وہ منظر مَیں بھول نہیں سکتا۔ جس محبت، جس مسرت، جس یقین اور اپنائیت کے ساتھ انہوں نے میری بیعت کی ہے، وہ آپ کے تصوّر میں بھی نہیں آسکتی۔ آپ تو ڈانواں ڈول لوگ ہیں۔ سوائے ان دونوں کے آپ سب خطرے میں ہیں، آخری دم تک خطرے میں ہیں۔ یہ مَیں بار بار اس لیے کچھ عرصے کے بعد دہراتا ہوں کہ آپ سمجھ لیں کہ یہ معمولی بات نہیں ہے، بہت بڑا انعام ہے۔

اس کوسنبھال کر رکھنا ہے۔ اس لیے قربانی دینا پڑے گی، وقت کی بھی، پیسے کی بھی۔ آمدورفت پر ظاہر ہے آپ کو خرچ کرنا پڑتا ہے۔ لیکن یہاں دارالفیضان میں یہ جو روحانی نعمت آپ کو میسر ہوتی ہے وہ اتنی عظیم الشان ہے کہ مقابلے میں یہ جو پچاس سو روپے خرچ کرتے ہیں، اس رقم کی کوئی وقعت نہیں، کوئی حیثیت نہیں۔

شروع شروع میں ایک ساتھی نے مجھ سے سوال کیا تھا کہ جی کسی ساتھی کو نوازنے کا آخر آپ کا معیار کیا ہے؟ تو مَیں نے کہا تمہارا کیا خیال ہے، کیا معیار ہونا چاہیے؟ کہنے لگا: کہ جی ایک آدمی نماز کا پابند ہو جائے، ذکر کا پابند ہو جائے، درود شریف پڑھنے لگے۔ یہی معیار ہے۔ مَیں نے کہا میرے پاس یہ معیار نہیں ہے۔ یہ تو آپ کا فرض ہے۔ آپ نماز پانچ وقت پڑھیں گے، تہجد پڑھیں گے، درود شریف پڑھیں گے تو مجھ پر، اللہ تعالیٰ پر یا نبی ءِ کریم ﷺ پر کیا احسان کریں گے۔ یہ تو آپ پر فرض بنتا ہے۔ میرا معیار یہ ہے کہ آپ لوگ میرے پاس دارالفیضان کب آتے ہیں، ہفتے میں آتے ہیں، مہینے میں آتے ہیں، سال میں آتے ہیں۔ تو جب آپ میرے پاس نہیں آتے، سمجھتے ہیں کہ ہم تو بڑی شے بن گئے ہیں۔ مراقبات آپ کو کرا دیے ہیں، مقامات طے کرا دیے ہیں اور آپ سمجھتے ہیں کہ آپ محتاجی سے نکل آئے۔ تو یہ جو قباحت ہے اس کو دور کرنا ضروری ہے۔ اس لیے میں وقتاً فوقتاً بعض مشاہدات کراتا رہتا ہوں۔ مقامِ احدیّت حالانکہ ہماری پہلی سیڑھی ہے۔ یہ جو صاحبِ کشف ہیں ان کو وہاں پہ (احدیّت) کھڑا کر کے کہتا ہوں کہ بس رُک جاؤ، اب آگے نہیں جانا۔ جو مقامات طے کرنے ہیں وہ کھربوں سیڑھیاں اوپر ہیں تو یہ پہلی سیڑھی پر رُک جاتے ہیں۔ کہتے ہیں جی ہم قدم نہیں بڑھا سکتے۔ تو یہ کوئی تماشا تو نہیں ہوتا۔ یہ آپ لوگوں کی تربیت کا حصہ ہوتا ہے کہ یہ گواہ ہیں، سُن لیں۔

مَیں نے آپ سے ہاتھی نہیں مانگے، مَیں نہیں کہتا کہ میرے اصطبل میں گھوڑے باندھ دیں یا مرسیڈیز کاریں لے آئیں یا کوئی بینک بیلنس میرا بڑھا دیں۔ کیا دیتے ہیں اور کیا دے سکتے ہیں آپ؟ اللہ کے بندو! اگر ایک نعمت ارزانی ہو رہی ہے، مفت میں مل رہی ہے تو کیا دقّت ہے۔ مَیں تو صرف آپ کو یہ کہتا ہوں کہ اللہ کے بندو! اگر ہفتے میں نہیں آسکتے تو دوسرے ہفتے میں آجاؤ۔ کم از کم چوتھے

جمعہ (اتوار) تو ضرور آؤ۔ مَیں نے کبھی بخل نہیں کیا، کنجوسی نہیں کی کہ اتنی جلدی اس کو کیوں مراقبات کراؤں۔ اگر چہ میرے معیار پر کوئی بھی آدمی پورا نہیں اترتا۔ میری پہلی شرط ہی یہ ہونی چاہیے کہ داڑھی سنت کے مطابق ہو اور تہجد کا بھی ناغہ نہ ہو۔ میرے حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ تو جب تک کہ چھان بین نہیں کر لیتے تھے اور یقین نہیں کر لیتے تھے کہ تہجد پڑھتا ہے، کسی کو مراقبات نہیں کراتے تھے۔ اور آپ کی تو نمازیں بھی پوری نہیں ہوتیں۔ بڑے ساتھی بلکہ خاص ساتھی جو ہیں اُن کی نمازیں فوت ہو جاتی ہیں کہ صبح جاگ نہیں آتی۔ اس لیے اس نعمت کی قدر کریں، وقت نکالیں۔ دنیا بڑی عارضی ہے، زندگی بڑی عارضی ہے، کسی وقت بھی بلاوا آ سکتا ہے۔ دنیا میں اتنے نہ دھنس جائیں کہ آخرت آپ کی بگڑ جائے۔ جو کچھ دنیا کمانے کے لیے آپ کر رہے ہیں، اس کا ایک حصہ ہی آپ اس نعمت کے لیے وقف کر دیں۔ جتنی کوشش دنیا کے لیے کر رہے ہیں، محنت کر رہے ہیں، تو اگر 9 حصے دنیا کو دے دیں، ایک حصہ آپ دین کو دے دیں، تب بھی بات بن جائے گی۔

مجھے بار بار یہ باتیں کرنا پڑتی ہیں۔ اس کا یہی مقصد ہے کہ آپ کے دل میں یہ بات راسخ ہو جائے۔ سمجھ آ جائے کہ مراقبات کی اجازت مل جانا اتنی بڑی نعمت نہیں جتنا کہ اس کو برقرار رکھنا۔ اب سرفراز اور اشفاق ایسے آدمی ہیں جن پر مجھے ناز ہونا چاہیے۔ اُن کو اُن کے گھر کے پاس کوئی نہیں جانتا تھا۔ لیکن اب لوگ انگلینڈ سے خط لکھتے ہیں تو بیچ میں لکھا ہوتا ہے کہ حضرت اشفاق، حضرت سرفراز صاحب کو میرا اسلام دیں۔ لیکن ناشکری اور ناقدری کا یہ عالم ہے کہ وہ یہاں پر آنا گوارا نہیں کرتے۔ تو ایسے لوگوں کے لیے آگے جا کر کیا کچھ ہوگا؟ مَیں بار بار اس لیے کہہ رہا ہوں کہ وہی کچھ ہوگا جو ہونا چاہیے کہ وہاں داخلہ بند ہو جائے گا۔ اس لیے کہ دنیا میں آپ کو مہینے میں ایک دفعہ آنے کی توفیق ہوتی تھی، فرصت ملتی تھی۔ یہاں بھی مہینے میں ایک دفعہ آ جایا کریں۔ اور جو میرے پاس ایک دفعہ آئے گا، وہ اندر نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں بھی ایک دفعہ ہی جائے گا۔ یہ مت سمجھیں کہ آپ براہِ راست مجھ کو By-Pass (نظر انداز) کر کے چلے جائیں گے۔

یہ جو ارشادات کیے جاتے ہیں، تربیت کے لیے ہوتے ہیں۔ جس طرح سرفراز کو روکا گیا۔ وہ

کہتا ہے کہ حالتِ مراقبہ میں، مَیں دیکھتا ہوں کہ آپ (حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ) اپنے کمرے میں بیٹھے ہیں، بزرگ آ رہے ہیں، آپ سے ملتے ہیں اور اندر چلے جاتے ہیں۔ پھر آپ نبی ءِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس چلے جاتے ہیں۔ اور مَیں (سرفراز) کسی خاص وجہ سے براہِ راست اندر جانے کی کوشش کرتا ہوں۔ اندر سے آواز آتی ہے کہ **"جو کمالؔ کے پاس نہیں جانا چاہتا، وہ میرے پاس بھی مت آئے۔"** تو یہ دراصل صرف اُس کے لیے تنبیہ نہیں ہے۔ سب کے لیے تنبیہ ہے کہ اگر تمہاری رسائی ہے اُس عظیم الشان دربار میں تو کمالؔ کی وجہ سے اور کمالؔ کو تم نظرانداز کرتے ہو تو یہاں پر کیا لینے آتے ہو۔ یہ الگ بات ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میری وجہ سے آپ سب پر بڑی شفقت فرماتے ہیں۔ لیکن ایسے ہی ہے کہ جب آپ میرے ساتھ رابطہ قائم نہیں کرتے، میری ضرورت محسوس نہیں کرتے، تو پھر اُن (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو آپ کی کیا ضرورت ہے۔ نبی ءِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو میرے یا آپ کے ہزاروں لاکھوں درود شریف کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمیں توفیق نصیب ہو جاتی ہے، درود شریف پڑھنے کی اور پھر وہاں پر حاضری دینے کی۔

لوگ ترستے رہے کہ خواب میں کبھی نبی ءِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت ہو جائے۔ بڑے بڑے مشائخ جس کے حصول کے لیے کوشاں رہے، مصیبتیں جھیلتے رہے، تسبیحیں پڑھتے رہے۔ لیکن یہاں پر حالت یہ ہے نمازیں پوری نہیں ہیں۔ جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوتے نہیں اور کہتے ہیں جی ہمیں دربارِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں کیوں نہیں پہنچایا، ہمیں نظر کوئی نہیں آتا۔ یہ نظر آنے والی جو بات ہے یقیناً نعمت ہے۔ مگر اتنی بڑی بات بھی نہیں ہے کہ اس پہ خواہ مخواہ آپ جم جائیں۔ میرے نزدیک وہ تمام ساتھی زیادہ قابلِ قدر ہیں جن کو کچھ نظر نہیں آتا۔ پروفیسر محفوظ صاحب اور نجیب صاحب سب سے پُرانے ساتھی ہیں۔ ان دونوں کو کچھ نہیں نظر آتا اور کبھی انھوں نے مطالبہ نہیں کیا۔ اشارۃً کنایۃً کبھی تقاضا نہیں کیا کہ حضرت اتنا عرصہ ہو گیا آپ کے ساتھ منسلک ہیں اور ہمیں کچھ نظر نہیں آتا، کچھ ہمیں بھی دکھا دیں۔ تو میرے نزدیک جو ان کی وقعت ہو سکتی ہے، وہ کسی صاحبِ کشف کی کیا ہو گی؟ جو ایمان لائے تو دیکھ کر لائے۔ کون سا مجھ پر احسان کر رہے ہیں۔ صبح و شام نظارے دیکھتے ہیں۔ بات تو اُن کی ہے جو کچھ نہ دیکھتے

ہوئے بھی اٹل یقین رکھتے ہیں۔

اس لیے ایک یہ بات طے ہے کہ یہ تقاضا نہ کیا کریں کہ ہمیں اگلا سبق دیں۔ ہر ساتھی پر میری نظر ہے اور معیار مَیں نے ایک ہی بنایا ہوا ہے کہ کون کتنی دفعہ میرے پاس آتا ہے۔ آپ کی شیرینی کا کوئی معیار نہیں ہے کہ کوئی پانچ دیتا ہے یا سو دیتا ہے۔ معیار صرف یہ ہے کہ پانچ وقت کی نماز، دو وقت کا ذکر اور درود شریف کی کثرت یعنی کم از کم پانچ ہزار درود شریف۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ جس آدمی کو دربارِ اقدس ﷺ جانے کا شوق ہے، اس کا یہ حق بنتا ہے کہ زیادہ نہیں تو کم از کم پانچ ہزار درود شریف کا نذرانہ روزانہ پیش کرے۔ جتنا یہاں دارالفیضان آئیں گے اتنا ہی آپ کو ان شاء اللہ روحانی طور پر فیض ملے گا اور صرف یہی ایک معیار ہے۔ باقی کشف و کرامات کوئی اہمیت نہیں رکھتے، ہم ان کو کھلونا سمجھتے ہیں۔ جس طرح بچوں کو کھلونا دیتے ہیں، بہلا دیتے ہیں۔ آپ یقین رکھیں، تسلی رکھیں۔

جب مَیں کہتا ہوں کہ مَیں آپ کو فلاں مقام پر لے گیا ہوں تو آپ وہاں پہنچ جاتے ہیں۔ اللہ کے بندو! سوچو مجھے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے۔ کیا آپ نے مجھے انعام دینا ہے کہ اُس انعام کی لالچ میں مَیں جھوٹ بولوں گا؟ اور پھر مزید آپ کو تسلی کے لیے مَیں عموماً دو آدمیوں کو جو صاحبِ کشف ہوتے ہیں، اپنے پاس بٹھا کر کسی آدمی کو مقامات طے کراتا ہوں، اُن سے تصدیق بھی کرا دیتا ہوں کہ دیکھو اس مقام پر جا رہا ہوں، یہ کافی ہے۔

اور یہ بھی کوئی دلیل نہیں ہے کہ لوگ کہیں گے، ہمیں نظر آئے گا تو ہمارا شوق بڑھے گا۔ میرا تجربہ تو یہ ہے کہ جن کو نظر آتا ہے، اُن کا شوق گھٹ جاتا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں، اب پہنچ گئے ہیں، اب خیر ہے۔ جن کو کچھ نظر نہیں آتا، وہ سمجھتے ہیں کہ شاید ہم میں کچھ کمی ہے، خامی ہے یا ہمارے اعمال میں کوتاہی ہے۔ اِس طرح وہ کوشش کرتے ہیں اور ہمت کرتے ہیں اور آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں اور اُن کے مقامات راسخ ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اس لیے کوشش کریں کہ باہر کے ساتھی کم از کم مہینے میں ایک دفعہ ضرور آئیں۔ میری اپنی یہ کوشش ہوتی ہے کہ مَیں جمعہ (اتوار) مِس نہ کروں۔ لیکن بہر حال مَیں بھی انسان ہوں، میرے بھی مسائل ہیں، رشتے داریاں ہیں۔ بڑی ہی کوئی ایمرجنسی ہو تو میں ناغہ کرتا

ہوں۔اس دفعہ بھی مجھے اگلے جمعے کو چکوال (پنوال) جانا ہے۔ایک عزیز بھانجا ہے، اُس کا رشتہ ہونا ہے، شادی کا سلسلہ ہے۔اگرچہ میری کوشش ہوگی کہ جمعرات کو نکاح ہو اور جمعے کو ولیمہ۔مَیں ہمشیرہ سے اجازت لے کر صبح نکل آؤں۔لیکن چونکہ رشتہ بڑا نازک سا ہے اور برادری کے معاملات بھی بڑے عجیب الجھے ہوئے ہوتے ہیں۔اس لیے ممکن ہے کہ وہاں جا کر مَیں نہ آسکوں۔اور جو مقامی ساتھی ہیں، وہ ضرور آئیں۔اگر مَیں نہ ہوا تو کوئی نہ کوئی ساتھی ذکر کرا دے گا۔

جزاك اللّٰه۔ شکریہ!

☆☆☆

☆4اگست1995ءجمعۃ المبارک

میلادُالنبی ﷺ کی اہمیت ہم سب پر واضح ہے، بچہ بھی جانتا ہے کہ اس شب کو کیسے منانا ہے۔ لوگ اپنی اپنی سوچ کے مطابق اس مبارک دن کو مناتے ہیں۔کچھ نعت کی محفل منعقد کرتے ہیں، کچھ جلوس نکالتے ہیں، تقریریں کرتے ہیں۔ہر آدمی کا اپنا اپنا شوق ہے اور محبت کے اظہار کا اپنا طریقہ ہے، وہ اس کے مطابق اس شب کو مناتے ہیں۔لیکن ہم نے یہ کرنا ہے کہ ساری رات جاگنا ہے اور جاگ کر درود شریف پڑھنا ہے۔اگلے روز دن بھر مغرب تک درود شریف پڑھتے رہیں۔گیارھویں کا دن ختم ہو تو غروبِ آفتاب سے بارھویں کی رات شروع ہوتی ہے۔پہلے بزرگ گیارھویں کا ختم کرایا کرتے تھے۔گھر میں جو پکا ہو سامنے رکھ کر ختم دیں کہ یا اللہ! جو قرآنِ پاک، تسبیحات، درود شریف وغیرہ پڑھا ہے، سب تیری بارگاہ میں پیش کرتے ہیں، اسے قبول فرما اور اس کا ثواب نبیءِ کریم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں پہنچا۔ضروری نہیں کہ خاص تکلف کیا جائے۔جو بھی گھر میں پکا ہو اس پہ ایصالِ ثواب کر دیا جائے۔میلاد شریف کی رات سے پہلے اس مبارک رات کے استقبال کے لیے یہ پیش کیا جاتا تھا۔یہ غرض و غایت تھی گیارھویں شریف کی۔ضروری نہیں کہ ہر چاند کی گیارھویں کو ہی ختم دیا جائے، آپ جب چاہیں ختم دے سکتے ہیں۔

آپ نے اُس دن، شبِ نعت کی محفلوں میں یا دیگر محافل میں جانے کی بجائے زیادہ سے زیادہ

درود شریف پڑھنا ہے۔ نعت اور درود شریف میں بڑا فرق ہے۔ نعت میں شاعر چند الفاظ جوڑتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں پیش کرتا ہے۔ نبی ءِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نعت کی نسبت درود شریف کو زیادہ پسند فرماتے ہیں۔ غروبِ آفتاب سے پہلے غسل کریں اور پاک صاف ہو کر توجہ سے درود شریف پڑھیں۔

مَیں نے شروع شروع میں دارالفیضان میں شب بیداری کا اہتمام کیا تھا۔ صاحبِ کشف افراد کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیدائش کا منظر اور بہت سی روحانی حقیقتوں کا مشاہدہ کرایا۔ اب سائنس یہ ثابت کر چکی ہے کہ جو بات، حرکت یا عمل ہم کرتے ہیں، خلا میں اُس کی فوٹو قائم رہتی ہے۔ ذہن حساس ہو جائے تو یہ مناظر مشاہدہ کر سکتا ہے۔ اب تو امریکہ سے فون پر بات کریں تو ساتھ تصویر بھی آ جاتی ہے۔ اب اس دور میں ان روحانی مشاہدات کو سمجھنا اور یقین کرنا آسان ہو گیا ہے۔ آج سے سو سال یا ہزار سال پہلے تو یہ تصوّر بھی نہ تھا۔ اب تو منٹوں، سیکنڈوں میں، بٹن آن کرتے ہیں اور وہ Picture (تصویر) اُس ٹائم سامنے آ جاتی ہے۔

صاحبِ کشف ساتھی روحانی مشاہدات کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود اُن سے ایسی حرکت سرزد ہوتی ہے کہ مَیں کہتا ہوں سارا سلسلہ یہیں پر روک دوں۔ اہلِ برزخ ڈیوٹیاں دے رہے ہیں، آپ کیا کام کریں گے۔ نمازیں آپ کی پوری نہیں، روزے آپ کے پورے نہیں، عمل آپ کے درست نہیں۔ آپ لوگوں سے مجھے تو کوئی توقع نہیں۔ یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفقت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ خود کو ظاہر کروں۔ دس سال سے کتنے پتھر کھا رہا ہوں۔ آپ لوگ نااہل ہیں، جاہل ہیں، بے سمجھ ہیں۔ آپ میں نہ شعور ہے، نہ عقل وفہم۔ مَیں سنگریزے اکٹھے کر رہا ہوں کہ شاید ان میں سے کوئی موتی نکل آئے۔

اس لیے اب آپ سے کہتا ہوں کہ اس دن اپنے گھروں میں بیٹھ جائیں اور یکسوئی سے درود شریف پڑھیں۔ نعت پڑھنے سے مَیں منع نہیں کرتا لیکن اس کے مقابلے میں درود شریف کی زیادہ اہمیت ہے۔ پروفیسر اکرم مدنی صاحب یہاں بیٹھے ہیں۔ انہیں نعت پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ ان کے دِل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ حضرت جی خواہ مخواہ روکتے ہیں۔ خواب میں نبی ءِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت

ہوئی۔اس نے نعت پڑھی تو آپ ﷺ خاموش رہے۔اور جب درود شریف پڑھا تو مسکرا کر اس سے مصافحہ فرمایا۔آپ ﷺ کے دستِ مبارک کا لمس محسوس کرتا رہا ہے۔حضور ﷺ کو درود شریف پسند ہے،درود شریف پڑھیں۔اکیلے پڑھیں گے،یکسوئی سے پڑھیں گے تو ہوسکتا ہے کئی ہزار پڑھ لیں۔یہ رات آپ نے ضائع نہیں کرنی۔

ساتھی مادی،دینی اور روحانی تجویزیں دینے لگتے ہیں کہ یہ ہونا چاہیے،وہ ہونا چاہیے۔یہ کمی رہ گئی ہے،یوں ہوجائے۔دُعا اگرچہ برحق ہے لیکن " اُفَوِّضُ اَمْرِی اِلَی اللّٰہ" کے تحت اپنے کام اللہ کے سپرد کردیں،تب بات بنے گی۔ایک شخص آیا،کہنے لگا کہ دُعا کریں،پہلا انعام نکل آئے تو یہاں دے دوں۔مَیں نے کہا کہ مَیں اپنے لیے کیوں نہ مانگوں کہ میرا رب براہِ راست مجھے خود دے دے۔ربّ کی عجیب شان ہے،وہی دینے والا ہے۔خواہشات پر Break (روکیں) لگائیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت کچھ دے رکھا ہے،خواہشات کی تو کوئی حد نہیں۔نواز شریف اور بے نظیر سے پوچھیں تو وہ بھی یہی کہیں گے کہ ابھی یہ چاہیے،وہ چاہیے۔دنیا کی خواہشات کو چھوڑیں،اگلی زندگی کی فکر کریں۔لوگ تجویزیں اور مشورے دینے لگتے ہیں کہ دارالفیضان وسیع ہونا چاہیے۔توکل ہونا چاہیے۔جو کچھ ہم کر رہے ہیں،کہیں بھی نہیں ہے۔خواہشات کی تو کوئی انتہا نہیں۔مکان بڑا ہونا چاہیے،کوٹھی ہونی چاہیے،کمرے ایئر کنڈیشنڈ ہوں،آرائش و زیبائش ہو،کاریں ہوں۔

ہمارے مشائخ میں سے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے 25 سال جنگلوں میں مجاہدے کیے۔خواجہ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بے پناہ دولت تھی۔میرے مشائخ اپنے دور کے غوث تھے۔کچھ گدڑی پوش تھے،کچھ کے پاس بے پناہ دولت تھی۔اُن کی اپنی ڈیوٹیاں تھیں۔اللہ تعالیٰ نے کام لینا ہوتا ہے،لے لیتا ہے۔ہم نے اپنی من مانی نہیں کرنی،اللہ کے سپرد کردینا ہے۔یہاں یہ حال ہے کہ کسی کے دِل میں اللہ کی زیادہ محبت ہے تو کروڑ میں سے سو روپے اللہ کی راہ میں دیتا ہے۔ایک کے پاس ہے ہی سو روپیہ،اُس کے دو روپے ہی دے دینا میرے لیے زیادہ اہم ہے۔دیکھنا یہ ہے کہ اللہ نے جو آپ کو دے رکھا ہے اُس میں سے کتنا خرچ کرتے ہیں۔

کوشش کریں کہ حلال طریقے سے اپنی ضروریات پوری کریں۔مَیں جب میونسپل کمیٹی میں ملازم تھاتو90 روپے تنخواہ تھی۔چاہتا تو اوپر سے 100 کما سکتا تھا لیکن میری غیرت نے کبھی گوارا نہیں کیا۔اصل بات تو یہ ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق زندگی گزارنا ہے۔عبادات اپنی جگہ ہیں، اعمال اپنی جگہ ہیں۔ حلقے میں ،سلسلے میں داخل ہو کر اگر اپنی اصلاح نہیں کی ، غلط کام نہیں چھوڑے،تو آپ نے کچھ حاصل نہیں کیا۔اپنا محاسبہ آپ نے خود کرنا ہے،خود اصلاح کرنی ہے۔ نمازی نہیں تو نماز پڑھیں ،نمازی ہیں تو تہجد پڑھیں۔عبادات ،اخلاق اوراعمال کا محاسبہ کرتے رہیں، سیرت وکردار کی اصلاح کرتے رہیں۔ماں باپ کو کسی نے نہیں پوچھنا۔لوگوں نے کہنا ہے کہ کمال صاحب کا ساتھی ہے۔

جس کو مقامات طے کرادیے ہیں تو اس کا کام یہ ہے کہ ان کو سنبھالنے کے لیے اپنے سیرت و کردار کی اصلاح کرے۔ لیکن اگر آپ کوتاہی کرتے ہیں تو یہ میرا Discredit (رُسوائی، بدنامی)نہیں ہے۔جب میرے پاس کوئی آئے گا ہی نہیں تو مَیں تربیت کیا کروں گا۔اکثر ایسے ہیں کہ بیعت کرنے کے بعد مہینوں دکھائی نہیں دیتے۔اگر دس ساتھی بھی تیار ہو جائیں تو مَیں سمجھتا کہ مَیں کامیاب ہوں۔سب سے بڑی کرامت یہی ہے کہ آپ کا شیخ اس قابل ہو کہ آپ کی روحانی تربیت کر سکے، مقامات طے کرا سکے۔جب مَیں دوسرے سلسلوں کو دیکھتا ہوں تو حیرت ہوتی ہے۔بعض دوسرے سلسلوں کے لوگ دَم کرانے آتے رہتے ہیں۔دعوتِ ذکر دوں تو بھی لینے کو تیار نہیں ہوتے۔ اُن کے یقین اور عقیدے کی پختگی کا یہ عالم ہوتا ہے۔اور آپ کی حالت یہ ہے کہ کسی نے کوئی معمولی بات کہہ دی ، اتنا ہی کہہ دیا کہ یار چھوڑو یہ کس راہ پر چل پڑے ہو تو آپ پھسل جاتے ہیں۔یقین کی کیفیت نہیں ، ڈانواں ڈول ہیں۔پُرانے بزرگ اس لیے سالہا سال اپنے پاس خانقاہوں میں رکھتے تھے کہ یقین کی منزل پر فائز ہو جائیں تب سبق دیں۔اپنا محاسبہ کریں، اپنی اصلاح کریں،تب کچھ حاصل ہو گا۔

میلادالنبی ﷺ کی رات وقت ضائع نہ کیجیے گا۔پوری رات اور پورا دن درود شریف پڑھیں۔

رٹو طوطے کی طرح نہیں بلکہ محسوس کر کے پوری توجہ سے درود شریف پڑھیں۔اس طرح پڑھیں کہ گویا اللہ تعالیٰ اور نبی ءِ کریم ﷺ اور آپ ایک تکون ہیں۔میلاد النبی ﷺ کی رات کی فضیلت لیلۃ القدر سے بھی زیادہ ہے۔

☆☆☆

☆11 اگست 1995ء جمعۃ المبارک

عزیزو! مَیں نے محسوس کیا ہے کہ کتاب پڑھنے کے بعد اور ساتھیوں سے منازل کی کیفیات سننے کے بعد ہر ساتھی کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ مجھے بھی یہ مقامات، یہ منازل جلدی طے کرائے جائیں اور اِسے معمولی سی بات سمجھ رہا ہے۔جیسے یہ بچوں کا کھیل ہو اور میرے پاس ٹافیاں ہیں اور وہ مَیں بانٹ رہا ہوں اور ہر ایک کی خواہش ہو کہ سب سے زیادہ ٹافیاں مجھے ملیں۔یہ کتنی اُونچی منازل ہیں، اس کے لیے کیا کچھ کرنا پڑتا ہے۔اس کی ایک جھلک مَیں ابھی آپ کو دکھانے لگا ہوں۔میرے ایک ساتھی مولانا اکرم اعوان صاحب ہیں۔یہ میرے پیر بھائی ہیں اور حضرت جی (مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ) کے خلفاء میں سے ہیں۔حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد اُنہوں نے کچھ باتیں اپنی تقریر میں کی تھیں۔جس میں یہ نشاندہی کی گئی تھی کہ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے ان منازل کے بارے میں کیا بتایا تھا۔اور وہ مَیں بتانے لگا ہوں تا کہ آپ سُن لیں کہ یہ منازل کیا ہیں اور ان کے لیے کیا کچھ کرنا پڑتا ہے۔اور پھر کتنا وقت درکار ہوتا ہے۔اب جو عبارت ہے، وہ مَیں لفظ بالفظ پڑھ رہا ہوں، اکرم صاحب لکھتے ہیں:

> ”یہ چند سطور بطور تعارف لکھ دی ہیں تا کہ احباب کو کسی حد تک اپنے شیخ کی عظمت کا اندازہ نصیب ہو۔حضرت جی (مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ) کا تعارف بحیثیت ایک صوفی ءِ کامل کے کرانا ضروری خیال کرتا ہوں۔ اس لیے کسی حد تک مقاماتِ تصوّف وسلوک بیان کرنا ہوں گے۔اس راہِ سلوک کی ابتداء فنا و بقا ہے۔مراقبات فنا فی اللہ، بقا باللہ والا اس قابل ہو جاتا ہے کہ راہِ سلوک پر قدم رکھے۔آگے کی پہلی منزل

سالک المجذوبی ہے جس کی سات منازل ہیں۔ ان سات منازل میں تقریباً سوا لاکھ نورانی حجابات ہیں جو سالک کو طے کرنے پڑتے ہیں۔ اور پھر دریائے رحمت عبور کر کے سالک پہلے عرش کی منازل میں داخل ہوتا ہے۔ پہلے عرش کے اندر تقریباً سوا لاکھ منازل ہیں، اور یہ شمار حتمی نہیں ہے بلکہ ہم نے اندازہ اسی طرح لگایا تھا کہ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں نے ایک سال پہلے عرش کی منازل شمار کیں تو اول سے لے کر سولہ ہزار تک طے کر سکا۔ پھر تین سال اور لگے تب جا کر عرش طے ہوا۔

یاد رہے کہ جوں جوں روح آگے بڑھتی ہے اس کی قوت اور رفتار بڑھتی چلی جاتی ہے۔ کوئی صاحب حساب کے قاعدوں میں نہ پھنسیں بلکہ مجھ بے نوا پر ہی بھروسہ کریں کہ میں نے حضرت جی (مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں بیٹھ کر مختلف چیزوں کا جائزہ لے کر حساب جوڑا تھا۔ تو اندازاً سوا لاکھ شمار ہوا تھا۔ ان منازل کے درمیان کا فاصلہ اس قدر ہے کہ ہر نیچے والی منزل سے اُوپر والی منزل اس قدر بلند ہے کہ اگر نگاہ کی جائے تو یوں لگتا ہے جیسے زمین سے کوئی اتنا دُور ستارہ ہو جو معمولی ٹمٹماتا ہوا نظر آتا ہے۔ اب پورے عرش کی اندرونی وسعت کا خیال خود کر لیں۔ یہاں عقل کا سمندر تھک کر گرتا ہے۔ عرشوں کی تعداد 9 ہے۔ پہلے عرش سے دوسرے عرش کے درمیان کا فاصلہ عرشِ اوّل کی موٹائی سے زیادہ ہے، پھر دوسرے عرش کی موٹائی اس فاصلے اور خلاء سے زیادہ۔ علیٰ ہذا القیاس! ہر عرش کے بعد خلاء بھی ہے اور اسی نسبت سے خلاء اور عرش کی موٹائی بڑھتی بھی جاتی ہے۔ حتّٰی کہ نویں عرش کی انتہا عالمِ امر کی ابتدا ہے جسے عالمِ حیرت بھی کہا جاتا ہے۔ یہاں سے وہ دائرے شروع ہوتے ہیں جن کی ایک ایک وسعت میں جہاں گُم ہو سکتا ہے۔ اوّل تو بے شمار طالبوں کے نزدیک فنا و بقا ہی انتہائے سلوک ہے۔ لیکن بعض خوش نصیب جو اس سے آگے چلے، سالک المجذوب بمشکل بن پائے۔ پھر عرش کی وسعتوں میں خلقِ خدا سرگرداں رہی۔

اُن میں برصغیر کے ایسے بھی نامور حضرات شامل ہیں جن کا نام اس غرض سے نہیں گنا جاسکتا کہ نااہل یہ کہیں گے کہ یہ اپنے آپ کو اُن سے اعلیٰ شمار کرتا ہے، حالانکہ یہ مقصد ہرگز نہیں۔

عالمِ امر کے دائروں کی تعداد 36 ہے اور ان کی وسعتِ بیکراں کا پہلا دائرہ مقامِ تقرب ہے۔ جس کی پہنائیوں کا اندازہ اس بات سے لگالیں کہ نو عرش اور دنیا و مافیھا اس کے مقابلے میں اس طرح ہیں جیسے کسی صحرا میں ایک مُندری۔ اس دائرے میں حضرت علی ہجویری (داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ) اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوئی۔ یہاں سے آگے بعض دوائر کی بات حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمائی ہے۔ بہرحال چوتھا دائرہ مقامِ تسلیم ہے جہاں مقاماتِ ولایتِ اولیاءؒ کی انتہا ہے۔ اس دائرے میں ایک ایسی ہستی ملتی ہے جو بھیرہ میں دفن ہے۔ اپنے زمانے کے غوث تھے اور ظلماً شہید کیے گئے۔ اب ان کے اوپر آبادی ہے اور مکان بنے ہوئے ہیں۔

اس سے آگے ولایتِ انبیاء علیہم السلام شروع ہوتی ہے جس میں اُمّتی صرف اِتبّاعِ پیغمبر کی وجہ سے باریاب ہوتا ہے، ورنہ یہ منازل اُمّتی کے لیے نہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے شاہی محل میں بادشاہ کے ساتھ خُدّام بھی رہتے ہیں۔ یہاں سے چھے دائرے عبور کرنے کے بعد ساتواں دائرہ مقامِ رضا ہے جس کے آخر میں ایک ایسی ہستی ہے جو سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اوّل تھے۔ اور یہاں سے آگے پانچواں دائرہ حقیقتِ رسالت کا ہے جس کی ابتدا میں سیّد نذیر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (ان کا مدفن کشمیر میں ہے اور غیر معروف ہیں) کی وفات ہوئی۔ اور اس دائرے کی انتہا میں شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ عالمِ بقا کو سدھارے۔ اللہ تعالیٰ ان سب پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین۔''

مذکورہ بالا بیان میرا نہیں، اکرم اعوان صاحب کا ہے جنہوں نے ایک صوفیِ کامل، ایک مردِ

کامل کے قدموں میں مقامات طے کیے۔اور یاد رکھیں جتنی کتابیں آپ کو متقدمین کی ملتی ہیں یا ابتدائی لوگوں کی ملتی ہیں۔اُن میں ان مقامات کی نشاندہی نہیں کی گئی۔کوئی وجہ ہوگی جس کی وجہ سے ان لوگوں نے ان مقامات کو کھول بیان نہیں کیا۔مَیں نے اور پھر میرے حضرت جی (مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ) نے 36 دائرے عالمِ امر کے گنوائے ہیں۔ بلکہ ان سے آگے مَیں نے کچھ اور دائرے بھی گنوائے ہیں۔جو کتاب حالِ سفر میں درج ہیں۔آگے حجابات الوہیت کے بارے میں وہ فرماتے ہیں: ان میں مَیں چل رہا ہوں کہ ان حجابات کو طے کرنے کے لیے عمرِ نوح بھی ناکافی ہے۔ان سے آگے کی جو منازل ہیں، ان کی مَیں نے اپنی کتاب حالِ سفر میں نشاندہی کی ہے۔یہ جو 36 دائرے حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے گنوائے ہیں، ان کی کسی بزرگ نے نشاندہی نہیں کی۔صرف زیادہ سے زیادہ قیّوم، قُطبِ وحدت، عبدیّت کے نام گنوائے ہیں لیکن پوری کیفیت کسی نے بیان نہیں کی۔عبدیّت جہاں پہ ختم ہوتی ہے وہاں سے آگے نبوت شروع ہوتی ہے۔اور عبد آگے جاتا ہے تو نبی کے طفیل جاتا ہے۔تو حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں تک مقامات گنوائے ہیں، اُس سے آگے مَیں نے کچھ مقامات کی نشاندہی کی ہے۔

اب ہوا یہ کہ جب مجھے یہ چیزیں ملیں، عطا ہوئیں اور بہت جلد منصب بھی بہت اُونچا مل گیا اور قوّت بھی زیادہ عطا کی گئی تو سلسلہ چلانا مقصود تھا، تعارف کرانا تھا۔کچھ روحانی ڈیوٹیاں تھیں، اُن کو لگانا تھا۔اس لیے جو ساتھی آئے قطع نظر اس کے کہ ان کے اندر استعداد تھی یا نہیں تھی، محنت کر سکتے تھے یا نہیں، مَیں نے ان کو بڑی ہی اضطراری کیفیت میں مقامات طے کرائے اور بہت اونچے مقامات طے کرائے۔یعنی یوں سمجھیں کہ نو عرشوں کو چند دنوں میں عبور کرا دیا تھا۔ بلکہ بعض اوقات جو پرانے ساتھی ہیں، ایک ہی نشست میں اُنہیں مقامِ تقرب پر پہنچا دیتا تھا۔اور اسی طرح جو مقامات ہیں وہ سارے کے سارے ایک ہی نشست میں طے کرا دیتا تھا۔لیکن جو نتیجہ نکلا وہ یہ تھا کہ لوگ سمجھنے لگے کہ یہ تو بہت معمولی بات ہے۔جو لوگ صاحبِ کشف نہیں تھے وہ سمجھنے لگے کہ شاید ہم میں کچھ کمی ہے جو ہمیں نظر نہیں آتا، ہمیں مقامات طے نہیں کرائے۔اور جن کو نظر آجاتا ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ ہم تو پہلے ہی پہنچے ہوئے تھے اور اپنے باپ دادا کا فیض ہے جو ہمیں نظر آنے لگ گیا۔کوئی ورثہ تھا جو کمال صاحب کی وساطت سے ہمیں مل گیا۔اُن کی بد

نصیبی یا بدبختی یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو کچھ سمجھنے لگ جاتے ہیں۔اور اس طرح کئی صاحبِ کشف ساتھی ڈگمگا گئے، پھسل گئے، گر گئے۔اس لیے ایک تو یہ بات ہے کہ آپ کشف کی اتنی خواہش نہ کریں۔ ہو گیا تو ٹھیک ہے، نہ ہو تو بھی کوئی خاص مایوسی یا فکر کی بات نہیں ہے۔

اب مَیں نے جو کتاب حالِ سفر میں لکھا ہے کہ مجھے اجازت ہے کہ مَیں ایک ہی نشست میں توجہ دے کر لطائف کراؤں اور سارے مقامات طے کرا کے عرش عبور کراتا ہوا، 36 دائرے عبور کراتا ہوا اور حجاباتِ الوہیت عبور کراتا ہوا بابِ مغفرت تک پہنچا دوں اور بیت اللہ بالائی پہ لے جاؤں۔اس سے آپ اندازہ کریں کہ اللہ تعالیٰ کا مجھ پر کتنا کرم ہے، نبیءِ کریم ﷺ کی کتنی عنایت ہے۔لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جو بھی آئے گا، مَیں اُس کو پکڑوں گا اور لے جاؤں گا۔یہ تو مجھے بطورِ کرامت، بطورِ اعزاز کے عطا ہوا ہے۔مَیں ساتھیوں کو لے جاتا رہا ہوں۔لیکن آئندہ کے لیے مَیں نے طے کیا ہے وہ یہ کہ بیعت کرنے کے بعد ایک سال آپ کو لطائف پر گزارنا ہو گا۔

شرائط یہ ہیں کہ پانچ وقت کا نمازی ہو، داڑھی اُس نے رکھ لی ہو۔اگر میرے جتنی نہیں تو کم از کم اتنی تو ہو کہ پتہ چلے داڑھی ہے۔لطیفہءِ قلب تو ہر ایک کو بتا دوں گا، چاہے اُس نے بیعت کی ہے یا نہیں کی، میرے پاس آتا ہے یا نہیں آتا ہے۔بلکہ آپ سب کو بھی اجازت ہے کہ ہر ایک کو لطیفہءِ قلب بتا سکتے ہیں۔لیکن جس آدمی کو آگے کا شوق ہو گا، اس کو بیعت کرنی پڑے گی۔بیعت کے بعد پھر وہ نگرانی میں رہے گا۔اُس نے پانچوں وقت کی نماز کی پابندی کرنی ہے، دو ٹائم صبح و شام کے ذکر کی پابندی کرنی ہے، خرابیوں سے بچنا ہے، اخلاق کو سدھارنا ہے، کردار کو بنانا ہے۔پھر اُس کو سال کی نگرانی میں وقتاً فوقتاً پہلا، دوسرا، تیسرا، چوتھا اور پانچواں لطیفہ کراؤں گا۔اسی طرح سات لطائف کرائے جائیں گے۔ سات لطائف کے بعد اگر وہ آتا رہا تو مَیں سمجھوں گا کہ اس میں طلب ہے، چل رہا ہے۔تو پھر اُسے مقام احدیّت کرایا جائے گا اور پھر نیچے کعبہ شریف اور روضہءِ اطہر ﷺ لے جاؤں گا۔یہ تین مراقبے اس کو کرا دیے جائیں گے۔

پھر ایک سال کی نگرانی کے بعد اگر وہ چاہتا ہے اور یہاں پر بھی آرہا ہے، یہاں پر اُسے مہینہ دو

مہینے بعد آنا چاہیے۔ یوں سمجھیے جو پنڈی، گوجرانوالہ میں ہیں وہ ہر ماہ بعد اور اگر زیادہ دور ہے تو ہر دوسرے مہینے بعد آجائیں۔ اگر دوسرے مہینے، تیسرے مہینے کوئی آتا رہا اور مَیں سمجھتا ہوں کہ اس میں شوق ہے تو ایک سال بعد مقامِ معیّت نصیب ہوگا۔ پھر ایک سال اسی طرح گزارنا ہوگا، پھر ایک سال بعد مقامِ اقربیت، پھر ایک سال اور مقامِ فنا و بقا۔ اب گویا کہ اس طرح ایک سال لطائف، ایک احدیّت، ایک معیّت، ایک اقربیت اور اور ایک سال فنا و بقا یعنی پانچ سال جو آدمی گزارے گا، مَیں سمجھوں گا کہ وہ اس قابل ہے، اس کا شوق ہے، طلب ہے وہ ڈگمگانے والا نہیں ہے، وہ چل سکتا ہے۔ اس میں سچی حُب، سچی طلب پیدا ہوگئی ہے تو پھر مَیں اُس کو یوں کروں گا کہ پکڑ کر نو عرشوں کو یکدم عبور کرا کے عالمِ امر کے پہلے مقام دائرۂ تقرب پر پہنچاؤں گا اور کعبہ شریف، روضہ اطہر ﷺ اور پھر اندر دربارِ اقدس ﷺ لے جاؤں گا۔ اس طرح دربارِ اقدس ﷺ اور حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچنے تک آپ کو پانچ سال انتظار کرنا پڑے گا تاکہ آپ کو پتہ چلے کہ یہ اونچا مقام ہے، اونچی بارگاہ ہے اور اس کے لیے کیا کچھ کرنا پڑتا ہے۔ آپ لوگوں کی نالائقیوں بے قدریوں اور ناشکریوں کے نتیجے میں اب مَیں نے یہ فیصلہ کیا ہے۔ اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ مَیں تو اُسی ڈگر پر چل رہا تھا اور ہُوا بھی اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا کہ اس نعمت کو اتنا سستا نہ کیا جائے۔

میرے سلسلے کا جو سبق چلتا ہے، وہ پہلا سبق ہی مقامِ رویت سے ہے۔ لیکن مقامِ رویت تک پہنچانے کے لیے بھی مجھے یہ دیکھنا ہے کہ اس میں طلب بھی ہے یا نہیں ہے۔ اب ہُوا یہ ہے کہ کتنے ساتھی آئے، ان کو مَیں نے بڑی تیزی سے مقامات طے کرائے۔ ان کو مشاہدات بھی ہوئے، کشف بھی ہوا، انبیاءِ کرامؑ سے، صحابہ کرامؓ سے ان کی ملاقاتیں بھی کرائیں۔ مگر چلتے چلتے کوئی ایسی الجھن پڑی، شیطان نے ایسا داؤ لگایا کہ وہ گر پڑے اور میری ساری محنت ضائع چلی گئی۔ اس لیے آج جو کچھ کہہ رہا ہوں یہ دس سال بعد کہہ رہا ہوں۔ اِذنِ عام تھا کہ جو آئے سبق لیتا چلے۔ اس میں کئی جو ہیں ڈگمگا گئے، گر گئے۔ کچھ جو ہیں چل رہے ہیں۔ اس لیے اگلی منازل جو آپ نے طے کرنی ہیں، اس کے لیے شرط ہے کہ آپ باقاعدگی سے نماز پڑھیں گے، پابندی سے دو وقت کا ذکر کریں گے، کثرت سے

درود شریف پڑھیں گے اور پھر آگے چلیں گے۔

یہ بھی یاد رکھیں کہ اصلی جو زیادہ سے زیادہ آپ کی پرواز ہے وہ مقام تقرب تک ہے جو میں نے آپ کو بتایا ہے کہ نو عرشوں کو عبور کر کے عالمِ امر کا پہلا مقام ہے، پھر دوسرا توکل وغیرہ ہیں۔ان میں غیر نبی جو ہے وہ اپنے نبی کے وسیلے سے جا سکتا ہے۔وہ اگر کسی کو کراؤں گا تو خصوصی حالات میں۔اگر کسی سے بہت زیادہ مطمئن ہوں گا تو۔وگرنہ اب تک جو مجھے تجربے ہوئے ہیں، جس کسی کو جتنی جلدی مقامات طے کرائے، اُسے کشف بھی ہو گیا، پھر وہ اپنے آپ کو بھی پیر سمجھنے لگ گئے۔تو نتیجہ کیا نکلا کہ ساتھی کمال صاحب کو چھوڑ کر اُن کا ادب کرنے لگے، ان کو چھوٹا پیر سمجھ لیا۔بعض کے دِل میں ایسی غلط سوچ پیدا ہوئی کہ وہ سمجھنے لگے کہ حضرت جی نے تو مقامات طے کرا دیے ہیں، اب ہم دارالفیضان جائیں نہ جائیں، براہِ راست دربارِ اقدس ﷺ میں ہماری رسائی ہے، اب کیا فرق پڑتا ہے؟

شیطان کا سب سے بڑا حملہ یہی ہوتا ہے کہ وہ آپ کے دِل میں ایسی بات ڈالے کہ آپ اپنے شیخ، اپنے مرشد سے بدظن ہو جائیں۔بدظن نہ بھی ہوں تو یہ سمجھنے لگیں کہ مجھے خود بھی بہت کچھ حاصل ہو گیا ہے۔تو یہ چیز ایسی ہوتی ہے کہ اُس آدمی کو پھر خطرات ہی خطرات ہوتے ہیں۔اور پتہ تب چلتا ہے جب کچھ بھی پاس نہیں رہتا۔اور صحیح پتہ جو ہے وہ قبر میں جا کر لگے گا۔ایسے لوگوں کو جو صاحبِ کشف ہیں، ان کو پتہ ہی نہیں چلتا۔وہ سمجھتے ہیں کہ حضرت جی نے کرا دیے، بس کافی ہے۔زیادہ سے زیادہ مہربانی کی تو ان کو یقین ہو گیا کہ حضرت جی نے مقامات طے کرائے ہیں۔مجھے ایسے لوگوں کی کچھ زیادہ قدر نہیں۔جن کو نظر آ جاتا ہے، وہ زعم میں مبتلا ہو جاتے ہیں، غرور میں آ جاتے ہیں، گھمنڈ میں آ جاتے ہیں اور یہ بات بڑے خسارے والی بات ہے۔

دوسری بات یہ کہ آپ یہ نہ سمجھیں کہ یہ منازل کوئی معمولی بات ہے۔یہ جو اکرم صاحب نے حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اور حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھا ہے، یہ بالکل درست ہے، بالکل حقیقت ہے۔آپ اندازہ کریں کہ ان لوگوں نے کتنی محنتیں کیں۔کتنی ریاضتیں کیں اور وہاں تک پہنچے۔اور اب سعید جیسا شخص جس کی نمازیں بھی ٹھیک نہ ہوں اور مرتضٰی جیسا

شخص جو تہجد بھی نہ پڑھتا ہو، جن کو مَیں مقامِ مغفرت تک لے گیا ہوں۔ان کو کیا پتہ کہ یہ کتنے اونچے مقامات ہیں، کتنی اونچی منازل ہیں، وہ ان کی کیا قدر کریں۔ایک تو یہ بات آپ کو بتانی تھی کہ یہ منازل بہت اونچی بات ہے، ان کو معمولی بات نہ سمجھیں۔ جو لوگ مجھ سے تقاضا کرتے ہیں کہ اگلا سبق دیں، اُن بیچاروں کو یہ پتہ نہیں ہے کہ یہ مقامات ہیں کیا؟ یہ کتنی اونچی باتیں ہیں۔آپ اگر سات لطائف ہی سنبھال کر لے جائیں تو بڑی بات ہے۔

اب ہوا کیا کہ مَیں نے بغیر ریاضت، بغیر کوشش کے مقامات طے کرا دیے، آپ کو مقام مل گیا۔ اب آپ نے جو کوشش کرنی ہے، وہ صرف یہ ہے کہ اس مقام کو سنبھال کر رکھنا ہے، وہ ضائع نہ ہونے دیں۔آپ کی ساری کاوش صرف اس بات پر ہونی چاہیے کہ جو مقام آپ کے شیخ نے آپ کو طے کرایا ہے، وہ کہیں ضائع نہ ہو جائے ، اس سے نیچے نہ لڑھک جائیں۔اس کی حفاظت کی آپ کو بہت ضرورت ہے۔ایک اور ضروری بات ہے کہ مَیں نے آپ کو کہہ رکھا ہے کہ درود شریف زیادہ پڑھیں۔ لیکن آپ یاد رکھیں کہ درود شریف ہماری طرف سے نبیءِ کریم ﷺ کی بارگاہ میں تحفہ ہوتا ہے۔کتنی ہی لذیذ ڈش ہو، بہت خوبصورت حلوہ پکا ہوا ہو، بہت خوبصورت مٹھائی ہو، بڑی ذائقے دار اور مہنگی ہو، مگر جس پلیٹ میں آپ نے ڈالی ہے وہ گندی ہے، بہت گندی ہے۔جسے دیکھتے ہی پتہ چل جاتا ہے کہ یہ گندی ہے۔کوئی مہمان آپ کے پاس آتا ہے، آپ اس کی خاطر تواضع کرنا چاہتے ہیں۔تو کیا خیال ہے کہ جس مہمان کو گندی پلیٹ میں آپ وہ ڈش پیش کریں گے، وہ خوش ہوگا؟ یا ساتھی میرے لیے پلیٹ میں پھول لے آتے ہیں، مَیں خوش ہوتا ہوں۔مگر چار پانچ دن کے بعد وہ پھول اتنے مرجھا جاتے ہیں کہ اب مَیں ہی اگر کسی کو پیش کروں تو وہ مذاق اڑائے گا کہ یہ کیسے ہیں کہ مرجھائے ہوئے پھول مجھے دے رہے ہیں۔

اسی طرح جو درود شریف ہم پیش کرتے ہیں، وہ نبیءِ کریم ﷺ کی بارگاہ میں جاتا ہے اور لے جانے والے کون ہوتے ہیں، فرشتے! فرشتے انتہائی پاکیزہ مخلوق ہیں، بڑی نفیس مخلوق ہیں۔جس ہستی کے پاس جانا ہے، ان کی طہارت کا، ان کی پاکیزگی کا آپ تصوّر بھی نہیں کر سکتے۔مگر جو پیغامبر ہیں،

لے جانے والے ہیں، وہ بھی بڑے پاکیزہ ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ جو آپ کی زبان ہے، یہ پلیٹ ہے۔ مگر آپ کی پلیٹ آپ کی باتوں سے گندی ہو جاتی ہے جو آپ فضول باتیں کرتے ہیں، گندی باتیں کرتے ہیں، گالی گلوچ کرتے ہیں۔ تو کیا خیال ہے اس زبان کے ساتھ آپ جب درود شریف پیش کریں گے اور وہ فرشتے لے جائیں گے تو کیا ان کو بُو نہیں آئے گی؟ بُو صرف گندگی کی تو نہیں ہوتی بلکہ سب سے بڑی گندگی جو ہے وہ تو زبان کی گندگی ہے۔ آپ غیبت کر رہے ہیں، آپ چغلی کھا رہے ہیں، آپ کسی کو گالی دے رہے ہیں، بکواس کر رہے ہیں۔ بلکہ میرے پاس تو ایسی بھی گھر والوں کی طرف سے شکایتیں آتی ہیں۔ کہ ان کے گھر والے نالاں ہیں، شکایت کرتے ہیں کہ یہ آپ کا ساتھی ہے، ذکر بھی کرتا ہے، درود شریف بھی پڑھتا ہے مگر گھر والوں کو مصیبت ڈال رکھی ہے۔ گندی زبان استعمال کرتا ہے۔ اس کے بچوں نے بھی شکایت کی۔ بھئی! پھر بات کیا ہوئی، میری تبلیغ کا کیا اثر ہوا، میری تربیّت کا کیا اثر ہے، اصلاح کیا ہوئی؟ یہ سارا تصوّف وسلوک تو آپ کی تعمیر کے لیے ہے یعنی سیرت و کردار کی تعمیر ہے۔ آپ کی زبان ٹھیک نہیں ہے تو آپ کا کردار کیا ہوگا۔ آپ کا اخلاق کیا ہوگا۔ آپ کا طور طریقہ کیا ہوگا؟

اس لیے سب سے پہلے تو اپنے طور طریقے ٹھیک کریں، اپنی زبان کو لگام دیں۔ اس کے لیے صوفیاء کہتے ہیں کہ کم سونا، کم بولنا اور کم کھانا چاہیے۔ لہٰذا اپنی زبان کا پہرہ دیں، اس کو کم سے کم استعمال کریں۔ جو استعمال کرنا ہے، وہ درود شریف کے لیے استعمال کرنا ہے، واجبی سی بات کریں۔ گھر میں ہوں، باہر ہوں، محفل میں ہوں، آفس میں ہوں یا کہیں بھی ہوں، اس کو ضرورت کے مطابق استعمال کریں۔ بلا وجہ مت استعمال کریں اور خاص طور پر اس سے ایسی کوئی بات منہ سے نہ نکالیں جس کے بارے میں سننے والا چاہے آپ کے گھر کا فرد ہو، چاہے آپ کا رشتہ دار ہو، چاہے ویسے ملنے والا ہو، وہ آپ کے بارے میں غلط بات نہ کرے، وہ کوئی غلط تصوّر قائم نہ کرے کہ یہ کیسا صوفی ہے، کیسا نمازی ہے، کمالؔ صاحب اس کو یہی بتاتے ہیں؟ آپ کا بیٹا کوئی غلطی کرتا ہے، اُسے کوئی ڈانٹے تو یہی کہتا ہے کہ اس کا باپ کیسا ہے، اس کو سکول اور کالج میں استاد یہی پڑھاتے ہیں؟ لیکن جب آپ گندی بات

کرتے ہیں تو آپ کے باپ کو کوئی کچھ نہیں کہتا، آپ کی ماں کو کوئی کچھ نہیں کہتا۔ ڈائریکٹ (Direct) سوال آتا ہے حضرت صاحب پر کہ یہی کمالؔ صاحب ہیں جو کہتے ہیں کہ مَیں اتنی تیزی سے منازل طے کراتا ہوں، کیا اس کو انسان نہیں بنا سکتے؟ یہ سیدھی طرح ماں باپ کے ساتھ بات نہیں کر سکتا۔۔۔قرآنِ کریم تو کہتا ہے کہ ''اُن کو اُف تک نہ کہو۔'' چاہے آپ کتنا ہی سمجھتے ہیں کہ وہ آپ پر زیادتی کر رہے ہیں، بلا وجہ غصے ہو رہے ہیں یا کوئی ایسی بات کر رہے ہیں جو آپ کو پسند نہیں ہے۔مگر آپ کا یہ حق نہیں بنتا ہے کہ آپ بکواس کریں، بُری زبان استعمال کریں۔آپ زیادہ سے زیادہ نرمی سے کہیں کہ یہ بات ایسے ہے، مگر بے ادبی کا لہجہ اگر آپ استعمال کریں گے تو کونسی منازل ،کونسے لطائف اور کون سے عرش؟ سب ختم ہو جائیں گے۔میری بدنامی بھی نہ کریں اور اپنی بھی نہ کریں۔ان چیزوں کا،نعمتوں کا مذاق مت اُڑوائیں۔

ایسا شخص جو صاحبِ کشف ہے، مقامات اس نے طے کر رکھے ہیں، اس کو بزرگوں کی زیارت ہوتی ہے مگر اس کی زبان ٹھیک نہیں ہے۔ گھر میں ٹھیک نہیں ہے تو کون اعتبار کرے گا کہ واقعی کمالؔ صاحب اتنے اونچے ہیں کہ اس جیسے ذلیل آدمی کو پکڑ کر اوپر لے جاتے ہیں اور اس کو کعبہ شریف کی زیارت ہو جاتی ہے۔کون تسلیم کرے گا؟ اس نے تو آپ کے ظاہر کو دیکھنا ہے۔اس لیے مہربانی کریں، اپنی سیرت کو بنائیں، اپنے کردار کو، اخلاق کو اور اطوار کو سنوارنے کی کوشش کریں۔

آج کا بیان اتنا ہی کافی ہے۔منازل کے اعتبار سے مجھ سے مت تقاضا کریں کہ یہ سبق دیں، وہ سبق دیں۔آپ کا زیادہ سے زیادہ سبق جو ہو گا، وہ مَیں یہی کہوں گا کہ کسی پر بہت شفقت ہوئی تو اس کو 5 سال بعد 9 عرش عبور کرا دوں گا، اور اس کے بعد کہوں گا کہ اب تم جانو اور تمہارا کام جانے۔ آگے آپ کی اپنی ہمت ہو گی، چاہے آپ ایک دائرہ عبور کرتے ہیں، چاہے دو کرتے ہیں۔ جو پانچ دس آدمی پہلے چلے گئے ہیں، اُن کی اپنی برات تھی، قسمت تھی، لاٹری نکل آئی ان کی۔ پہلے آ گئے، سبق دے دیا۔لیکن بعد میں آنے والوں کو یہ سبق لینے کے لیے بڑی محنت کرنی پڑے گی۔اپنے آپ کو اس قابل بنانا پڑے گا۔آپ کے ظاہر کو بھی دیکھ کر پتہ چلے کہ یہ واقعی صوفی ہے اور واقعی اللہ والے کے

ساتھ منسلک ہے۔ جزاك الله

☆☆☆

☆ یکم ستمبر 1995ء جمعۃ المبارک

کلمہ طیبہ ایسا پاک کلمہ ہے کہ ساری عمر انسان کی کفر وشرک میں گزر جائے تو جب یہ کوئی سچے دل کے ساتھ پڑھ لیتا ہے تو وہ اسلام کے دائرے میں شامل ہو جاتا ہے۔ عموماً میرا مشاہدہ ہے کہ آدھے لوگ کلمہ طیبہ غلط پڑھتے ہیں۔ ہماری اپنی زبان میں بھی اگر زبر زیر الٹ پلٹ جائے تو معنی نہ بھی بدلیں تو بھی بڑی مضحکہ خیز چیز بنتی ہے۔ مثال کے طور پر کسی کا نام اَکرم ہے اور اُسے آپ اِکرم پڑھیں یا جیسے بلائیں کہ اِکرم ادھر آؤ، تو اچھا نہیں لگتا، وہ بُرا مانے گا۔ اسی طرح جب آپ کلمہ طیبہ بگاڑ کے پڑھتے ہیں۔ ظاہر ہے جب آپ ٹھیک نہیں پڑھتے تو بگاڑ کے پڑھ رہے ہیں۔ چاہے وہ دانستہ ہے یا غیر دانستہ، شعوری یا لاشعوری ہے۔ تو کم از کم یہ بنیادی کلمہ ہے، اس میں آپ کو زبر زیر ٹھیک کر لینی چاہییں۔ شرمندگی کی کوئی بات نہیں اور نہ ہی ندامت کی بات ہے اگر کوئی ساتھی کسی کو بتاتا ہے کہ بھائی کلمہ غلط پڑھ رہے ہو یا آپ سُنا دیتے ہیں۔ عورتیں بھی ایک دوسرے کو سُنائیں بلکہ مَیں تو کہتا ہوں کہ یہ جو پانچ کلمے ہیں، یہ چونکہ بنیادی عقائد پر مشتمل ہیں اس لیے یہ سب کو زبانی یاد ہونے چاہییں اور ایک دوسرے کو سُنانے چاہییں کہ کہیں غلطی تو نہیں ہے۔ بہتر تو یہ ہے کہ جو لوگ پڑھے لکھے ہیں ان کو چاہیے کہ وہ کتاب سے ان کے معنی بھی یاد رکھیں۔ اس (معنی) کے بغیر اگر آپ نماز پڑھتے ہیں تو نماز ہو تو جاتی ہے مگر ساتھ ساتھ اگر آپ کے ذہن میں اس کا مفہوم بھی آ رہا ہو کہ جو کلمہ آپ نماز کا ادا کر رہے ہیں اس کا مفہوم کیا ہے، تو اس میں زیادہ جامعیت آتی ہے۔ پتہ چلتا ہے کہ میں کیا کہہ رہا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے کیا مانگ رہا ہوں، میں دُعا میں کیا کہہ رہا ہوں۔ مثال کے طور پر سورۃ الفاتحہ آپ پڑھتے ہیں تو سورۃ الفاتحہ تو ایک دُعا ہے۔ جب آپ کو پتہ ہی نہیں کہ دُعا مانگ کیا رہے ہیں تو بات تو نہ بنی۔ اللہ تعالیٰ کو تو پتہ ہی ہے لیکن آپ کو بھی پتہ ہونا چاہیے کہ کیا مانگ رہا ہوں۔

اس لیے کوشش کریں کہ نماز کے بھی آپ کو معانی یاد ہوں اور تھوڑا تھوڑا کر کے یاد کر لیں۔ کلمہ

طیبہ بھی ایک دوسرے کو سنائیں اور اپنی تصحیح کریں۔

لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰــہُ مُـحَـمَّـدٌ رَّسُوْلُ اللّٰـہِ

دال پر پیش ہے اور آگے لام پر پیش ہے۔ اگر آپ دال پر زبر پڑھ دیں گے یا لام پر زبر پڑھ دیں گے تو گویا کہ کلمہ طیبہ آپ نے بگاڑ دیا۔ ایک تو یہ ضروری تلقین کرنی تھی۔ بعض لوگ تبلیغی جماعت پر اعتراض کرتے ہیں کہ دیکھو جی! ہمیں کلمہ پڑھاتے ہیں۔ تو مَیں سمجھتا ہوں کہ اُن کا کم از کم یہ Credit تو ہے کہ وہ کلمہ طیبہ صحیح کرا دیتے ہیں۔ تو یہ بنیادی شے ہے، اس لیے کلمہ طیبہ کو آپ غلط نہ پڑھیں، اس کو ٹھیک پڑھیں۔

دوسری گزارش یہ کہ ہمارے سلسلے کی جو عظیم الشان روایت ہے وہ درود شریف کی ہے۔ اور درود شریف پڑھنے کا ہمیں اعزاز حاصل ہے۔ لیکن ہم نے جو ہدف بنا رکھا ہے اُس میں بہت کمی آ چکی ہے۔ اس لیے مَیں پھر تلقین کرتا ہوں بلکہ ایک وقت آیا تھا کہ مَیں نے سوچا کہ آپ بغیر تسبیح کے بھی پڑھ لیں۔ تو مَیں نے محسوس کیا ہے کہ بغیر تسبیح کے آپ کو ٹائم کا اندازہ نہیں ہوتا۔ خاص طور پر جب آپ کام میں مصروف ہوں یا باتیں کر رہے ہوں تو غفلت آ جاتی ہے۔ تو پھر دوبارہ آپ نے یہی کرنا ہے کہ تسبیح کو آپ نے اپنے ساتھ رکھنا ہے اور روزانہ حساب رکھنا ہے۔ یعنی تاریخ وار آپ نے روزانہ صبح اُٹھنے سے لے کر رات سونے تک کا جتنا درود شریف پڑھا ہے، اُس کا اندراج کرنا ہے تا کہ آپ کو ہفتے اور مہینے کا ٹوٹل پتہ چل جائے۔

یہ کتنا ضروری ہے، اس کی مَیں یوں مثال دیتا ہوں کہ مَیں نے کتاب حالِ سفر میں لکھا ہے کہ میری خواہش ہے، میری آرزو ہے اور مَیں نے یہ دُعا مانگی کہ نفاذِ اسلام، اتحادِ اسلام اور غلبہءِ اسلام ہو۔ آپ کے دِل کی بھی یہی آرزو ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ یا حضور ﷺ ہم سے کہیں کہ دُعا تو مانگتے ہو مگر اس کی قیمت بھی ادا کرو۔ تو اگر آپ کو دنیاوی لحاظ سے تھوڑی سی بھی قربانی دینی پڑے تو آپ چیں چاں کرنا شروع کر دیں گے۔ مثال کے طور پر ان کیپٹن صاحب کو کہیں کہ کیپٹن کے عہدے کو چھوڑیں اور صوبیدار بن جائیں تو ان کے لیے یہ خاصی پریشانی کی بات ہوگی۔ ایک آدمی کی تنخواہ اگر پانچ ہزار ہے

اور اسے کہا جائے کہ ایک ہزار اللہ کے راستے میں دینا ہے تو اس کے لیے مشکل بن جائے گی۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کے لیے تو یہ کوئی مشکل نہیں مگر دنیا دار لوگوں کے لیے بڑا مشکل ہے کہ جی ایک ہزار روپیہ پانچ ہزار میں سے چلا گیا۔

تو بھائی! اس مقصد کی، اِس آرزو کی قیمت درود شریف ہے اور درود شریف کا ایک ہدف دے دیا گیا ہے۔ وہ مَیں کسی کو بھی نہیں بتا سکتا، نہ اپنے بیٹوں کو اور نہ کسی ساتھی کو کہ وہ کیا ہدف ہے۔ تو وہ ہدف اگر ہم اس رفتار سے چلیں تو پورا نہیں ہوتا۔ یعنی پانچ کروڑ ہم روزانہ بھی پڑھیں پھر بھی پورا نہیں ہوسکتا، کم از کم میری زندگی میں تو پورا نہیں ہوسکتا۔ اس لیے کوشش کریں کہ اس میں اضافہ ہو۔ اگر آپ کی یہی خواہش ہے، یہی آرزو ہے اور آپ سچے دِل سے آرزومند ہیں کہ یہ ہماری آرزو پوری ہو تو اس کے لیے تو یقیناً آپ میں سے ہر ایک کو قیمت ادا کرنا پڑے گی۔ اور جو کمزور ساتھی ہیں اُن کا کم از کم پندرہ بیس ہزار کا ٹارگٹ ہونا چاہیے۔ اور جو صاحبِ ہمت ہیں، صاحبِ حوصلہ ہیں وہ تو چالیس ہزار، پچاس ہزار، ساٹھ ہزار اور لاکھ تک پہنچے ہوئے ہیں۔ لیکن لاکھ تک یا پچاس ہزار سے اوپر والے تو گنتی کے چند ساتھی ہیں۔ اُن سے تو بات نہیں بنے گی۔ تو کوشش یہ کریں کہ آپ کی رفتار بہتر ہو اور آپ زیادہ سے زیادہ وقت دے سکیں۔ بھئی! کوئی دنیا کا کام ہو تو اُس کے لیے بھی آپ وقت نکالتے ہیں تو اِس کے لیے بھی آپ کو وقت نکالنا پڑے گا۔

تیسری بات جو مَیں آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ بعض لوگوں میں یہ ہوتا ہے کہ کتاب میں بھی پڑھتے ہیں اور لوگوں سے بھی سنتے ہیں کہ عہدے ہیں۔ بعض تُھڑ دِلّے اور کم حوصلہ لوگ تو یہ خواہش کرتے ہیں کہ ہمیں پتہ چلے کہ ہماری روح کیا کام کر رہی ہے اور ہمارا عہدہ کیا ہے؟ بھئی! اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی کوئی مصلحت ہوتی ہے۔ بعضوں کو پتہ چل جاتا ہے۔ مَیں بھی اپنے بعض ساتھیوں کو مشاہدہ کرا دیتا ہوں کہ کیا کام کر رہے ہو، کہاں پہ ڈیوٹی ہے۔ اب بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اُن کے مفادات میں نہیں ہوتا کہ اُن کو ڈیوٹی بتائی جائے جبکہ روح وہ کام کر رہی ہو، اس میں استعداد ہو۔ لیکن اگر آپ کے جسم کو پتہ چل جائے کہ میں یہ کام کرتا ہوں تو ہوسکتا ہے کہ آپ کو ہارٹ اٹیک ہو جائے۔

اس لیے آپ ایسی باتیں نہ سوچیں کہ میں کیا کررہا ہوں۔ جتنا جس کسی سے اللہ تعالیٰ نے کام لینا ہے اُس کی روح کام کررہی ہے۔اور یہ ''رجال الغیب'' ہیں، آپ نے کتاب حالِ سفر میں پڑھا ہے ناں کہ رجالُ الغیب کام کررہے ہیں۔تو جس نے بھی میری بیعت کررکھی ہے، وہ اس ٹیم میں شامل ہے۔ اور مشین کا بظاہر کوئی بھی پرزہ کتنا ہی معمولی کیوں نہ ہو وہ بہرحال اہم ہوتا ہے۔

☆☆☆

☆15 ستمبر 1995ء جمعۃ المبارک

ساتھیو! طبیعت ٹھیک نہیں ہے، زکام لگا ہوا ہے، کھانسی ہے۔ ایسے عالم میں کچھ کہنا ٹھیک تو نہیں لیکن چونکہ آج تیسرا جمعہ ہے اور ساتھی اکٹھے ہیں؛ کچھ باتیں جو بار بار مَیں کہہ چکا ہوں، اُن ہی کا اعادہ کرنا مقصود ہے۔ابھی تھوڑی دیر پہلے ایک ساتھی اپنی نشست چھوڑ کر آگے آ گیا اور تقاضا کیا کہ کئی ماہ ہو گئے ہیں، مجھے اگلا سبق دیں۔اسے بیعت ہوئے چند ماہ ہوئے ہیں۔مَیں نے لطائف سارے کے سارے دے دیے ہیں، تقاضا یہ ہے کہ اگلا سبق دیں۔مَیں آپ کو صرف یہ بتانے والا ہوں کہ یہ جو روح کا سفر ہے، یہ کتنا اونچا ہے اور کتنی آپ نے اس کے لیے تگ و دو کرنی ہے۔کتاب میں لطائف اور مراقبات پڑھ کر تو یہ شوق پیدا ہوتا ہے کہ کمال صاحب ہمیں ایک لمحے میں جہاں چاہیں پہنچا دیں۔لیکن مجھے حیرت ہوتی ہے، بلکہ جرأت پر ہنسی آتی ہے کہ یہ کیسے لوگ ہیں کہ ہمیں تو حضرت جی (مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ) کے پاس بیٹھے ہوئے بلکہ حضرت جی (مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ) کیا، کسی سینیئر ساتھی کے سامنے بیٹھ کر بھی خیال نہیں آتا تھا کہ کسی سے تقاضا کریں کہ ہمیں اگلا سبق دیں۔

میرا یہ خطاب صرف آپ کو یہ بتانے کے لیے ہے کہ یہ سفر کیا ہے، کتنا لمبا ہے، کتنی اس کے لیے محنت چاہیے اور کتنا عرصہ درکار ہے۔حضرت جی (مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ) کے وصال کے بعد ہمارا ایک رسالہ جو کہ '' المرشد'' کے نام سے نکلتا تھا اور مَیں بھی اس کے ایڈیٹوریل بورڈ میں شامل تھا۔ میرے پیر بھائی مولانا اکرم اعوان صاحب اُن پہلے چند ساتھیوں میں سے ہیں جو حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ سے

منسلک ہوئے اور تنہائیوں میں اُن کے ساتھ رہے اور تنہائیوں میں یہ روحانی سفر ان کے ساتھ طے کیا۔حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کیفیات اُن کو بتایا کرتے تھے۔حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد اکرم صاحب نے ایک نشست میں ،جس میں ،مَیں بھی موجود تھا، ان سفروں کی روداد بیان کی اور اسے ''المرشد'' میں بھی لکھا ہے۔اس کو مَیں نے مختصر کر کے اور جو کچھ میری ذاتی معلومات تھیں ان کے نتیجے میں حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کا جو روحانی سفر بنتا ہے،اُس کے متعلق مَیں نے کچھ ارشادات لکھے ہیں۔اس سے آپ کو سمجھ آئے گی کہ یہ راستہ اتنا آسان نہیں ہے جتنا آپ نے سمجھ رکھا ہے۔

مثال کے طور پر حضرت جی (مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنے روحانی سفر کا آغاز 1936ء میں لطیفہ ءِقلب سے کیا۔''فنا و بقا'' کے اُوپر کا جو سفر ہے اس کے بارے میں حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہاں لاکھوں پردے ہیں۔،ان کو عبور کیا جائے تو آگے ایک مقام ہے،اُس کو''ہم مسجدِ نور'' کا نام دیتے ہیں۔مَیں نے اور حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے نشاندہی کے لیے اس کا نام''مسجدِ نور'' رکھا ہوا ہے۔اس کے ساتھ ایک رحمت کا دریا ہے جس کا نام ہم نے''دریائے رحمت'' رکھا ہوا ہے۔وہاں تک پہنچیں تو یوں سمجھیں کہ پہلے عرش کا ایک تہائی (1/3) حصہ عبور ہوتا ہے۔اب حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ 1952ء تک''سالک المجذوبی'' کا سفر طے ہوا۔سالک المجذوبی یوں سمجھیں کہ پہلے عرش کا درمیانی حصہ ہے اس طرح 16 سال تقریباً ایک ہی عرش میں رہے اور پھر باقی جو عرش ہے،اُس پر اُن کے مزید چار سال لگ گئے۔آپ یوں سمجھ لیں کہ گویا 20 سالوں میں آپ نے پہلا عرش عبور کیا۔یعنی لطیفہ ءِ قلب سے لے کر پہلے عرش کو عبور کرتے ہوئے آپ کے 20 سال صرف ہوئے۔اب ہر عرش پہلے سے زیادہ وسیع ہے،اس میں خلاء بھی ہے۔اس خلاء کو بھی عبور کرنا ہوتا ہے اس طرح آپ نے سفر کرتے کرتے سالہا سال کی منازل کے بعد دائرہِ قطبِ وحدت میں جب قدم رکھا اور اس کو کراس کیا تو اس ایک دائرے کو عبور کرتے ہوئے ڈیڑھ سال لگ گیا۔اور پھر 1966ء میں وہ حجاباتِ الوہیت کے تیسرے پردے میں تھے اور وقتِ وصال 19 فروری 1984 تک ان اٹھارہ (18) سالوں میں حجاباتِ الوہیت میں سفر کرتے رہے۔حجاباتِ الوہیت کے بارے میں اپنی کتاب دلائلُ السلوک میں

اُنہوں نے لکھا ہے کہ اس کو عبور کرنے کے لیے عمرِ نوح بھی ناکافی ہے۔ اور وہاں پر امید ظاہر کرتے ہیں کہ شاید اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میں اس قابل ہو جاؤں کہ اس کو عبور کر جاؤں۔

میرا جب اُن کے وصال کے بعد رابطہ ہوا تو اُس وقت مجھے بتایا گیا کہ جب انہوں نے مجھے یہ مقامات پکڑ کر طے کرائے تو حضرت جیؒ (مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ)، بابا جیؒ (حضرت حاجی احمد ہیلانی رحمۃ اللہ علیہ) اور حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے حجاباتِ الوہیت کو پار کرانے میں جو مجھے توجہ دی تھی اُس میں پانچ منٹ لگے تھے اور میں آخری مقام پر پہنچا۔ بعد میں جب مَیں نے پوچھا تو حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اُنہوں نے باقی سفر آخری دنوں میں جب ڈیڑھ دو ماہ بسترِ علالت پر رہے اُس وقت طے کیا۔ اُس وقت اُن پر غشی اور استغراق کی کیفیت تھی، کسی آدمی سے بات نہیں کرتے تھے۔ نماز بھی بڑی مشکل سے ساتھی پڑھاتے تھے۔ یہ جو ڈیڑھ دو ماہ کی استغراقی کیفیت تھی، اُس میں فرماتے ہیں کہ اُنہیں حجاباتِ الوہیت کا باقی حصہ طے کرایا گیا۔ یہ ساری تفصیل اس لیے بتا رہا ہوں کہ وہ فاصلہ جو 1936ء میں شروع ہوا اور 1984ء تک طے ہوتا رہا، اس میں تقریباً 48 سال یا یوں سمجھیں کہ اندازاً نصف صدی بنتی ہے۔ تو گویا 50 سال میں حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سفر طے کیا ہے۔ اور اتنے بڑے منصب کے باوجود، اتنی بڑی ریاضتوں کے باوجود، اتنی بڑی تبلیغ کے باوجود آپ حجاباتِ الوہیت میں ہی سفر کر رہے تھے۔ اور آپؒ نے زندگی کے آخری دو مہینوں میں حجاباتِ الوہیت ہی طے کیے۔

اب میرا دعویٰ یہ ہے کہ تابعینؒ، تبع تابعینؒ کے بعد صوفیاءؒ ہیں۔ ان بڑے صوفیاءؒ اور اولیاء کرامؒ میں سے گنتی کے چند لوگ ہیں جو روحانیت کے بلند ترین مقام یعنی مقامِ ''عبدیّت'' تک پہنچے اور اُن میں بھی بعض مستقل نہیں بلکہ سیر کے طور پر جاتے تھے، جس طرح ہم جہلم سے کراچی چلے جائیں تو وہ ہمارا مستقل مقام تو نہیں ہے۔ اُن (حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ) کو تقریباً 50 سال اس راہ پر لگے۔ پچاس سال کی ریاضت، کوشش، ہمت، محنت، تقویٰ، پرہیز گاری اور عبادت، یہ سب کچھ ملا کے اُنہوں نے جو سفر کیا وہ بھی شاید اس لیے کہ اُن کے ذمہ بہت بڑی ڈیوٹی تھی، بہت بڑا کام تھا۔

اس کے بعد جب مجھے یہ مقام عطا کیا گیا تو مَیں نے حضور ﷺ سے عرض کی تھی کہ حضور ﷺ! مَیں جو مقام عبور کروں گا، مجھے دو گواہ چاہییں۔ مَیں جو دعویٰ کروں، اس کے دو گواہ چاہییں۔ اسے آپ میرا بچپنا کہہ لیں، میری خواہش کہہ لیں یا میرا ناز کہہ لیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے، ایسے ہی ہوگا۔ اب ہوا یہ کہ جو مَیں روحانی سفر طے کرتا تھا، وہ عموماً رات کو ہی ہوتا تھا جب مَیں کئی کئی گھنٹوں کا مراقبہ کرتا تھا۔ تو جیسے مَیں سفر کرتا تھا، منیر کو بھی بلاتا تھا، منیر ہر وقت مجھے دستیاب تھا، وہ کالج کے ہوسٹل میں ہی رہتا تھا۔ اب جو بھی مَیں سفر طے کرتا، اُس کو بلا لیتا کہ منیر تم بھی میرے ساتھ چلو۔ اس کے جانے کے بعد مرتضٰی شاہ میرا ہم سفر ہو گیا۔ یہ دونوں ساتھی کالج کے ہوسٹل میں ہی تھے۔ ہوسٹل کے زمانے میں، مَیں نے سارے مقامات طے کیے۔ مجھے تو اجازت تھی کہ حالات سے ہٹ کر اگر کسی میں استعداد نہیں ہے، کسی میں لیاقت نہیں ہے، کسی کی کوشش نہیں ہے، کسی کی عبادت نہیں ہے تو بھی مَیں جسے چاہوں پکڑ کر لے جاؤں۔ لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ جو بھی آئے بیعت کرے، نماز بھی نہ پڑھتا ہو اور وہ آ کر تقاضا کرنے لگے کہ جی مجھے سارے لطائف کرائیں، مراقبات کرائیں۔

1985ء میں، مَیں نے عملی طور پر اس سلسلے کا آغاز کیا تھا اور اب تقریباً دس سال ہو گئے۔ ان دس سالوں میں جن کے نصیب میں تھا، وہ کتاب پڑھ کر آ گئے۔ جو بدنصیب تھے اُنھوں نے کتاب پڑھی، سُنی اور پھینک دی۔ بہت کم لوگ آئے اور جو آئے ان میں بھی اکثریت ایسوں کی تھی جنھوں نے سوچا کہ کامل بزرگ ہیں، بیعت کر لی ہے، اب آگے دیکھا جائے گا، نمازیں پڑھیں، نہ پڑھیں، ذکر کریں، نہ کریں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جس طرح عام زندگی میں بے قاعدگی ہے، لاپروائی ہے، اسی طرح اکثریت میرے پاس بھی ایسی ہی ہے۔ کچھ لوگ ہیں جو باقاعدگی سے آتے ہیں۔ کچھ ہیں جو وقتاً فوقتاً آتے رہتے ہیں۔ اور مَیں جب دیکھتا ہوں کہ لگاتار کئی مہینوں سے آ رہا ہے، اس میں طلب پیدا ہوگئی ہے، اُسے آگے سبق دے دیتا ہوں۔ اور پھر ایسے بھی ہوا کہ بہت تھوڑے وقت میں بہت زیادہ مقامات طے کرا دیے۔ مگر ان دس سالوں میں جو مجھے تجربہ ہوا، وہ بڑا ہی افسوسناک ہے اور یوں لگتا ہے جیسے ناشکری اور بے قدری کی انتہا ہے۔ مجھے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ ایسے لوگوں کو پتہ ہی نہیں

کہ یہ کتنی اونچی باتیں ہیں، کتنی اونچی نعمتیں ہیں اور اس کے لیے پرانے لوگ کس قدر محنتیں کرتے تھے۔ اب جیسا کہ مَیں نے ابھی تھوڑی دیر پہلے ذکر کے دوران بتایا تھا کہ جب ہم نو عرش عبور کرتے ہیں تو یوں سمجھیں کہ ایسا علاقہ شروع ہوتا ہے جسے ہم عالمِ امر کہتے ہیں۔ یہ انبیاء کرام علیہم السلام کا علاقہ ہے اور وہاں اُس علاقے میں اپنے نبی کے جوتوں کے صدقے میں داخل ہوتے ہیں۔ تو جو پہلی چند منازل ہیں، اُن میں ہمارے برصغیر کے جلیل القدر اولیاءِ کرامؒ ہیں۔ جیسے حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ اُن منازل تک پہنچ پائے۔

اب اُن لوگوں کی محنتیں، ہمتیں، کوششیں دیکھیں اور اپنی طرف بھی دیکھ لیں، موازنہ کر لیں کہ جو کچھ ہم تقاضا کرتے ہیں کہ سال کے اندر اندر ہم منازل طے کر لیں، تو یہ بھی مَیں کرتا رہا۔ یہ نبیءِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کیوں مجھ پر اتنی شفقت ہے، مَیں خود نہیں جانتا۔ بلکہ اہلِ برزخ حیران ہیں کہ اِس کو اتنی چھوٹ کیوں ملی ہے کہ جس کو چاہتا ہے پکڑ کر لے جاتا ہے، نہ کسی میں تقویٰ ہے، نہ عبادت ہے۔ بلکہ پتہ نہیں ہے کہ یہ منازل ہیں کیا؟ یہ تو ایسے ہی ہے کہ جیسے آپ کسی بچے کو کھیلنے کے لیے بنٹا دے دیں اور وہ خوش ہو جائے، یا کانچ کی گولی کے بجائے ہیرا دے دیں تو بھی خوش ہو جائے۔ اُس کے لیے دونوں برابر ہیں۔ بعینہٖ آپ لوگوں کی بھی یہی کیفیت ہے کہ اس کیفیت کی نہ آپ کو ضرورت ہے، نہ طلب ہے۔ نہ اس کے حصول کے لیے جو دقتیں آتی ہیں، جو ریاضتیں آتی ہیں اور مشکلات آتی ہیں، اُن کا دنیاوی لحاظ سے اِدراک ہے۔ یہ روحانی طور پر آتی ہی ہیں، بعض اوقات دنیاوی لحاظ سے بھی آزمایا جاتا ہے۔

مثال کے طور پر پہلا دائرہ یا پہلا مقام جہاں ہم نو عرشوں کو عبور کر کے پہنچتے ہیں، وہ دائرہءِ توکل ہے، صبر ہے۔ اب ظاہر ہے میرے سمیت ہر آدمی چاہتا ہے کہ فٹا فٹ ہماری دنیا بدل جائے۔ صبح اُٹھیں تو محل کھڑا ہو، صبح اُٹھیں تو لاٹری نکل آئے یا صبح اُٹھیں تو امریکہ کا گرین کارڈ مل جائے۔ تو جب تکلیف میں مبتلا ہی نہیں ہوں گے تو کیسے پتہ چلے گا کہ یہ توکل کر رہا ہے۔ جب آپ کو بیماری نہیں آئے گی،

جب آپ کو تنگدستی نہیں آئے گی، جب آپ کو کوئی پریشانی لاحق نہیں ہوگی تو کیسے پتہ چلے گا کہ یہ صبر کر رہا ہے۔ یہ محض کوئی کتابی چیز تو نہیں۔ پُرانے بزرگوں کو تو ان گھاٹیوں سے گزارا جاتا تھا۔ اسی لیے مَیں نے کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ یہ بہت مشکل گھاٹی ہے، کوئی چلانے والا بھی خال خال ہوتا ہے اور چلنے والے بھی شاذ شاذ ہوتے ہیں۔

تو اگر مَیں آپ کو لے گیا ہوں تو مجھ پر خاص اللہ تعالیٰ کا فضل اور حضور ﷺ کی خصوصی شفقت ہے کہ بغیر کسی دقّت کے، بغیر کسی امتحان کے آپ کو وہاں تک لے گیا۔ لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ قیامت تک اب ایسے ہی کرتا رہوں گا۔ کچھ لوگوں کو مَیں لے گیا، وہ اتنے ناشکرے ثابت ہوئے، اُن کے نام گِنوانے کی مجھے ضرورت نہیں۔ اس لیے مجھے جو سبق ملا ہے وہ یہ ہے کہ جو چیز مفت میں مل جاتی ہے، اُس کی قدر نہیں ہوتی۔ دنیاوی لحاظ سے بھی اگر آپ کا کوئی عزیز باہر گیا ہوا ہے اور وہ آپ کو قیمتی کوٹ دے دیتا ہے تو اس کو ویسے ہی لاپروائی سے استعمال کرتے رہیں گے۔ مگر وہی کوٹ یا اُس سے کم تر درجے کا کوٹ آپ بازار سے خود لیں یا کوئی جیکٹ لیں تو آپ اُسے سنبھال کر رکھیں گے۔ کبھی کبھی پہنیں گے، اُس کو صاف ستھرا رکھنے کی کوشش کریں گے، اُس کی قدر کریں گے۔ یہی بات روحانیت کے سلسلے کی بھی ہے کہ جو چیز مفت میں مل جاتی ہے، اُس کی قدر نہیں ہوتی۔ اب مَیں نے جو فیصلہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ جس آدمی نے دارالفیضان میں قدم رکھ لیا، اُس کو فیض ملنا شروع ہو گیا۔ چاہے اُس نے بیعت نہیں کی تو بھی کسی نہ کسی درجے میں اس کو نسبت حاصل ہو گئی ہے یعنی ذکر کی نسبت۔ یہ ذکر کی نسبت کیا ہے، اس کی اہمیت کیا ہے؟ یہ آپ کو یہاں نہیں پتہ چل سکتا۔ یہ تو قبر کی بات ہے، برزخ کی بات ہے اور وہیں پتہ چلے گا۔

پھر ایک اور مسئلہ جو ذہن میں رکھنا ہے، وہ یہ یاد رکھیں بلکہ بار بار یاد رکھیں کہ یہ جو جیّد اور عظیم ہستیاں ہیں، جن کے ہم خاکِ پا کی دُھول بننے کے اہل نہیں۔ اگر ہمارے اعمال دیکھے جائیں، ہمارے افعال دیکھے جائیں تو ہم داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جوتوں کی دُھول بھی نہیں ہیں۔ لیکن ابھی مَیں نے کہا کہ یہ جو حضرات ہیں، دوسرے یا تیسرے دائرے پہ پہنچے تو دنیا سے رخصت ہوئے۔ اب یہاں

یہ سوال آپ کے ذہن میں پیدا ہوسکتا ہے، شیطان ڈال سکتا ہے کہ ہم تو پھر بڑی اونچی ہستیاں ہیں کہ بیٹھے بٹھائے وہاں پہنچ گئے ہیں، اس بات کو ذہن سے نکال دیں۔ وہ سب کے سب میرے مشائخ ہیں، سب نے مجھے اپنی نسبتوں اور اسناد سے نوازا ہے۔ مَیں جو کچھ ہوں، یہ سب کچھ اُن کی توجہ کا نتیجہ ہے۔

جتنے کتاب میں انبیاءِ کرامؑ، صحابہءِ کرامؓ، اور اولیاءِ کرامؒ کے نام ہیں، سب کا سارا فیض میرے دریا میں ڈالا گیا ہے، تب یہ سلسلہ بنا ہے اور آپ ایک لمحے میں اُٹھتے ہیں اور کہاں سے کہاں پہنچ جاتے ہیں۔ اس لیے اگر اُن کے بارے میں آپ کچھ سوچیں گے تو بے ادبی کا شبہ ہوسکتا ہے، آپ اِس غلط فہمی میں نہ رہیں۔ انہوں نے بڑی محنتوں اور ریاضتوں کے بعد ساری عمر کمائی کی اور پھر اِس کو وہ سنبھال کے لے گئے اور برزخ میں پہنچ گئے۔ ہم تو اُس دنیا کی ابتدا میں ہیں، وہ تو مَیں آپ کو پکڑ کر لے جاتا ہوں۔ آپ کی حیثیت ایسی ہی ہے جیسے دو ماہ کے بچے کو ماں یا باپ گود میں لیتے ہیں اور چھت پر لے جاتے ہیں۔ بچہ تو چھت پر نہیں جا سکتا۔ آپ میں تو کوئی قوّت نہیں ہے، آپ میں پرواز کی ہمت ہی نہیں ہے۔ اب آپ کی یہ بہت بڑی خوش نصیبی ہے کہ آپ کو ایسا آدمی مِل گیا جو بغیر مشقت کے آپ کو وہاں تک لے جاتا ہے۔

بیشمار لوگ ہیں جو اس یقین سے محروم ہیں۔ کتاب پڑھتے ہیں، سنتے ہیں اور پرے ہٹ جاتے ہیں۔ اُن کے نصیب میں نہیں ہے، استعداد نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو استعداد بخشی ہے، آپ کو یقین دلا دیا اور آپ آ گئے۔ شکریہ، مہربانی۔ مگر آگے کی منازل جو مَیں کرا رہا ہوں، کراؤں گا یا کرا چکا ہوں، ان کو سنبھال کر رکھنا آپ کا کام ہے، میرا کام نہیں ہے۔ اگر خدانخواستہ کہیں گر پڑے تو گر پڑے۔ اور پھر گرے بھی تو ایسے کہ جتنی بلندی سے گرو گے اتنی ہی زیادہ چوٹیں بھی آئیں گی۔ یہ تو قدرتی اصول ہے۔ اس لیے یہ تقاضے مت کیا کریں کہ مجھے چھ مہینے ہو گئے ہیں اور ابھی تک میں اُسی لطیفے پر بیٹھا ہوا ہوں۔ یہ سارا جو مَیں نے بتایا ہے، رہنمائی کے لیے ہے اور یہ بھی بتانے کے لیے کہ یہ بہت اونچی منازل ہیں۔ جو پُرانے ساتھی ہیں، وہ سارے مَیں نے وہاں تک نہیں پہنچائے ہوئے اور اُن کی منزلیں بھی تو یہی ہوں گی۔ اُوپر لے گیا ہوں تو کسی کیفیت میں لے گیا ہوں اور جو چند صاحبِ

کشف ساتھی ہیں اُن کو تو دکھانے کے لیے لے گیا ہوں۔ باقی چونکہ اُن کی محبت تھی، یقین تھا۔ شروع شروع میں تو سوچا کہ یہ اکٹھے بیٹھے ہیں، یہ رِیس نہ کریں کہ فلاں کو آگے لے گئے ہیں، مجھے پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ لیکن یہ نہیں کہ یہ اُن کا کوئی مستقل مقام ہے۔ مستقل تو اُن کے بھی پہلے تین چار ہی مقامات ہیں جہاں اُنھوں نے کہیں آ کے ٹِکنا ہے۔ آگے تو بس سیر ہی ہے۔ کبھی خدانخواستہ اس زعم میں نہ آ جائیں کہ ہم تو بہت اونچی پرواز کر رہے ہیں۔ کبھی کبھی اپنے اعمال کو بھی دیکھ لیا کریں کہ آپ کیا کر رہے ہیں اور اُن مقدس ہستیوں کے مقابلے میں آپ کی عبادت کیا ہے، آپ کے اعمال کیا ہیں اور آپ کے اطوار کیا ہیں؟ آپ میں سے اکثریت اُن لوگوں کی ہے کہ اگر کسی عالم کو، کسی پیر صاحب کو جا کر بتائیں کہ میں نبیءِ کریم ﷺ کی بارگاہ میں جاتا ہوں تو وہ شاید آپ پر فتویٰ جڑ دیں گے کہ یہ اتنا بڑا دعویٰ کر رہا ہے۔ اس لیے کہ یہ مقامات ہی ایسے ہیں کہ کوئی تصوّر بھی نہیں کر سکتا۔ نہ کسی نے سُنے، نہ کسی نے بتائے۔ میرے اکثر ساتھیوں کی حالت یہ ہے کہ جب پتہ چلا کہ حضرت جی بڑی اونچی ہستی ہیں، سبحان اللہ! جوق در جوق پہنچنے لگے، بیعت کر لی اور پھر یہی ہوتا رہا کہ کبھی عرس پر چلے گئے، کبھی ختم دلا دیا اور بس ایسے ہی کام چلاتے رہے۔ تو آپ لوگ بھی یوں سمجھ لیں کہ ابھی امتحان میں ہیں۔ وہ کہاوت ہے ناں کہ:

بھریا اُسدا جانیڑیئے جسدا توڑ چڑھے

توڑ تو آپ نے خود چڑھنا ہے، مَیں نے نہیں چڑھانا۔ اپنے یقین کو، اپنی محبت کو آپ نے برقرار رکھنا ہے، ڈانواں ڈول نہ ہوں، آہنی چٹان بن کر رہیں۔ حالت آپ کی یہ ہے کہ دو دو، چار چار سال گزر جاتے ہیں، کوئی آدمی کہتا ہے کہ چھوڑ و یار، وہ مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ تو دیوبندی تھے، تو کمالؔ صاحب کیسے دیوبندی نہ ہوں گے؟ بس اسی پہ چھوڑ گئے۔ کوئی یہ نہیں دیکھے گا کہ ہم نے دو سال ان کے ساتھ گزارے ہیں، ہم نے کون سی قابلِ اعتراض بات ان میں دیکھی ہے۔ اس لیے پانچ سال کا وقت مجھے ملنا چاہیے کہ مَیں دیکھوں بھالوں کہ کون سا ساتھی اس قابل ہے کہ اس کو آگے لے جایا جائے۔

جو باقی پیر خانے ہیں، آپ اُن کے ساتھ موازنہ کرلیں کہ ایک بار بیعت ہوتے ہیں تو ساری عمر کسی کو ایک لطیفہ بتا دیا یا ذکرِ جہر عام طور پر بتا کر چھوڑ دیا۔ لطیفہءِ قلب ہر کسی کو بتا دیا، آگے کا کسی کو پتہ ہی نہیں، نہ لطائف کا پتہ ہے، نہ مراقبات کا پتہ، تو وہ اگر ایک لطیفے پر ساری عمر گزار دیتے ہیں اور آپ اُن کے پاس لاکھ جا کر بتائیں کہ ہمارے حضرت جی کی یہ کرامت ہے کہ وہ بیٹھے بٹھائے دربارِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں پہنچا دیتے ہیں، ہم جاگتے ہوئے دیکھتے ہیں، تو وہ آپ کی بات سے ٹَس سے مَس نہیں ہوتے۔ اُن کی اپنے پیر کے ساتھ اتنی زبردست وابستگی ہے۔

میرے ایک دوست یہاں بیٹھے ہیں، اللہ نے اُن کو یہاں آنے کی توفیق دی، پوری کوشش کرتے ہیں کہ ابّا جی! یہاں آجائیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ٹھیک ہے تمہارے شیخ بڑے قابل ہوں گے۔ تمھیں فیض مل رہا ہے، ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ، ہم اپنے شیخ سے بدعہدی نہیں کر سکتے، ہم اُن سے خیانت نہیں کر سکتے، ہم اُن سے غداری نہیں کر سکتے۔ اپنے شیخ کے ساتھ اُن کی کیفیت یہ ہے اور مَیں ایسے لوگوں کو ترس رہا ہوں کہ کوئی میرے ساتھیوں میں ایسے بھی ہوں گے۔ وہ لوگ جن کو مَیں نے بڑے اُونچے مقامات طے کرا دیے، جو نبیءِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت کرتے رہے، کعبہ شریف کی زیارت کرتے رہے، چھوٹی چھوٹی بات پر وہ بِدک جاتے ہیں۔ تو میرا بھی حق بنتا ہے کہ مَیں بھی کچھ اصول بناؤں۔ وہی اصول جو پُرانے مشائخ نے بنائے ہوئے تھے، ریاضتوں کے، محنتوں کے۔ وہ یہ کہ پانچ سال مَیں آپ لوگوں کو جانچوں گا، پرکھوں گا اور اس کے بعد مراقبات کا آپ کو سبق دیا کروں گا۔ جس کو شوق ہے وہ چلتا رہے گا اور جو چاہتا ہے کہ یکدم پرواز کرائیں، راکٹ کے ذریعے سے، وہ اب ناممکن ہے۔ یہ تو اصول بنا لیے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود عین ممکن ہے کہ کوئی ساتھی آئے، جسے مَیں دیکھوں کہ اُس میں Guts (صلاحیت، حوصلہ، ہمّت) ہیں، طلب ہے، شوق ہے، اُس کی محبت ہے، یقین کی کیفیت اچھی ہے تو شاید مَیں اس عمومی ڈگر سے ہٹ کر بھی اُس کو مقامات کرا دوں۔ وہ میری اپنی صوابدید پر ہے، وہ میری اپنی مرضی ہے۔ لیکن اصول جو مَیں نے طے کر لیے ہیں، وہ یہی ہیں کہ جس نے چلنا ہے اُس کو سنبھل کر چلنا ہے۔ مَیں اتنا دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر کوئی شخص ساری عمر بھی

دوبارہ میرے پاس نہ آئے۔ محض لطیفہ ءِقلب پرہی ذکر کرتا رہے۔ظاہر ہےاللہ کے نام کے ساتھ توچڑ نہیں ہے، کسی کوکوئی مخالفت نہیں ہے۔کوئی بھی مسلک ہے آپ کا، دیوبندی ہیں، بریلوی ہیں، اہلِ حدیث ہیں، کچھ بھی ہیں۔ بنیادی طور پر بات مَیں نے یہی کی ہے کہ دووقت آپ نے ذکر کرنا ہےاور درودشریف آپ نے کثرت سے پڑھنا ہے۔کون سا عالم ہے جوآپ کواس سے روکے گایا روک سکتا ہے یاایسی جسارت کرسکتا ہے یافتویٰ دے سکتا ہے؟ میرے خلاف تو یہ کہہ سکتا ہے کہ کمالؔ صاحب ایسے ہی ہیں، اِدھراُدھر کی باتیں ہانک رہے ہیں، یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ میری کرامت کو مانیں نہ مانیں، میری روحانیت کوتسلیم کریں نہ کریں لیکن یہ جو بنیادی دعوت ذکر کی مَیں نے دے رکھی ہے؛ لطائف کوبھی چھوڑیں، ذکر کی جودعوت ہےاس کوتو کوئی بھی آدمی ردنہیں کرسکتا۔

تو میرا مشن بھی یہی ہے کہ ذکرِ اسمِ ذات عام کیا جائے۔اوروہ جومَیں نے سالانہ اجتماع پرعرض کیا تھا کہ وہ شخص جوپہلی دفعہ،پہلی مرتبہ یہاں آتا ہے،بیعت بھی نہیں کرتا،اُس کوبھی اجازت ہے کہ ذکر خودکرتا رہے۔وہ بھی میرا نمائندہ ہے،فیض ان شاءاللہ پہنچے گا، چاہےساری عمر میرے پاس نہ آئے۔ اب وہ فیض کس درجے میں ہے، کس نتیجے میں ہے،کس کیفیت میں ہے؟ وہ آپ کو یہاں نہیں پتہ چلے گا۔وہ تو قبرکی بات قبر میں ہی آپ کیش کرائیں گے کہ کمالؔ صاحب کی اجازت سے،نسبت سے، ہم ذکرکرتے رہے،درودشریف پڑھتے رہےتو اُس کا ہمیں یہاں قبر میں کیا اجر ملا۔باقی جومعمولات آپ اپنے طور پرکرتے رہے،اُس کا کیا اجر ملا ہے،موازنہ آپ وہاں پہ کریں گے،یہاں آپ کونہیں پتہ چلے گا،کوئی تھرمامیٹرنہیں ہے کہ بتاؤں کہ اس کا اَجرزیادہ ہے یا اُس کا اَجرزیادہ ہے۔اگرچہ اَجرتو ہرچیز پہ مرتب ہوتا ہے جوبھی آپ تسبیحات پڑھتے ہیں۔ظاہر ہےاس کااجرتو مرتب ہوتا ہے۔

اب ساری بات ہےنسبت کی کہ نسبت جومردِکامل سے ملی ہوتی ہے اُس میں اپنا فیض ہوتا ہے، اپنی تاثیر ہوتی ہے، اپنا ایک انداز ہوتا ہےاوروہ یہاں نہیں پتہ چل سکتا۔وہ تو برزخ میں جاکرہی پتہ چلے گا۔اس لیے آئندہ کے لیے تقاضا نہ کریں۔یقین جانیں ہرساتھی میری نظر میں ہے۔یہاں محفل میں نظر دوڑاتا ہوں اورمَیں دیکھ لیتا ہوں کہ فلاں ساتھی پہلی دفعہ آیا ہے۔فلاں چہرہ شناسا ہےاور پھر

جب مَیں دیکھتا ہوں کہ یہ آ رہا ہے اور شرائط پوری کر رہا ہے تو خود پوچھ لیتا ہوں کہ تمہاری نمازوں کا کیا حال ہے، تمہارے ذکر کا کیا حال ہے؟ جب مَیں مطمئن ہوتا ہوں تو آگے کا سبق خود دے دیتا ہوں اور پھر یوں بھی ہوتا ہے کہ دو تین لطائف اکٹھے دے دیتا ہوں لیکن وہ ساری میری اپنی مرضی ہے۔ آپ لوگ تقاضا نہ کیا کریں بلکہ یوں سمجھ لیں کہ یہ آپ کی ایک قسم کی Disqualification (نااہلیت، عدم صلاحیت) ہے۔ ظاہر ہے آگے کے سبق مَیں نے آپ کو دینے ہیں۔ تو مَیں نے بھی آپ کو دیکھنا ہے، بہت سی باتیں مَیں نے دیکھنی ہیں۔ اُس کے مطابق مَیں نے فیصلہ کرنا ہے۔

آپ عجیب بات نہیں کرتے کہ آپ کو چپراسی بھرتی کرنا ہو یا ہونا ہو تو آپ کا انٹرویو لیا جاتا ہے، بہت سی باتیں آپ سے پوچھی جاتی ہیں اور پھر Reject (مسترد) بھی کر دیا جاتا ہے۔ تو یہاں بھی امتحان پاس کرنا ہے، پھر آگے پہنچانا ہے، یہاں تک کہ نبی ءِ کریم ﷺ کی بارگاہ تک بھی لے جانا ہے۔ تو کیا میرا حق نہیں بنتا کہ مَیں آپ کو چھانوں، پھٹکوں کہ تم کیا کر رہے ہو؟ محض یہ پڑھ لینے سے کہ حضرت جی جب چاہتے ہیں، اُٹھا کے لے جاتے ہیں۔ وہ تو کرامت کے طور پر ایک بات ہے، جب کبھی جی میں آیا، کوئی خاص بات کسی میں دیکھی تو آگے کی منازل طے کرا دیں۔ یہ ضروری نہیں کہ جو بھی آئے، اُس کو ایسے ہی کیا جائے۔ یہ چیزیں بطورِ کرامت کے ہوتی ہیں اور بعض اوقات خود بھی نہیں پتہ ہوتا۔

ابھی چند روز پہلے شیخو پورہ سے مجھے ایک ساتھی پروفیسر سجاد کا خط آیا۔ لاپروائی اور بے نیازی کی یہ کیفیت ہے کہ پچھلے چار سال سے بیعت کرنے کے بعد وہ صرف تین یا چار دفعہ یہاں آیا ہے۔ داڑھی اس کی نہیں ہے۔ نماز بھی مجھے پتہ ہے کبھی پڑھتا ہے، کبھی نہیں پڑھتا۔ ذکر بھی کبھی کرتا ہے کبھی نہیں کرتا۔ اب اِس کا جو خط آیا ہے یہ اُس کا نہیں بلکہ اُس کی بیوی کی خالہ کا آیا ہے۔ وہ لکھتی ہے کہ چند دن ہوئے سجاد اور اُس کی بیوی میرے پاس آئے۔ اُنھوں نے مجھے آپ کی کتاب پڑھائی اور مجھے ذکر کی دعوت دی۔ سجاد نے مجھے ذکر کرایا اور کہا کہ چلو دارالفیضان چلتے ہیں۔ تو میں آپ کے اس دارالفیضان میں ہی پہنچ گئی۔ آپ بڑی شفقت سے پیش آئے۔ میں تھی، سجاد تھا اور اُس کی بیوی بھی تھی۔ آپ ہمیں

کعبہ شریف لے گئے، ہم نے آپ کی قیادت میں طواف کیا۔ پھر آپ ہمیں روضہ ءاطہر ﷺ لے گئے۔ ہم روضہ ءاطہر ﷺ پہ پہنچے تو آپ ہمیں اندر لے گئے اور ہم خواتین والے حصے میں چلے گئے۔ وہاں پر جو خواتین تھیں وہ ساری کی ساری سفید لباس میں تھیں مگر ایک اُن میں سے ایسی تھیں جنہوں نے کالا برقعہ اوڑھا ہوا تھا اور عورتوں میں بیٹھ کر بھی اُنہوں نے حجاب نہیں اُٹھایا تھا۔ اب وہ کہتی ہے کہ میں کئی دنوں سے ذکر کر رہی ہوں اور صبح و شام آپ کے پاس پہنچ جاتی ہوں، آگے منازل آپ کراتے ہیں۔ میرے پاس وہ خط محفوظ ہے۔ اب آپ اس کو کیا نام دے سکتے ہیں؟ ایک عورت ہے جس نے مجھے دیکھا نہیں، جس نے میری بیعت نہیں کی۔ ایسے شخص کے ساتھ بیٹھ کر ذکر کر رہی ہے جو بہت نالائق شاگردوں میں سے ہے۔ یہ ہے کرامت اور ایسی کرامتیں روز صادر ہو رہی ہیں، کبھی کسی طرف سے، کبھی کسی طرف سے۔

پچھلے دنوں ایک ساتھی نے مجھے بتایا کہ ایک غیر مسلم عیسائی ہے۔ آپ کے پاس آنا چاہتا ہے۔ مَیں نے کہا: کیوں؟ کہتا ہے جی اُسے خواب آیا کہ میں بھی کھڑا ہوں، وہ بھی کھڑا ہے اور ایک بزرگ آتے ہیں اور اُسے ایک گلاب کا پھول دیتے ہیں۔ کہتا ہے کہ تمہیں یہ خواب یوں سنا رہا ہوں کہ تم خواب میں میرے ساتھ موجود تھے۔ یار یہ کون بزرگ ہو سکتے ہیں؟ اُس نے کہا کہ ٹھہرو، میں ایک تصویر لاتا ہوں یہ دیکھو۔ اُس آدمی نے کہا کہ میں اندر گیا، آپ کی تصویر لایا۔ میں نے کہا یہ دیکھو۔ کہتا ہے یہی بزرگ ہیں۔ پھر اُس نے مجھے آکے بتایا کہ وہ آدمی آپ کے پاس آنا چاہتا ہے تو مَیں نے کہا کہ آجائے۔ ایک دن وہ آ گیا تو مَیں نے اُس لڑکے کو اُٹھا دیا، مَیں نے کہا کہ تم چلے جاؤ، اب میری اور اِس کی باتیں ہیں۔ مَیں نے کہا کہ بھئی! بتاؤ میں وہی ہوں کہ کوئی اور ہوں؟ تو کہتا ہے جی کپڑے بھی آپ نے یہی پہنے ہوئے تھے۔ وہ عیسائی وہیں مسلمان ہو گیا۔ اس کو آپ کیا نام دے سکتے ہیں، فیض کی یہ کیا کیفیت ہے، آپ کیا سمجھتے ہیں؟ وہ عیسائی تھا مجھے جانتا نہیں ہے، میرا نام نہیں سُنا ہوا، مجھے دیکھا ہوا نہیں ہے۔

یہ وہ چیزیں ہیں جو ہماری ظاہری عقل سے ماوراء ہیں۔ ظاہری سائنس یہاں پر عاجز آجاتی ہے،

ذہن یہاں پہ لڑ کھڑا جاتا ہے۔ کوئی توضیح، کوئی تعبیر اس کی نہیں دی جا سکتی۔ اس لیے آپ لوگ خوش نصیب ہیں کہ آپ آ جاتے ہیں۔ آپ کے دِل نے گواہی دی، اسی بہانے آ پہنچے۔ بیعت کر لی تو اور بھی اچھی بات ہے، نہیں کی تو کوئی فرق نہیں پڑتا، نہ مجھے نہ آپ کو۔

بس اتنی آپ سے گزارش ضرور کروں گا کہ یہ زندگی بہت تھوڑی ہے بلکہ اتنی تھوڑی کہ آپ یوں سمجھ لیں ہمیں کوئی پتہ نہیں کہ ابھی چند لمحوں بعد کیا ہونے والا ہے۔ جب اتنی تھوڑی زندگی ہے تو اس کو کسی اچھی منزل میں گزاریں، اچھے طور پر گزاریں۔ روٹی تو آپ نے کمانی ہے، اس کے لیے کوشش بھی کرنی ہے، تگ و دو بھی کرنی ہے۔ وہ اپنی جگہ درست ہے لیکن مَیں آپ سے توقع کیا کرتا ہوں کہ آپ نماز پڑھتے ہیں۔ وہ آپ پر فرض ہے، پڑھنی چاہیے۔ مَیں نے مزید آپ پر کیا بوجھ ڈالا ہے کہ دس منٹ صبح، دس منٹ شام آپ نے ذکر کرنا ہے اور زیادہ نہیں پڑھ سکتے تو درود شریف کی چند تسبیحات آپ پڑھ لیں۔ اگر اس عمل سے آپ کی آخرت سنور سکتی ہے، یقیناً سنورے گی، پھر یہ تو بڑا آسان سا نسخہ ہے، آسان سا معاملہ ہے، اس کو اتنا رد نہ کریں۔ اتنا عامیانہ انداز میں نہ لیں کہ ٹھیک ہے، ذکر کر لیا تو بھی خیر ہے نہ کیا تو بھی ٹھیک ہے۔ اب اگر کوئی بہت ہی سست ہے، نماز نہیں پڑھی جاتی تو کم از کم رات کو جب سوتے ہو، اُس وقت تو دھندے ختم ہو گئے، اپنی دلچسپیاں ختم ہو گئیں۔ اُس وقت ہی جلدی جلدی سوتے سوتے **اَللّٰہ اَللّٰہ** کرتے سو جائیں، چاہے دو منٹ بعد نیند آ جائے۔ کیا پتہ کہ یہی **اَللّٰہ اَللّٰہ** کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند آ جائے اور یہی آپ کی مغفرت کا باعث بن جائے۔

مَیں نے آپ کو اپنے حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بتایا تھا کہ اتنی جلدی اُنہوں نے بھی یہ سفر طے نہیں کیا اور مَیں نے بھی اتنی جلدی یہ سفر طے نہیں کیا۔ پہلا عرش ہے اس کو عبور کرنے میں دو سال لگ گئے تھے اور پھر نو (9) عرشوں کو عبور کرنے میں مزید دو سال اور لگے۔ یعنی گویا کہ چار سالوں میں، مَیں نے عرشوں کا جو سفر ہے وہ پورا کیا۔ اور پھر عالمِ امر سے حجاباتِ الوہیت تک کا جو سفر ہے۔ اُس میں مزید چھے سات سال لگ گئے اور باقی جو سفر ہے وہ آگے راکٹ سے ہوا۔ وہ جو کچھ ملا اور جیسے ملا وہ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتی شفقت اور ذاتی توجہ تھی، جو کہاں سے کہاں لے گئی، لیکن اُس کی وجہ

درود شریف بنا، جس کا مَیں نے بڑی وضاحت سے ذکر کیا ہے۔لوگ حیران ہوتے ہیں کہ اتنی تعداد میں،اتنی تیزی سے آپ کیسے پڑھتے ہیں؟ میرا دعویٰ ہے کہ آپ بھی کوشش کریں تو پڑھ سکتے ہیں۔ صرف بات ہے ہمت کی۔

☆☆☆

☆20 اکتوبر 1995ء جمعۃ المبارک

ساتھیو! سالانہ اجتماع کے انتظامات کے حوالے سے مَیں نے اشارۃً ساتھیوں کو کئی دفعہ کہا تھا کہ آپ دوسرے تبلیغی اور دینی اجتماعات کو دیکھیں، زیادہ سے زیادہ یہی ہوتا ہے کہ اُن کے لیے کھانے کا انتظام کر دیا جاتا ہے۔ باقی بستروں کا تو کوئی انتظام نہیں ہوتا، نہ ہوسکتا ہے۔ اشارۃً میرے کہنے کے باوجود آپ اتنا بھی نہیں کر سکتے کہ ایک کمبل ہی لے آئیں۔ یہ اُن ساتھیوں کے لیے ہے جو بہت دُور سے آتے ہیں اور ان کو مجبوراً رات کو قیام کرنا پڑتا ہے۔ جو مقامی اور نزدیک کے ساتھی ہیں، مثلاً لاہور، راولپنڈی کے ساتھی، وہ تو دن کو بھی آ سکتے ہیں، اُنھیں تو ضرورت ہی نہیں۔

ایک اور بات جو وقتاً فوقتاً عرض کرتا رہتا ہوں کہ یہ جو ہم ذکرِ اسمِ ذات کرتے ہیں، اس کی بنیادی غرض یہی ہے کہ ہم اچھے انسان بن جائیں۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ محض نماز پڑھ لینا، ذکر کر لینا، تسبیحات پڑھ لینا، روزے رکھ لینا کافی نہیں ہوگا۔ یہ اچھے انسان کی پوری تعریف میں نہیں آتے۔ بیشمار لوگوں کو آپ جانتے ہیں کہ وہ نمازیں پڑھتے ہیں، روزے رکھتے ہیں، ذکر و وظائف کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود اُن کی زندگی میں کچھ نہ کچھ ایسی خامی ضرور ہوتی ہے کہ لوگ اُن کی تعریف نہیں کرتے۔ نماز بھی پڑھتے ہیں، تسبیحات بھی پڑھتے ہیں، مگر اچھی شہرت نہیں ہوتی۔ ایسی نمازوں کا کیا فائدہ کہ رشوت بھی لیتے ہیں اور بُرے کام بھی کرتے ہیں۔ کاروبار میں شہرت اچھی نہیں، لین دین میں شہرت اچھی نہیں ہے اور کئی قسم کی خرابیاں ہیں۔ لوگوں کے ساتھ رویہ اچھا نہیں، زبان اچھی استعمال نہیں کرتے۔

مجھے اکثر شکایت ملتی ہے کہ فلاں ساتھی کا رویہ گھر میں ٹھیک نہیں ہے۔ دیکھیں! غصّہ، لالچ، تکبر

، جھوٹ، فریب، خیانت اور بد دیانتی، یہ سب بڑی روحانی بیماریاں ہوتی ہیں اور ان پر اگر ہم قابو نہیں پا سکتے تو سمجھ لیں کہ ہماری نماز ابھی ہمیں اچھا انسان نہیں بنا رہی۔ ان چیزوں پر، ان خامیوں پر آپ نے خاص طور پر دھیان دینا ہے۔ اپنے کردار کا، اپنی سیرت کا محاسبہ کرتے رہیں۔ کُلیے کے طور پر، اصول کے طور پر یہ بات آپ کو بتا رہا ہوں۔ باقی محاسبہ آپ نے خود کرنا ہے کہ میرے ذکر میں شامل ہو کر کیا ان خامیوں میں کوئی کمی واقع ہو رہی ہے۔ اگر نہیں تو پھر تعمیرِ سیرت والا مسئلہ ہے۔ خود کا محاسبہ کریں۔ ہمدردی، خدمت، لوگوں کے کام آنا، ایثار؛ یہ ایسی صفات ہیں جو آپ نے اپنے اندر پیدا کرنی ہیں۔ ایک آدمی آپ کو تکلیف دیتا ہے، اذیت دیتا ہے، آپ بھی اُسی انداز میں اس کا جواب دیتے ہیں تو آپ میں اور اس میں کیا فرق ہوا؟

میرے پاس ایسی شکایات آتی رہتی ہیں کہ ماں بیٹی سے نالاں ہے اور بیٹی ماں سے، جبکہ بیٹا باپ سے اور باپ بیٹے سے نالاں ہیں۔ شکایتیں کرتے رہتے ہیں کہ بہن بھائی نے یہ کر دیا، وہ کر دیا۔ اگر آپ بھی اسی انداز میں جواب دیتے ہیں تو آپ میں اور اُن میں کیا فرق ہے، آپ کس بل بوتے پر کہہ سکتے ہیں کہ آپ صوفی ہیں؟ دو اصطلاحیں ہیں؛ صوفی اور سالک۔ تو صوفی کے معنی تو یہی ہیں کہ اس کا اندر اتنا صاف ہو کہ وہ ان عیوب سے پاک ہو جائے۔ یہ نہیں کہ آپ نے کپڑے بہت ستھرے پہن لیے اور ظاہری طور پر صاف ستھرے نظر آنے لگے۔ اندر کی جو کدورتیں ہیں وہ آپ نے دُور کرنی ہیں۔ اگر آپ میں اتنا بھی جذبہ نہ پیدا ہو کہ بھائی کا حصہ بھائی کو دیدیں، بہن کا حصہ بہن کو دیدیں۔ چند ٹکوں پر آپ کی نیّت خراب ہو گئی تو آگے جا کر آپ نے کیا کرنا ہے؟ یہ دنیا تو ہے ہی آپ کے لیے جہاد۔ چاہے آپ کی آبائی جائیداد ہے اور چاہے آپ نے کوئی ذاتی جائیداد بنائی ہوئی ہے، یہ سارے آپ کے امتحان ہیں کہ آپ کس طرح Deal کرتے ہیں، کس طرح کا معاملہ کرتے ہیں، اپنے ماں باپ، بہن بھائی کا، اپنے بال بچوں کا کیسے خیال کرتے ہیں، لوگوں کے ساتھ آپ کا برتاؤ، لین دین اور روابط کیسے ہیں؟ ان سب باتوں کی، سب معاملات کی نگرانی خود کریں۔

بے شمار لوگ ہیں جن کو مَیں ذاتی طور پر جانتا ہوں کہ کسی سلسلے سے وابستہ نہیں ہیں مگر وہ تہجد گزار

ہیں نماز و وظائف جیسی عبادت میں مشغول ہیں۔ اگر محض عبادت کی بات ہوتی تو اُن کا حق زیادہ بنتا تھا کہ مَیں اُن کو لطائف کراتا، مراقبات کراتا، لیکن اُن کے نصیب میں نہیں ہے۔ اُن کو پتہ ہے کہ کمال صاحب یہاں بیٹھے ہیں، بال بچوں کو چھوڑ کر یہاں تکیہ بنایا ہوا ہے، آستانہ بنایا ہوا ہے۔ لیکن اُن کے نصیب میں نہیں ہے، یہاں تک نہیں آتے یا کتاب پڑھ کر رکھ چھوڑی ہے اور اُن کی طبیعت اِدھر آتی ہی نہیں ہے۔ اُن کی طبیعت قبول ہی نہیں کرتی کہ اس نعمت سے فیضیاب ہوں۔ آپ اگر آ گئے ہیں، آپ کے دِل نے مان لیا ہے تو اپنے احوال کی نگرانی بھی کیا کریں۔ ایسے بھی ہے بلکہ تھوڑے گھر ایسے ہیں کہ جن میں سب نے بیعت کی ہے، وگرنہ باپ نے بیعت کی ہے تو بیٹے نے نہیں کی، بیٹے نے کی ہوئی ہے تو باپ نے نہیں کی، ایک بھائی نے کی ہے دوسرے نے نہیں کی۔ تو یہ استعداد کی بات ہے۔ مَیں بُرا نہیں مانتا کہ فلاں نے میری بات کیوں نہیں مانی یا فلاں مجھے جُھوٹا سمجھتا ہے۔ کسی نے میری کتاب پڑھی ہے اور وہ میرے پاس نہیں آتا، مَیں بُرا نہیں مانتا، مَیں سمجھتا ہوں کہ اُس میں استعداد نہیں ہے۔

جس طرح ظاہری تعلیم میں گاؤں کے پرائمری سکول میں سو، دو سو لڑکے ہوتے ہیں مگر ایم۔اے تک تو چند لڑکے جاتے ہیں۔ ہوسکتا ہے وہاں دس سالوں میں ایک لڑکا بھی ایم۔اے تک نہ پہنچ پائے۔ میرا اسکول جس میں، مَیں پڑھتا رہا، میرے بھائی پڑھتے رہے، 80 سال اُس سکول کی عمر ہے، اس سے اب تک ایک مَیں نکلا ہوں، جس نے ایم۔اے کیا۔ دوسرے نمبر پر میرا بیٹا ہے، تیسرے نمبر پر ایک اور لڑکا ہے۔ تو 70 سالوں میں صرف ہم تین آدمی ہیں جو ایم۔اے تک پہنچے۔ باقی راستے میں رہ گئے، مَیں سمجھتا ہوں کہ اُن میں استعداد نہیں تھی، ہمت نہیں تھی۔ یہ جو روحانی استعداد ہے یہ تو اور بھی کم ہے۔ مَیں پریشان نہیں ہوتا کہ میرے پاس تھوڑے لوگ آتے ہیں، فلاں گدی پہ ٹرک کے ٹرک اور بسیں بھری ہوئی جاتی ہیں۔ یہاں آپ دیکھ رہے ہیں کہ کتنے لوگ آتے ہیں۔ اس لیے سب سے پہلے تو اپنے کردار کی، اپنی سیرت کی، اپنے اوصاف کی پوری نگرانی کرتے رہا کریں کیونکہ یہ ہی نشاندہی کرتا ہے کہ آپ صوفی ہیں یا سالک ہیں۔ سالک کی بات ہی بہت اونچی ہے، وہ تو روحانی پرواز کرنے

والا ہوتا ہے آسمانوں پہ، عرشوں پہ۔ صوفی تو کم ازکم آپ بن ہی سکتے ہیں، آپ ذکر کرتے ہیں۔ تصوّف کا مطلب بھی یہی ہے کہ اندر کی صفائی کرنی ہے، عیوب سے خود کو صاف کرنا ہے۔ کوئی بھی بھلا مانس آدمی گوارا نہیں کرتا کہ اُس میں عیوب ہوں۔ کوشش کریں، اپنی نگرانی کرتے رہا کریں۔

آپ سوچتے ہیں کہ فلاں آدمی میرے پاس دو سال سے آرہا ہے، اُس میں کچھ فرق نہیں پڑا۔ فرق اس لیے نہیں پڑا کہ یا تو مَیں آپ کی گھر سے چھٹی کرادوں کہ یہاں بیٹھ جاؤ، تب فرق پڑے گا۔ حضرت شیخ جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ یہ تھا کہ جس کی خواہش ہوتی تھی کہ ان کے ذکر میں شامل ہو تو اُسے پہلے تین ماہ اپنی خانقاہ کی صفائی پر لگا دیتے۔ یہ گزر گئے تو ان تین ماہ بعد پھر اگلے تین ماہ لنگر کی لکڑیاں ڈھونے پر لگا دیتے۔ بعد میں خانقاہ میں بیٹھنے والوں کے انتظام پہ لگا دیتے، پھر دو تین ماہ خانقاہ کے جانوروں کی خدمت پہ لگا دیتے۔ اس طریقے سے تقریباً 365 دن ریاضت کرانے کے بعد پھر سبق دیتے۔

یہاں تو حالت یہ ہے کہ چند ساتھی کام کرتے ہیں، یہ میرے نوکر تو نہیں ہیں، ملازم تو نہیں ہیں، جس طرح یہ برتن دھو رہے ہیں۔ اپنا کام سمجھ کر میری خدمت کر رہے ہیں، آپ کی بھی کر رہے ہیں۔ کسی کو اتنا خیال، احساس نہیں ہوتا کہ چلو ہم بھی ان کا ساتھ دے دیں۔ کہنے کا مطلب یہ ہے اور کتاب میں بھی مَیں نے لکھا ہے کہ خدمت ایک مستقل شاخ ہے۔ اور جتنے آپ ساتھی ہیں، ولایت کی گیارہ شاخوں میں سے کسی کو ایک دی ہوئی ہے کسی کو دو ملی ہوئی ہیں۔ دنیاوی لحاظ سے تو چاہتے ہیں کہ آپ کے پاس گاڑی بھی ہو اور ساتھ ایک سکوٹر بھی ہو تو ٹھیک ہے۔ عام آدمی کے لیے سکوٹر اور خاص کے لیے گاڑی ہوتی ہے۔ تو یہاں پر آپ سمجھتے ہیں کہ آپ کو صرف تصوّف وسلوک کی لائن چاہیے۔ باقی لائنیں بھی آپ نے رکھنی ہیں۔

کبھی کبھی مَیں آپ کو کہتا ہوں کہ گھر میں آپ جب روٹی کھاتے ہیں تو جو بھورے (ٹکڑے) بچ جاتے ہیں، وہ ہی چھت پر ڈال دیا کریں، یہ جو اللہ کی مخلوق ہے جیسے چڑیاں اور کوّے کھا لیا کریں۔ کوئی کٹورا رکھ دیں، اُس میں پانی ڈال دیا کریں۔ شیخ کی باتوں کو غور سے سننا چاہیے کہ وہ کیا کہتا ہے۔ اس میں آپ کے لیے کوئی رمز ہوتی ہے۔ بعض اوقات وہ جان بوجھ کر قصداً نہیں کہتا۔ جن

میں استعداد ہے وہ Catch (پلّے باندھ لیں، اختیار کرلیں) کرلیں۔شفقت بَرمخلوق ایک لائن لکھی ہوئی ہے۔اس کا مطلب یہی ہے کہ اللہ کی مخلوق پر شفقت کریں گے، انسانوں پر الگ اور دوسری مخلوق پر الگ۔ کتنے ہیں جنھوں نے کتاب میں پڑھا اور اُن کے ذہن میں آیا کہ گھر میں چڑیاں ہیں، ہم چھت پر روٹی کے ٹکڑے ڈال دیں۔ اللہ تو اُن کو روزی دے ہی رہا ہے، ہم نے تو نہیں دیکھا کہ کوئی چڑیا بھوک سے مر رہی ہے۔لیکن اگر آپ نے دو روٹیاں یا ایک روٹی کھانی ہے تو اُس میں سے ایک چپہ روٹی بچالیں، بھورے کرکے انھیں ڈال دیں۔تو آپ کا صدقہ بن جائے گا اور آپ کی ایک لائن بن جائے گی۔اسی طرح اگر آپ کسی پڑوسی کی، کسی ملنے والے کی کوئی امداد کردیتے ہیں تو سمجھ لیں کہ آپ کو کوئی اور لائن مل گئی ہے۔تصوّف، سلوک، قلندری، مسخرات، محبت، شہادت، یہ تو خاص لائنیں ہیں جو منجانب اللہ ہیں۔اس کے لیے آپ کو کوشش کرنی پڑے گی۔ باقی جو لائنیں ہیں مَیں نے گنوائی ہیں، وہ تو آپ کے اختیار میں ہیں اگر آپ لینا چاہتے ہیں۔ **جزاك اللّٰه**

☆☆☆

☆24 نومبر 1995ء جمعۃ المبارک

جو مخمسات باقاعدگی سے صبح وشام پڑھتے ہیں، وہ ہاتھ کھڑے کریں۔(چند ایک نے ہاتھ کھڑے کیے تو فرمایا) دراصل بات یہ ہے کہ جو چیز مفت میں بغیر محنت کے مِل جائے، اُس کی قدر نہیں ہوتی۔مخمسات کی بہت فضیلت ہے، ان کے پڑھنے کا دنیاوی لحاظ سے بھی اور آخرت میں بھی بہت زیادہ اجر ہے۔مَیں نے کتاب میں مخمساتِ عشر کے متعلق لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ کو مسبعاتِ عشر کا وظیفہ حضرت خضر علیہ السلام سے عطا ہوا۔

اور اس کے متعلق مَیں نے جب یہ پڑھا کہ جو کوئی اسے اپنا معمول بنائے گا تو اللہ تعالیٰ تمام گناہ معاف فرمادے گا اور اُسے جنت میں محل عطا فرمائے گا۔تو میرے دِل میں بھی یہ خواہش پیدا ہوئی کہ حضرت خضر علیہ السلام سے براہِ راست اس کی اجازت حاصل کروں۔ جب مَیں نے اُن علیہ السلام سے رجوع کیا تو اُنھوں نے فرمایا کہ میں اس کی اجازت نہیں دے سکتا اور فرمایا کہ براہِ راست نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے

رجوع کرو۔ دراصل بات یہ نہیں کہ اُنہوں نے انکار کیا بلکہ یہ واقعہ بہانہ بنا۔ مجھے اس سے افضل چیز ملنا تھی۔ یہ بات بہانہ بنی اور حضور ﷺ نے مجھے بجائے مسبّعات کے مخمسات کی اجازت ونسبت عطا فرمائی اور فرمایا کہ ''جو شخص مخمسات اپنائے گا، اُسے مسبّعات کی نسبت 101 گنا زیادہ اجر عطا کیا جائے گا۔'' صرف چار منٹ لگتے ہیں ان کو پڑھنے میں۔ سستی اور کاہلی چھوڑیں، آخرت سنواریں۔ یہاں کی زندگی کی آسائشوں کے حصول کے لیے ہر وقت محنت کرتے ہیں، دوسرے کے مقابلے میں زیادہ اچھی زندگی گزارنے کی خواہش ہوتی ہے۔ اصل زندگی تو وہاں کی ہوتی ہے۔ وہاں بھی کسی کے پاس جھونپڑی ہوگی، کسی کے پاس کوٹھڑی اور کسی کے پاس کوٹھی اور محل ہوگا۔

آخرت سنوارنے کی فکر بھی کیا کریں۔ کوئی بھی وظیفہ ہو اُس کی افادیت تب ہوتی ہے جب پوری زندگی اُسے نبھائیں۔ یہ نہیں کہ موڈ آیا تو پڑھ لیا وگرنہ نہ پڑھا۔ اُس کے اثرات تب مرتب ہوں گے جب باقاعدگی سے پڑھیں گے۔ چار منٹ کا مختصر سا وظیفہ ہے، رات کو سوتے وقت ہی پڑھ لیا کریں۔ کوشش کریں کہ باقاعدگی سے پڑھیں۔

☆☆☆

☆15 دسمبر 1995ء جمعۃ المبارک

آج کچھ کہنے کو میرا موڈ تو نہیں تھا۔ لیکن ایک ساتھی نے ایسی بات کی، مَیں مجبور ہو گیا۔ کہاوت ہے ''چلتے گھوڑے کو چابک نہ مارو۔'' عین ممکن ہے بِدک کر تمہارا نقصان کر دے۔ اسی طرح صوفیا اور فقرا کے بارے میں بھی کہا جاتا ہے کہ وہ جس Routine (مخصوص طے شدہ طریقِ کار)، جس معمول پر جا رہے ہوتے ہیں، اُنھیں چلنے دیں، یہ نہ ہو کہ تمہاری کوئی بدتمیزی، کوئی بات، کوئی فعل، اُنہیں شاق گزرے اور چلتے چلتے سب کچھ ختم ہو جائے، کباڑا ہو جائے۔ وہ کہتے ہیں ناں کہ ''فقیراں دی موج ہوندی اے'' یعنی فقیر کی ایک لہر ہوتی ہے۔ موج میں آئیں تو کہاں سے کہاں لے جائیں اور اگر تمہاری کسی بات سے اُن کا مزاج برہم ہو گیا تو ایک کا نہیں پوری جماعت کا نقصان ہوتا ہے۔

پوری تاریخِ تصوّف دیکھ لیں، کسی صوفی نے، کسی ولی اللہ نے اپنے مریدوں کو اتنی فراخدلی سے

منازل طے نہیں کرائیں، بلکہ منازل کا ذکر بھی کیا ہے تو اس انداز سے کہ کسی کو ان باتوں کی سمجھ نہ آئے۔ پوری تاریخِ تصوّف میں ایک میرے شیخِ مکرّم رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے ان منازل کی وضاحت کی اور اپنے مریدوں کو اِن منازل سے گزارا۔ مَیں نے بھی اپنے شیخِ محترمؒ کی نسبت اور سنت کے مطابق پوری فراخدلی سے لُٹایا۔ کوئی اہل تھا یا نہیں، شرائط پوری کرتا ہے یا نہیں، لُٹاتا چلا گیا۔ میرے شیخِ محترمؒ شرائط عائد کرتے تھے کہ پہلے یہ پوری کریں، پھر دربارِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لے جاؤں گا۔

ایک ساتھی نے عرض کیا کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بیعت کرادیں، وہ ایس۔ ایس۔ پی تھے، تو فرمایا داڑھی رکھو اور جو رشوت لی ہے سب واپس کرو۔ اُس نے سارے مکان بیچ کر جس جس سے رشوت لی تھی، رقم واپس کی۔ کایا پلٹی، دربارِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں پیش کیے گئے۔ یہ کتنے اونچے مقامات ہیں اور ان کے لیے کیا شرائط ہیں، اس کا آپ کو اندازہ ہی نہیں۔ ایک ساتھی کے دوست نے اُسے بتایا کہ کلین شیو ہونے اور انگریزی لباس کے باوجود ایک بزرگ نے پہلے دن ہی اُسے کہا کہ میں نے تیرے دل پہ لفظ اَللّٰہ لکھ دیا، اور جب اَللّٰہ لکھا تو اُسے کشف ہو گیا۔ کشف القلوب اور کشف القبور کا حاصل ہونا کوئی بڑی بات نہیں، یہ تو غیر مسلم بھی مجاہدوں اور مشقتوں کے بعد حاصل کر لیتے ہیں۔ یہاں اس وقت محفل میں مرتضٰی شاہ، سعید اور کئی ساتھی بیٹھے ہیں۔ سب نوجوان ہیں، صاحبِ کشف ہیں۔ سب کلین شیو تھے، یہاں بیٹھے بیٹھے محفل میں اولیاء کرامؒ اور انبیاء کرامؑ سے رابطہ کر لیتے ہیں اور اُنہیں پہچانتے ہیں کہ کون کون سے بزرگ محفل میں تشریف فرما ہیں۔ مَیں نے انہیں ایک دن میں مقامات طے کرا دیے تھے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو بھی آئے مَیں، اُس کو ایک دن میں سب کرا دوں۔ کشف سے دلوں کا حال جاننا اور قبروں میں مُردوں کی حالت بتا دینا کوئی ایسی اہم بات نہیں۔ اس کی ضرورت بھی کیا ہے کہ اگر کوئی شخص کوئی حماقت کر ہی آیا اور اُسے یہ بتا دیا جائے کہ تم یہ کر کے آ رہے ہو تو یہ کوئی مستحسن اقدام نہیں۔ اشارۃً خرابیاں بتا دینا ہی کافی ہے۔ کشفُ القلوب اور روحانی مشاہدات منزلِ مقصود نہیں۔ اصل بات تو ہے دربارِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پہنچانا، اللہ تعالیٰ کا قرب اور اُس کی رضا حاصل کرنا۔

بعض لوگ عجیب مطالبے کرنے لگتے ہیں، کہتے ہیں کہ کچھ نہیں ملا۔ بھئی! اگر یہ چاہتے ہیں تو گھر

بار چھوڑ کر آ جائیں۔ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر 30 سال مسلسل بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں رہے اور 30 سال بعد ان کو مقام ملا۔ داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اولیاء اللہ کے حالات پڑھیں۔ اُنہوں نے سالہا سال محنتیں کیں، مجاہدے کیے۔ آپ لوگ مجھ پر بڑی مہربانی کرتے ہیں، مہینے میں کسی جمعے آ جاتے ہیں۔ تو جب مَیں نے قدم بہ قدم نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں پہنچانا ہے تو مجھ پر اعتبار کریں۔ پانچ پانچ بچوں کے باپ ہو جاتے ہیں، عمر 45-40 سال ہو جاتی ہے تو پھر بھی داڑھی رکھنی ہو تو بیوی سے پوچھ کر رکھتے ہیں۔ یہ میرے پاس نوجوان ساتھی بیٹھے ہیں، کالج میں پڑھتے ہیں، داڑھیاں رکھی ہوئی ہیں۔ ڈاکٹروں، پروفیسروں نے داڑھیاں رکھی ہوئی ہیں۔ تم جاہل، اَن پڑھ ہو کر داڑھی رکھنے سے گھبراتے ہو۔ داڑھی رکھنے میں کیا پریشانی ہے؟ اور پھر یہ Demand (تقاضا، مطالبہ) ہے کہ مقامات طے نہیں کراتا۔ جو مجھے دے رکھا ہے، مجھ سے لے لیں۔ طالب بن کر رہیں، سچی طلب پیدا کریں۔

ہمارے مرشد جناب اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ صاحب کو اُن کے مرشد نے سات لطائف کرائے اور کہا کہ واپس جاؤ، عالمِ دین ہو، دین کی خدمت کرو۔ سال میں ایک ماہ خانقاہ میں ٹھہراتے اور پھر واپس بھیج دیتے۔ 16 سال تک کچھ نظر نہ آیا، اندھیرا ہی رہا، پھر روشنی محسوس ہوئی۔ سولہ سال میں لطائف کا سفر طے ہوا۔ مَیں نے تو ایک سال میں لطائف کرانے کا سوچا ہے۔ یہاں چھوٹی چھوٹی باتوں پر آپ پاؤں پٹختے ہوئے چلے جاتے ہیں۔ آپ کی تو نمازیں بھی پوری نہیں اور سات لطائف پر پہنچے ہوئے ہیں۔ کہنے سے میرا مقصد یہ ہے کہ اب تک تو مَیں لُٹا تا رہا ہوں لیکن یہ روایت ایسی ضروری نہیں کہ اسے جاری رکھا جائے۔ مَیں نے بھی اب دیکھنا ہے کہ سچی طلب کس میں ہے۔ اب مَیں بھی تقاضا کروں گا اور شرائط رکھوں گا۔ شریعت کی بالا دستی ہے، قلندری لائن کو چھوڑیں۔ دین کی سر بلندی کے لیے شریعت ضروری ہے۔

پوری دنیا میں مسلمان پِس رہے ہیں۔ سب کہتے ہیں مسلمانوں کا استحصال ہو رہا ہے۔ اس کی وجہ ہماری کوتاہیاں اور بے عملی ہے۔ نماز اور ذکر کی پابندی کیا کریں۔ میں تو شریعت کی پابندی کرانے

کی کوشش کروں گا، کاہلی ہوسکتی ہے، حالات کی مجبوری سے کمی ہوسکتی ہے لیکن ساری رات سوکر بھی فجر کی نماز نہ پڑھیں تو اس کی گنجائش نہیں۔ اگر آنحضورﷺ سے محبت ہے، لگاؤ ہے تو اُن جیسا حلیہ تو بنائیں، داڑھی رکھیں۔ یہاں اس وقت محفل میں ایک ایم۔ بی۔ بی۔ ایس ڈاکٹر موجود ہے، یہ کسی بزرگ کے پاس سبق لینے گئے تو اُنہوں نے کہا کہ جاب، ڈاکٹری، بیوی، بچے چھوڑ کر میرے پاس آجاؤ، تین سال رہو تو پھر سبق دوں گا۔ یہ سرکاری نوکری، بیوی بچے چھوڑ کر اُن کے پاس چلے گئے۔ دو سال گزر گئے، کوئی سبق نہیں دیا اور وہ فوت ہوگئے۔ اُنہوں نے سبق دینا تھا، وہ دیکھ رہے تھے کہ اس میں سچی طلب ہے؟ یہ فنافی الشیخ کی منزل ہے، یہ لائن اتنی آسان نہیں جتنی آپ نے سمجھ رکھی ہے۔ انہوں نے میری کتاب پڑھی، میرے پاس آگئے۔ مَیں نے کہا کہ جسم و جان کے کچھ تقاضے ہیں، بال بچوں کے تقاضے ہیں۔ اگر اس طرح دنیا کو چھوڑنا پڑے تو کون اِدھر آئے گا۔ پہلے بزرگ اس طرح خانقاہ میں رکھ کر تربیت کرتے تھے، پھر سبق دیتے۔ مَیں نے انہیں کہا کہ اسلام نے دنیا چھوڑنی نہیں بتائی۔ نہ نبی ءِ کریمﷺ نے دنیا چھوڑی، نہ مَیں نے چھوڑی ہے۔ آپ جاب پر تو واپس جاسکتے نہیں، اپنا کلینک کھولیں۔ بیوی بچوں کے پاس جائیں، اُن کی ذمہ داریاں نبھائیں۔ یہاں میرے پاس جمعے کو محفل میں آتے رہیں، مَیں آپ کو سبق دیتا رہوں گا۔

یہاں آپ لوگوں کا یہ حال ہے کہ میرے بار بار کہنے اور سمجھانے کے باوجود پھر تکرار کرتے ہیں کہ مَیں آپ کو اگلا سبق دوں، آگے لے جاؤں۔ مجھے خود پتہ ہوتا ہے کہ کس کو کب اور کتنا سبق دینا ہوتا ہے۔ جب اس قسم کی بات سنتا ہوں تو دِل چاہتا ہے کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر چلا جاؤں، صرف چند ساتھیوں کو رکھوں، باقی سب کی چھٹی کردوں۔ اللہ کے بندو! اتنی بے رحمی سے میرا محاسبہ کرتے ہو، اذیت ہوتی ہے مجھے، نہ نماز، نہ ذکر، نہ اعمال، نہ حلیہ، مَیں آپ کو آگے کیسے لے کر جاؤں؟ مجھے بتاتے ہیں کہ فلاں نے سوٹ بوٹ پہنے شخص کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اَللّٰہ کا اسم لکھ دیا۔ قابلِ اعتبار اور قابلِ قدر تو یہی شریعت کا راستہ ہے۔ اگر قلندری لائن میں اجازت ہے بھی تو ہمارے پاس کیا دلیل ہے کہ ٹھیک انجام ہوگا کہ نہیں؟

شریعت کی راہ میں کوئی ٹھوکر نہیں ہے، کوئی کھائی نہیں، گریں گے نہیں۔ شریعت کے راستے پر چل کر طریقت میں داخل ہو گے تو محفوظ رہو گے۔ اس میں خطرہ نہیں ہے۔ تصوّف وسلوک اور قلندری؛ روحانیّت کی دو شاخیں ہیں۔ تصوّف وسلوک شریعت کا راستہ ہے۔ سورۃ الکھف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات میں قلندری کی طرف اشارہ ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے لڑکے کو قتل کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام صاحبِ شریعت تھے فوراً بول اُٹھے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ آپ میرے ساتھ نہیں چل سکتے۔ شریعت نے تقاضا کیا کہ خون کیوں کیا ہے؟ اس کے پیچھے جو رمز ہے وہ اللہ اور اللہ کا نبیؐ جانے، ہم شریعت کے پابند ہیں۔ قلندری لائن خطرے والی لائن ہے، کیا پتہ کس اندھی غار میں جا گریں۔ اس میں نہ پڑیں۔ آپ کو نہ اس کی سمجھ ہے نہ ادراک۔ سیدھا راستہ شریعت کا راستہ ہے۔ مَیں نے آپ کو اس پہ چلانا ہے۔ باقاعدگی سے نماز پڑھیں اور ذکر کریں۔ جزاك الله

☆☆☆

☆16 فروری 1996ء جمعۃ المبارک

ساتھیو! آج جمعۃ الوداع ہے۔ رمضان شریف جا رہا ہے۔ اس کی اپنی برکات تھیں، بلکہ یوں لگتا تھا کہ رمضان شریف سے ایک ہفتہ قبل ہی اس کی برکات کا نزول ہونا شروع ہو گیا ہے۔ فضا میں اس کی خاص قسم کی رحمت اور برکات محسوس کی جا سکتی تھیں اور اب یہ اپنے اختتام کو پہنچ رہا ہے۔ جس کسی نے جتنی سعادت حاصل کرنا تھی، اس نے کر لی۔ رمضان شریف کے آخری عشرے کی جو فضیلت ہے، وہ بھی آپ لوگوں کو معلوم ہے، خصوصاً لیلۃ القدر کی تلاش میں تمام صوفیاءِ کرامؒ اور اولیاءِ کرامؒ کوشاں رہتے ہیں کہ وہ رات نصیب ہو جائے۔ مَیں سمجھتا ہوں اگر سچی طلب ہو تو اس کو ہر آدمی حاصل کر سکتا ہے، اس لیے کہ اس کی فضیلت یہی ہے کہ اس رات کو اگر آپ عبادت کرتے رہیں گے تو ایک ہزار مہینے کی عبادت کا ثواب ملے گا۔

اب یہ کون سا مشکل ہے کہ دن کو تین چار گھنٹے سو لیں اور رات کو جاگتے رہیں۔ آپ فیکٹریوں کے ملازمین کو دیکھیں کہ ساری رات وہ ڈیوٹی دیتے ہیں، شفٹیں چل رہی ہیں۔ مہینے میں کم از کم دو شفٹیں

اُن کی رات کی آتی ہیں۔ اگر آپ اس پیٹ کے لیے رات کو جاگ سکتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے جاگنا کون سا محال ہے، بس صرف اتنا ہی شوق ہے کہ پتہ چل جائے کہ رات کون سی ہے؟ تو بھئی! اگر سچی طلب ہے، شوق ہے، جذبہ ہے تو آپ میں سے ہر ایک اُس رات کی ساری کی ساری برکات کو سمیٹ سکتا ہے، کوئی محروم نہیں رہ سکتا۔ اور بزرگوں کا یہ خیال ہے کہ ستائیسویں رات شبِ قدر ہے مگر حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ یہ رات بدلتی رہتی ہے، گھومتی رہتی ہے۔ پورے عشرے میں کبھی تیس میں، کبھی انتیس میں، کبھی ستائیس میں، چھبیس میں؛ اسی طرح چلتی رہتی ہے۔

یہ مَیں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا بلکہ اگر صحیح بخاری کا جو باب لیلۃ القدر کا ہے، وہ پڑھیں تو بڑے صاف انداز میں وہاں پہ تفصیل سے لکھا ہے۔ کسی نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! کون سی رات شبِ قدر کی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تیئیسویں رات، پھر کسی نے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا چوبیسویں رات، پھر کسی نے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا ستائیسویں رات، پھر کسی نے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا آخری عشرے میں تلاش کرو، آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ ایک وقت میں سب باتیں نہیں ہوئیں بلکہ مختلف مواقع پر آئی ہیں، مختلف سالوں میں ہوئیں۔ ایک سال میں رمضان شریف آیا تو کسی نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ! کون سی شبِ قدر ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا بھئی! تیئیسویں کی رات، پھر اگلے سال یا چند سال بعد میں کسی نے پوچھا تو آپ ﷺ نے کسی اور رات کی نشاندہی کی۔ پھر آپ ﷺ نے کسی مصلحت کے تحت یہ فرما دیا کہ بھئی! طاق راتوں میں تلاش کرو۔ تو اُس سال جو رات ہوگی، وہ طاق راتوں میں تھی، اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا۔

یہ نہیں تھا کہ حضور ﷺ بتا نہیں سکتے تھے، یا نشاندہی نہیں فرما سکتے تھے کہ بھئی! فلاں جو خاص رات ہے، وہی رات ہے۔ اس میں سب زیادہ سے زیادہ جاگیں۔ مقصد یہ تھا کہ لوگوں میں ذوق پیدا ہو، شوق پیدا ہو۔ وہ سارے عشرے میں کوشاں رہیں، زیادہ سے زیادہ اُن کو عبادت کا وقت ملے۔ تو ستائیسویں رات کی بھی اپنی ایک فضیلت ہے، باقی راتوں کی نسبت اس میں زیادہ برکات محسوس ہوتی ہیں۔ جو صاحبِ کشف ساتھی ہیں، اُن کو مَیں نے کئی دفعہ مشاہدہ کرایا کہ شبِ قدر کوئی اور تھی، اُس کی

اپنی برکات تھیں، اس کی اپنی کیفیات تھیں۔ مگر اس کے بعد ستائیویں رات میں بھی بہت کچھ تھا۔ تو بعض ساتھی مجھ سے تقاضا کرتے ہیں۔

چونکہ کتاب میں مَیں نے لکھ دیا ہے کہ مجھ پر جو بے شمار اللہ تعالیٰ کے کرم ہیں، احسانات ہیں، اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مجھے فرمایا گیا کہ لیلۃ القدر ہر سال تمہیں نصیب ہوگی اور تم مشاہدہ بھی کراسکوگے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مَیں ہر سال آپ لوگوں کو بتاؤں کہ بھئی! آج رات آپ یہاں آجائیں۔ اس لیے کہ اس میں بھی کوئی خاص ایسی باتیں آسکتی ہیں جو باہر نکل جائیں تو میرے لیے مسئلے کھڑے ہوجائیں۔ حضور ﷺ کو رات بتائی گئی، آپ ﷺ خوشی خوشی گھر سے باہر آئے کہ مسلمانوں کو بتاؤں کہ اس سال یہ رات ہے۔ باہر دیکھا کہ دو صحابی، دو ساتھی، آپ ﷺ کے اُمتی آپس میں جھگڑ رہے تھے، لڑ رہے تھے۔ تو آپ ﷺ پر ایسا اثر ہوا کہ وہ جو کچھ بتایا گیا تھا، وہ محو کر دیا گیا۔ اس ایک منظر نے ایک بہت بڑی نعمت سے پوری اُمّت کو محروم کر دیا۔ شاید ہوسکتا تھا کہ آپ ﷺ اس وقت موڈ میں ہوں، اس کیفیت میں ہوں کہ فارمولا ہی بتادیں کہ بھئی! اس طریقے سے یہ ہوسکتا ہے۔ تو اس سے ایک بات یہ بھی نکلتی ہے کہ مسلمانوں کا آپس میں جھگڑا، لڑائی یہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے کہ بہت معمولی سا جھگڑا جو دو بھائیوں میں، دو دوستوں میں، دو ساتھیوں میں ہو رہا تھا، وہ بھی اللہ تعالیٰ کو ناگوار گزرا کہ حضور ﷺ کے دِل سے وہ بات محو ہوگئی۔ تو مَیں بھی پہلے چند سالوں میں ساتھیوں کو بتادیتا تھا۔ اجتماعی طور پر دو سال مَیں نے، پُرانے ساتھیوں کو پتہ ہے کہ اُس رات کو مَیں نے ساتھیوں کو بلالیا، ساری رات عبادت کی، مشاہدہ بھی کرایا۔

جو مشاہدہ ہے وہ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ دل کی آنکھ کھول دیں تو یوں ہوتا ہے کہ جب وہ لمحہ آتا ہے اور جو تقریباً ایک منٹ کا ہوتا ہے جس کو ''لمحۂ قبولیّت'' کہتے ہیں، تو اس لمحے کی جو کیفیت ہے وہ کچھ یوں ہے کہ جوں ہی وہ شروع ہوتا ہے، تیز ہوا چلنا شروع ہوتی ہے اور جو درخت ہیں، وہ جھکنا شروع ہوتے ہیں اور جب ایک خاص وقت میں وہ لمحہ پہنچتا ہے تو ساری کائنات سجدہ ریز ہوجاتی ہے، درخت بھی سجدہ ریز ہوجاتے ہیں۔ گویا کائنات کی ہر چیز سجدہ ریز ہوجاتی ہے اور اُسی لمحے ایک نُور کا

گولہ پھٹتا ہے جو پوری کائنات کو روشنی میں نہلا دیتا ہے۔ تو یہ جو دو کیفیتیں ہیں، یہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے نصیب کرے۔ مگر مصلحتاً مَیں نے یہ مشاہدہ کرانا چھوڑ دیا ہے۔ اس میں آپ لوگوں کو ملال نہیں ہونا چاہیے کہ ایک نعمت ہمارے شیخ کو اللہ تعالیٰ نے دی اور یہ کنجوسی کیوں کر رہے ہیں۔ دراصل یہ اتنی بڑی بات ہے کہ مجھے تو حیرت ہوتی ہے کہ عظیم، جو اکابر اولیاء کرامؒ ہیں، اُنھوں نے بھی اپنے حساب سے، اندازوں سے ایک قسم کا فتویٰ دے دیا کہ یہ ستائیسویں رات ہے۔ تو ان کو غلط نہیں کہا جا سکتا، اس لیے کہ شاید ان کو مشاہدہ ہی اسی رات کو ہوا ہو۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر کسی کو ہر سال ہی مشاہدہ ہو، لیکن جس کسی کو مشاہدہ ہوا ہو، وہ ستائیسویں ہو، اس لیے انھوں نے اپنے تجربہ کی بنا پر ستائیسویں کہہ دیا ہو۔

بہر حال آج کی رات آپ اپنے اپنے گھروں میں، اپنی اپنی مسجدوں میں جاگنے کی کوشش کریں۔ میرے ذاتی تجربے کی بنا پر جو مشاہدات مَیں نے کیے ہیں یا مَیں نے ساتھیوں کو کرائے ہیں، یوں تو ہر رات بڑی بابرکت ہے، ہر رات میں وہ قبولیت کا لمحہ آتا ہے۔ یہ نہیں کہ وہ صرف ستائیسویں رات کو آتا ہے یا خاص کسی رات کو، بلکہ یہ ہر رات میں آتا ہے لیکن گھومتا رہتا ہے۔ اس کا وقت متعین کرنا کسی کے لیے ممکن نہیں ہوتا۔ تو مقصد یہ نہیں کہ وہ لمحہ آپ کو نصیب ہو اور اس میں آپ اللہ تعالیٰ سے مانگیں۔ آپ ویسے ہی ساری رات مانگتے رہیں، چاہے آپ دُعا کرتے رہیں، چاہے آپ تسبیحات پڑھتے رہیں اور چاہے آپ درود شریف پڑھتے رہیں۔ وہ ساری رات آپ کی عبادت میں شمار ہوگی اور یہ بہت بڑی سعادت ہوگی۔

کوشش یہ کیجیے کہ جیسا کہ مَیں پہلے بھی بتاتا رہتا ہوں کہ جو بھی آپ تلاوت کرتے ہیں، تسبیحات پڑھتے ہیں، نوافل پڑھتے ہیں، یہ سب برحق ہیں، سب کی فضیلت ہے مگر ہر بانیءِ سلسلہ کو کوئی خاص چیز عطا کی جاتی ہے۔ مجھے چونکہ درود شریف کی خصوصی ترین نسبت عطا ہے، اس لیے میری یہی گزارش ہوتی ہے ساتھیوں سے کہ وہ باقی معمولات کو چھوڑ کر صرف درود شریف پر اکتفا کریں اور اس پر زیادہ سے زیادہ وقت لگائیں۔ درود شریف کی برکت سے یہ جو آپ سحری کے وقت تہجد کے دو چار نفل پڑھیں گے، اس میں آپ نے جو دُعا مانگنی ہوتی ہے، وہ مانگیں۔ درود شریف کا ساتھیوں کا جو معمول ہے، وہ

ماشاءاللہ چل رہا ہے۔اب آپ کو پتہ ہے آٹھ اپریل کو سالانہ اجتماع ہونے والا ہے، اس میں آپ کا سارا درود شریف ریکارڈ ہوگا، آپ سے لیا جائے گا، جمع ہوگا۔ اللہ کرے ہم پچھلے سال کی نسبت آگے بڑھنے والے ہوں، پیچھے نہ رہیں۔ یہ ایک قدرتی امر ہے کہ ہم دنیادار ہیں، دنیاداری کے معاملات میں ملوّث ہیں، طرح طرح کی مصروفیات ہیں۔مگر یہی تو امتحان ہے کہ ان دنیاوی مصروفیات میں سے، جھمیلوں میں سے، جنجالوں میں سے کتنا وقت اللہ تعالیٰ کی یاد کے لیے صرف کرتے ہیں۔ کوشش کرنا پڑتی ہے، ہمت کرنا پڑتی ہے، یہ آسانی سے نہیں ہوتا۔ اب آپ کتاب پڑھ کر میرے بارے میں سوچتے ہیں کہ یہ اتنے بڑے دعوے کرتا ہے۔ بنیادی بات تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

لیکن دوسری بات جو ہے وہ کوشش بھی ہے، ہمت بھی ہے یعنی عزم وہمت اور بنیادی بات ہے شوق وطلب کی۔ تو کوشش کیجیے کہ یہ طلب آپ کی مزید بڑھے۔ میرے نزدیک سب ساتھی برابر ہیں۔ ایک ساتھی کہہ رہا تھا فلاں ساتھی آپ کو زیادہ عزیز ہے۔ میرے نزدیک صرف ایک ہی معیار ہے، جو ساتھی زیادہ درود شریف پڑھتا ہے، وہ مجھے زیادہ عزیز ہے۔ دنیاداری کا تو آپ کا اور میرا کوئی رشتہ نہیں ہے، تعلق نہیں ہے، نہ مَیں نے آپ کو کچھ دینا، نہ آپ سے کچھ لینا۔ مجھے تو صرف ایک ہی شوق ہے کہ میرے سلسلہ کے ساتھی زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھیں، اور ہماری طرف سے زیادہ سے زیادہ ریکارڈ کے طور پر حضور ﷺ کی بارگاہ میں درود شریف کا نذرانہ پیش ہو۔ اور جب برزخ میں آپ پہنچیں یا آخرت میں حساب کتاب ہو تو وہاں پر یہ اعزاز ہمیں نصیب ہو کہ کمالؔ کے سلسلے کے ساتھیوں نے زیادہ سے زیادہ درود شریف کا نذرانہ پیش کیا۔ ہماری تو یہی پونجی ہے، یہی سرمایہ ہے۔

باقی بات یہ ہے کہ یہ جو روحانیت کا سلسلہ ہے، اس میں بنیادی بات شیخ کے ساتھ محبت، عقیدت اور یقین کی کیفیت ہوتی ہے۔ اور ایک میرے پاس یہ بھی معیار ہے کہ کس کو میرے ساتھ کتنا لگاؤ ہے اور وہ لگاؤ کے بھی پیمانے میرے اپنے ہیں، اس نسبت سے بھی مَیں جانچتا رہتا ہوں۔ نماز آپ نے پڑھنی ہے، وہ آپ پہ فرض ہے، وہ مجھ پہ احسان نہیں ہے۔ اب اگر آپ پابندی سے دو وقت کا ذکر کرتے ہیں، وہ بھی دراصل اللہ تعالیٰ کا آپ پہ فرض ہے یہ کوئی فالتو چیز نہیں ہے۔ اب بات رہ گئی

نوافل کی تو جو فالتو (اضافی) آپ اوور ٹائم لگاتے ہیں وہ ہے درود شریف، اوراس کے لیے جو زیادہ کام کرے گا، جو زیادہ کارکردگی دکھائے گا، وہ مجھے زیادہ عزیز ہوگا۔ اور میرے ساتھ جو لگاؤ ہے اس کا معیار یہ ہے کہ کون شخص سال میں کتنی دفعہ یہاں میرے پاس دارالفیضان میں آتا ہے۔ یہ نہیں کہ آپ آئیں گے تو میرا ہل چلائیں گے یا میری خاص خدمت کریں گے۔ مجھے ذاتی طور پر تو کسی قسم کا کوئی لالچ نہیں ہے، میرا کوئی کام آپ سے تھما ہوا نہیں ہے کہ وہ پورا ہونا ہے۔ صرف یہ ہے کہ مَیں نے یہ دیکھنا ہے کہ اس شخص کو لگاؤ ہے سلسلے کے ساتھ، شیخ کے ساتھ، اس کو اپنے مقامات کی فکر ہے، یہ اس دنیا کے ساتھ ساتھ اگلی دنیا کو ترجیح دے رہا ہے۔ اس میں ہمت ہے، یہ دوڑ میں شامل ہو چکا ہے اور یہ مقامات حاصل کرنا چاہتا ہے؟ ظاہر ہے کہ ایک آدمی نے بیعت کرلی، یہاں دارالفیضان آتا ہی نہیں ہے، سبق ہی نہیں لیتا تو وہ کیسے آگے چلے گا۔ اب جو آتے ہیں اُن پہ میری نگاہ ہے کہ کون شخص دو مہینے کے بعد آیا ہے، کون آدمی چار مہینے کے بعد آیا ہے، کون آدمی ہر جمعے کو آیا ہے۔ اور یہ میرے پاس سبق دینے کا اور مقامات بڑھانے کا معیار ہے۔

لیکن ایک اور بات جو ہے وہ شیخ کے ساتھ عقیدت اور محبت کی آتی ہے اور یہی بنیاد بنتی ہے۔ مثال کے طور پر مَیں نے آپ کو بتایا کہ نجیب صاحب اور پروفیسر محفوظ صاحب کو جب مَیں نے بتایا کہ مجھے یہ نعمت عطا ہوئی ہے، تو مَیں ڈر رہا تھا، مجھ پہ عجیب قسم کی خوف کی کیفیت تھی کہ اتنی بڑی ذمہ داری آن پڑی ہے اور کیا ہوگا؟ جہاں خوشی تھی کہ ایک بہت بڑا اعزاز ملا ہے، اس سے زیادہ فکر لاحق تھی، چِنتا (فکر) تھی کہ اتنی بڑی ذمہ داری سونپ دی گئی ہے۔ لیکن ان کو جب مَیں نے بتایا تو ڈرتے ڈرتے بتایا کہ پتہ نہیں یہ میری بات کو کس انداز میں سنتے ہیں۔، تو ان کی جو کیفیت تھی وہ بیان ہی نہیں کی جاسکتی۔ گویا یہ ان کے دِل کی آواز تھی کہ یہ نعمت ہمارے دوست کو ملی۔ اُس وقت تو میں ان کا دوست تھا، شیخ نہیں تھا، وہ میرے پیر بھائی تھے۔ تو ان کی جو بشاشت تھی، شگفتگی تھی، خوشی کا جو عالم تھا، میرے سامنے وہ کچھ عجیب ہی تھا۔ اور اب مَیں کہتا ہوں کہ وہ سارا سال بھی میرے پاس نہ آئیں، آپ جانتے ہیں کہ محفوظ صاحب بہت مصروف آدمی ہیں، بہت کم آتے ہیں، کاروبار کا سلسلہ ہے اور اس

علاقہ، برادری میں بہت بڑی اُونچی شخصیت ہیں۔اس علاقہ کی سیاست میں بھی ان کا حصہ ہے۔کوئی اِدھر لے جاتا ہےاورکوئی اُدھر لے جاتا ہے۔ بھاگ دوڑ بہت زیادہ ہو جاتی ہے۔میرے پاس بہت کم آتے ہیں۔اسی طرح نجیب صاحب بھی آپ دیکھتے ہیں کہ یہاں جہلم میں ہوتے ہوئے بھی ہر جمعہ کو نہیں آتے مگراس کے باوجود میرے دِل میں ان کا جو وقار ہے، جوعزت ہے، جومرتبہ ان کا ہے، اس میں کبھی کمی نہیں آئی۔لیکن ایک تیسرا آدمی جوصرف ایک دن آیا اس کے بعد میرے پاس نہیں آیا۔

ہوا یوں کہ مَیں کالج میں تھا، حافظ صاحب میرے پاس گئے کہ جی ایک شخص ملنے کے لیےاوکاڑہ سے آیا، مسجد میں بیٹھا ہے۔مَیں نے کہا: مَیں پیریڈ لے کر آتا ہوں۔مَیں گیا، اس سے ملا، وہ کہتا ہے کہ جی! میں حجرہ شاہ مقیم کے جو بزرگ ہیں، ان کا مرید ہوں اور ان کے ساتھ ہی رہتا ہوں۔اس علاقے میں ان کی کوئی تیس پینتیس بیٹھکیں ہیں، ایک ایک ہفتہ ہر بیٹھک میں جاتے ہیں۔ان کے دربار ہیں اور ہر ہفتہ کے بعد دوسری جگہ منتقل ہو جاتے ہیں، میں اُن کے ساتھ ہی ہوتا ہوں اور میں ہی تعویذ لکھتا ہوں۔اور ہمارا خاندان جو ہے وہ قاضی خاندان ہےاور کئی پشتوں سے ہم دین کی خدمت کر رہے ہیں تو مَیں نے آپ کی کتاب پڑھی، اس میں آپ نے جو کچھ لکھا، اس پر میرا ایک فی صد نہیں، ننانوے فی صد نہیں، سو فی صد نہیں، بلکہ ایک ہزار فی صد میرا یقین ہےاور میں یہ سوچتا ہوں کہ جو کچھ آپ نے اپنے بارے میں لکھا ہے، بہت کم لکھا ہے۔آپ چاہیں تو بیٹھے بیٹھے کسی کو منزل پہ لے جائیں، کسی مقام پہ فائز کر دیں۔ یہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مقام بخشا ہے، مگر میں آپ سے کوئی چیز لینے نہیں آیا، صرف بیعت کرنے آیا ہوں۔ نہ مجھے لطائف چاہییں، نہ مجھے منازل چاہییں، نہ مجھے کعبہ شریف کا طواف چاہیے، نہ مجھے روضہءِ اطہر ﷺ کی زیارت چاہیےاور پھر آپ اندازہ کریں کہ ایک آدمی منازل بھی نہیں چاہتا، منصب بھی نہیں چاہتا، کہتا ہے کہ کعبہ شریف جانے کی ضرورت نہیں ہے، روضہءِ اطہر ﷺ پہ بھی جانے کی ضرورت نہیں ہے پھر اُسے چاہیے کیا؟ کہتا ہے کہ جی! میں نے، اپنے جو شیخ ہیں، اُن سے کہا کہ میں نے کتاب حالِ سفر پڑھی ہے، میں آپ کا مرید ہوں، خادم ہوں مگر میں وہاں جانا چاہتا ہوں۔تو جی انہوں نے کہا کہ بڑے شوق سے جاؤ میری طرف سے بھی ان کی خدمت

میں سلام پیش کرنا اور عرض کرنا میرے لیے دُعا کریں۔ تو حضرت جی میں تو اس لیے آیا ہوں کہ آپ نے جو سبق دیا ہے لطیفہ ءِ قلب کا، وہ تو میں کرتا رہوں گا۔ نمازی تو میں پہلے ہی ہوں، ذکر بھی کروں گا مگر دوبارہ میں آپ کے پاس نہیں آسکوں گا اس لیے کہ میں معذور ہوں۔ اس کی ٹانگیں خراب تھیں۔ چلنا پھرنا اس کے لیے مشکل تھا۔ میں شاید آخری دفعہ آپ کی زیارت کر رہا ہوں، پہلی دفعہ اور آخری دفعہ، اور میری طلب اور درخواست صرف اتنی ہے کہ برزخ میں بھی آپ کے ساتھ رہوں اور آخرت میں بھی آپ کے ساتھ رہوں۔ اس کے علاوہ مجھے کسی چیز کی بھی طلب نہیں ہے۔ اب آپ یقین جانیں کہ یہ ہے فنا فی الشیخ کا مقام اور مَیں آپ سے عرض کر رہا ہوں کہ آپ لوگ جو سارے کے سارے، بعض مقامی ساتھی یہاں پہ روز آتے ہیں، اس دن وہ زیادہ میرے قریب ہوگا۔ یعنی یوں سمجھ لیں کہ محفوظ صاحب، نجیب صاحب کے بعد تیسرا آدمی، وہ شخص ہوگا جس کو میری قربت نصیب ہوگی۔ یہ ہے شیخ کے ساتھ محبت، عقیدت یا اُنس۔ اور اس لیے صوفیاءِ کرامؒ نے تین درجے بنائے ہیں:

1۔ فنا فی الشیخ

2۔ فنا فی الرسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

3۔ فنا فی اللہ

اب آپ لوگوں کی جو ذہنیت ہے یا سوچ ہے، وہ ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ یہاں فوراً کعبہ شریف پہنچیں، روضہءِ اطہر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پہنچیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت بھی ہو جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قدموں میں بھی بیٹھ جائیں۔ لیکن شیخ کے ساتھ جو اُنس درکار ہے، جو تعلق درکار ہے، وہ آپ پیدا کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے۔ بائی پاس کر کے آپ جانا چاہتے ہیں۔ اور یہ یاد رکھیں کہ نبی ءِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب بھی کسی شخص کو کسی مقام پر فائز کرتے ہیں، خصوصی طور پر کسی کو بانیءِ سلسلہ بناتے ہیں، تو بناتے وہ اپنی مرضی سے ہیں۔ اس آدمی کا تو کوئی دخل نہیں ہوتا، یہ محض اللہ تعالیٰ کا کرم ہوتا ہے۔ دیکھیں کہ لاکھوں کے حساب سے اولیاءِ کرامؒ اس دنیا میں آئے مگر ان میں سے گنتی کے لوگ ہیں جو صاحبِ سلسلہ ہیں۔ اگر سلسلہ چلا ہے تو یہ دس بارہ بزرگ ہیں، جن سے سلسلہ چلا ہے۔ تو بانیءِ سلسلہ

سے حضور ﷺ کو اتنا پیار ہوتا ہے، وہ اتنا محبوب ہوتا ہے اور اُس کی دربارِ اقدس ﷺ میں اتنی وقعت ہوتی ہے کہ جس کسی نے بھی دربارِ اقدس ﷺ میں رسائی حاصل کرنی ہے، اس کے وسیلہ سے کرنی ہے۔ اور اگر اس کو آپ نظر انداز کرتے ہیں تو آگے جانے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ مجھے وضاحت کرنے کی ضرورت اس لیے محسوس ہوئی ہے کہ چند صاحبِ کشف ساتھیوں کو مَیں نے دیکھا کہ وہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں بہت اونچے مقام مِل گئے، زیارتیں ہو رہی ہیں، صبح وشام ہو رہی ہیں، کماآل صاحب کے پاس دارالفیضان جانے کی کیا ضرورت ہے، گئے تب بھی ٹھیک ہے، نہ گئے تب بھی ٹھیک ہے۔

بھئی! ایسی بات نہیں ہے، آپ کو پہلے بھی کئی دفعہ واضح کیا ہے کہ یہ جو مراقبات ہیں، منازل ہیں، یہ دراصل ہیں ہی آخرت کے لیے، یہ اس دنیا کی چیز نہیں ہے۔ جب وہاں پہ آپ منتقل ہوں گے تو آپ کو روزانہ وہاں جانے کی خواہش ہوگی۔ جس طرح دنیا میں ہیں کہ ہر شخص کی خواہش ہے، گناہگار سے گناہگار شخص کی بھی یہ خواہش ہے کہ کاش! اس کے پاس وسائل ہوں اور وہ ہر سال حج پہ جائے، اس کے پاس وسائل ہوں، وہ ہر مہینے عمرے کے لیے جائے۔ تو اسی طرح جب ہم وہاں پہ منتقل ہوں گے تو وہاں بھی آزاد یافتہ مومن جو ہیں، اُن کی خواہش ہوگی کہ کاش! ہم جب چاہیں کعبہ شریف جاسکیں، جب چاہیں نبیءِ کریم ﷺ کی بارگاہ میں جاسکیں۔ تو اس کے لیے یہ ویزا یہاں سے ملے گا۔ آپ کو کوئی شیخِ کامل تلاش کرنا پڑے گا جس کو ویزے دیے گئے ہیں اور اُس نے آگے بانٹنے ہیں کہ بیٹے! جو یہاں میرے (رسول اللہ ﷺ) پاس آنا چاہتا ہے، اس کو ویزا دے دو۔ اب ویزے کے لیے تیاری آپ نے کرنی ہے اور شرائط مَیں نے طے کرنی ہیں اور وہ یہ ہیں کہ پانچ وقت کی نماز، دو وقت کا ذکر، درود شریف کی کثرت اور چھوٹے موٹے گناہ تو ہوتے ہی رہتے ہیں، گناہ کبیرہ سے اجتناب اور خدمتِ خلق جتنی ہوسکتی ہے۔ اور وہاں جب پہنچ جائیں گے، آپ کی ساری کارکردگی میرے سامنے ہوگی تو نتیجہ وہاں پہ مرتب ہوگا، فیصلہ میں نے کرنا ہے۔

یہاں تو صاحبِ کشف ساتھیوں کو آپ دیکھتے ہیں کہ میرے بہت قریب ہیں، مَیں ان کو بلا لیتا

ہوں، ان کو مشاہدات کراتا ہوں۔ آپ بڑے حیرت سے اور بڑے رشک سے دیکھتے ہیں لیکن یہ معیار نہیں ہے کہ ان کو چونکہ کشف ہو گیا ہے، زیارتیں ہو رہی ہیں، آگے بھی یہ اتنے ہی میرے قریب ہوں گے۔ مثال کے طور پر سرفراز اور اشفاق ہیں، یقین جانیں کہ موجودہ جو اِن دونوں کی حالت ہے، جب برزخ میں جائیں گے تو مہینے کے بعد ہی وہ میرے پاس آئیں گے اور ظاہر ہے مہینے کے بعد ہی وہ دربارِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پہنچیں گے۔ اس لیے کہ یہاں پر ان کو میری پروانہیں ہے، دنیاوی جھمیلے ان کو عزیز ہیں۔ وہاں پہ مجھے ان کی پروانہیں ہوگی، مَیں کہوں گا بیٹے! مہینے کے بعد وہاں جایا کرو، اتنا ہی کافی ہے تمہارے لیے۔

کچھ موازنہ ہونا ہی چاہیے۔ ایک آدمی جو ہے وہ گوجرانوالہ سے آتا ہے، لاہور سے آتا ہے، پنڈی سے آتا ہے، ہر جمعے کو آتا ہے، اگر مہینے میں اشفاق بھی آئے اور پنڈی سے بھی ایک آدمی مہینے میں آئے تو دونوں میں کیا فرق ہے؟ مَیں سمجھتا ہوں کہ پنڈی والا پھر بھی بہتر ہے کہ اس نے آنے جانے میں پچاس روپے خرچ کیے اور اتنی تکلیف اُٹھائی، اڈے پہ گیا، بڑی مشکل سے، پتہ نہیں اسے سواری ملی یا نہ ملی، دھکے کھاتا ہوا آیا۔ اشفاق کا اپنا موٹر سائیکل موجود ہے، دو میل کے فاصلے پر ہے لیکن پھر بھی وہ یہاں مہینے کے بعد آتا ہے اور مہینے کے بعد جو لاہور والا ہے، وہ آتا ہے تو دونوں برابر تو نہ ہوئے۔ تو جو آدمی ہر جمعے کو آتا ہے، پیسے لگاتا ہے، وقت لگاتا ہے، گھر والوں کی جھڑکیاں لیتا ہے تو ظاہر ہے کہ دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ تو یہ کوئی ضمانت نہیں ہے کہ فلاں ساتھی کو کشف ہے، اس کو منازل نظر آتی ہیں، اس لئے وہ سینیئر ہے، سنیارٹی کا یہ معیار نہیں ہے۔

اس لیے کوشش کیجیے، یہ دنیا جو ہے اس کو اتنا حاوی نہ کریں، کچھ آخرت کا بھی احساس کریں، اپنے اندر جذبہ اور طلب پیدا کریں۔ میری تو یہ کوشش ہوتی ہے کہ مَیں زیادہ سے زیادہ آپ لوگوں کو دوں۔ ہر ساتھی پہ نگاہ ہوتی ہے۔ جب دیکھتا ہوں کہ کوئی ساتھی چار پانچ دفعہ آیا ہے تو بعض اوقات اکٹھے سبق دے دیتا ہوں کہ چلو اب چل پڑا ہے۔ لیکن ان چیزوں کو سنبھالنا، ان مقامات کو قابو میں رکھنا، یہ آپ کا کام ہے۔ یہ بڑی نازک چیز ہے، فوراً وہاں سے پھسل جاتی ہے۔ یہ کوئی نہ سمجھ لے کہ جس مقام

پہ میں فائز ہو گیا ہوں، یہ ہمیشہ کے لیے میرے ساتھ الاٹ ہو گیا ہے۔ یہ الاٹ کی پٹی بڑی جلدی منصب کو لے جاتی ہے۔

تو آج کی رات ہے اس کو آپ نے ضائع نہیں کرنا ہے، چاہے آپ گھر میں ہیں یا مسجد میں ہیں۔ کوشش کریں زیادہ سے زیادہ اس کو قابو میں رکھیں۔ اس میں زیادہ سے زیادہ جاگنے کی کوشش کریں اور خاص طور پر ایک سے اڑھائی بجے (1:00am to 2:30am) تک کا جو ٹائم ہوتا ہے، یہ عام راتوں میں بھی سب سے قیمتی ٹائم ہوتا ہے۔ ویسے تو تہجد کے نوافل ہیں، وہ تو اذان سے چند منٹ پہلے بھی ادا کر سکتے ہیں۔ لیکن ظاہر ہے کہ دنیاوی لحاظ سے ہم کوشش کرتے ہیں: زیادہ محنت کریں، زیادہ کوشش کریں، زیادہ پیسہ کمائیں۔ اگر اس میں بھی آپ نے کوشش کرنی ہے تو جاگنے کا بہترین ٹائم وہ ہے، خاص طور پر جو خصوصی راتیں ہیں اُن میں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اپنا قرب نصیب فرمائے، حضور ﷺ کی محبت نصیب ہو۔ اور اس کے لیے زیادہ سے زیادہ کام کرنے، کمانے کا شوق اور جذبہ نصیب ہو۔ جزاك الله

☆☆☆

☆8 مارچ 1996ء جمعۃ المبارک

ساتھیو! سالانہ اجتماع 8 اپریل کو ہوگا۔ آپ سب زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھیں۔ کوشش کریں کہ پچھلے سال کی نسبت درود شریف کی تعداد زیادہ ہو۔ دراصل بات یہ ہے کہ کسی بھی کام کے لیے، چاہے دنیاوی ہو یا دینی، دو باتیں ضروری ہیں ''شوق اور کوشش''بہتر نتائج حاصل کرنے کے لیے زیادہ کوشش، زیادہ محنت اور زیادہ ذوق و شوق کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح دنیاوی معاملات میں اچھا نتیجہ حاصل کرنے کے لیے محنت کرتے ہیں، اسی طرح آخرت کا اثاثہ حاصل کرنے کے لیے بھی ہمت و کوشش کرنا چاہیے۔ درود شریف اس لیے زیادہ نہیں پڑھ سکتے کیونکہ اس کے لیے کوشش نہیں کرتے، اہمیت نہیں دیتے۔ دنیاوی کاموں کو اہمیت دیتے ہیں۔ اس عارضی زندگی کے لیے ساری کوشش اور ہمت لگا دیتے ہیں۔ آخرت قریب ہے، بہت قریب ہے، اس کو بھی اہمیت دیں۔ کسی وقت

بھی بلاوا آ سکتا ہے۔ ہم دنیاداری کے معاملات میں ایک دوسرے کی رِیس کرتے ہیں کہ فلاں کے پاس یہ سازوسامان ہے، ہمارے پاس بھی ہو۔ دنیا کمانے کے ساتھ ساتھ آخرت کمانے کی رِیس بھی کریں۔ جو ساتھی زیادہ درود شریف پڑھتے ہیں اور آخرت کمانے میں لگے ہیں، اُن کی رِیس کریں۔ عبادت میں، دنیاوی معاملات میں، نبیِ کریم ﷺ کے نقشِ قدم پہ چلنے کی کوشش کریں۔ دنیاوی کاموں میں یہ نیت کریں کہ اللہ تعالیٰ اور نبیِ کریم ﷺ کی خوشنودی کے لیے کر رہے ہیں تو یہ بھی عبادت بن جاتے ہیں۔ کھانا، پینا، اُٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا سب عبادت بن جاتا ہے۔ اصل بات ہے خلوصِ نیت کی، اللہ تعالیٰ خلوصِ نیت عطا فرمائے۔ استقامت عطا فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆

☆15 مارچ 1996 جمعۃ المبارک

ساتھیو! جیسے کہ آپ جانتے ہیں کہ 8 اپریل کو سالانہ اجتماع ہوگا۔ کوشش کریں کہ زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھ سکیں۔ کئی ساتھیوں کی خواہش ہوتی ہے کہ رات دارالفیضان آ کر رہیں گے اور صبح اجتماع میں شرکت کر لیں گے۔ یہاں 10-15 آدمیوں سے زیادہ کے ٹھہرنے کی گنجائش نہیں ہوتی، اُن کی رہائش کے سلسلے میں بھی کئی مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ آپ اس شوق میں کہ رات رہنے سے فیض زیادہ ملے گا، دارالفیضان رات کو ٹھہرنے کے لیے آتے ہیں، اس طرح زیادہ فیض نہیں ملتا۔ فیض تو وہی ملے گا جو ذکر کی محفل میں شمولیت سے ملنا ہے۔ ذکر کی محفل میں اولیاءِ کرامؒ اور انبیاءِ کرامؑ کی توجہ شاملِ حال ہوتی ہے۔ اس لیے آپ اپنا پروگرام ذکر کی محفل میں شمولیت کے مطابق رکھیں۔

میرے نوٹس میں ایک بات آئی ہے کہ اکثر ساتھی ایک دوسرے کی ٹوپی، پگڑی اور پرنا وغیرہ بلا دریغ سر پہ رکھ لیتے ہیں۔ ہماری بہت سی اخلاقی قدریں تباہ ہو چکی ہیں، تباہ ہو رہی ہیں۔ آپ کو علم ہی نہیں کہ ٹوپی اور پگڑی کیا اہمیت رکھتی ہے۔ جب ایک دوسرے کی ٹوپی سر پہ رکھتے ہیں تو اس کی حرمت کا پاس بھی کرتے ہیں۔ بھائی چارا کے لیے، خاندانی عزت و آبرو کے لیے دو گھرانے یا خاندان ایک دوسرے کو اپنی پگڑی دیا کرتے تھے اور پھر صدیوں تک یہ بھائی چارا چلتا تھا۔ آپ ڈی۔ سی سے ملنے

جاتے ہیں تو اچھا لباس پہن کر جاتے ہیں۔ اس کے سامنے جاتے ہوئے دوسرے کی ٹوپی اُٹھا کر تو سر پہ نہیں رکھ لیتے، اپنی ٹوپی وغیرہ ساتھ لے کر جاتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جاتے ہیں تو بھی احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ بغیر ٹوپی کے نماز نہیں ہوسکتی۔ دوسروں کی ٹوپی اُٹھا کر سر پہ نہ رکھیں، اپنی ٹوپی اپنی جیب میں رکھیں۔ مسجدوں میں ٹوپیاں رکھنا بھی پسندیدہ عمل نہیں ہے۔ اسی طرح بیبیاں بھی اپنے دوپٹے یا اوڑھنے کی چادر کسی کو نہ دیں، پوری احتیاط کریں۔ مائیوں کو، مانگنے والیوں کو سر کا دوپٹہ، چادر، پرنا یا ٹوپی بالکل نہ دیں، اس کی اجازت نہیں۔ ہاں اپنی بہنوں، بھانجیوں، اور اولاد کو دے سکتی ہیں۔ جزاك الله

☆☆☆

☆24 مئی 1996ء جمعۃ المبارک

ساتھیو! ایک گزارش ہے۔ ہر چند ماہ بعد مجھے یہ باتیں دہرانا پڑتی ہیں تا کہ آپ ذہن نشین کر لیں۔ آپ یہاں میرے پاس دارالفیضان آتے ہیں تو اصل بات تو ذکر کی ہے، ہاتھ چُوم لینا یا مصافحہ کر لینا نہیں دیکھا جاتا بلکہ اصل بات تو ذوق وشوق اور آپ کی طلب کی ہے۔ آپ ذکر کی محفل میں شامل ہوتے ہیں، یہاں لطائف ومراقبات کرتے ہیں، یہ سارا عمل انتہائی یکسوئی اور پوری توجہ چاہتا ہے۔ پرانے بزرگ خانقاہوں میں ذکر کرایا کرتے تھے تو کانوں میں روئی رکھوا دیا کرتے تھے کہ کوئی آواز نہ آئے۔ لائٹ OFF کرا دیا کرتے تھے تا کہ حجرہ میں کسی قسم کے شور شرابے کی آواز کانوں میں نہ پڑے اور یکسوئی میں خلل نہ آئے۔ اس لیے میری گزارش ہے کہ چھوٹے بچوں کو یہاں لانے سے پرہیز کریں، احتیاط کریں۔ بچے بچے ہی ہوتے ہیں، اُنہیں کتنا سمجھا بجھا کر لائیں کتنا Brief کر کے لائیں، وہ بولنے اور ہلنے جلنے سے باز نہیں آئیں گے۔ اِدھر اُدھر دیکھتے رہیں گے، ہلتے جلتے رہیں گے، اُٹھ اُٹھ کر بھاگیں گے، سکون سے نہیں بیٹھیں گے۔ اس طرح یکسوئی میں فرق پڑتا ہے، توجہ بٹ جاتی ہے۔ اوّل تو بیبیوں کو گھروں سے آنے ہی کوئی نہیں دیتا، بڑی مشکل سے بیبیوں کو اجازت ملتی ہے۔ ذکر میں شامل ہونے کے لیے آتی ہیں لیکن جب بچوں کی وجہ سے مراقبات میں یکسوئی اور توجہ

نہیں ہو پاتی تو ان کی ساری محنت و کوشش اکارت جاتی ہے۔ یوں دوسرے کے لیے دِل میں نفرت اور کدورت کا لاوا اُبلتا ہے کہ یکسوئی سے ذکر نہ کر سکیں۔ مجھے بھی رنج پہنچتا ہے کہ مَیں سبق دے رہا ہوں اور بچے پریشان کیے جا رہے ہیں۔ کوئی اِدھر آنکھیں کھولے دیکھ رہا ہے، کوئی اُدھر دیکھ رہا ہے اور کوئی اُٹھ کر بھاگنے کی کوشش کر رہا ہے۔

اسی طرح سالانہ اجتماع میں عورتیں چھوٹے بچوں کو ساتھ لائی ہوئی تھیں۔ مَیں نے گیٹ کے پاس دو خواتین کی ڈیوٹی لگائی کہ بچوں والی عورتیں کمرے میں نہ بیٹھیں، اُنہیں باہر صحن میں بٹھایا جائے۔ اس کے باوجود جب مَیں اندر آیا تو مَیں نے دیکھا کہ بچوں والی اکثر بیبیاں اندر بیٹھی ہیں، اور ڈیوٹی والی خواتین اُنہیں باہر صحن میں جانے کو کہہ رہی ہیں اور یہ اُن سے تُو تُو مَیں مَیں کر رہی ہیں، جھگڑ رہی ہیں، تکرار کر رہی ہیں۔ تو مَیں نے جھڑکا کہ یہاں کیا لینے آئی ہو؟ جھڑکنے کا مجھے افسوس بھی ہوا، کیونکہ جو بھی دارالفیضان میں آتا ہے، وہ میرا مہمان ہوتا ہے۔ اصولی اور اخلاقی طور پر مجھے جھڑکنا نہیں چاہیے، لیکن میری حیثیت ایک استاد کی سی بھی ہے جو کلاس میں غلطی کرنے پر شاگردوں کی ڈانٹ ڈپٹ بھی کرتا ہے اور جھڑکتا بھی ہے۔ وہاں آپ سے حکم عدولی ہو بھی جاتی ہے تو بات ڈانٹ ڈپٹ پہ ختم ہو جاتی ہے لیکن یہاں حکم عدولی کریں گے تو آپ کا کباڑا ہو جائے گا۔ آپ مرد حضرات، بیبیوں کو منع کریں کہ بچوں کو نانی، دادی، خالہ یا کسی رشتہ دار کے پاس چھوڑ کر آئیں۔ بچوں کو ساتھ لا کر یہاں لوگوں کا مراقبہ خراب نہ کریں۔ جو بیبیاں یہاں بیٹھی ہیں، سُن رہی ہیں، وہ دوسری بیبیوں کو یہ بات بتا دیں۔ اسی طرح جو مرد یہاں موجود ہیں، وہ دوسرے ساتھیوں کو، جو یہاں موجود نہیں، یہ پیغام پہنچا دیں۔ سالانہ اجتماع پہ میرے گھر کی خواتین کے ساتھ بچے تھے تو مَیں نے اُنہیں بھی اندر کمرے میں بٹھائے رکھا، باہر نہ جانے دیا۔ لیکن اگر زیادہ بچے ہوں گے تو ان کے لیے تو یہاں علیحدہ انتظام نہیں ہے۔

میری گزارش ہے کہ یہ جو ہدایات دی جاتی ہیں اُن پر عمل کیا جائے، اسی میں آپ سب کی بہتری ہے۔ مَیں کسی گھریلو معاملے میں اپنے تینوں بیٹوں ثاقب، تابش اور مراد سے ناراض ہو گیا تو صاحبِ کشف ساتھیوں نے مشاہدہ کیا کہ پورا مہینہ وہ دارالفیضان سے باہر کھڑے رہے، نہ صرف یہ

بلکہ خانہ کعبہ شریف، روضہ ءاطہر ﷺ اور دربارِ اقدس ﷺ سے بھی باہر کھڑا کر دیا گیا۔ اندر جانے کی اجازت نہ دی گئی۔ ایک ماہ بعد معافی ملی تو اندر آنے کی اجازت ہوئی۔ میری اولاد پکڑ سے مستثنٰی نہیں تو آپ کو تو اور بھی احتیاط کرنی چاہیے۔ خیال کرنا چاہیے کہ ہمارے مرشد ہیں، روک رہے ہیں تو اس بات سے رُک جائیں، احتیاط کریں۔

مہربانی کر کے آئندہ اس بات پر عمل کیا جائے۔ اگر بچے گھر پہ چھوڑنے کا کوئی انتظام نہیں تو خواتین دارالفیضان مت آئیں، گھر پہ ہی ذکر کر لیں۔ اُنہیں فیض مل جائے گا۔ شکریہ۔

☆☆☆

☆7 جون 1996ء جمعۃ المبارک

پچھلے جمعہ کو مَیں نے بتایا تھا کہ کسی ساتھی سے اچانک، بے ساختگی میں کوئی ایسی بات ہو جاتی ہے کہ جس سے اس کے خلوص ومحبت، عقیدت اور دِلی جذبات کا مظاہرہ ہو جاتا ہے۔ یہ بات بنائے نہیں بنتی، اچانک ہو جاتی ہے۔ مَیں بھی انسان ہوں، جذبات واحساسات رکھتا ہوں، متاثر ہوتا ہوں۔ کچھ روز پہلے مکہ معظّمہ سے ایک ساتھی کا خط آیا۔ اُنہوں نے کچھ ایسی بے ساختگی سے اپنے احساسات کا اظہار کیا کہ اُن کے اخلاص کے مظاہرے سے سرشار ہو گیا۔ وہ ساتھی محمد اختر الاسلام اس وقت محفل میں موجود ہیں اور وزارتِ حج میں ڈپٹی سیکرٹری ہیں۔ کئی وزارتوں میں اعلیٰ عہدے پر کام کرتے رہے ہیں۔ پہلے بھی کئی حج کر چکے ہیں۔ اس دفعہ حاجیوں کے انتظامات کے سلسلے میں سعودی عرب بھیجے گئے۔ وہاں گئے تو خیال آیا کہ میں تو پہلے بھی کئی حج کر چکا ہوں، یہ حج اپنے شیخ کی طرف سے کروں۔ تو اُنہوں نے اس دفعہ میری نیت سے حج کیا۔ آپ سب جانتے ہیں کہ حج بہت بڑی عبادت ہے۔ ہر مسلمان کی آرزو اور تمنّا ہوتی ہے کہ زندگی میں ایک بار ضرور حج کے لیے جائے اور اس نیت سے ساری زندگی پائی پائی جوڑنے میں لگا رہتا ہے۔ مَیں بھی اُن ہی لوگوں میں شامل ہوں اور چاہتا ہوں کہ حج کے لیے جاؤں لیکن اپنے اعمال پہ نگاہ ڈالتا ہوں تو حوصلہ نہیں پڑتا، اس قابل نظر نہیں آتے کہ وہاں حاضری کے لیے جاؤں، جو ہدف ہے وہ پورا کر لوں تو جاؤں۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ مَیں روحانی طور پر ساتھیوں

کو روزانہ صبح وشام خانہ کعبہ شریف لے جاتا ہوں، اور روزانہ دو مقبول عمرے کراتا ہوں۔ مَیں نے جب ان کا خط پڑھا تو ان کے جذبات سے بہت متاثر ہوا۔ ان کے لیے بے ساختہ دُعا نکلی کہ اے اللہ تعالیٰ! ان کے درجات میں ترقی دے۔ مرتضٰی شاہ یہاں آیا ہوا تھا۔ خط میرے پاس تھا۔ مَیں نے آنحضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ اختر الاسلام کا یہ عمل کیا حیثیت رکھتا ہے؟ اور مرتضٰی شاہ سے مشاہدہ کرایا۔ مَیں صاحبِ کشف ساتھیوں سے جب تصدیق کراتا ہوں، اس سے ان کی تربیت ہوتی ہے، رہنمائی ہوتی ہے اور کشف میں مزید ترقی ہوتی ہے۔ تو اُس نے کہا کہ نبی ءِ کریم ﷺ نے اختر کو خلعتِ فاخرہ اور تاج عطا فرمایا ہے۔

محفل میں مَیں نے ایک بات نوٹ کی ہے، جو ساتھی یہاں نہیں ہیں، دوسرے ساتھی ان کو یہ بات پہنچا دیں۔ جیسے سکول میں طالبِ علموں کی خواہش ہوتی ہے کہ سامنے کی سیٹوں پہ بیٹھیں، آگے جگہ لیں۔ ایسے ہی میرے ساتھی جن کو مَیں نے خانہ کعبہ شریف اور روضہ ءِ اطہر ﷺ اور دربارِ اقدس ﷺ میں باریاب کرایا ہے، ان کی خواہش ہوتی ہے کہ دربارِ اقدس ﷺ میں آگے جا کر سامنے بیٹھیں۔ یاد رکھیں یہ بہت بے ضابطہ اور بد اخلاقی کی بات ہے۔ میرے ساتھی تو بہت جونیئر ہوتے ہیں، آگے تو بہت سینیئر ہستیاں تشریف فرما ہوتی ہیں۔ یہ ایک ایسی جسارت ہوتی ہے کہ اولیاءِؒ اہلِ برزخ بھی پریشان ہو جاتے ہیں۔ مَیں نے پچھلے جمعہ بھی کہا تھا کہ آپ جس مقام پہ پہنچے ہیں، یہ معمولی مقام نہیں ہے، بہت بڑا مقام ہے۔ اس کی اہمیت کا آپ کو اندازہ ہی نہیں۔ اعمال آپ کے ہیں نہیں۔ مَیں نے دیکھا کہ آپ ذکر کرتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں، داڑھی رکھ لی ہے تو آگے لے گیا ہوں۔ دربارِ اقدس ﷺ میں باریاب کرا دیا ہے۔ بقول علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ:

نفس گم کردہ می آید جنید رحمۃ اللہ علیہ و بایزید رحمۃ اللہ علیہ ایں جا

جس طرح مدرسے میں داخلے کے بعد باقاعدہ حاضری لگتی ہے، آپ کی تعلیمی حالت کا ایک اکاؤنٹ رکھا جاتا ہے، غلطیاں کرتے ہیں تو سزا ملتی ہے، اچھا کام کرتے ہیں، ہوم ورک کرتے ہیں، امتحان میں اچھے نمبر لیتے ہیں تو انعام ملتا ہے۔ اسی طرح آپ کے جتنے اعمال ہیں، جو بھی اعمال ہیں،

ان کا تجزیہ وہاں اُس سیکرٹریٹ میں ہوتا ہے۔ اگر اتنا کچھ مشاہدہ کرنے کے بعد، کیفیات سے گزرنے کے بعد، کوتاہیاں کرتے ہیں، لاپروائی کرتے ہیں تو پھر پکڑ بھی ہوتی ہے، سزا بھی ملتی ہے اور درجات میں کمی بھی ہوتی ہے۔ جن کو کشف ہو جاتا ہے وہ خود کو پردھان سمجھنے لگ جاتے ہیں۔

مَیں نے حالِ سفر میں سرفراز کا ذکر کیا ہے۔ جو لوگ کتاب پڑھتے ہیں وہ اُس سے اتنا متاثر ہوتے ہیں کہ خط میں حضرت سرفراز صاحب کہہ کر اسے خط لکھتے ہیں۔ سرفراز کالج میں ٹیوب ویل پہ ہوتا ہے اور حضرت سرفراز کا یہ حال ہے کہ یہاں میرے پاس دارالفیضان آنے کے لیے اُس کے پاس ٹائم نہیں ہوتا کہ جمعے کے ذکر میں ہی شامل ہو جائے۔ جب میری بیعت کی تو اُس وقت اس کے پاس پھٹیچر سا سائیکل تھا۔ سرفراز کو بہت تیز کشف تھا۔ سکوٹر کی خواہش کی تو اللہ نے سکوٹر دے دیا۔ اس نے بھینسیں رکھی ہوئی ہیں، دودھ بیچتا ہے۔ کہنے لگا کہ چاہوں تو کار بھی اب خرید سکتا ہوں۔ اتنی بڑی روحانی نعمت اور مقامات جو عطا ہوئے، ان کی قدر نہیں، دنیا کے پیچھے لگا ہے۔ کرامت، موٹر سائیکل اور کار کو سمجھ رہا ہے۔ بے شرم اور نکمّے کو جو روحانی طور پر انعامات ملے ہیں ان کی قدر نہیں۔ خانہ کعبہ شریف اور دربارِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک رسائی جیسی نعمت کی قدر نہیں، پروا نہیں۔ یہاں آتا ہی نہیں، جب آگے جائے گا تو پُتر! وہاں مَیں سب سے آخر میں بٹھاؤں گا۔ کشف انعام ہے لیکن مقصود نہیں، مقصود تو اَللّٰہ کی یاد ہے۔ کشف والوں سے مہمل باتیں نہ پوچھا کریں، دنیا کے معاملات نہ پوچھا کریں کہ گائے سُوئے گی تو وَچھی دیگی یا وچھا؟ اگر کسی کو کشف ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ میرے بہت قریب ہے۔ قرب کا معیار کشف نہیں۔ قرب کا معیار تو یہ ہے کہ شیخ کے ساتھ کتنی محبت وعقیدت ہے، یقین کی کیفیت کتنی ہے؟ اور یقین کی کیفیت یہ ہے کہ جو مقامات مَیں نے طے کرائے ہیں، نظر آئے نہ آئے، اٹل یقین ہو کہ مقامات طے کر لیے ہیں۔

دربارِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک جن ساتھیوں کو مَیں لے گیا ہوں، وہ بہت مودّب رہیں۔ اپنی اپنی نشستوں سے آگے جانے کی کوشش نہ کریں، دربارِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تقدس واحترام کو ملحوظ رکھیں۔ یہ وہ بارگاہ ہے جہاں جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اور بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکابر اولیاءِ اللہ بھی دَم سادھے کھڑے

ہوتے ہیں۔کسی کو دَم مارنے کی اجازت نہیں ہوتی۔اگر پہلی صف والوں سے کوئی لغزش ہوتی ہے تو اُنہیں آخری صف میں بھیج دیا جاتا ہے۔ساتھیوں کے نامہءِ اعمال میں کون سے ایسے سرخاب کے پَر لگے ہیں کہ اُنہیں آگے بھیج دیا جائے۔پچھلے جمعہ کو ایک ساتھی بالکل آگے جا کر نبیءِ کریم ﷺ کے قدموں میں بیٹھ گیا۔مجھے اُس کی نادانی اور بے سمجھی پر غصہ بھی آیا اور ہنسی بھی آئی۔مَیں نے اُسے ڈانٹا اور سمجھایا۔مجھے یہ دیکھ کر حضور ﷺ سے بہت شرمندگی ہوئی۔نبیءِ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ مَیں آپ کی تربیت کروں،اس لیے آپ کو بتانا پڑا۔ساتھی آئندہ محتاط رہیں۔آنحضور ﷺ میری وجہ سے میرے ساتھیوں پر شفقت فرماتے ہیں اور خاموش ہو جاتے ہیں،درگزر فرماتے ہیں لیکن ہمیں تو حدِّ ادب میں رہنا چاہیے۔

آپ سب کو سمجھانے کے لیے بتا رہا ہوں کہ دربارِ اقدس ﷺ کے دائیں حصے میں عورتیں ہوتی ہیں اور بائیں حصے میں مرد ہوتے ہیں۔اسٹیج اس طرح بنا ہے کہ عورتیں بھی دیکھ سکتی ہیں اور مرد بھی۔عورتوں اور مَردوں کے درمیان پردہ ہے،عورتوں کی جانب پہلی صف میں امہات المومنین رضی اللہ عنہن اور بنات النبی ﷺ تشریف فرما ہوتی ہیں۔کبھی بہت شفقت فرماتی ہیں تو میری بیٹیوں کو ساتھ بٹھا لیتی ہیں اور کبھی کسی اور بی بی کو۔جن خواتین کو باریابی کی اجازت ہے وہ پہلی تین صفیں چھوڑ کر چوتھی صف میں بیٹھ جایا کریں۔

ایک اور اہم بات یہ کہ کئی ساتھی دارالفیضان آتے ہیں تو اس خیال سے معانقہ کرتے ہیں کہ حضرت جی کے سینے سے لگنے سے زیادہ فیض ملے گا،تو یہ بات نہیں۔آپ میرے مہمان ہیں،مجھ سے مصافحہ کریں،زیادہ سے زیادہ ہاتھ کو بوسہ دے لیں۔مجھے یہ بھی پسند نہیں کہ میرے ہاتھ آنکھوں کو لگائیں۔آپ نے غالباً کتاب میں حضرت جبرائیل علیہ السلام اور آنحضور ﷺ کا واقعہ پڑھا ہے اور خیال کرتے ہیں کہ شاید معانقہ کرنے سے،سینے سے لگنے سے زیادہ فیض ملے گا،تو زبردستی فیض نہیں لیا جاتا،یہ بے ادبی ہے۔اس طرح فیض ملنے لگے تو کالج میں بیشمار کولیگ (Collegue) ہیں جو ملاقات کرنے پہ گلے ملتے ہیں۔اگر یوں فیض ملنے لگے تو سب سے زیادہ اُن کو،دوست واحباب اور برداری

والوں کو فیض ملے جو اکثر گلے ملتے ہیں۔فیض تو تب ملتا ہے جب شیخ خود دے۔تو میری درخواست ہے کہ آئندہ احتیاط برتیں۔روحانیت میں ذکرِ اسمِ ذات (اَللّٰہ) سب سے اہم ہے۔روحانیت کی کُنجی ذکرِ اسمِ ذات ہے۔باقی اوراد و وظائف ثانوی حیثیت رکھتے ہیں۔جیسے کھانے میں روٹی سب سے اہم ہے،سالن نہ بھی ہو تو گزارہ ہو جاتا ہے لیکن روٹی کے بغیر گزارہ ناممکن ہے۔

دبئی سے میرے ایک ساتھی ہیں، ذکر کے دوران خانہ کعبہ شریف کی زیارت ہونے لگی اور کچھ بزرگ بھی دیکھے تو گھر جا کر بیوی سے ذکر کیا۔وہ کہنے لگی کہ مجھے بھی تقریباً پندرہ بیس برس سے خواب میں ایک بزرگ ملا کرتے ہیں اور جب بھی کوئی پریشانی ہوتی ہے تو خواب میں تسلی دیتے ہیں۔خاوند نے حلیہ پوچھا تو بتایا کہ دُبلے پتلے ہیں،قد لمبا ہے،رنگ صاف ہے،ہاتھوں کی انگلیاں بھی لمبی اور پتلی ہیں۔خاوند نے پوچھا کہ چہرے کی کوئی خاص نشانی بتاؤ تو کہنے لگی کہ بائیں آنکھ کے نیچے موہکا(Corn) ہے۔خاوند نے کہا کہ موہکے کا رنگ بتاؤ، کالا ہے کہ براؤن؟ تو کہنے لگی کہ براؤن ہے۔خاوند دارالفیضان ساتھ لے آیا تو کہنے لگی کہ میں نے پہچان لیا، یہی بزرگ ہیں۔تو یہ جو ہمارا سلسلہ اویسیہ ہے، یہ اس کا فیض ہے۔مجھ کو دیکھا تک نہیں،سُنا نہیں،ملی نہیں اور اس کا شادی سے پندرہ بیس سال پہلے سے مجھ سے روحانی رابطہ ہے۔20 سال بعد خاوند ظاہری رابطے کا ذریعہ بن گیا۔اس سے پہلے مجھ سے ظاہری رابطہ کیوں نہ ہوا، روحانی رابطہ کیوں ہوا، یہ اللہ بہتر جانتا ہے۔پہلے لاہور قیام تھا،اب خاوند کی وجہ سے دبئی میں ہیں۔پریشان ہوتی ہے تو زیارت ہو جاتی ہے،تسلی ہو جاتی ہے۔ میاں بیوی اکٹھے ذکر کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ روحانی طور پر پہلے دارالفیضان آتے ہیں،پھر مَیں ذکر کراتا ہوں اور مقامات طے کراتا ہوں۔کشف کے لحاظ سے فیض کا یہ عالم ہے کہ تقریباً20 سال پہلے سے فیض مل رہا ہے۔جس کو نظر آجائے، یہ نہ سمجھے کہ میں کوئی بڑا کھڑپینچ ہو گیا ہوں۔ یہ خاتون جس کا مَیں ذکر کر رہا ہوں،سینئر بیبیوں کی دُھول کو بھی نہیں پہنچ سکتی۔کشف قرب کا معیار نہیں ہے۔

یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ میرا آپ کا باپ بیٹی کا رشتہ ہے۔اس کے ساتھ آپ کا مرشد بھی ہوں۔مرشد کا رتبہ باپ سے بھی افضل ہے۔تزکیۂ باطن کے لیے میری خصوصی تربیت کی گئی،

نگرانی کی گئی۔ روزے مسلسل رکھوائے گئے۔ عام لوگوں سے نہیں ملتا تھا۔ اب کُھلی چھٹی ہے، شرابی بھی آ جائے تو فرق نہیں پڑتا۔ جیسے دریا میں کتا بھی پانی پی لے تو دریا کا پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ میرا سلسلہ اعلیٰ وارفع اور پیچیدہ ہے کہ ظاہری حواس یہاں ختم ہو جاتے ہیں۔ جہاں ظاہری علم ختم ہوتا ہے وہاں سے روحانیت شروع ہوتی ہے۔ شیطان کے پاس سب سے بڑا حربہ یہ ہے کہ مرید کو شیخ سے بدظن کردے۔ ذکراذکار میں کمی ہوگی تو شیخ اس کا ازالہ کر دیتا ہے، بدگمانی ہوگی تو شیخ اس کا ازالہ نہیں کر سکتا۔

☆☆☆

☆ 21 جون 1996ء جمعۃ المبارک

ساتھیو! جب مَیں کسی ساتھی کو کسی بات سے ٹوکتا ہوں تو میرا دِل نہیں چاہتا کہ مَیں ٹوکوں، مجھے خود اچھا نہیں لگتا۔ مَیں عموماً نام لے کر پوائنٹ آؤٹ نہیں کیا کرتا تاکہ آپ کو میری بات ناگوار نہ گزرے۔ میرا مقصد آپ کی اصلاح کرنا ہے۔ جس جس میں خامیاں ہوتی ہیں، وہ خود سمجھ لیتا ہے۔ ظاہری استاد ہوم ورک کرنے کو دیتا ہے اگر اس Home work کو چیک نہیں کرتا، اصلاح نہیں کرتا تو ہوم ورک بے کار گیا کیونکہ شاگرد کو یہ معلوم ہی نہیں ہو پایا کہ اُس نے کہاں غلطی کی اور کیا غلطی کی۔ اسی طرح شیخ اور مرشد بھی آپ کا روحانی استاد ہے۔ وہ آپ کے اخلاق اور کردار کی کوتاہیوں کی اصلاح کرتا ہے۔ اگر اصلاح نہ ہوئی تو آپ کا یہاں آنے کا کوئی فائدہ نہ ہوا۔

﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى o﴾ (سورۃ الاعلیٰ، آیت نمبر 14)

سارا تصوّف وسلوک اس چھوٹی سی آیت میں بند ہے۔ اس کے معنی ہیں کہ ”کامیاب ہوگیا وہ (شخص) جس نے اپنے آپ کو پاک کرلیا۔“ پاک سے مراد صابن سے نہا دھو کر کپڑے پہن لینا اور خوشبو لگانا نہیں ہے۔ اس سے مراد دِل کی بیماریاں، کینہ، لالچ، بخل، بغض اور حسد کو دُور کرنا ہے۔ حسد کی بیماری بہت بڑی بیماری ہے۔ پوری سورۃ الفلق میں اسی حسد کی بیماری کا ذکر ہے۔ نبیِ کریم ﷺ پر جو جادو کیا گیا اور آپ ﷺ کی جو نفی کی گئی اس کا سبب حسد کا جذبہ بنا۔ حسد کی وجہ سے معاشرے میں

بہت سی بیماریاں پیدا ہوئی ہیں اور ہوسکتی ہیں۔ نبی ءِ کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو۔''

میرا ایک عزیز ساتھی شہر سے آتا ہے۔ بہت عقیدت اور پیار سے روزانہ آتا ہے۔ اس نے اپنے ساتھ کچھ دوستوں کو ذکر کرایا۔ لطائف کرائے، مراقبات کرائے تو کچھ کو کشف ہوگیا۔ یہ بہت بڑی بات ہے کہ میرا ایک ساتھی دوسروں کو ذکر کرائے جنہیں نہ اس کے شیخ کا پتہ، نہ آپ کا پتہ اور فیض اس طرح مل رہا ہے کہ اُس کے ساتھ ذکر کرنے سے اُنہیں کعبہ شریف تک رسائی حاصل ہو جائے۔ کشف ہونے پہ طارق میرے پاس آیا۔ جب کسی نئے ساتھی کو کشف ہوتا ہے تو اُس کی رہنمائی اور تسلی کے لیے مَیں اُس سے پوچھتا ہوں اور اس خیال سے توجہ بھی دیتا ہوں کہ اُس کی کشفی کیفیت میں بہتری اور مزید ترقی ہو جائے۔ مَیں نے پوچھنا شروع کیا اور اُس نے بتانا شروع کیا تو عمران کہنے لگا کہ جی مجھ میں منفی جذبہ پیدا ہونے لگا ہے، حسد ہونے لگا ہے کہ کل یہ میرے ساتھ آیا ہے اور آج آپ اسے اتنی زیادہ توجہ دے رہے ہیں، مجھے خیال آ رہا ہے کہ کہیں میرا حق یہ تو نہیں لے رہا ہے۔ مَیں نے کہا کہ بیٹے! یہ بات سمجھ لیں کہ جو آتا ہے اپنا نصیب لے کر آتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ تمہاری ہی تسلی کے لیے تمہارے ساتھی کو کشف ہوا ہو۔ اس میں تمہاری تسلی ہے کہ تمہیں اتنا کچھ عطا ہوا ہے کہ تمہارے ذکر کرانے سے اسے اتنا کچھ نظر آ گیا ہے۔ اس لیے آپ لوگ رشک تو کر سکتے ہیں لیکن حسد نہ کریں۔

دنیاوی اعتبار سے جو بھی میری مدد کرتا ہے یا نذرانہ پیش کرتا ہے، مَیں تو اس کا بدلہ بھی آپ کو دیتا ہوں۔ اس کا اجر آپ کو دنیا میں بھی ملے گا اور آخرت میں بھی۔ مجھے جو ایک روپیہ بھی دیتا ہے، اُس کی دس پشتوں میں ہزاروں، لاکھوں اور کروڑوں میں اضافہ ہوسکتا ہے۔ یہ اس لیے نہیں کہہ رہا کہ آپ ضرور مجھے کچھ دیں۔ اس سے مقصد صرف آپ کی تسلی کرنا ہے۔ آپ اگر مجھ سے مروّت کرتے ہیں اور ایک پھول بھی دیتے ہیں تو مَیں ایک پھول کے بدلے میں دس پھول دیتا ہوں۔ جیسے ہمارے ہاں رائج الوقت سکّوں میں روپے، ڈالر اور پاؤنڈ کی اپنی اپنی اہمیت ہے، اسی طرح میرے سلسلہ میں پھول روحانی لحاظ سے ایک خاص سکّہ ہے۔ آئندہ کوئی ساتھی منفی جذبہ نہ رکھے کہ فلاں کو کچھ مل گیا ہے تو مجھے

کیوں نہیں ملا؟ مَیں جب نئے صاحبِ کشف ساتھی کی تربیت کرنا چاہتا ہوں تو اُسے دکھاتا ہوں کہ یہ ساتھی میرے لیے تحفہ لایا ہے اور تم دیکھو کہ اسے میری طرف سے کیا ملا ہے۔ یہ صاحبِ کشف ساتھی کی تربیت کے لیے ہوتا ہے کہ حضرت جی اتنے فیاض ہیں کہ کسی کو خالی نہیں لوٹاتے۔ آپ بھی تھوڑا سا اپنے دِلوں کو فیاض کریں کہ کسی ساتھی کو کچھ ملے تو خوش ہوں۔ یہ آپ سب کی تربیت کے لیے ہے، آپ سب مجھے عزیز ہیں۔

مَیں آپ کو اپنی مثال دیتا ہوں۔ شروع شروع میں جب میری تربیت کی گئی تو میرے ساتھ میری بھانجی ہوتی تھی۔ اُسے بہت تیز کشف تھا۔ ہوتا یوں کہ جب بھی کسی بزرگ کے پاس روحانی طور پر ہم دونوں حاضری دیتے تو میری بھانجی کو تو انعامات ملتے لیکن مجھے کچھ نہ ملتا۔ مثلاً جب ہم ماموں بھانجی، خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اُنہوں نے فرمایا کہ مجھے برزخ میں آئے 800 سال ہوگئے ہیں اور اتنے سالوں میں یہ پہلی خاتون ہیں جو میرے پاس آئی ہیں اور جس کا برزخ میں مجھ سے رابطہ ہوا ہے۔ یہ کہہ کر میری بھانجی کو بہت قیمتی ہار دیا اور مجھے کچھ نہ دیا۔ مجھے خوشی ہوئی کہ میری بھانجی کو اس قابل سمجھا گیا۔ بعد میں ایک اور بزرگ جو چشتیہ سلسلے کے بانی مبانی ہیں، حضرت شیخ ابواسحٰق شامی چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اُنہوں نے میری بھانجی کو تو گلاب اور موتیے کے ہار دیے لیکن مجھے کچھ نہ دیا۔ اس طرح ہم دس بزرگوں کے پاس گئے۔ سب بزرگوں نے میری بھانجی کو کچھ نہ کچھ انعام دیا لیکن مجھے کچھ نہ دیا۔ مَیں نے محسوس نہ کیا کہ اسے تو نوازا جارہا ہے اور مجھے کچھ نہیں دیا جارہا۔ آخر میں ہم خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ”اس کی بھانجی میں تو استعداد ہے لیکن یہ کچھ بھی نہیں“ **الحمدللہ**! مَیں اِسی میں خوش تھا کہ میری بھانجی کو نوازا جارہا ہے۔ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے بعد میں فرمایا کہ ”جن بزرگوں کے پاس پہلے تم نے حاضری دی اور اُنہوں نے تمہیں کچھ نہ دیا، دراصل وہ تمہارا حال معلوم کررہے تھے، تمہاری تربیت کر رہے تھے اور دیکھ رہے تھے کہ تم میں حسد تو نہیں کہ بھانجی کو تو نوازا جارہا ہے اور تمہیں محروم رکھا جارہا ہے، اس طرح تمہیں آزمایا جارہا تھا اور یہ تمہارا امتحان تھا۔ تم اس امتحان میں کامیاب رہے ہو۔“ یہ کہہ

کر مجھے زیادہ بڑا تحفہ دیا۔تو یہ سب بتانے سے مقصد یہ ہے کہ اگر کسی ساتھی کو کچھ مل رہا ہے تو دوسرے کدورت محسوس نہ کریں۔

آج بھی دربارِ اقدس ﷺ میں پرانے ساتھیوں کو کچھ نہیں ملا جبکہ نئے ساتھیوں کو قلم، تسبیح اور دیگر تحائف ملے ہیں۔تو اب کیپٹن ناصر کہے کہ میں تو ایک لاکھ درود شریف روزانہ پڑھتا ہوں اور عمران کہے کہ میں ساٹھ ہزار پڑھتا ہوں تو مجھے کیوں نہیں ملا؟ یہ دراصل نئے ساتھیوں کی دلجوئی کرنا ہوتی ہے۔کسی کو کوئی چیز ملتی ہے تو آپ دِل چھوٹا نہ کریں، یہ بات بیبیاں بھی اور مرد حضرات بھی سُن لیں۔مَیں تو جب چکوال جاتا ہوں اور راستے میں ہرے بھرے، لہلہاتے کھیت اور فصلیں دیکھتا ہوں تو خوش ہوتا ہوں کہ شکر ہے کسی نے محنت کی اور اللہ تعالیٰ نے اُس کو محنت کا صلہ دیا۔ظاہر ہے فصل میرے گھر تو نہیں آنی، جس نے محنت کی ہے اُس کے گھر جانی ہے۔مَیں تو اُس کے لیے دُعا کرتا ہوں کہ اللہ کریم اس کے کھیتوں کو ہرا بھرا رکھے۔تو یہ آپ کے دِل کی بھی فصلیں ہیں۔بعض دِل منجانب اللہ ہی زرخیز ہوتے ہیں۔جس طرح بعض زمین ریتلی، بعض بنجر، چٹیل، چٹانی اور بعض زرخیر ہوتی ہیں اور اُن پر فصلیں بھی زمین کے مطابق کم وبیش اُگتی ہیں، اسی طرح بعض دِل بھی منجانب اللہ بڑے زرخیز ہوتے ہیں اور اُن میں زیادہ استعداد ہوتی ہے۔بعض کو کشف ہو جاتا ہے اور بعض لوگوں کو ساری عمر بھی کشف نہیں ہوتا۔جن کو کشف نہیں مجھے اُن کی زیادہ قدر ہے۔

کچھ ساتھی بے ساختہ پن میں کوئی ایسی بات کر جاتے ہیں اور کوئی ایسا کام کر جاتے ہیں کہ بے اختیار نوازے جاتے ہیں۔کچھ بیبیاں میرے پاس آتی ہیں۔اُن میں اعلیٰ تعلیم یافتہ، اُنیسویں گریڈ پر فائز ہیڈ مسٹریس بھی ہیں۔کئی ماہ گزر گئے، مَیں نے ان کو پہلے لطیفے پہ ہی رکھا۔اس دوران ایک بی بی منڈی بہاؤالدین سے آئی۔اس نے میری کتاب پڑھی تو بے چین ہوگئی۔اُس کی طلب اور تڑپ میں اتنی شدت تھی کہ اگر لڑکا ہوتی تو شاید والدین زنجیریں بھی ڈال دیتے تو بھی نہ رُکتی۔بڑی کوشش اور مشکل سے اُس نے باپ کو راضی کیا اور باپ کے ساتھ میرے پاس آئے۔پہلے دن ہی مَیں نے یہ سوچ کر کہ شاید اسے دوبارہ آنا نصیب ہی نہ ہو، سات لطائف کرا دیے۔تو یہ بیبیاں جو اعلیٰ تعلیم یافتہ

تھیں، اُنہوں نے محسوس کیا کہ ہم تو ہر جمعے کو آتے ہیں اور تین چار ماہ سے پہلے لطیفے پر ہی ہیں، جبکہ اسے آتے ہی سات لطائف کرا دیئے ہیں۔ اب ہوا یہ کہ وہ پچھلے سال سالانہ اجتماع پہ بھی نہ آ سکی۔ اُس نے اپنے ماموں زاد بھائی کو بھیجا تو وہ سالانہ اجتماع کی کیسٹ لے گیا۔ کیسٹ میں جب اُس نے ایکسیڈنٹ والی بات سُنی تو مجھے خط لکھا۔ خط پہ اُس کے آنسوؤں کے نشان واضح طور پر محسوس ہو رہے تھے۔ اُس نے لکھا کہ ''کاش! میرے پاس اتنی دولت ہوتی تو میں آپ کو گاڑی لے دیتی اور آپ کو ویگنوں میں دھکے نہ کھانے پڑتے۔'' کیسٹ تو سب نے سُنی۔ لاکھوں کمانے والے ساتھی بھی تھے۔ یہ خیال کسی کو کیوں نہ سوجھا؟ مجھے یقین ہے کہ اگر اس بی بی کے پاس پیسے ہوتے تو وہ گاڑی لے آتی اور چابی میرے ہاتھ میں دے کر کہتی کہ گاڑی باہر کھڑی ہے۔ تو یہ جذبہ، یہ بے ساختہ پن جو اُس بچی میں تھا وہ تو پیدا نہیں ہو سکتا، بات تو ہے جذبے کی۔ یہ مثال اس لیے قطعاً نہیں دے رہا کہ کسی کے پاس رقم ہے تو مجھے گاڑی لے دے۔ میرے بڑے بیٹے نے کہا کہ ابا جی! گاڑی لے دوں؟ مَیں نے کہا کہ مجھے نہیں چاہیے۔ دراصل بعض ساتھی اپنی کیفیت کے بے ساختہ پن سے کچھ اس طرح مظاہرہ کرتے ہیں کہ مَیں بھی بے ساختہ اُنہیں تحفہ دے دیتا ہوں، بے ساختہ نوازتا ہوں۔

حسد سے بچیں۔ جس کسی کو جو بھی مل رہا ہے، اُس کی استعداد سے زیادہ مل رہا ہے۔ دِل میں کبھی میل نہ لائیں، کدورت نہ لائیں کہ فلاں کو مل رہا ہے، مجھے کیوں نہیں مل رہا۔ اسے ناراضگی نہ سمجھیں، نہ سرزنش۔ یہ باتیں آپ کی اصلاح کے لیے کہہ رہا ہوں۔ عمران کی یہ اعلیٰ ظرفی ہے کہ اُس نے جو بات محسوس کی مجھے بتا دی۔ آپ صوفی ہیں۔ صوفی کا مطلب ہی یہ ہے کہ اُس کا دِل کدورت سے پاک ہو۔ آپ دِل میں کدورتیں نکال دیں۔ نماز فرض ہے، جو ساتھی بھی ذکر کی، نماز کی، تہجد کی پابندی کرتا ہے، میرے دِل میں خود بخود اس کے لیے اُنس اور محبت بڑھتی جاتی ہے، شفقت بڑھتی جاتی ہے۔ اُس کے لیے توجہ میں خود بخود اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ تاج ملنا اگرچہ روحانی لحاظ سے بڑا انعام ہے لیکن میرے نزدیک تاج معمولی چیز ہے۔ میری 80 ہزار تنخواہ ہے یا 4 ہزار، مَیں جو بھی تحفہ کسی کو دوں گا، اپنی حالت اور حیثیت کے مطابق دوں گا۔ مَیں تو عموماً بتاتا ہی نہیں کہ کسی کو کیا ملا ہے۔ اگر کبھی پتہ چل بھی جائے تو دِل

میں تنگی محسوس نہ کریں۔ یہ باتیں مَیں آپ کی ہدایت کے لیے کہہ رہا ہوں۔ مرشد آپ کا ہادی ہوتا ہے، رہنمائی کرتا ہے۔ یہ نہ سمجھیں کہ اتنے لوگوں کے سامنے میری توہین کر دی۔ ان باتوں سے آپ سب کی اصلاح مقصود ہے۔ اس طرح عمران کو جو مَیں کہہ رہا ہوں تو بات یہ کہ پنجابی کا محاورہ ہے ناں کہ:

آکھے دھی نوں تے سُنڑائے نُھوں نوں

تزکیہء نفس کا مطلب ہی یہی ہے کہ ساتھی کو رنجش نہ پہنچے۔ آپ کی کسی کوتاہی کی وجہ سے اگر کسی ساتھی کا دِل رنجیدہ ہوا ہے تو آپ نے اپنا نقصان بھی کیا ہے اور میرا نقصان بھی کیا ہے۔ یہاں جو آئے، کسی مسلک کا آئے بسم اللہ آئے۔ اللہ کرے یہاں آنے سے اس کے دِل کی سیاہی دور ہو جائے، دِل کا زنگ اُتر جائے اور اس کے دِل میں اللہ کی محبت، نبیء کریم ﷺ کی محبت پیدا ہو جائے۔ ہم تو دھوبی ہیں، ہم تو دِلوں کو دھونے کے لیے یہاں بیٹھے ہیں۔ خاص کر جو جوان ساتھی یہاں بیٹھے ہیں، وہ خیال رکھیں کہ کسی سے کوئی مذاق یا ٹھٹھا نہ کریں۔ اپنے کردار میں سنجیدگی اور متانت پیدا کریں، آپ کی شخصیت کا اسی میں وقار ہے۔ مذاق کرنے سے سب سے پہلے آپ کا اپنا نقصان ہے، آپ کی اپنی شخصیت کی نفی ہوتی ہے۔ باوقار طریقے سے رہیں۔ اپنے سیرت و کردار کی اصلاح کریں۔

باقی رہے مراقبات۔ تو مراقبہءِ تقرب تک مَیں جن ساتھیوں کو لے گیا ہوں، اُن کے لیے یہ بہت اُونچا مقام ہے۔ آپ کو ان منازل کی بلندی کا علم ہی نہیں۔ اولیاء اللہ میں سے بھی ٹانواں ٹانواں افراد یہاں پہنچے ہیں۔ یہاں سے آگے دسواں مقام "مقامِ رضا" ہے۔ یہاں پہنچنے سے پہلے توکل، صبر، تسلیم، محبت، محبوبیت وغیرہ سے گزرنا پڑتا ہے، تب مقامِ رضا پہ پہنچتے ہیں۔ جب کوئی تکلیف ہی نہ پہنچے گی تو کیسے پتہ چلے گا کہ اللہ کی ذات پر توکل کر رہے ہیں، صبر کر رہے ہیں؟ یہ تکالیف بھٹّی ہیں۔ تکالیف اور مصائب کی بھٹّی سے گزریں گے تو پتہ چلے گا کہ اس نے صبر کیا، توکل کیا۔

مَیں بھی تکالیف سے گزر رہا ہوں، میرے بیٹے بھی تکالیف سے گزر رہے ہیں۔ اس دفعہ ثاقب ہانگ کانگ سے آیا تو اس کے پاس 3 لاکھ اپنا اور ایک لاکھ دوست کا کیش تھا۔ دوسری فلائٹ لینے میں 20 منٹ کا وقفہ تھا۔ وہ ٹوائلٹ گیا تو کہتا ہے کہ اس کے سر میں کسی نے کچھ مارا، پھر اُسے ہوش

نہیں رہا۔ دس منٹ کے بعد ہوش آیا تو پتہ چلا کہ دو سال کی کمائی ایک منٹ میں چلی گئی۔ میرا بیٹا ہے، بہت اُونچے مقامات ہیں اُس کے۔ اُسے کیوں یہ حادثہ پیش آیا، کیوں اتنی بڑی کمائی چلی گئی، ضائع ہو گئی؟ میرے پاس آیا تو کہتا ہے کہ مجھے خیال آیا کہ اچھے شیخ ہیں، میرے باپ بھی ہیں، شیخ بھی ہیں کہ مجھے تہجد نہیں پڑھواتے۔ تو کہتا ہے کہ خواب میں دیکھا کہ کسی نے میرے پاؤں پہ چھڑی ماری اور کہا کہ اُٹھو اور پھر خواب میں ہی اُس نے نفل بھی پڑھے۔ پھر کہتا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوب پڑھے تو خواہش ہوئی کہ اُن سے رابطہ ہو جائے۔ اگلے روز خواب میں ان کی زیارت ہوگئی۔ ایک اور بزرگ بھی ان کے ساتھ تھے، اُنہوں نے کہا کہ مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ذکر کرائیں گے۔ چوتھے روز کسی محفل میں لے جاتے ہیں، اُس میں آپ بھی موجود ہیں، مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ بھی، دو اور بزرگ اور حضرت خواجہ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں اور خواب میں ہی بتایا گیا کہ تمہارا مرشد تم سے ناراض ہے۔ اُنہیں باپ نہ سمجھو، مرشد سمجھو۔ اس دفعہ خالی ہاتھ واپس جاؤ گے۔ پہلے سیدھے باپ کے پاس جاؤ۔ مَیں کسی گھریلو معاملے میں اُس سے ناراض ہو گیا تھا۔ میرے پاس جب دارالفیضان پہنچا تو اُس نے رقم کے زیاں کا بتایا۔ سامان جو ساتھ تھا، اُس کا یہ ہوا کہ جو دوست کا سامان تھا وہ تو آ گیا اور جو ذاتی بیگ تھا، وہ Misplace (گم) ہو گیا۔ کہنے لگا: ابا جی! میں تو لُٹ لُٹا کر خالی ہاتھ آیا ہوں۔ مَیں نے کہا **الحمدللہ**! دو روز بعد سالانہ اجتماع تھا، اس کے اگلے روز ایک بیٹے کی بارات، چند روز بعد دوسرے بیٹے کی بارات، خرچ اخراجات، پریشانی علیٰحدہ۔ لیکن ہماری بشاشت میں کوئی فرق نہیں پڑا۔ میرے گھر والوں کو، برادری کو کچھ پتہ نہیں کہ میرے بیٹے کے ساتھ اتنا بڑا حادثہ ہو گیا ہے۔ کل مَیں گاؤں گیا تو برادری کی بیبیوں نے کہیں سے سُنا اور مجھ سے افسوس کرنے لگیں تو مَیں نے اُنہیں کہا کہ آپ نے یہاں نقصان کی بات کر کے بہو بیٹوں کو رنجیدہ کیا، اُنہیں رنجیدہ کرنے سے کیا حاصل؟ اس لیے یا تو مقامات کی طلب نہ کریں، کریں گے تو بھٹّی سے گزرنا پڑے گا۔ ظاہری طور پر بھی تکالیف آئیں گی اور باطنی طور پر بھی۔ اگر روزانہ نبیء کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی باریابی کی خواہش ہے تو آزمائش آ سکتی ہے، آئے گی۔ زندگی میں کسی بھی مرحلے پر آزمائش آ جائے گی۔

میرا ایک ساتھی جرمنی میں ہے، وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ مجھے بھی حج کرانا چاہتا تھا۔ اُس نے اپنی والدہ کو میرے پاس بھیجا کہ حضرت جی کو حج کے لیے آمادہ کریں۔ مَیں نے تو اپنے بیٹے کی آفر بھی قبول نہیں کی، جب بھی حج کی اجازت ملی تو اپنے خرچ سے حج کروں گا۔ مَیں نے اُس کی والدہ سے کہا کہ اُسے کہو حج کا ثواب اُسے مل گیا ہے۔ اس کے والدین حج کے لیے چلے گئے۔ اُس نے خواب میں دیکھا کہ مَیں اور وہ اس کے والدین کے ساتھ حج کر رہے ہیں۔ دنیاوی لحاظ سے ان کا بہت بڑا نقصان ہو گیا، ایک بھائی بہت سرمایہ خرچ کر کے جرمنی کے لیے روانہ ہوا تو وہاں پکڑ لیا گیا، واپس آ گیا۔ تو دنیاوی لحاظ سے تو نقصان اور خسارے برداشت کرنا پڑیں گے۔

کل ہی ایک ساتھی آیا اور یہ شعر سنانے لگا:

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

مَیں نے کہا کہ یہ آپ کو پتہ ہی نہیں کہ یہ شعر کہا کس لیے گیا ہے۔ آپ چاہتے ہیں کہ میرے پاس آنے سے ویزا مل جائے، امریکہ کی لاٹری نکل آئے، دنیا کا یہ کام ہو جائے، یہ عہدہ مل جائے۔ تقدیر بدلنی ہے تو دِل کی بدلیں۔ زیادہ سے زیادہ مَیں یہ کر سکتا ہوں کہ دُعا کر دیتا ہوں کہ ہو جائے۔ ہمارا کام صرف دُعا مانگنا ہے۔ منظور کرنا اُس کا کام ہے، کرے نہ کرے۔ ہم آڑ نہیں لگا سکتے کہ ضرور یوں ہو۔

مَیں جب قطبِ وحدت کے مقام پر فائز ہوا تو افغانستان کی فائل منگوائی۔ معلوم ہوا کہ روس کو 110 سال یہاں رہنا ہے۔ جیسے انگریز یہاں 100 سال کے لیے آئے اور 200 سال سے زیادہ لگا کے گئے۔ فرانسیسی اور دوسری یورپی اقوام نے جہاں تسلط جمایا، وہاں سے دو، دو سو سال تک نہ نکلے۔ روس کا ٹارگٹ تو ایران، پاکستان اور جنوب میں گرم سمندر تھے۔ مَیں نے جب فائل دیکھی تو کہا کہ 100 سال کاٹ دیں، صرف 10 سال رہنے دیں۔ اہلِ برزخ میں تھرتھلی مچ گئی کہ اتنا بڑا فیصلہ، اس پہ کیونکر عملدرآمد ہو سکے گا، روس جیسی اتنی بڑی طاقت کو صرف دس سال میں کیونکر واپس کیا جائے گا؟ یہ لمبی کہانی ہے کہ اس کے لیے کیا ہوا اور کیسے کیا گیا۔ تھوڑا سا حال مرتضیٰ شاہ کو پتہ ہے۔ (حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ گلوگیر آواز میں بول رہے تھے)۔ مَیں نے اولیاءِ برزخ سے یہ منوایا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے

فرمایا کہ ’’جو یہ کہتا ہے کریں۔‘‘

مَیں یہ کر سکتا ہوں کہ اگر آپ کی دس سال میں مراقبات طے کرنے کی استعداد ہے تو یہ مراقبات مہینے میں کرا دوں۔ میری روحانی لحاظ سے کیا حیثیت ہے، وہ آپ سمجھ ہی نہیں سکتے۔ اہلِ برزخ نہیں سمجھ سکے تو آپ کیا سمجھیں گے؟ آپ خوش قسمت ہیں کہ کسی بہانے سے آ پہنچے۔ بیماری کے بہانے آئے، کتاب پڑھ کر آئے یا کسی سے سُن کر آئے، جلدی آئے یا مشکل سے آئے، آ گئے۔ مَیں نے آپ کو سبق دے دیے۔ اگر ساری عمر بھی میرے پاس نہ آئیں تو آپ کو جو مقام ملا ہے، برزخ میں اور آخرت میں وہ ان شاء اللہ مل جائے گا۔ بہت سی باتیں کرنے کی نہیں ہوتیں، کہنے کی نہیں ہوتیں، سمجھانے کی نہیں ہوتیں۔ محفل میں نئے ساتھی ہوتے ہیں، اُن کی سمجھ اور فہم سے بالاتر ہیں۔ آپ نہیں سمجھ پائے وہ کیا سمجھیں گے؟ وہ باہر جا کر کسی اور انداز سے باتیں کرتے ہیں۔ جس سے خرابیاں مچتی ہیں۔ یہ باتیں مجھے اس لیے بتانا پڑیں، کہنا پڑیں کہ بعض ساتھی کہتے ہیں کہ ہمیں آگے کیوں نہیں لے گئے؟ تکلیف آتی ہے تو باں باں کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ جزاك الله

☆☆☆

☆26 جولائی 1996ء جمعۃ المبارک

نبیِ کریم ﷺ سے عقیدت و محبت کا اظہار لوگ اپنے اپنے رنگ میں کرتے ہیں۔ کچھ نعت خوانی کرتے ہیں، کچھ میلاد شریف کی محفل منعقد کرتے ہیں جس میں تلاوت و نوافل اور تقاریر کا اہتمام ہوتا ہے۔ لیکن ہمارے سلسلے میں درود شریف پہ خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ آپ چاہے گھر میں رہیں یا مسجد میں ہوں یا کسی محفل میں ہوں، میلاد النبی ﷺ کی رات شبِ بیداری کریں اور زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھیں۔ جہاں کہیں ہوں درود شریف جاری رہنا چاہیے۔ یہاں دارالفیضان میں کوئی اہتمام نہیں ہوتا۔ اِذنِ عام ہو تو بے شمار لوگ آ جائیں۔ بہتر ہو گا کہ محلے کی مسجد میں رات گزاریں، چاہے وہاں نعت خوانی ہو رہی ہو یا سلام، جو ہوتا ہے ہوتا رہے، آپ درود شریف پر توجہ دیں، ساری رات جاگیں۔

پچھلی بار دارالفیضان میں کافی لوگ آ گئے تھے۔ پُرانے ساتھی جانتے ہیں کہ یہاں زیادہ سے زیادہ پندرہ آدمی رہ سکتے ہیں۔ خواہش تو سب کی ہوتی ہے کہ دارالفیضان میں رات گزاریں۔ لیکن ساون کا مہینہ ہے، موسم کا کچھ پتہ نہیں ہوتا۔ آپ بددِل نہ ہوں، گھر میں بھی میری توجہ آپ کے شاملِ حال رہے گی۔ مَیں نے صرف دس پندرہ ساتھیوں کو دارالفیضان آنے کی اجازت دے رکھی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ دارالفیضان کے خدام ہیں، اس لیے ان کو اوّلیت حاصل ہے۔ دارالفیضان تعمیر ہو رہا تھا۔ جب لوگ گھر میں آرام کر رہے ہوتے تھے تو وہ دن بھر گارا اور اینٹیں ڈھوتے تھے۔ اس لیے ان کے ساتھ رِیس کا جذبہ نہیں ہونا چاہیے۔ یا پھر چند صاحبِ کشف ساتھی، جن کی تربیت کرنا ہوتی ہے، ان کو بلاتا ہوں۔ وضاحت اس لیے کر رہا ہوں کہ آپ محسوس نہ کریں کہ باقیوں کو کیوں لِفٹ دی گئی، ہمیں کیوں محروم رکھا گیا۔ آپ جہاں بھی ہوں گے، میری توجہ آپ کے شاملِ حال ہوگی، ان شاء اللہ فیض پہنچے گا۔ جزاك اللہ

☆☆☆

☆27 ستمبر 1996ء جمعۃ المبارک

یاددہانی کے طور پر ساتھیوں کو بتا رہا ہوں کہ ذکر کے دوران لطائف و مراقبات میں سکون اور توجہ کی ضرورت ہوتی ہے، خاموشی چاہیے ہوتی ہے۔ میرے بار بار کہنے کے باوجود آپ بیبیوں کو گائیڈ نہیں کرتے۔ یہ ساتھیوں کی ڈیوٹی ہے کہ بیبیوں کو بتائیں وہ بچے ساتھ نہ لایا کریں۔ بچے بھاگتے ہیں، بولتے ہیں، شرارتیں کرتے ہیں۔ چین سے نہیں بیٹھتے تو ساری محفل بے سکون ہوتی ہے۔ خواتین کو بڑی مشکل سے یہاں آنے کی اجازت ملتی ہے۔ بعض اوقات اُن کے لیے اجازت لینا ہی مشکل ہو جاتا ہے۔ جو بیبیاں بچوں کو ساتھ لاتی ہیں وہ غیر سنجیدہ ہوتی ہیں، اُنہیں ذکر سے رغبت نہیں ہوتی۔ جمعے کو ذکر کی محفل میں سکون چاہیے۔ بچوں کی وجہ سے ساری محفل ڈسٹرب ہوتی ہے۔

دونوں کمرے ذکر و نماز کے لیے مخصوص ہیں، ان کمروں میں پاکیزگی کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ گھر سے میرے اپنے بچے بھی آئیں تو ان کمروں میں نہیں آتے، بچے پیشاب کر دیتے ہیں۔

شریعت کی رو سے سارے کارپٹ کو تین دفعہ دھونا چاہیے۔تو آپ خود سمجھیں کہ یہ کتنا مشکل کام ہے۔ آپ سُنی ان سُنی کر دیتے ہیں۔آئندہ خیال رکھیں۔گھر والوں سے کہہ دیں کہ دس بارہ سال سے کم عمر کا بچہ نہ لائیں۔

یہ جو ذکر اذکار ہیں، ان سے دِل کی غفلتیں دُور ہوتی ہیں، گناہوں کے زنگ اترتے ہیں اور اعمالِ صالحہ کے لیے شوق و رغبت پیدا ہوتی ہے۔اس فانی دنیا سے تو ایک دن جانا ہی ہے۔اصلی خوشی اور کامیابی تو آخرت کی ہے۔کوشش یہ کریں کہ وہاں اچھا Status ملے۔یہ ظاہری آرائش وزیبائش، لباس کے مقابلے اور کار، کوٹھی وغیرہ ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔اصل Status آخرت کا ہے۔یہ جو خواب میں یا ذکر میں مشاہدہ کرا دیا جاتا ہے، دراصل آپ کے یقین اور شوق کو بڑھانے کے لیے ہوتا ہے۔اس سے مقصد یہ ہے کہ اگلی زندگی کی طرف توجہ دیں۔اس دنیا کی زندگی میں پھنس کر، اُلجھ کر نہ رہ جائیں۔لطائف اور مراقبات کا بھی یہی مقصد ہے کہ اُس دنیا کی طرف دھیان رہے، وہاں کی زندگی کے حصول کے لیے رغبت پیدا ہو۔

گیارہ اکتوبر کو ان شاء اللہ دار الفیضان میں مسجد کا سنگِ بنیاد رکھا جائے گا، تہہ خانہ اور ہال ہوگا۔ ان شاء اللہ گنجائش ہو جائے گی۔بارش میں بھی دو، اڑھائی سو لوگوں کے بیٹھنے کی گنجائش ہو جائے گی۔ چار صفیں تہہ خانے میں اور چار کی اوپر گنجائش ہوگی۔آپ میں سے جو رضا کارانہ طور پر مدد کرنا چاہتے ہیں، نام دے دیں۔

☆☆☆

☆11 اکتوبر 1996ء جمعۃ المبارک

ساتھیو! مَیں نے تو سوچے بغیر 11 اکتوبر کو مسجد کا سنگِ بنیاد نصب کرنے کی تاریخ رکھ لی تھی۔ جب تاریخ، مہینہ اور سال کے اعداد نکالے تو 11 اکتوبر 1996 کا 11+10+7=28=10، عدد 10 بنا اور اسلامی کیلنڈر کے لحاظ سے بھی آج دیکھا تو 27 جمادی الاول 1417 ہجری ہے تو 9+5+4=18=9، جمعہ کا عدد بھی 1 ہے۔اس طرح 9+1=10 بنا۔درود شریف کے اعداد

شمار کریں تو 46=10 ہیں۔ درود شریف کی نسبت سے مسجد کے سنگِ بنیاد کی تاریخ کے اعداد بھی دس ہی بنے۔ (اس عدد کی حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ سے خاص نسبت ہے) (13)

ذکر کے دوران جو جھلکیاں دیکھی گئیں اور جن کی طرف مَیں نے اشارہ کیا، اُن کو جاننے کے لیے ساتھیوں کو اشتیاق ہوتا ہے، وہ بعد میں صاحبِ کشف ساتھیوں سے پوچھتے ہیں۔ محفل میں کئی نئے ساتھی ہوتے ہیں۔ کئی ایسے ہوتے ہیں جنہوں نے بیعت نہیں کی ہوئی۔ نئے آنے والوں کو یہ باتیں بڑی عجیب معلوم ہوتی ہیں لیکن یہ حقائق ہیں۔ روحانی دنیا بڑی پیچیدہ ہے۔ ظاہری دنیا اسے سمجھنے سے معذور ہے اور ظاہری آنکھ سے اسے دیکھنے سے قاصر ہے۔ یہ نئی دنیا، کوئی کتنا ہی بڑا عالم، مفکر، محدث و فقیہہ ہو، اُن کے فہم سے یہ بالاتر ہے۔ جب دربارِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں گئے تو مَیں نے ضیافت کا ذکر کیا۔ وہاں جانے تک مجھے بھی کچھ علم نہیں تھا کہ ضیافت ہوگی۔ مجھے سرپرائز دیا گیا۔ نبی ءِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مجھ پر جو خصوصی شفقت و محبت فرماتے ہیں، اُسی سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اتنی عظیم الشان تقریب و ضیافت کا اہتمام فرمایا تھا۔ (آپ پہ رقّت طاری تھی)۔ رات کو مَیں نے دس اینٹیں رکھیں، جو کچھ پڑھا ہوا تھا وہ دَم کیا، دُعا کی۔ مرتضیٰ شاہ کی بے وقوفی، نا اہلی کہ یہ نہ پہنچا۔ اسے رات کو آ جانا چاہیے تھا۔ دُعا کے بعد مَیں نے نبی ءِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خصوصی دُعا فرما دیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہمراہ جلیل القدر انبیاءِ کرام: حضرت آدم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت الیاس علیہ السلام، حضرت خضر علیہ السلام، خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بھی تشریف لائے۔ بعد میں ملائکہ مقربین کی قیادت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمائی۔ اندر کے کونوں میں تین تین اور باہر والے کونوں میں دو دو اینٹیں لگائی گئیں۔ افتتاح کے وقت بھی سب انبیاءِ کرامؑ، صحابہ کرامؓ اور اہلِ برزخ کے اولیاءِ کرامؒ موجود تھے۔ ظاہری طور پر مَیں نے اینٹیں نصب کیں۔ باطنی طور پر نبی ءِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے رکھیں۔ باقی انبیاءِ کرام علیہم السلام نے بھی اپنا اپنا حصہ ڈالا۔

مَیں وثوق سے کہہ رہا ہوں، میرا یقین اور ایمان ہے کہ اس درسگاہ کا کردار قائدانہ اور خاص

ہوگا۔اہلِ ظاہر نہ دیکھ سکیں لیکن اہلِ باطن اس کی فضیلت سمجھ پائیں گے، جو اسے عطا کی گئی ہے۔جنہیں دربارِ اقدس ﷺ اور خانہ کعبہ شریف میں رسائی ہے اُنہیں بھی فیض یہیں سے ملے گا اور دوسری درسگاہیں ہیں اُن کو بھی فیض روحانی طور پر یہیں سے ملے گا۔

جنہوں نے میری بیعت کر رکھی ہے، اُن سب کو روحانی طور پر مَیں نے اس محفل میں بلا لیا تھا لیکن ظاہری حاضری کی اپنی فضیلت ہے۔سب کو انعامات سے نوازا گیا ہے۔سب بہت خوش نصیب ہیں۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو استقامت سے اس راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے شکر گزار بندوں میں سے کرے۔شکر گزاری کی علامت یہ ہے کہ نماز کی پابندی ہو۔ذکر و درود شریف کی پابندی کریں اور اخلاقِ حسنہ اپنائیں۔ جو درود شریف ہم پڑھتے ہیں، اس کا ثواب اہلِ برزخ کو بھی پہنچتا ہے، ہمارے سلسلے کو بھی پہنچتا ہے اور ہمیں بھی پہنچتا ہے۔کوشش کریں کہ زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھیں اور کثرتِ درود شریف کا جو اعزاز ہمارے سلسلے کا ہے، وہ قائم رہے۔

یہ جو روحانی سلسلے چل رہے ہیں، سب میرے سلسلے ہیں۔ان سب سلسلوں کے بانی میرے مشائخ ہیں۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی اور نبیءِ کریم ﷺ کی محبت نصیب کرے اور زیادہ سے زیادہ ان کی یاد کی توفیق دے۔اللہ تعالیٰ شیطان و نفس کے چکر سے بچنے کی توفیق دے۔ان دشمنوں سے اللہ تعالیٰ بچائے کہ یہ نظر نہیں آتے۔ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ

☆☆☆

☆8 نومبر 1996ء جمعۃ المبارک

ساتھیو! گزارش ہے کہ آپ جب دارالفیضان میں رات آکر ٹھہرتے ہیں یا کئی ساتھی تین چار گھنٹوں کے لیے آکر رُکتے ہیں تو اپنے گھریلو مسائل تب بیان کریں اور تعویذ وغیرہ لے لیا کریں۔ ذکر کی محفل کے بعد جب مَیں بہت مصروف ہوتا ہوں اُس وقت کیوں مانگتے ہیں؟ ذکر کی محفل کے بعد خواتین نے اپنے مسائل بتانے ہوتے ہیں، مصروفیت زیادہ ہوتی ہے۔کبھی بیبیاں اندر بلاتی ہیں، کبھی آپ باہر بلاتے ہیں۔رات کو جب ٹھہرتے ہیں تو بات کر لیا کریں۔ بات جب کرنا ہی ہے، جھجک کی

کیا بات ہوئی۔اس طرح آپ میرے لیے تنگی پیدا کردیتے ہیں۔

دوسرے یہ کہ مسجد کی تعمیر کا کام جاری ہے۔ساتھی رات کوٹھہرتے ہیں۔جاڑے کا موسم ہے۔ گھر سے آتے ہوئے اتنا کرلیا کریں کہ کوئی لوئی یا کمبل لے آیا کریں۔کوئی بھی خانقاہ اتنے زیادہ بستر کا انتظام نہیں کرسکتی۔''دارلعرفان'' (منارہ) میں بھی صرف پندرہ بستروں کا انتظام ہوتا تھا۔لوگ اپنے بستر ساتھ لے کر آیا کرتے تھے۔ براہِ کرم میرے ساتھ تعاون کریں۔موسم سرد ہے۔گھر سے آتے ہوئے بستر لایا کریں۔آئندہ خیال رکھیں۔اس طرح آتے ہیں جیسے لکھنؤ کے بانکے ہیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ جن کے ساتھ بیبیاں آتی ہیں، وہ ذکر کے بعد مصافحہ کر کے فارغ ہو جایا کریں اور جیسے ہی بیبیاں باہر نکلیں ساتھ لے کر چلے جائیں۔ذکر کے بعد میری طرف سے آپ فارغ ہو جاتے ہیں۔ یہاں زیادہ ٹھہرنے سے زیادہ توجہ نہیں ملتی۔ جو توجہ دینی ہوتی ہے وہ ذکر کے دوران مل چکی ہوتی ہے۔اس بات کا خیال رکھیں کہ مجھے بار بار اندر باہر نہ بھاگنا پڑے۔شکریہ۔

☆☆☆

☆29 نومبر 1996ء جمعۃ المبارک

ساتھیو! کچھ عرصے سے ملک میں حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کے بارے میں عجیب سی بحث چل نکلی ہے۔ڈیرہ اسمٰعیل خان کے علاقے کے ایک صاحب جن کی کراچی میں رہائش ہے اور اُن کا روحانیت میں بھی شاید کچھ دخل ہے۔ وہ پمفلٹ، کتابچے اور مضامین وغیرہ لکھتے رہتے ہیں جن کا لبِ لباب یہ ہے کہ وہ امام مہدی علیہ السلام ہیں اور ان کے ساتھ تعاون کیا جائے۔وہ جو استدلال دیتے ہیں، وہ یہ ہے کہ فلاں بزرگ نے خواب میں دیکھا، فلاں عالم نے بتایا۔اس سلسلے میں اُنہوں نے میری کتاب حالِ سفر کا بھی حوالہ دیا ہے جس کے ''حرفِ آخر'' کے طور پر مَیں نے کالج کی مسجد میں نماز پڑھنے والے لڑکوں کے متعلق لکھا ہے کہ یہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کے لشکر کے ہراول دستہ میں ہیں۔

پچھلے دنوں ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے بھی اس بارے میں لب کشائی کی اور معلوم نہیں کس حال میں اُنہوں نے کہہ دیا کہ امام مہدی علیہ السلام پیدا ہو چکے ہیں اور عین ممکن ہے کہ پاکستان میں ان کا

ظہور ہو۔ اخبارات میں بات چلی۔ علماء نے ان کے بارے میں ذکر کیا۔ حقیقتِ حال تو یہ ہے کہ حضور ﷺ کی واضح اور مفصل حدیث حضرت امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں موجود ہے۔ جب اسلامی تعلیمات چھوڑنے کی بنا پر مسلمانوں کو پے در پے شکستوں کا سامنا کرنا پڑا اور دوسری اقوام کے محکوم ہو گئے تو مسلمانوں میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ امام مہدی علیہ السلام آئیں اور اسلام کا بول بالا ہو۔ سب مسلمانوں کی یہ خواہش ہے۔ یہ خواہش اپنی جگہ پر احسن ہے مگر ضروری نہیں کہ وہ ہمارے زمانے میں ظاہر ہوں۔

حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوب میں ہے کہ اُنہوں نے مسلمانوں سے کہا کہ اپنے اعمال و افعال درست کر لیں، مَیں نے امام مہدی علیہ السلام کو دیکھ لیا ہے، اُن کا ظہور ہو گیا ہے۔ لیکن درحقیقت ان کو مغالطہ ہوا تھا۔ مَیں نے بھی اپنے چند ساتھیوں کو حضرت امام مہدی علیہ السلام کا روحانی طور پر تعارف کرایا تھا۔ مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تین سو سال گزر چکے ہیں۔ ابھی تک امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کا ہم انتظار کر رہے ہیں۔ مَیں نے مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے رابطہ کیا کہ آپؒ نے امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کے بارے میں کہا تھا تو کہنے لگے کہ مجھے تو یہی محسوس ہوا تھا۔ دراصل حقیقت یہ تھی کہ اُن پر برکات کا نزول ہوا تھا۔ کئی بار انوارات اور برکات کا اتنا ظہور ہوتا ہے اور غلبہ ہوتا ہے کہ باطن کی آنکھ کچھ اس طرح کُھل جاتی ہے اور برزخ کو یوں دیکھنے لگتی ہے جیسے ظاہری آنکھ دیکھتی ہو۔ انسان محسوس کرتا ہے کہ وہ ظاہری آنکھ سے دیکھ رہا ہے۔ کیفیت یہ ہوتی ہے جیسے سامنے کھڑے دیکھ رہا ہوں لیکن یہ روحانی کشف ہوتا ہے۔ ابھی اُن کا ظہور نہیں ہوا۔

پورے پاکستان کی یہ کیفیت ہے کہ امام مہدی علیہ السلام آئیں، بٹن دبائیں اور آناً فاناً اسلام کا غلبہ ہو جائے، ہمیں کچھ نہ کرنا پڑے، ہمارے کردار ٹھیک ہوں نہ ہوں، اسلام پہ ہم عمل پیرا ہوں نہ ہوں۔ بھئی! وہ زمانہ بہت دُور ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں فرماتے ہیں کہ قیامت بہت قریب ہے، پڑھنے والا یوں محسوس کرتا ہے گویا قیامت سر پہ کھڑی ہے۔ اسی طرح وسیع و عریض کائنات کا سلسلہ ہے۔ اللہ کریم فرماتے ہیں کہ چھ روز میں زمین و آسمان پیدا کیے۔ اللہ تعالیٰ کا ایک روز تو ہمارے

پچاس ہزار سال کے برابر ہے۔ بات یہ ہے کہ قیامت اٹل حقیقت ہے۔ امام مہدی علیہ السلام کا جو زمانہ ہے وہ قربِ قیامت کا زمانہ ہے۔ وہ زمانہ ابھی دُور ہے، ابھی وہ زمانہ آنا ہے۔ ہم سب اس کے منتظر ہیں۔ اُس سے پہلے حق و باطل کے مقابلے ہوتے رہیں گے۔

ایک ماہرِ منجم غازی صاحب ہیں، ان کی پیشین گوئیاں اخبارات میں آتی رہتی ہیں۔ اسی طرح ایم۔اے ملک صاحب ہیں، ان کی پیشین گوئیاں بھی اخبارات میں اکثر شائع ہوتی رہتی ہیں۔ انہوں نے متعدد بار پیشین گوئیاں کی ہیں پاکستان پہ کسی روحانی شخصیت کا ہاتھ ہے کہ اتنی خرابیوں اور کوتاہیوں کے باوجود بھی پاکستان قائم ہے۔ پاکستان وہ ملک ہے جسے اپنوں نے، غیروں نے ہر ایک نے خوب لُوٹا ہے۔ جس کا ہر ورکر، ہر پرزہ، پٹواری سے لے کر سیکرٹری تک، نیچے سے اُوپر تک، سب کھا رہے ہیں۔ بیرونی ایجنسیاں اسے دونوں ہاتھوں سے لُوٹ رہی ہیں لیکن ملک قائم ہے، سب حیران ہیں کیسے قائم ہے۔

جب پاکستان بنا تو اس کی دیکھا دیکھی دوسری محکوم اقوام کے لوگ بھی آزادی سے ہم کنار ہوئے۔ پاکستان بننے کے بعد چین اور فلسطین، افریقہ اور ایشیاء کے کئی ممالک کو آزادی ملی۔ یہ اللہ کی شان ہے کہ پاکستان دنیا کا واحد ملک ہے جو اسلام کے نام پر وجود میں آیا۔ نہ جغرافیائی، نہ لسانی، نہ کوئی نسلی وجہ، صرف اسلام کی وجہ سے وجود میں آیا۔ باقی ملکوں نے اس کے وجود میں آنے کے بعد آزادیاں حاصل کیں۔ بظاہر نام لیڈر کا ہوتا ہے۔ پاکستان کے بننے میں بھی بظاہر قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ نے کام کیا، لیکن ان کے پیچھے روحانی لوگوں کا ہاتھ تھا، جیسے مَیں نے کتاب حالِ سفر میں ذکر کیا ہے کہ ابدال، قطب اور غوث وغیرہ مختلف تکوینی امور سرانجام دیتے ہیں۔ بظاہر تو لیڈر کام کرتا ہے لیکن درپردہ روحانی ہستیوں کا ہاتھ ہوتا ہے۔ ان کی پشت پہ اولیاء اللہ ہوتے ہیں۔

اسی طرح غازی منجم نے کہا کہ اس ملکِ پاکستان پہ کسی کا ہاتھ ہے۔ یہ ملک دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت تھا۔ اگرچہ ٹوٹ کر دو حصوں میں بٹ گیا ہے لیکن مشرقی پاکستان، جسے اب بنگلہ دیش کہتے ہیں، آزاد اسلامی ملک ہے۔ اور ہندوستان اُس پر قبضہ نہیں کر سکا۔ اِدھر پاکستان کی حیثیت

اگرچہ دنیا کے نقشے میں ایک معمولی سے ملک کی رہ گئی ہے لیکن اس گئے گزرے ملک نے دنیا کو ایک عجوبہ دکھادیا۔ مسائل میں گھرے ہوئے اس ملک نے ایک عظیم سُپر طاقت کو میدانِ جنگ میں ہرادیا۔ روس کو شکست دی۔ افغانستان کی جنگ دراصل پاکستان نے لڑی۔ روس کا مقصد یہ تھا کہ پورے افغانستان کو ضم کرکے، وسائل کو اپنے ہاتھ میں لے کر، پاکستان کے راستے بحرِ ہند کے گرم سمندر تک تسلط قائم کروں، یہ اُس کا دیرینہ خواب تھا۔ سب قوموں کا خیال تھا، حتیٰ کہ امریکہ جیسی سُپر طاقت کا بھی خیال تھا کہ یہ علاقہ روس کے ہاتھ میں گیا۔ ہمارے ہاں بھی لوگ روزمرہ کے معمولات میں مصروف تھے۔ عام لوگوں کو کچھ پتہ نہیں تھا کہ کیا ہورہا ہے اور پاکستان نے یہ جنگ تنِ تنہا لڑی۔ اس کارنامے کا سہرا، شہید ضیاء الحق کو جاتا ہے۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ وہ نہ ہوتا تو یہ ملک نہ رہتا۔ قرآن شریف ہمارے ہاتھوں میں نہ رہتا، اسلام کا نام لیوا کوئی نہ رہتا۔ سب جانتے ہیں کہ روس نے وسطی ایشیائی ریاستوں میں مسلمانوں اور اسلام کو کس طرح ختم کیا۔ پاکستان کا یوں جنگ لڑنا محض اتفاق نہیں تھا۔ ضیاء الحق کے پیچھے کوئی شخص تھا۔ کوئی روحانی قوت تھی اور وہ روحانی قوت تھی کس شخص کی؟ 19 اپریل 1984ء کی بات ہے۔ نجیب صاحب اور دیگر ساتھی جہلم کالج کی مسجد میں موجود تھے اور مَیں نے اُن کی روحانی ڈیوٹیاں لگائی تھیں کہ افغانستان کو آزاد کرانا ہے۔ اہلِ برزخ کو بُلا کر اُن کی ڈیوٹیاں لگائی تھیں، اور اُنہیں دس سال کا عرصہ دیا تھا۔ ساتھی اس بات کے گواہ ہیں۔ مجھ سے پہلے جو سربراہ مقرر کیے گئے تھے، اُنہوں نے افغانستان کو آزاد کرانے کا 110 سال کا عرصہ دیا تھا۔ مَیں نے چارج لیا تو کہا کہ 110 سال نہیں، صرف دس سال لگانے ہیں۔ آگے کیا ہوا، یہ لمبی کہانی ہے۔ میری کتاب حالِ سفر چھپ چکی تھی پہلے سے۔ اُس میں، مَیں نے لکھا تھا کہ ''اس صدی کے اوائل میں سرخ عفریت دندناتا ہوا آیا اور وسطِ ایشیاء کی اسلامی ریاستوں کو پامال کر کے رکھ دیا۔ اس کا حوصلہ بڑھا تو اب افغانستان پر بھی چڑھ دوڑا، خون کی ہولی کھیلنے لگا، مگر خود ہی لہو میں نہا گیا۔ اپنے کیے پر پچھتا رہا ہے۔ جان بچا رہا ہے۔ پلٹ رہا ہے اور سمٹ رہا ہے۔ افغانستان کو چھوڑا اور وسطِ ایشیاء کو چھوڑنا پڑا۔ اللہ اکبر! اب ماسکو کی فضاؤں میں بھی اذانیں گونج رہی ہیں۔'' میرے ساتھی پروفیسروں نے جب یہ بات پڑھی

تو مذاق اڑایا کہ مَیں نے یہ کہا کہ افغانستان آزاد ہوگا، روسی ریاستیں آزاد ہوں گی۔لیکن سب نے دیکھا کہ اللہ کی رحمت سے افغانستان سے روس نکلا، وسطِ ایشیا سے نکلا۔ان شاء اللہ باقی پیشین گوئیاں بھی پوری ہوں گی۔

لیکن ہم کیا کر رہے ہیں۔ہمیں اپنی اصلاح کرنا ہے۔منجم غازی صاحب اور دوسرے ماہرینِ فلکیات کی باتیں سُن کر میرے ساتھیوں میں بھی چہ مگوئیاں ہونے لگیں کہ شاید حضرت صاحب بھی امام مہدی علیہ السلام ہونے کا دعویٰ کرنے والے ہیں۔ارے احمقو! ہم نے تو حضرت امام مہدی علیہ السلام کے لیے زمین ہموار کرنی ہے، جیسے فوج پیش قدمی کرنے سے پہلے ہراول دستہ بھیجتی ہے جو حملے سے پہلے راستہ تیار کرتا ہے۔جائزہ لیتا ہے پھر آکر اپنے کمانڈر کو اطلاع کرتا ہے کہ اس علاقہ میں اس طرح پیش قدمی کریں۔تو بھئی! ہم تو زمین ہموار کر رہے ہیں۔صرف مَیں ہی نہیں، میرے ساتھ دوسرے علماءؒ اور بزرگانِ دینؒ بھی اپنے اپنے طور پر کام کر رہے ہیں۔ہم جتنے بھی لوگ ہیں، ہم حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ہراول دستے میں ہیں۔اس لیے کہ ہم نے پہلے زمین ہموار کرنی ہے۔وہ دور ابھی بہت دُور ہے، اس لیے کسی مغالطے میں نہ رہیں کہ کسی صاحب نے یہ کہا یا وہ کہا ہے۔اسی طرح ان کراچی والے صاحب کو مغالطہ لگا ہے۔اب آپ پوچھیں گے کہ جب پیدا ہی نہیں ہوئے تو اُن سے ملاقات کیسے ہوگئی؟ بھئی! تمام روحیں اکٹھی پیدا کی گئی تھیں، دنیا میں اپنے اپنے وقت پر بھیجی گئیں۔دنیا میں رہتے ہوئے اُن کی روح سے رابطہ کیا جا سکتا ہے۔یہ بہت اُونچی بات ہے۔جیسے حضرت خضر علیہ السلام ہیں، لوگوں سے روحانی طور پر ان کا رابطہ ہوتا رہتا ہے۔حضرت امام مہدی علیہ السلام، ڈاکٹر اسرار صاحب یا اُن کو کیسے ملے، تو یہ روحانی طور پر تھا۔اُن کو کشف میں مغالطہ لگا کہ وہ آ گئے ہیں اور اُن کا ظہور ہو چکا ہے۔

ہمارا کام یہ ہے کہ ہم اپنے زمانے میں اپنا کام ٹھیک کریں۔جس جس شعبے سے منسلک ہیں وہاں اپنا فرض خوش اسلوبی سے ادا کریں۔اپنے معاملات درست کریں۔فرشتے تو ہم بن نہیں سکتے لیکن یہ تو کر سکتے ہیں کہ اچھے انسان بنیں، اچھے مسلمان بنیں۔عقائد ہمارے درست ہیں، بنیادی عقائد پہ ہمارا ایمان ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معاملات کی درستگی کی سب سے زیادہ تلقین فرمایا کرتے تھے۔اور

یہ جو مَیں نے مراقبات آپ کو کرادیے ہیں تو ان کا مقصد یہی ہے کہ آپ اپنی اصلاح کریں۔ ان مراقبات کو راسخ کرنے سے اللہ تعالیٰ کے احکام پہ عمل کرنے اور اپنی اصلاح کی رغبت ہوگی۔

پچھلے دِنوں میرے ایک قریبی ساتھی ڈاکٹر نور محمد نضیر فوت ہوگئے، ان سے چند سال پہلے پروفیسر مکرم صاحب کا انتقال ہوگیا۔ یہ دونوں آپس میں دوست تھے۔ مَیں نے برزخ میں مکرم صاحب سے ان کا رابطہ کرایا۔ مکرم صاحب سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اُنہیں پانچ سال میں ایک بار خانہ کعبہ شریف اور سال میں ایک بار دربارِ اقدس ﷺ جانے کی اجازت ہے۔ پروفیسر مکرم صاحب مجھے بہت عزیز تھے۔ ان کا روزانہ کا درود شریف کا معمول 80 ہزار تھا۔ تو بتانے کا مقصد یہ ہے کہ میرے اتنے عزیز ساتھی کا یہ حال ہے تو کہیں یہ نہ ہو کہ آپ اس گمان میں رہیں کہ مقامات تو حضرت صاحبؒ نے ہمیں طے کرادیے ہیں، اب تو ہم جنتی ہی جنتی ہیں۔ تو یہ بات نہیں ہے۔ بنیادی بات یہ ہے کہ اپنے کردار پہ نظر رکھیں۔ عبادت تو جتنی بھی اور جو بھی کرتے ہیں، اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی خدمت بھی کریں، یہ بہت ضروری ہے۔ جذبہ یہ ہونا چاہیے کہ اپنے حصے کی چیز بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو دے دی جائے۔ **(14)**

تو یہ جو چہ مگوئیاں حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کے بارے میں ہیں، یہ اب ختم ہو جانی چاہییں۔ بینظیر اور نواز شریف وغیرہ کے آنے جانے کے متعلق صاحبِ کشف ساتھیوں سے پوچھنا بھی آپ کا کام نہیں ہے۔ جن کا یہ کام ہے، وہ کرتے رہیں گے۔ آپ میں سے اب بھی یہاں کئی بیٹھے ہوں گے، جو یہ جاننے کے باوجود کہ بینظیر نے مالی لحاظ سے ملک کو کنگال کر دیا ہے، ابھی بھی بینظیر کو ہی ووٹ دیں گے۔ اب سے چند سال پہلے کے مقابلے میں معیشت نصف رہ گئی ہے۔ ڈالر 43 روپوں کا ہو چکا ہے جبکہ کچھ وقت پہلے 25 روپوں کا تھا۔ یہی حالت اور غیر ملکی کرنسی کی ہے۔ ان کے مقابلے میں روپے کی قیمت روز بروز گرتی جا رہی ہے۔

آپ سے درخواست ہے کہ ذاتی کردار دیکھ کر ووٹ دیں۔ متعلقہ شخص کی دیانت، امانت اور کردار دیکھ کر ووٹ دیں، تب یہ ملک چلے گا۔ یہ نہ سوچیں کہ فلاں کو برادری یا ذاتی مفاد کی بنیاد پر ووٹ دینا ہے۔ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ

☆13 دسمبر 1996ء جمعۃ المبارک

عزیز ساتھیو! وقتاً فوقتاً آپ کی تربیت اور تعلیم کے لیے ہدایات دیا کرتا ہوں۔ آپ اپنے گھر بار چھوڑ کر، مصروفیات کو چھوڑ کر، اپنے کتنے ضروری کاموں کو نظر انداز کر کے اور تکلیف اُٹھا کر اور خرچ کر کے یہاں پر تشریف لاتے ہیں۔ مقصود یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک بندہ ہے، اُس کے پاس جائیں گے اور ہماری تربیت ہوگی، اس طرح ہماری دنیا اور آخرت سنور جائے گی۔ اس کے علاوہ میرا اور آپ کا کوئی خاص تعلق نہیں ہے۔

اگر یہاں پر آنے کے باوجود آپ وہ مقصد حاصل نہ کر پائیں اور مَیں آپ کو آپ کی خامیاں نہ بتاؤں تو پھر یہ ہوگا کہ آپ کا سارا آنا جانا بے کار چلا جائے گا۔ یہاں پر آپ جو ذکر کرتے ہیں، اس کا بنیادی طور پر مقصود یہی ہے کہ ہمارا تزکیہء باطن ہو۔ ہمارے دِل کی جو کثافتیں، کدورتیں اور ہماری جو اخلاقی خامیاں ہیں، وہ دُور ہو جائیں اور ہم ایک اچھے انسان بن جائیں۔ ایک اچھے انسان کا خلاصہ یہ ہے کہ:

میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے

گویا اصل چیز ایک انسان کا دوسرے انسان سے محبت کا رویہ ہے۔ اگر ہم یہ مقصد حاصل نہیں کر پاتے تو پھر آپ کا یہاں آنا ضائع چلا گیا اور مَیں نہیں چاہتا کہ آپ کی ساری کاوش اور قربانی ضائع چلی جائے۔ خاص طور پر وہ ساتھی جو یہاں پر خدمت انجام دیتے ہیں، اُن کے رویے میں اور زیادہ خوبصورتی پیدا ہونی چاہیے، اس لیے کہ وہ باقی لوگوں کی نسبت یہاں پر زیادہ رہتے ہیں۔ اور اُن کے رویے کو دیکھ کر، اُن کے طرزِ زندگی کو دیکھ کر، اُن کی بول چال، اُن کا اُٹھنا بیٹھنا اور اُن کی حرکات و سکنات دیکھ کر یہ پتہ چلے کہ یہ واقعی کسی اللہ تعالیٰ کے خاص بندے کے پاس جاتے ہیں اور اُس کی تربیت میں ان کی اصلاح ہوئی ہے۔ اگر آپ کے افعال و کردار اور آپ کے طریقہ کار پر اثر نہیں پڑا تو دیکھنے والا یہ سمجھے گا کہ ان کا شیخ ان کی صحیح طور پر تربیت کرنے میں ناکام رہا ہے اور یہ کوئی خوشگوار صورتحال نہیں ہوگی۔

آپ لوگ یہاں پر میرے بچوں کی طرح ہیں اور مَیں آپ کا روحانی باپ ہوں۔ جس طرح آپ کا ایک چھوٹا سا کنبہ ہے اُس میں آٹھ یا دس افراد ہیں، ان میں سے ہر فرد کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ اس طریقے سے رہے کہ اُن کے گھر کی ساکھ بنی رہے۔ گھر میں اگر کوئی گرما گرمی ہے تو گھر کی بات گھر تک رہے، باہر اس کا کوئی ناگوار تاثر سامنے نہ آئے۔ اگر گھر میں چار بچے ہیں اور وہ آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں تو والدین پریشان ہو جاتے ہیں کس کو کہیں اور کس کو نہ کہیں۔ وہ اولاد ماں باپ کے لیے عذاب بن جاتی ہے۔

اسی طرح آپ بھی میرے روحانی بیٹے ہیں، جب آپ کی آپس میں کوئی کدورت ہوتی ہے یا چپقلش ہوتی ہے اور مَیں اسے خود نوٹ کرتا ہوں یا کسی طریقے سے مجھ تک بات پہنچتی ہے تو ظاہر ہے کہ مجھے اذیت ہوتی ہے اور جب مجھے اذیت ہوتی ہے تو آپ نے مجھ سے کیا فیض لینا ہے اور مَیں نے کیا فیض دینا ہے۔ یہ کتنا نازک سا معاملہ ہے، جب آپ یہ تسلیم کر چکے کہ حضرت جی کا براہِ راست واسطہ نبی ءِ کریم ﷺ کے ساتھ ہے اور وہ اُن کی تربیت میں ہیں۔ یہاں پر تو اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ:

''تم میرے محبوب (ﷺ) کی آواز سے اپنی آواز اُونچی نہ کرو اور وہاں پر ایسے طریقے سے بات نہ کرو جس طرح آپ ایک دوسرے سے کرتے ہو، ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال غارت ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔'' (سورۃ الحجرات)

آپ روزے بھی رکھتے رہیں، نیک اعمال بھی کرتے رہیں لیکن اس کے باوجود آپ کے وہ اعمال غارت ہو جائیں تو یہ کوئی خوشگوار صورتحال نہ ہوگی۔ یہاں پر بھی جب آپ ثواب کمانے کے لیے، آخرت کمانے کے لیے اور منازلِ سلوک طے کرنے کے لیے آتے ہیں اور خواہش یہ ہوتی ہے کہ آپ کو جلدی سے جلدی مقامات طے کرائے جائیں، ہم دربارِ اقدس ﷺ میں باریاب ہوتے رہیں اور جب اس دنیا سے اوجھل ہوں تو بھی ہمارے مقامات برقرار رہیں اور برزخ میں پہنچ کر بھی بزرگانِ دینؒ اور نبی ءِ کریم ﷺ کی بارگاہ میں باریاب ہوتے رہیں تو پھر آپ سوچیں تو سہی کہ اگر آپ کی کسی حرکت سے، آپ کے کسی کام یا عمل سے مجھے تکلیف پہنچتی ہے تو پھر آپ کا یہ سارا سفر غارت ہونے کا

احتمال ہے کیونکہ یہ معاملہ ہی بڑا نازک ہے۔ اگر میرے دِل میں ذرا بھر بھی رنجش آ گئی تو سارے معاملات ٹھپے کے ٹھپے رہ گئے۔ مَیں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ میرے اپنے بیٹے جو بچپن سے میرے زیرِ تربیت ہیں، جن کا براہِ راست اپنے بابا جی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق رہا ہے اُنہیں نے ان کی تربیت کی۔ ایک بار نجی معاملے میں انہوں نے تھوڑی سی مجھ سے اختلاف کی راہ اختیار کی اور نتیجہ یہ نکلا کہ ایک مہینے تک وہ روحانی طور پر دارالفیضان نہ پہنچ پائے اور باہر گیٹ پر ہی کھڑے رہتے تھے اور نہ ہی روضہء اطہر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور دربارِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں باریاب ہوتے تھے، داخلہ بند کر دیا گیا۔۔۔ جب اُن کی تھوڑی سی لغزش اُن کے لیے اتنی رکاوٹ کا باعث بن سکتی ہے تو آپ کا کیا حال ہوگا؟

آپ سب ساتھی یہاں کچھ کمانے کے لیے آتے ہو۔ یقین جانو، مجھے تمہارے پیسے کی ضرورت نہیں، چاہے وہ ایک روپیہ ہے، چاہے دس ہزار ہیں یا دس لاکھ ہے۔ اللہ تعالیٰ میرے اسباب اس طرح مہیا کرتا ہے کہ مجھے خود بھی حیرت ہوتی ہے۔ اگر ضرورت ہے تو یہ کہ آپ اچھے ہوں، نیک ہوں اور آپ کے افعال سے کسی دوسرے ساتھی کو کوئی گزند نہ پہنچے۔ آپ سمجھتے ہیں کہ کماؔل صاحب کے پاس آئے، صبح وشام ذکر کیا، درود شریف ہزار، دو ہزار پڑھا اور کماؔل صاحب نے آپ کو پکڑا، مراقبات طے کروائے اور عرشوں تک پہنچا دیا، حتّٰی کہ روضہء اطہر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور دربارِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک لے گئے اور بس بات ختم ہوگئی۔ لیکن یہ اتنی سادہ بات نہیں ہے۔ دربارِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں ہمارا ایک وسیع سیکرٹریٹ ہے جس میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، حضرت خواجہ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے اکابر صحابہ کرامؓ شامل ہیں۔ اور وہ، دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے، جتنے سلسلے چل رہے ہیں، اُن پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ وہ یہاں پر بیٹھے ہوئے آپ کو تو نظر نہیں آئیں گے، لیکن آپ کی ہر حرکت اور ہر بات اُن کے علم میں ہوتی ہے اور جب یہاں سے بات وہاں تک پہنچتی ہے تو اس کا سارا ملبہ مجھ پر پڑتا ہے کہ یہ ساتھیوں کی تربیت نہیں کر پا رہا۔ اگر یہی حال رہا تو آپ کو جو مراعات مجھ سے مل چکی ہیں، اُن میں کمی آ سکتی ہے۔ کہ ٹھیک ہے اب ان کو ایک سال کے بعد ایک لطیفہ کرواؤ، دو سال بعد دوسرا اور دس سال کے بعد سات لطائف کراؤ۔

یہاں پر آپ کی شخصیت میں اتنا ٹھہراؤ اور اتنا سکون ہو، اتنی تمکنت، وقار اور سنجیدگی ہو کہ دوسرا آنے والا شخص آپ کے طور اطوار سے اگر زیادہ متاثر نہ بھی ہو تو کم از کم وہ کہے کہ یہ ایک اچھی جگہ ہے، جہاں پر کچھ لوگوں کو واقعی انسان بنایا جاتا ہے۔ یہاں پر تو باہر سے آنے والے لوگوں کو سکون ملنا چاہیے۔ یہاں پر کسی ساتھی کو ایک دوسرے سے ناراض نہیں ہونا چاہیے۔ کوئی قہقہے نہیں لگنے چاہییں۔ فرصت ہو تو مسلسل درود شریف پڑھتے رہیں۔

﴿وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَ تَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۝﴾ (سورۃ المُزّمّل، آیت نمبر 8)

یہ جو بنیادی بات تلقین کی گئی ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ ''دنیا سے کٹ کر اپنے رب کے نام کا ذکر کرو۔'' اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر یہاں سو آدمی بیٹھا ہوا ہے تو ہر آدمی سمجھے کہ میں تنہا بیٹھا ہوا ہوں۔ دوسرے سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کیفیت میں آپ نے اپنے آپ کو رکھنا ہے تب بات بنے گی۔ کوشش کریں کہ ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں، ایک دوسرے کے ساتھ مشورہ کریں کہ بھائی یہ کام ایسا کر لیں تو کیسا ہے۔ یہ نہ ہو کہ ایک آدمی مشورہ دے رہا ہو اور دوسرا منہ پھیر لے یہ کون ہوتا ہے مجھے مشورہ دینے والا، اس کی کیا حیثیت ہے؟ آپ عجز کے ساتھ محبت کا رشتہ قائم رکھیں جس میں خلوص ہو۔ یہ کدورتیں اور نفرتیں یہاں پر نہیں ہونی چاہییں۔

ٹھیک ہے کہ آپ تسبیحات پڑھتے ہیں، درود شریف پڑھتے ہیں۔ مجھے آپ پر فخر ہے۔ مَیں آپ کے معاملات حضور ﷺ تک پہنچاتا ہوں اور عرض کرتا ہوں کہ میرے نوجوان ساتھی اتنا درود شریف پڑھ رہے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ آپ کے اعمال میں بھی خوبصورتی آنا چاہیے۔

چاہے آپ کام کر رہے ہوں یا فارغ ہوں، آپ کی زبان پر درود شریف جاری رہنا چاہیے۔ میرا خیال ہے کہ آئندہ آپ سب احتیاط کریں گے اور خاص طور پر وہ ساتھی جو خدمت پر مامور ہیں اور اپنے آپ کو خادم سمجھتے ہیں، اُن کا تو اور بھی زیادہ اہم رول ہے۔ اُن کے رویے سے کسی ساتھی کا دِل نہ ٹوٹے۔ جزاك الله

☆☆☆

☆20 دسمبر 1996ء جمعۃ المبارک

ساتھیو! مسجد کی تعمیر میں اب زیادہ آدمیوں کی ضرورت نہیں۔ مستری بھی چند دنوں کی چھٹی پر ہیں، اس لیے کام کرنے والے ساتھی گھروں کو چلے جائیں۔ میری طرف سے اجازت ہے۔ آپ سب نے اپنی اپنی ہمت کے مطابق، کسی نے ہفتہ، کسی نے ہفتے سے زیادہ اور کسی نے اس سے کم کام کیا۔ جزاك الله ---۔ اب جب ضرورت پڑے گی، مَیں خود بلا لوں گا۔

تیسرے جمعے کے ذکر میں نبیء کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتی توجہ شامل ہوتی تھی، اس لیے اس کی زیادہ اہمیت تھی۔ اس سے پہلے، پہلا اور دوسرا جمعہ ہوتے رہے ہیں۔ پھر ان میں تبدیلی آتی رہی اور اب پچھلے چند سالوں سے ماہانہ اجتماع تیسرے جمعے کو ہو رہا تھا، لیکن آج سے تمام جمعے (اتوار) یکساں اہمیت کے حامل ہو گئے ہیں۔ آج سے تیسرے جمعے (اتوار) کی تخصیص ختم ہو گئی ہے اب سارے جمعے (اتوار) برابر ہوں گے۔ سب کی برکات یکساں طور پر ہوں گی۔ اس میں بھی کوئی خاص روحانی کیفیت تھی جس کی وجہ سے کبھی پہلا، کبھی دوسرا اور کبھی تیسرا جمعہ ماہانہ اجتماع ہوتے رہے ہیں۔ اب ساتھیوں کی تعداد میں اضافہ ہو چکا ہے۔ کچھ ساتھیوں، کی یہاں کام کاج، دیکھ بھال کے لیے خصوصی ڈیوٹی ہوتی ہے، جو وقتاً فوقتاً بدلتی رہتی ہے۔ یہ ساتھی جو خُدّام کی حیثیت سے یہاں آتے ہیں، ان کو جمعے (اتوار) یہاں ہونا چاہیے۔ اگر بہت مجبوری ہو تو اُسی صورت میں ناغہ کریں۔ ان ساتھیوں کو Cool Minded ہونا چاہیے۔ کوشش یہ کریں کہ آپس میں اور آنے والوں سے کسی بھی طرح کی بدمزگی اور رنجش نہ ہو، زیادتی نہ ہو۔ پیار محبت سے رہنا ہے۔ گھر میں ہوں یا کہیں ہوں، آپ سب کو مثالی اخلاق کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ نبیء کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خاص طور پر تاکید فرمائی ہے کہ مَیں آپ سب لوگوں کو آگاہ کردوں اور ساتھیوں کو بتا دوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نمازوں اور درود شریف کی ضرورت نہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ آپ لوگ اچھے انسان بنیں۔ آپ لوگ سمجھتے ہیں کہ جیسے یہاں میلے یا سیر و تفریح کے لیے آئے ہوں کہ جیسے چاہا ٹھٹھے مذاق کیے اور جو منہ میں آیا، بغیر سوچے سمجھے کہہ دیا۔ آپ نے بُردباری، محبت اور تحمل و انکساری سے ایک دوسرے کے ساتھ پیش آنا ہے۔

خُدّام کا مطلب ہے کہ آپ نے خدمت کرنی ہے۔کسی کو دوسرے پر فوقیت نہیں ہے۔اگر آپ کی کوئی بات مجھ تک نہ بھی پہنچے تو یاد رکھیں کہ آپ کا نامۂ اعمال ہر لمحے لکھا جا رہا ہے۔کسی کے کیسے ہی اعمال ہوں، کوئی کتنا ہی سیاہ کار ہو یا نیکو کار ہو، آپ کی روزانہ کی ڈائری تیار ہوتی ہے اور ہر جمعرات کو یہ ڈائری نبیِ کریم ﷺ کی خدمت میں پہنچائی جاتی ہے۔ہمارے اویسیہ سلسلے کی ڈائری روزانہ نبیِ کریم ﷺ کی خدمت میں پیش ہوتی ہے۔اگر آپ کی کوئی بھی بات میرے علم میں نہ بھی آئے تو آپ ﷺ سے پوشیدہ نہیں رہتی۔

یہ جو آپ یہاں آجاتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کا آپ پہ خاص کرم ہے کہ غفلت سے نکالا اور یہاں اپنے ذکر کی محفل میں پہنچا دیا۔آپ فی سبیل اللہ یہاں پر آتے ہیں۔اپنا وقت اور پیسہ خرچ کرتے ہیں۔اگر آپ کا آنا ضائع ہو جائے تو یہ خسارے کا سودا ہے، گھاٹے کا معاملہ ہے۔خود میں اخلاص پیدا کریں۔

سلسلہ بڑھتا ہے تو ہر طرح کے لوگ آتے ہیں۔ یہاں سیکرٹری، بریگیڈیئر، کرنل، میجر اور سیاست دان وغیرہ آتے رہتے ہیں۔منارہ میں بھی یہی ہوا کہ صاحبِ حیثیت آنے لگے تو ساتھیوں نے اُن سے اس لیے رابطہ بڑھانا شروع کر دیا کہ دنیا کے کام نکالیں گے۔کوشش کریں کہ ان کے پاس، میرے یا سلسلے کے حوالے سے کوئی بھی دنیاوی کام نہ لے کر جائیں۔کہنے کا مقصد یہ ہے کہ کسی بھی ساتھی کو غیر ضروری زحمت نہ دیں۔اگر کوئی بہت مجبوری ہے تو مجھے بتائیں۔مَیں مناسب سمجھوں گا تو خود کہوں گا۔زیادہ تر افسران دنیا دار ہوتے ہیں، اور اپنی پریشانیاں رفع کرانے آتے ہیں۔کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا سلسلہ خالص روحانی ہے اور ہمارا تعلق اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔اللہ والوں کی محفلوں میں آئیں گے تو اصلاح ہوگی۔شکریہ۔

☆☆☆

☆10 جنوری 1997ء جمعۃ المبارک

دارالفیضان میں مسجد کی تعمیر کا کام جاری ہے۔ان شاءاللہ رمضان المبارک میں جمعۃ الوداع کو مسجد کا افتتاح ہوگا اور باجماعت نماز کا آغاز ہوگا۔ذکر کی محفل صبح دس بجے کی بجائے جمعہ کے بعد ہوا

کرے گی۔ 12:00 بجے لنگر تقسیم ہوگا۔ جمعے کا خطبہ ایک بجے ہوگا، پھر نماز جمعہ ادا کی جائے گی اور اس کے بعد ذکر ہوا کرے گا، ذکر کے فوراً بعد آپ کو رخصت دے دی جائے گی۔ بیبیاں بھی نماز ادا کر سکیں گی اور ذکر میں شامل ہوں گی کیونکہ نماز با جماعت کا اہتمام ہوگا، اس لیے ایسے لوگ آئیں جنہوں نے جمعے کی نماز ادا کرنی ہے۔ کوشش یہ کریں کہ آپ لوگوں کو نماز کی بھی ترغیب دیں۔ اس سے پیشتر تو آپ کے ساتھ دوست احباب ویسے شغلاً گھومتے پھرتے آجایا کرتے تھے کہ چلو ہم بھی شامل ہو لیتے ہیں۔ اب جو لوگ آپ کے ہمراہ آئیں، انہیں ذہنی طور پر تیار کر کے لائیں کہ نماز پڑھیں اور ذکر میں بھی شامل ہوں۔ بیبیوں میں جنہیں رخصت ہے، اُنہیں اس دن آنے کی ضرورت نہیں۔ چھوٹے بچے بھی نہ لائیں کہ نماز و ذکر میں بدمزگی ہوتی ہے۔

آپ دارالفیضان میں کچھ سیکھنے اور حاصل کرنے آتے ہیں۔ بنیادی بات تو سیرت و کردار کی تعمیر ہے۔ نماز اور بنیادی ارکان کی اہمیت اپنی جگہ مسلّم ہے لیکن عبادات کی ظاہری صورت کو ہی سب کچھ نہ سمجھ لیں۔ عبادات کا اثر آپ کی سیرت و کردار میں نظر آنا چاہیے۔ دوسروں کی نسبت آپ کے افعال، رویے، میل جول و گفتگو کے طریقے اور سلوک میں نمایاں فرق نظر آنا چاہیے۔ دیکھنے والے کو نظر آئے کہ اَللّٰہ کے ذکر سے آپ کی طبیعت، مزاج اور اخلاق کی اصلاح ہو رہی ہے۔ اگر اصلاح نہیں ہوئی تو سمجھیں کہ ذکر آپ پر پوری طرح حاوی نہیں ہوا۔ لطائف و مراقبات سے گزارنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ ان کے اثرات آپ میں راسخ ہو جائیں، آپ کے اخلاق و کردار میں واضح تبدیلی آئے، آپ اچھے انسان بنیں۔

ذکر اذکار کے باوجود آپ کے قول و فعل میں تضاد اس لیے نظر آتا ہے کہ آپ اصلاح کی کوشش نہیں کرتے۔ لوگ آپ کی خامیاں دیکھتے ہیں تو باتیں کرتے ہیں، سلسلے کی بدنامی ہوتی ہے۔ لوگ باتیں بناتے ہیں کہ فلاں خانقاہ پر جاتا ہے اور حال اس کا یہ ہے۔ ہر ایک کی نشاندہی کرنے کی ضرورت نہیں، عقل مند کو اشارہ ہی کافی ہوتا ہے۔ آپ خود اپنی خامیاں جانتے ہیں۔ آپ یہاں آنے کے لیے خرچ کرتے ہیں۔ آنے جانے کی زحمت اُٹھاتے ہیں، تکلیف اُٹھاتے ہیں، وقت نکالتے ہیں کس

لیے؟ اپنی اصلاح کے لیے، اپنے باطن کی اصلاح کے لیے، سیرت و کردار کی اصلاح کے لیے۔ اللہ سے آپ کا تعلق جوڑنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ آپ کی اصلاح ہو۔ اس کی جانچ کا طریقہ یہی ہے کہ اگر تو آپ کا کردار بدل رہا ہے، اخلاق بہتر ہو رہا ہے تو تعلق قائم ہو رہا ہے اور اگر آپ کے سیرت و کردار میں کوئی تبدیلی نہیں آ رہی تو نفس حاوی ہے۔ اگرچہ انسان کی فطرت تو بہت کم بدلتی ہے لیکن محنت کرنے سے اصلاح ہوسکتی ہے۔ زبان کو لگام دے سکتے ہیں، غصے پہ قابو پا سکتے ہیں۔ دوسروں سے آپ کا رویہ ہمدردانہ اور مخلصانہ ہونا چاہیے۔ دوسروں کی مدد، ایثار کا جذبہ اور انسانی ہمدردی ہونی چاہیے۔ دیکھنے والے آپ کے اخلاق سے سمجھیں کہ آپ صوفی ہیں۔ صوفی تو اندر کی تبدیلی کا نام ہے، صرف مشین کی طرح نماز یا اوراد پڑھنے سے تو صوفی نہیں بن جاتے۔ اپنے باطن کو صاف کریں۔

آپ کے دوست، احباب، گاؤں والے، برادری والے اور محلے والے سب آپ پر کڑی نظر رکھتے ہیں کہ دارالفیضان جا رہے ہیں تو اس میں تبدیلی آ رہی ہے کہ نہیں یا ایسے ہی فراڈ بنایا ہوا ہے۔ میرے سمیت ہم سب کو اپنے نفس کی اصلاح کی ضرورت ہے، اصلاح کی احتیاج ہے۔ بات تہجد کی ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ جاگ تو آ جاتی ہے، اُٹھا نہیں جاتا، مشکل لگتا ہے۔ اُٹھا اس لیے نہیں جاتا کہ نفس غالب ہے، نفس حاوی ہے۔ گرم پانی کے بجائے ٹھنڈے پانی سے وضو کریں، نفس کو تھوڑی تکلیف دیں، اس کو مزہ چکھائیں۔ صوفیاء جنگلوں میں جا کر مدتوں مجاہدے کرتے تھے۔ عیش و آرام ترک کر کے نفس کو مغلوب کرنے کے لیے مجاہدے کیا کرتے تھے، دکھاوے کے لیے تو نہیں کرتے تھے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ کی خواہشات بھی بے لگام رہیں، کردار و اخلاق بھی نہ بدلیں، نفس کو تکلیف بھی نہ دیں اور جنت بھی آسانی سے مل جائے۔ اس لیے گزارش ہے کہ اپنے کردار کی دیکھ بھال کرتے رہا کریں۔ شکریہ۔

☆☆☆

☆7 فروری 1997ء جمعۃ الوداع

یہ خانقاہیں کیوں بنائی جاتی ہیں، ان کی کیا افادیت ہے، کیا مشن ہے؟ اس کے لیے اتنا کہنا ہی

کافی ہے کہ قرآن شریف کی آیت ہے:

﴿ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ﴾ (سورۃ الاعلیٰ، آیت نمبر 14)

''کامیاب ہوگیا وہ (شخص) جو پاک ہوگیا۔''

تو ان خانقاہوں کا مقصد تزکیہءِ باطن کرنا ہے، گویا کامیابی کا یہ گُر بتایا گیا ہے۔ قرآن شریف کا ارشاد "قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى" میں تزکیہءِ باطن پر زور دیا گیا ہے، یعنی کامیابی کی کنجی تزکیہءِ باطن ہے۔ کدورتوں، برائیوں، اخلاقی کوتاہیوں، روحانی بیماریوں: جھوٹ، فریب، بغض، بخل، غیبت سے خود کو پاک کرنا ہے۔ اس کا نسخہ یہ ہے کہ اپنے رب کے نام کا ذکر کرتے رہیں۔ اسی لئے ان خانقاہوں میں خصوصی طور پر اسمِ ذات کے ذکر کی محفلیں منعقد کی جاتی ہیں۔ اگر محض نماز کافی ہوتی تو ذکر کی تلقین نہ کی جاتی۔ قرآن شریف میں ذکر کی کثرت سے تاکید کی گئی ہے۔ نماز و ذکر دونوں ساتھ ساتھ ہیں۔

الحمدللہ! کہ اللہ تعالیٰ نے توفیق بخشی اور ہم مسجد بنانے میں کامیاب ہوگئے۔ جو ساتھی دُور رہتے ہیں، وہ مہینے میں کم از کم ایک چکر لگا لیا کریں۔ شیخ کے پاس آنے سے لطائف کی بیٹری چارج ہوتی ہے، نیکی کی رغبت بڑھتی ہے اور برائی سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ اگر میرے پاس آتے رہیں گے تب روحانی فوائد ملیں گے۔ قریب رہنے والے ساتھی جلدی آ سکتے ہیں۔ یہ ہر جمعے کو شرکت کر لیا کریں۔ پشاور، لاہور، گوجرانوالہ سے ساتھی آ جاتے ہیں لیکن قریب رہنے کے باوجود کتنے ہی ساتھی ہیں جو نہیں آتے۔ دراصل بات ہے ذوق اور طلب کی۔ طلب پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ ذکر کی محفل میں شرکت بہت بڑا روحانی انعام ہے۔ اس کو ضائع نہ کریں۔

مَیں نے کتاب میں انعامات کا ذکر کیا ہے۔ یہ روحانی انعامات ہیں جو برزخ میں ملیں گے۔ کئی ساتھیوں نے کہا کہ ہمیں مشاہدہ کرائیں۔ صاحبِ کشف ساتھی مشاہدہ کرتے رہتے ہیں۔ مَیں نے ایک دن دربارِ اقدس ﷺ میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! مجھے ظاہری طور پر بھی آپ (ﷺ) کے وجود سے مَس ہوئی کوئی چیز عطا ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ بھی ہو جائے گا۔ کچھ دنوں بعد ایک بی بی آئی۔ اُس نے بتایا کہ وہ کسی سرکاری کام سے گورنر پنجاب سجاد حسین قریشی سے ملنے لاہور گئی تھیں۔ یہ

گورنر صاحب بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے گدی نشین تھے۔ جب یہ بی بی گیٹ کے پاس پہنچی تو ایک آدمی گیٹ سے نکل رہا تھا۔ کہنے لگا بی بی! کیا لینے آئی ہو؟ میں تو اس (سجادہ نشین) کو انعام دینے آیا تھا کہ یہ بہت بڑی گدی کا جانشین ہے لیکن اس کے پاس تو کچھ نہیں۔ تو اُس شخص نے ان بی بی کو بتایا کہ میں نے اس شخص کو اس قابل نہیں سمجھا کہ اُسے یہ انعام دوں۔ بی بی! پتہ نہیں کیوں جی چاہ رہا ہے کہ یہ تمہیں دے دوں۔ یہ کپڑے کا ٹکڑا ہے۔ بظاہر عام سا نظر آتا ہے مگر یہ نبیء کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی چادر مبارک کا ٹکڑا ہے۔ میں نے اسے اپنی جان سے زیادہ سنبھال کر رکھا ہے۔ میں تو یہاں بڑی اُمید سے لے کر آیا تھا لیکن مایوس ہوا۔ وہ بی بی کہتی ہیں کہ میں ہکّا بکّا رہ گئی، وہ شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی چادر مبارک کا ٹکڑا میرے حوالے کر کے چلتا بنا۔ وہ بی بی بھی حضرت بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ہے۔ وہ چادر مبارک کا ٹکڑا میرے پاس لے آئی اور کہنے لگی کہ میں بھی خود کو اس قابل نہیں پاتی۔ اُس نے چادر مبارک کا یہ ٹکڑا مجھے دے دیا۔ مَیں نے کہا کہ بی بی یہ تیری قسمت میں تھا۔ تم دنیاوی کام کے بہانے سے گئیں۔ اللہ کریم نے اُس شخص کو بصیرت کی آنکھ دے رکھی تھی۔ اُس نے یہ انعام تمہارے سُپرد کر دیا۔ مَیں نے نبیء کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے رابطہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''یہ میری چادر کا ٹکڑا ہے۔'' مرتضٰی شاہ میرے پاس تھا، اُس نے مشاہدہ کیا تو کہنے لگا کہ حضور نبیء کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چادر اوڑھے آپ کے پاس بیٹھے ہیں، یہ اُن صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی چادر مبارک کا ٹکڑا ہے۔ مَیں نے مرتضٰی کو نہیں بتایا تھا اور نہ ہی اُسے معلوم تھا کہ یہ کیا ہے۔

اس کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے روضہء مبارک کے اندر کی خاکِ پاک میرے پاس ایک اور بی بی کے ذریعے پہنچی۔ روضہءِ اطہر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ایک ٹکڑا جس پہ ''محمد'' (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) لکھا تھا، مدنی صاحب کے ایک دوست نے اُنہیں دیا اور اُنہوں نے مجھے دیا۔ اس کے علاوہ کعبہ شریف کے غلاف کا ٹکڑا میرے پاس ہے۔ پچھلے سال ایک ساتھی نے مجھے بتائے بغیر میری نیت کا حج کیا۔ ان کے پاس کعبہ شریف کا ٹکڑا تھا۔ اپنے گھر میں رکھنے کی بجائے اُنہوں نے مجھے عطا کر دیا اور یوں مَیں ایک اور تبرک سے مشرّف ہو گیا۔ مَیں سوچ رہا ہوں کہ مسجد میں جو الماری ہے اُس میں ان سب تبرکات کو رکھوں تاکہ جو

بھی آ ئے ان کی زیارت کرتا رہے۔ مسجد میں سنگِ بنیاد کی تختی کی نقاب کشائی کی گئی ہے، اس کے اُوپر سنگِ مرمر کی ٹائل کا چھوٹا سا ٹکڑا چسپاں ہے۔ جس میں اسمِ ''**محمد**'' ﷺ قدرتی طور پر لکھا ہوا ہے۔ یہ تابش کو اپنے سکول میں سے ملا۔ اس کی نظر اچانک اس ٹائل پر پڑی تو حضور ﷺ کا نام لکھا ہوا نظر آیا۔ ٹائل ٹوٹی ہوئی تھی، اُس نے دونوں ٹکڑوں کو جوڑ دیا تو دستِ قدرت سے لکھا ہوا آپ ﷺ کا پاک نام بنا۔ یہ سب حضور ﷺ کی نظرِ کرم کے معجزے ہیں۔

بہر کیف اصلی نعمت جو میرے پاس ہے، وہ روحانیت ہے۔ روحانی نسبت ہے جو اللہ تعالیٰ اور نبی ءِ کریم ﷺ نے عطا فرمائی ہے۔ کتنے خوش نصیب ہیں وہ ساتھی جو آج یہاں آئے ہیں۔ کتنے کم نصیب ہیں وہ جو محروم رہے ہیں۔ ان شاء اللہ قیامت تک یہ سلسلہ چلتا رہے گا۔ جو ساتھی یہاں آج موجود ہیں، اُن میں سے کئی ایسے ہیں جو نئے ہیں اور بیعت بھی نہیں ہیں، اُن کے نصیب میں تھا۔ یہ میرے اُن پُرانے ساتھیوں سے بھی زیادہ خوش نصیب ہیں جو محروم رہ گئے۔ یہ سبقت لے گئے ہیں کیونکہ آج کی اس محفل کی خاص فضیلت اور اہمیت ہے۔ دُعا ہے کہ آپ کا یہ ذوق وشوق بڑھتا رہے۔

مسجد کی تعمیر میں کچھ لوگوں نے مالی اور کچھ نے جسمانی طور پر مدد کی ہے۔ کچھ مسلسل چار ماہ یہاں رہے۔ حافظ سجاد صاحب، کیپٹن ضیاء صاحب اور علی، چار ماہ رہے۔ گوجرانوالہ اور راولپنڈی کے ساتھی دو، دو ہفتے بھی یہاں رہے، یہ سب میرے شکریے کے مستحق ہیں۔ میرے دِل میں ان کے لیے تشکر کے جذبات ہیں (آپ پہ رقّت طاری تھی)۔ مَیں دیکھتا رہا کہ کس محبت سے انہوں نے کام کیا۔ یہ تینوں آدمی گھر میں پانی بھی خود لے کر نہیں پیتے اور یہاں پہ یہ رات بارہ بارہ بجے تک کام کرتے رہے۔ اَن تھک محنت کی ہے اور چار ماہ کے اندر یہ عظیم الشّان مسجد تیار ہوگئی ہے۔ اَجر اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ میرے پاس اظہارِ تشکر ہے، وہ میں کر رہا ہوں اور دُعا گو ہوں کہ جس جس نے ایک روپیہ، ایک سانس، یا کسی نے ایک اینٹ ہی لگائی ہے، اُس کا بھی اجر اتنا زیادہ ہو کہ وہ اپنے دامن میں سمیٹ نہ پائے۔ جزاك الله

☆☆☆

☆28 فروری 1997ء جمعۃ المبارک

ساتھیو! ایک ضروری پیغام ہے۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ حکومت نے جمعے کے بجائے اتوار کی ہفتہ وار چھٹی کا اعلان کیا ہے، اس سے دارالفیضان کا پروگرام بھی متاثر ہوا ہے۔ بہت سے ساتھی ملازمت پیشہ ہیں، اس لیے آئندہ ہفتہ وار ذکر کا اجتماع اتوار کو ہوا کرے گا۔ پروگرام نوٹ کرلیں، ایک بجے نماز ہوگی اور اس کے بعد ذکر ہوا کرے گا۔ جو ساتھی نہیں آسکے، اُن تک یہ پیغام پہنچا دیں۔ نمازِ ظہر کا ٹائم سارا سال ایک بجے ہی رہے گا اور اس کے بعد ذکر ہوا کرے گا۔ دُور دراز کے ساتھی بھی سہولت سے دارالفیضان پہنچ سکیں گے۔ واپسی پہ بھی آسانی سے گھروں کو جاسکیں گے۔ اپنے اپنے علاقوں کے ساتھیوں کو اطلاع کردیں۔

ایک اور بات جو مَیں نے نوٹ کی ہے کہ نمازیوں کے استعمال کے لیے مسجدوں میں عموماً ٹوپیاں رکھ دی جاتی ہیں۔ نماز کے لیے یہ میلی کچیلی ٹوپیاں استعمال کرنا مناسب نہیں۔ شرعی لحاظ سے یہ ٹوپیاں پہننا مکروہ ہوتی ہیں۔ یہ جو وضو کی شرط ہے اس لیے ہے کہ آپ نے بہت عظیم ہستی کی بارگاہ میں پیش ہونا ہے، اس لیے پاک صاف حالت میں پیش ہوں۔ جس طرح وضو میں ترتیب، صفائی اور پاکیزگی ضروری ہے، اسی طرح لباس میں بھی صفائی اور پاکیزگی بنیادی شرط ہے۔ آپ کے پاس ٹوپی نہیں تو اپنا رومال استعمال کریں، دوسروں کی ٹوپی مت لیں۔ یہ جو دارالفیضان میں ٹوپیاں رکھ دی گئی ہیں یہ بھی مَیں اُٹھوا دوں گا۔

مزید یہ کہ جب آپ بیعت کرتے ہیں تو کسی خاص بندھن میں بندھ جاتے ہیں۔ مرشد کی ہدایات پہ عمل پیرا ہوں گے تو دنیاوی اور اُخروی ثمرات سمیٹیں گے۔ ان شاءاللہ۔

☆☆☆

☆20 اپریل 1997ء اتوار

ساتھیو! مَیں ذرا دیکھنا چاہتا ہوں کہ درود شریف کی کیا کیفیت ہے۔ جو لوگ پچیس ہزار سے

زیادہ روزانہ پڑھ رہے ہیں یعنی پچیس ہزار کم سے کم ہے اور زیادہ سے زیادہ جو بھی ہے، وہ ہاتھ کھڑا کریں۔ اب جو کم از کم پندرہ ہزار روزانہ پڑھ رہے ہیں وہ ہاتھ کھڑا کریں۔ اچھا، دس ہزار سے اُوپر جو پڑھ رہے ہیں ان میں جتنے بھی ہیں، پچیس ہزار یا پچاس ہزار، جتنے بھی دس ہزار سے اُوپر ہیں، وہ ہاتھ کھڑا کریں۔ جنہوں نے پہلے ہاتھ کھڑا کیا وہ بھی دوبارہ ہاتھ کھڑا کریں تاکہ مجھے اندازہ ہو جائے کہ کم از کم دس ہزار روزانہ یا اس سے اُوپر پڑھنے والے کتنے ساتھی ہیں۔ بھئی! مَیں مطمئن نہیں ہوں، آپ کی اس کارکردگی سے کہ سو آدمی ہیں اور اس میں صرف پندرہ آدمی ایسے ہیں جو دس ہزار یا اس سے زائد پڑھ رہے ہیں۔ تو دس ہزار جو ہے، یہ بہت قلیل تعداد ہے، بہت قلیل۔ اس لیے اپنی تعداد کو بڑھائیں، اپنے شوق کو بڑھائیں اور کوشش کریں کہ دس ہزار جو ہے وہ تو کم از کم ہر ساتھی کا ہونا چاہیے، جو ساتھی خواہش رکھتا ہے کہ اس کو لطائف کا سبق ملے یا لطائف کا سبق مل چکا ہے۔ یہ لطائف کوئی معمولی بات تو نہیں۔ ایک ایک لطیفے پر پرانے بزرگ سالہا سال محنت کراتے تھے، گھر بار چھڑا دیتے تھے، کھانا پینا چھڑا دیتے تھے، جنگل میں بھیج دیتے تھے۔ تو آپ کو نہ کوئی تکلیف ہے، نہ کوئی پریشانی ہے، بیٹھے بٹھائے پانچ نمازیں پڑھیں اور لطیفہ ءِ قلب جاری کروالیا گیا، یہ تو بہت آسان بات ہے۔ درود شریف پڑھنے کی کوشش کریں۔

دوسری بات یہ کہ مَیں نے بڑی سختی سے گزارش کی تھی کیونکہ (زیادہ ساتھیوں کے قیام کی) گنجائش نہیں ہوتی۔ اس لیے جو ساتھی Worker ہیں، خُدّام ہیں، اُن کے علاوہ کسی کو میلاد شریف کی رات یہاں آنے کی اجازت نہیں ہے، لیکن اس کے باوجود چند ساتھی آ گئے۔ انہوں نے یہ سوچا ہوگا کہ ہم نے بھی ایک دن یہاں اینٹیں یا گارا اٹھایا تھا۔ تو بھئی! یہ بات ٹھیک نہیں ہے۔ جو ہدایت دی جاتی ہے، اس پر عمل ہونا چاہیے۔ ظاہر ہے جو ساتھی آ جائے، اس کو واپس نہیں بھیج سکتا۔ تین چار لڑکے ایسے تھے جو شاید پہلی دفعہ مَیں دیکھ رہا تھا۔ اور وہ جہلم کے پُرانے ساتھی جن میں اشفاق، نجیب صاحب یا تنویر ہیں، اُن کو تو مَیں منع کر دوں اور نیا ساتھی باہر سے آ جائے تو یہ تو کوئی اچھی بات نہ ہوئی۔ بہر حال مجھے اندازہ یہ ہوا ہے کہ ساتھیوں کو بڑا شوق ہوتا ہے۔

تومَیں نے آج ذکر کے دوران ہی یہ فیصلہ کیا ہے کہ آئندہ جس طرح سالانہ اجتماع پر اِذنِ عام ہوتا ہے، کوئی بھی آ سکتا ہے، اسی طرح آئندہ ان شاء اللہ میلاد شریف (ﷺ) کی رات کو بھی اِذنِ عام ہوگا۔ مگر ایک شرط بڑی شدید ہوگی کہ کوئی بھی بچی یا بچہ دس سال سے نیچے والا یہاں پر نہ آئے۔ آپ مجھ سے بالکل کوئی تعاون نہیں کرتے۔ مَیں سالہا سال سے آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ سالانہ اجتماع پر بچے نہ لائیں اور اس دفعہ بھی آپ کو پتہ ہے بیس پچیس بچے آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے باہر عورتوں کو بہت ڈسٹرب کیا۔ دو بیبیاں ایسی تھیں جو ذکر کے دوران صرف ان بچوں کو ہی چپ کراتی رہیں۔ اور جو چپ کرانے والی بیبیاں تھیں اُن کا اس قدر شور تھا کہ جو اندر بیبیاں تھیں وہ بہت زیادہ ڈسٹرب ہوئیں۔

آئندہ اگر ایسی بی بی آ گئی جس کے ساتھ کوئی بچی یا بچہ ہوا تو مَیں بالکل لحاظ نہیں کروں گا، واپس بھیج دوں گا۔ یہ قوی شرط ہے اور اس شرط کی آپ نے پابندی کرنی ہے۔ ویسے جو عام اجتماع ہوتا ہے، اس میں بھی کوشش کیا کریں۔ حیرت ہے، ہر اتوار کو بار بار مَیں اعلان کرتا ہوں اور بار بار آپ اس کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ آج بھی اندر ایک بی بی آئی ہوئی ہے، جس کے ساتھ چھوٹی سی بچی ہے۔ وہ بی بی پہلی دفعہ آئی ہے، لیکن جس کے ساتھ آئی ہے، اس کا حق بنتا تھا کہ اس کو بتاتی کہ یا تو اس بچی کو گھر پہ چھوڑا جا سکتا تھا، کسی رشتہ دار کے گھر چھوڑ آتیں۔ تو آئندہ اگر کسی نے آنا ہے تو اس لحاظ سے آئیں کہ آپ نے کسی ہدایت پر عمل بھی کرنا ہے۔ اگر من مانی کرنی ہے تو پھر فیض کیا ہے؟ یہ تو اطاعت کا نام ہے۔ اگر اِس چھوٹی سی بات پر آپ اطاعت نہیں کر سکتے تو بڑی بات پہ آپ نے کون سی اطاعت کرنی ہے۔ اس لیے مہربانی کریں، میرے ساتھ تعاون کریں۔ یہ جو بچے ہیں، اگر ان کو شوق ہے تو ان کو وہاں پر بھی فیض ملتا رہے گا، بلکہ ان کو تو بیعت کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ بڑے ہو جائیں، سیانے ہو جائیں تو بھی بیعت کر لیں گے۔ جب ماں باپ نے بیعت کی ہے تو ظاہر ہے بچے بھی بیعت کر لیں گے، ان کو بھی فیض ملتا رہے گا۔ جب ان کو آپ یہاں لے آتے ہیں تو میرے مزاج پہ گراں گزرتا ہے، مَیں ڈسٹرب ہوتا ہوں، میری طبیعت پہ ملال آ جاتا ہے۔ تو پھر آپ کا فائدہ ہونے کی

بجائے آپ کا روحانی طور پر نقصان ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے آپ اتنی دور سے آتے ہیں، خرچ کرتے ہیں، اپنا وقت نکالتے ہیں۔ میرے دل میں آپ کی بہت قدر ہے مگر جب آپ خلاف ورزی کرتے ہیں تو آپ اس ساری بات پہ پانی پھیر دیتے ہیں۔ اس لیے آئندہ آپ کوشش کریں کہ بچوں کو یہاں پر قطعاً نہ لائیں، بڑا ڈسٹرب کرتے ہیں، بڑی پریشانی پیدا کرتے ہیں۔

اتوار والے دن مَیں کبھی اندر آتا ہوں، کبھی باہر جاتا ہوں۔ بیبیاں پوچھتی ہیں کہ جی ہمارے میاں، بیٹے، بھائی باہر آئے ہیں، مَیں دیکھتا ہوں آ کے وہ تو اندر بیٹھے ہیں۔ کوئی کہتا ہے اس کو بلاؤ، مَیں تو اس طرح کبھی آتا ہوں، کبھی جاتا ہوں۔ آپ مہربانی کیا کریں جن کے ساتھ عورتیں ہوتی ہیں جب مَیں آپ سے مصافحہ کر لیتا ہوں تو اس کا مطلب ہے کہ مَیں نے آپ کو اجازت دے دی، الوداع کہہ دیا۔ اب اگر آپ زیادہ ٹھہرتے ہیں تو میرے ذہن پہ بوجھ بنتا ہے، اصلی بات یہی ہے کہ آپ نے یہاں پہ ذکر کیا، نماز پڑھی، میری زیارت ہوگئی، مجھ سے ملاقات ہوگئی، بات چیت ہوگئی۔ اگر کسی نے بات کرنی ہے تو وقت دیا کرتا ہوں۔ تو باقی زیادہ دیر ٹھہرنا کہ حضرت صاحب آئیں گے اور ہمارے درمیان بیٹھیں گے۔ بھئی! میرے پاس وقت نہیں ہوتا اور مَیں کس طرح وضاحت کروں کہ کس قدر مجھ پہ پابندیاں ہوتی ہیں۔

میرا ایک ایک لمحہ کس قدر قیمتی ہے، ہر بات کی بار بار وضاحت کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ میرا بڑا Tight (کسا ہوا) پروگرام ہوتا ہے۔ بعض اوقات روحانی طور پر بزرگ آئے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان سے بات چیت ہو رہی ہوتی ہے اور اُوپر سے ٹھک ٹھک شروع ہو جاتی ہے، تو سارا کام ادھورا ہو جاتا ہے۔ اور پھر باہر آتا ہوں اور کوئی پتہ نہیں ہوتا کہ کوئی پانچ منٹ بات کرے گا یا دس منٹ بات کرے گا، اتنی دیر میں وہ لوگ جو ہیں انتظار کر رہے ہوتے ہیں کہ واپس آئیں گے تو بات چیت ہوگی۔ بہت Disturbance (خلل، حرج) ہوتی ہے۔ یہ جو آپ کو ظاہری نظر آتا ہے، یہ تو کچھ بھی نہیں ہے، باطن میں بہت کچھ ہے، بہت مصروفیات ہوتی ہیں۔ میرا اپنا کچھ معمول ہوتا ہے پڑھنے، پڑھانے کا، اس میں خلل پڑتا ہے۔ تو اس لیے یہی بات آپ سمجھ لیں، اشارہ ہی کافی ہے کہ یہ جو آپ

سے ذکر سے پہلے یا بعد میں ملاقات ہو جاتی ہے، یہی کافی ہے، اسی پر اکتفا کریں۔

اب جن کے ساتھ بیبیاں آئی ہوئی ہیں، وہ بڑے گیٹ کے باہر انتظار کریں۔ شکریہ۔

☆☆☆

☆25 مئی 1997ء اتوار

ساتھیو! گذشتہ جمعہ اتفاق سے دسویں محرم کو ہوا۔ محرم کے مہینے کی بھی اپنی افادیت اور اہمیت ہے۔ اس کے متعلق آنحضور ﷺ کی احادیث ہیں۔ حضور ﷺ نے نویں اور دسویں محرم کا روزہ رکھا اور روزہ رکھنے کی تلقین فرمائی۔ مگر ہماری اسلامی تاریخ میں واقعہءِ کربلا کے حوالے سے دسویں محرم نہایت اہمیت کی حامل ہے۔ کیونکہ اسی روز اتفاق سے ہمارا معمول کا جمعہ کا اجتماع تھا۔ ویسے بھی میرا معمول ہے کہ محرم کے پہلے عشرے میں جو بھی جمعہ آتا ہے، اُس میں ختم دلانے کی روایت مَیں نے رکھی ہوئی ہے۔ اس دن بھی ختم کا اہتمام تھا، ساتھیوں نے قرآنِ شریف پہ ختم دیا تھا۔ یہ ختم کیا شے ہے؟ اس کے بارے میں گزارش کروں گا۔ گیارھویں شریف مشہور ہوگئی ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ نبیءِ کریم ﷺ کی ولادت مبارک بھی 12 ربیع الاول کو ہوئی تھی۔ کیونکہ یہ حضور ﷺ کی ولادت کا دن ہے، اس لیے ہمیں میلاد کا جشن منانا چاہیے، اہتمام کرنا چاہیے۔

حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا معمول یہ تھا کہ 12 ربیع الاول کیونکہ غروبِ آفتاب سے شروع ہو جاتی ہے، اس لیے آپؒ اس سے پہلے دن کو ظہر یا عصر کے بعد کھانا پکواتے اور پھر ختم دلاتے۔ قرآنِ شریف پڑھتے یا کچھ اوراد پڑھ کر ختم دلاتے اور کھانا پکا کر غریبوں میں تقسیم کرتے اور اُس کا ثواب نبیءِ کریم ﷺ کی روح مبارک کو پیش کرتے۔ تو اُن کے جو معتقد تھے اُنھوں نے بھی اس کو جاری رکھا۔ اس طرح یہ گیارھویں شریف مشہور ہوگئی۔ گیارھویں شریف کا مطلب یہ نہیں ہے کہ سال میں صرف گیارھویں تاریخ کو یہ عمل کرنا ہے۔ یہ تو عرفِ عام میں اس کا نام پڑ گیا ہے۔ جہاں تک ختم دلانے کا تعلق ہے، یہ آپ ہر روز بھی دے سکتے ہیں اور اس کے لیے یہ بھی ضروری نہیں کہ آپ ضرور دیگیں ہی پکائیں، حلوہ ہی پکائیں، کھیر پکائیں یا بہت پُرتکلف کھانا ہو۔ اصل چیز نیّت کی ہے۔

تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جو ایصالِ ثواب کا عمل ہے، یہ بزرگانِ دین کا معمول رہا ہے۔ یہ نہ کوئی شرک ہے، نہ کوئی بدعت، نہ کوئی خلافِ دین بات اور یہ بھی ضروری نہیں کہ چاند کی گیارھویں تاریخ کو ہی یہ ختم دلائیں یا سال میں ایک دفعہ دلائیں، یہ ہر روز بھی دلایا جا سکتا ہے۔ میرے گھر کا، میرے خاندان کا معمول رہا ہے کہ بزرگ ختم دلاتے تھے۔ میرا خاندان دیندار تھا، دینی گھرانہ تھا، دینی ماحول تھا۔ بزرگ جو ہیں، وہ کھیت میں ہل چلا رہے ہیں، کام ہو رہا ہے۔ تو دِل میں درود شریف پڑھ رہے ہیں، کلمہ شریف پڑھ رہے ہیں یا قرآن شریف پڑھ رہے ہیں۔ اس طرح ساتھ اللہ کی یاد بھی جاری ہے۔ شام کو مغرب کی نماز کے بعد جب کھانا پیش ہوتا، بیبیاں کھانا لاتیں تو چاہے وہ دال ہی ہوتی یا ساگ ہی ہوتا تو ہاتھ اُٹھا کر جو کچھ پڑھا ہوتا، جو کھانا پیش ہوتا، اُس پہ ختم دیتے۔ اور پھر نبیءِ کریم ﷺ کے وسیلے سے، انبیاءِ کرام علیہم السلام، خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم، اہلِ بیت اطہار رضی اللہ عنہم، تمام مسلمان مردوں، عورتوں اور اپنے لواحقین کا نام لے کر اُن کو ایصالِ ثواب کرتے۔ یہ میرے خاندان کی رِیت ہے اور اب تک جاری ہے۔ میرے گھر میں کم از کم اب تک جاری ہے۔ یہاں پہ مجھے ایک واقعہ یاد آ گیا۔

انفاس العارفین میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اتفاق سے گھر میں کوئی چیز نہیں تھی، کہ ان کا معمول ہوگا ختم دلانے کا، اور انہوں نے ختم دلانا تھا، نیاز دلانی تھی۔ کوئی چیز میسر نہ تھی، پیسے بھی نہیں تھے۔ اُنہوں نے دیکھا کہ تھوڑے سے چنے بھُنے ہوئے پڑے ہیں اور گُڑ کی دو روٹیاں ہیں۔ انہوں نے وہی رکھیں، تھوڑا سا پانی رکھا اور ختم دلا دیا۔ اپنے دل میں پریشان بھی کہ آج کچھ میسر نہیں آیا کہ اچھا سا کھانا ہوتا۔ رات کو اُنہیں خواب میں نبیءِ کریم ﷺ کی زیارت ہوئی۔ کیا دیکھتے ہیں کہ حضور ﷺ ہیں۔ پھر آپ ﷺ کے پاس جو بھی کھانا آتا ہے، اپنے خادِم کو کہتے ہیں کہ رکھ دو، رکھ دو۔ اور اتنے میں ایک ٹرے میں وہی بھُنے ہوئے دانے اور گُڑ کی دو روٹیاں آتی ہیں تو آپ ﷺ اس کو کہتے ہیں کہ یہ میرے پاس لے آؤ اور بڑے شوق سے بڑے پیار و محبت سے وہ کھانے شروع کر دیتے ہیں، تو نتیجہ کیا نکلا، اس سے سبق کیا ملا کہ دراصل بات ہے خلوص کی، محبت کی، عقیدت کی، آپ کی نیّت کی، ارادے کی۔ وہاں پر آپ کا

ارادہ دیکھا جاتا ہے، آپ کا ذوق وشوق اور محبت دیکھی جاتی ہے۔ یہ نہیں دیکھا جاتا کہ اس نے دس روپے کا، لاکھ کا، یا دو لاکھ کا اہتمام کیا ہے، خرچ کیا ہے۔

بہر حال ختم دلانے کی جو کوشش تھی، وہ مَیں نے کی۔ ساتھیوں سے کہا کہ قرآنِ کریم پڑھیں، قرآنِ پاک کا ختم ہوا، پھر ذکر شروع ہوا۔ اب جو ذکر کی کیفیت تھی، اُس دن بھی مَیں بتا سکتا تھا، لیکن مَیں نے نہیں بتائی۔ مَیں نے سوچا کہ اگلے جمعے کو ماہانہ اجتماع ہے، زیادہ ساتھی ہوں گے، پھر بتاؤں گا۔ یہ جو کیفیات یا مشاہدات آپ کو بتائے جاتے ہیں، خدا گواہ ہے کہ یہ اس لیے نہیں بتائے جاتے کہ اس میں میری کوئی بڑائی ہے، خود ستائی ہے، خود نمائی ہے یا میرا قد اونچا ہوگا۔ یہ صرف اُن انعامات کا تذکرہ ہوتا ہے۔ کیونکہ آپ مجھ سے منسلک ہیں، آپ کی بھی خواہش ہوتی ہے، خوشی ہوتی ہے کہ کوئی کیفیت محسوس ہو تو ہم بھی اُس کو Share (شریک ہوں، شامل ہوں) کریں، اس نیّت سے یہ چیزیں بتا دی جاتی ہیں۔ اس لیے مَیں کہتا ہوں کہ یہ چیزیں یہاں چھوڑ کر جایا کریں، آگے مت پھیلائیں، لوگ اس قابل نہیں ہیں، سمجھ نہیں پاتے۔

مَیں جب لطائف کرانے کے بعد مقامِ احدیّت پر گیا تو دیکھا گیا؛ یہاں صاحبِ کشف ساتھی بھی تھے اُنھوں نے بھی مشاہدہ کیا کہ نبیءِ کریم ﷺ تشریف لے آئے ہیں اور ساتھ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بھی تشریف لے آئے ہیں اور آج خصوصی طور پر حضور کے ساتھ تشریف فرما ہیں۔ حالانکہ پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پہلی کرسی ہوتی تھی۔ مگر آج حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو خصوصی طور پر پہلی کرسی پر بٹھایا گیا اور پھر جوں جوں اولوالعزم انبیاءِ کرام علیہم السلام آتے ہیں تو سب انبیاءِ کرام علیہم السلام آئے، خلفائے راشدینؓ آئے، سب صحابہ کرامؓ تشریف لائے۔ اولیاءِ کرامؒ نے تو ظاہر ہے کہ آنا ہی ہوتا ہے۔ حضور ﷺ خود تشریف فرما تھے۔ اُس ساری محفل میں ایک ملال تھا، ایک افسردگی تھی۔ اس طرح جو خواتین کا حصہ ہوتا ہے، اُس میں اُمہات المومنینؓ تشریف فرما تھیں۔ یوں سمجھیں کہ خاص اہتمام سے یہ محفل تھی۔ اب اس کو یہ کیوں اتنا اعزاز بخشا گیا؟ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ حضور ﷺ کی شفقت ہے۔ اُنھوں نے دیکھا کہ یہ واقعۂ کربلا کے حوالے سے ختم کا اہتمام کر رہا ہے تو اس لیے

انھوں (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے تشریف ارزانی فرمائی۔ احدیّت پہ جب مَیں پہنچا تو مجھے فرمایا گیا کہ اس محفل میں جو لوگ موجود ہیں، جنھوں نے آپ کی بیعت کر رکھی ہے یا نہیں کی، اُن سب کو شہادت کی لائن سے کوئی نہ کوئی درجہ نصیب ہو گیا ہے۔

مَیں نے کتاب حالِ سفر میں ایک جگہ ولایت کی گیارہ شاخوں کا حوالہ دیا ہے اور آپ کو متعدد بار بتایا ہے کہ سب سے بڑی اور اہم لائن تو وہی ہے جس پہ ہم چل رہے ہیں۔ آپ نے بیعت کی اور مَیں آپ کو چلا رہا ہوں۔ یہ ہے تصوّف وسلوک کی لائن۔ یہ بہت عظیم الشّان لائن ہے۔ اور لاکھوں میں سے کوئی کوئی، ٹانواں ٹانواں اس لائن پر چلتا ہے۔ چلنے والے بھی بہت کم ہیں اور چلانے والے بھی بہت کم ہیں۔ بیعت کرنے والے بے شمار ہیں، لیکن حقیقی طور پر اس لائن پر چلنا چلانا، یہ صدیوں میں کوئی ایک آدھ اللہ کا بندہ ملتا ہے۔ بلکہ اگر مَیں یہ کہوں کہ مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعد پہلی بار میرے مرشد شیخِ مکرمؒ نے اس کو عام کیا اور اس کے بعد یہ میرے حصے میں آئی تو بے جا نہ ہوگا۔ لیکن اس میں بھی فرق ہے، میرے حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ جب بیعت کراتے تھے تو بہت دیکھ بھال کر سبق دیتے تھے۔ لیکن جس تیزی کے ساتھ مَیں منازل طے کراتا ہوں اور بہت سی آپ کی کوتاہیوں کو نظر انداز کر کے کراتا ہوں، یہ شاید کسی نے نہیں کرایا۔ اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خصوصی شفقت ہے کہ میرے ساتھیوں کی تمام تر کوتاہیوں کے باوجود مجھے اجازت ہے کہ جس کو چاہوں لے آؤں۔

اب آپ سمجھتے ہیں کہ شہادت ایک اونچا رتبہ ہے اور اصل شہادت تو وہی ہے کہ کفار کے ساتھ مسلمانوں کی جنگ ہو رہی ہو، وہاں پر آدمی میدانِ جہاد میں کفار کے ساتھ لڑے اور جامِ شہادت نوش کرے۔ یہ ہے سب سے اونچا رتبہ اور آج اس دور میں یہ رتبہ ہر کوئی حاصل کر سکتا ہے بشرطیکہ اُس کے دل میں جذبہ ہو۔ آپ پوری تاریخ دیکھ لیں، برصغیر کی تاریخ خاص طور پر خاندانِ غلاماں سے بہادر شاہ ظفر تک، یہ تقریباً سات، آٹھ سو سال بنتا ہے، اس میں مسلمانوں نے کافروں کے ساتھ کوئی لڑائی نہیں کی۔ آپس میں لڑتے بھڑتے رہے، کبھی باپ بیٹے کے خلاف ہے، کبھی بھائی بھائی کے خلاف ہے، کبھی ایک خاندان دوسرے خاندان کو گرا رہا ہے، کبھی دوسرا بھاگ رہا ہے اور چوتھا آ رہا ہے۔ وہ جنگ، جنگ

نہ تھی بلکہ جدال تھا، قتال تھا۔ وہ لڑتے مرتے رہے، وہ ایسی ہی لڑائیاں تھیں جیسے یہاں ہو جاتی ہیں اور کوئی بھاگ جاتا ہے۔ لیکن اب عملی طور پر جہاد ہو رہا ہے، پوری دنیا میں مسلمانوں کو تباہ کیا جا رہا ہے۔ مسلمانوں نے اپنی جانیں بچانے کے لیے، اپنی عزتیں بچانے کے لیے، اپنا مال و دولت بچانے کے لیے اب جہاد شروع کیا ہوا ہے، اپنی آزادی کو برقرار رکھنے کے لیے جہاد شروع کیا ہوا ہے۔ کشمیر میں، شیشان میں، بوسنیا میں، فلسطین میں اور فلپائن میں، بلکہ اب پوری دنیا میں، پوری اُمّتِ مسلمہ پر جہاد فرض ہو چکا ہے۔ اگر ہم نہیں کرتے تو ہماری اپنی کوتاہی ہے۔ ہم میں سے کتنے لوگ میدانِ جہاد میں جا رہے ہیں۔ بہت خوش نصیب ہیں وہ لوگ، وہ نوجوان جو اللہ کے راستے میں نکل پڑتے ہیں اور اُن کے ماں باپ جو اپنے نوجوانوں کو، اپنے بیٹوں کو، اپنے بھائیوں کو اجازت دیتے ہیں کہ تم جاؤ اللہ کی راہ میں جان دو۔

اس کے علاوہ فقہاء نے، علماء نے تقریباً 40 قسم کی شہادتیں گنوائی ہیں۔ اُن میں سے چند ایک یہ ہیں، جیسے کسی کو سل کی بیماری ہو اور اُس میں مر جائے۔ کسی کو اِسہال کی بیماری ہے، اُس میں مر گیا، کوئی پہاڑ سے گر کر مر گیا، کوئی پانی میں ڈوب کر مر گیا، یہ بھی شہادت میں شامل ہیں۔ ظاہر ہے کہ ہر مسلمان کی یہ آرزو ہوگی کہ اُسے شہادت ملے۔ میرا سلسلہ تقریباً دس سال سے چل رہا ہے۔ مَیں نے پہلے تو کسی کو نہیں بتایا کہ تمھیں شہادت کا درجہ نصیب ہوگا مگر اُس روز کیونکہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت اور اُن کے ساتھیوں کی شہادت کا دن تھا اور مَیں اُسے منا رہا تھا۔ وہ ادا اللہ تعالیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پسند آ گئی اور اُس میں جو شامل تھے، اُن سب کو شہادت کے کسی نہ کسی درجہ کے نصیب ہونے کی خوشخبری مجھے عطا کی گئی۔

اب مَیں نے اُس روز دیکھا کہ آدھے سے زیادہ اُس میں وہ لوگ تھے جو پہلی مرتبہ تشریف لائے تھے، جنھوں نے بیعت نہیں کی ہوئی تھی۔ یہ ہے نصیب کی بات، یہ ہے اللہ تعالیٰ کے فضل کی بات۔ اللہ تعالیٰ اُن کو اس نعمت سے نوازنا چاہتے تھے۔ اُن کے دِل میں بات ڈال دی۔ کسی نے اُن کو دعوت دی ہوگی اور ایسے بہت سے ساتھی تھے جو آئے، ذکر کیا اور چلے گئے، بیعت تو انھوں نے نہیں کی

اور بہت سے بڑے ساتھی جو یہاں اس شہر میں موجود تھے، اس نعمت سے محروم رہ گئے۔ ٹھیک ہے اُن کی بڑی اُونچی پرواز ہے۔ محفوظ صاحب ہیں، نجیب صاحب ہیں، بہت اُونچا اُن کا مقام ہوگا، مگر اپنی بے حسی، اپنی بے نیازی، اپنی لاپروائی کی وجہ سے اُس دن اِس نعمت سے محروم ہو گئے۔ اگر ان کے دِل میں یہ خیال ہوتا کہ ہمارا یہاں پیرخانہ موجود ہے، ہمارا شیخ موجود ہے، بال بچوں کو چھوڑ کر یہاں بیٹھے ہیں۔ یہی دو، ڈھائی لاکھ روپے مَیں وہاں پنوال میں خرچ نہیں کر سکتا تھا؟ اپنے علاقے میں اپنی ٹور بناتا۔ تو حیف ہے اُن لوگوں پر جو جہلم میں موجود ہیں اور اپنے گھروں سے باہر نہیں نکلے۔ کسی کو کوئی کام پڑا ہوا ہے۔ کام کیا ہے، کون سا کام؟

بات دراصل یہ ہے کہ آپ اپنے شیخ کے درجے کو سمجھ نہیں پاتے۔ آپ دوسرے الفاظ میں یوں کہہ لیں کہ آپ کو اپنے شیخ سے کوئی محبت نہیں ہے، کوئی عقیدت نہیں ہے۔ بس سنا کہ کمال صاحب مقامات طے کراتے ہیں، بیعت کر لی۔ کمال صاحب لہر میں آئے، آپ کو اُٹھا کر لے گئے، آپ خوش ہو گئے کہ زیارتیں ہو رہی ہیں، اولیاءِ کرامؒ سے ملاقاتیں ہو رہی ہیں۔ آپ اسی پر اکتفا کر گئے۔ بہر حال یہ تو قبر میں جا کر پتہ چلے گا کہ کون کس قدر محروم رہا؛ اپنی کوتاہیوں سے، اپنی لاپروائیوں سے اور کون ہے جو جیت گیا۔ مَیں کچھ ایسے ساتھی بھی دیکھتا ہوں کہ جن کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ ہر جمعے کو یہاں آئیں۔ اس کے باوجود بھی کہ مَیں سمجھتا ہوں، ان کی جیبیں اجازت نہیں دیتیں۔ بعض ایسے ہیں کہ ایک گھر سے دو دو، تین تین آدمی آتے ہیں۔ ظاہر ہے اُن کے پیسے خرچ ہوتے ہیں۔ پنڈی سے، لاہور سے، گوجرانوالہ سے ان کے 60,50 روپے تو خرچ ہو جاتے ہیں اور اگر ہر جمعے کو آئیں تو ایک گھر کا دو، تین سو روپیہ اس مد میں لگا۔

اُس جمعے اتفاق سے کیپٹن ناصر کراچی سے پھر آ گیا، ساتھ بیوی اور بچی بھی تھی۔ مَیں حیران ہوا، اب آپ اندازہ کریں وہ صبح 8:00 بجے یہاں پہنچا اور 4:00 بجے شام چلا گیا۔ مَیں نے کہا کہ اللہ کے بندے! ابھی تم عید سے پہلے بھی آئے ہو اور بڑی عید کے بعد بھی آئے۔ اب کیا تم کو Fatigue (مشکل) پڑی تھی کہ فوراً بھاگ آئے؟ مَیں تھوڑا سا خفا بھی ہوا کہ تم تو اس گرمی میں

آ ئے ، ساتھ بیوی بچی کو کیوں پریشان کیا، ساتھ لے آ ئے ۔ کہنے لگا: جی! سنا تھا کہ آ پ کا کان خراب ہے، پریشانی ہوئی ۔ میں نے بیوی سے کہا تو اس نے کہا کہ میں بھی جاؤں گی، ہم تو آ پ کو لینے آ ئے ہیں ۔مَیں نے کہا یہاں ڈاکٹر مرید ہیں، علاج ہو رہا ہے ۔ جب ذکر ختم ہوا تو مَیں نے اُس سے کہا کہ یہ میری بیماری تو آ پ کے لیے بہانہ بن گئی ، اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم آ پ کے شاملِ حال ہونا تھا ۔

وہ کہاوت مشہور ہے کہ ''رحمتِ حق بہانمی جوید'' کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بہانہ مانگتی ہے ۔ وہ قیمت نہیں دیکھتی کہ کسی نے کروڑ خرچ کیا ہے یا کسی نے روپیہ خرچ کیا ہے ۔ ہوسکتا ہے کہ اللہ کی راہ میں لاکھ خرچ کرنے والا بیٹھا رہے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں چند ٹکے دینے والے کا قبول ہو جائے ۔مَیں نے کہا: یہ میری بیماری آ پ نے سُنی تھی اور آ پ کے دِل میں تڑپ پیدا ہوئی اور آ پ نے آ نا تھا ۔ اس طرح آ پ کو اس نعمت سے بہرہ ور ہونا تھا ۔ بہر حال جن کے نصیب میں تھا، وہ کراچی سے تپتی دھوپ میں آ گئے اور جو محروم رہنے والے تھے، وہ میرے پاس بیٹھ کر بھی محروم ہو گئے ۔ یہ ہے نصیب کی بات ۔ جنہوں نے حاصل کرنا ہے، وہ کتاب پڑھتے ہیں اور بھاگے چلے آ تے ہیں ۔ اور بے شمار لوگ ہیں جو کتاب پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کیا اوٹ پٹانگ باتیں کر رہا ہے ۔ بات تو ساری نصیب کی ہے ۔لیکن پھر بھی کوشش تو ہونی چاہیے، طلب ہونی چاہیے ۔ آ پ اپنے شیخ کو کچھ تو مقام دیں، کوئی ساتھی بتائے کہ کسی کو فرمائش کی ہو کہ یہ چیز لا دو، وہ چیز لا دو ۔

حیف آ تا ہے اشفاق پر، نجیب صاحب اور محفوظ صاحب پر کہ اتنے اونچے ساتھی ہیں اور اپنے دنیاوی کاموں میں اتنے پھنس گئے ہیں ۔ کسی آ دمی سے کوئی تعلق ہوتا ہے ۔ دنیاوی لحاظ سے بھی دوستی ہوتی ہے تو آ دمی پھر بھی ہفتے ، دوسرے ہفتے میں چکر لگا لیتا ہے کہ یار دوست ہے، دیکھ لیں، گپیں لگا لیں گے، کوئی بات کریں گے، کوئی دل بہلائیں گے ۔ عجیب بات ہے کہ آ پ کا شیخ آ پ کے پاس یہاں پہ موجود ہے، صرف اس لیے اُس نے یہاں ٹھکانا بنایا ہے ۔مَیں تو کالج میں بڑا ٹھیک تھا، کمرہ ملا ہوا تھا، چودھراہٹ تھی ۔ یہ ڈھائی لاکھ روپے مَیں نے کیوں خرچ کیے ۔ یہ اس چیز کی دلالت کرتی ہے کہ آ پ لوگوں کو اپنے شیخ کے ساتھ کوئی لگاؤ نہیں، کوئی عقیدت نہیں ۔ صرف سُن رکھا ہے کہ حضرت صاحب

مقامات طے کراتے ہیں، چلو ہم بھی چلے جائیں، اگلی زندگی سنور جائے۔ لیکن کسی درجے میں سنورے، اس کی آپ کو زیادہ فکر نہیں۔

کوشش کریں کہ اپنے آپ کو، اپنی مصروفیات سے تھوڑا سا وقت نکالیں۔ مَیں دعوے سے کہتا ہوں کہ جن لوگوں کے لیے، جن بچوں کے لیے آپ اتنا کچھ کر رہے ہیں، اپنی آخرت کو خراب کر رہے ہیں، اُنہوں نے آپ کا متر نہیں بننا۔ جب آپ بوڑھے ہوں گے، اللہ آپ کو زندگی دے تو آپ دیکھ لیں گے کہ ہمارے شیخ نے بتایا تھا کہ آپ ان کے لیے بینک بیلنس، کوٹھیاں فراہم کر دیں، آپ ان کے لیے گاڑیاں فراہم کر دیں، لیکن جب آپ کا وقت آئے گا تو آپ کی چارپائی کونے کھدرے میں پھینک دیں گے، آپ کی کوئی دیکھ بھال نہیں کرے گا، اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہ۔ اپنی دنیاوی زندگی سنوارنے کے لیے کتنا کچھ کرتے ہیں۔ کوشش ہوتی ہے پروموشن ہو جائے، ترقی ہو جائے، آمدن تھوڑی ہے، ساتھ ہومیو کر لیں، اپنے کلینک میں بیٹھیں۔ یہ سب یہیں پر رہ جائیں گے۔ جو مقامی ساتھی ہیں، اُن کا جمعہ مِس نہیں ہونا چاہیے۔ آپ میں یا لاہور والوں، یا پنڈی والوں میں کیا فرق رہ گیا جو آپ نے بھی تیسرے اتوار کو آنا ہے؟

بہر حال جب مَیں احدیّت سے معیّت پر گیا، معیّت سے اقربیّت پر جب پہنچا تو پھر فرمایا گیا کہ جو لوگ یہاں پہ بیٹھے ہیں، اُن کو اللہ تعالیٰ کی محبت کا، قرب کا ایک خاص درجہ حاصل ہوگا؛ یعنی دو بشارتیں دی گئیں، پہلی شہادت کی اور پھر قربِ الٰہی کا کوئی درجہ۔ مَیں نہیں سمجھ پاتا کہ وہ درجہ کیا ہوگا، بہر حال کچھ نہ کچھ تو ہوگا۔

یہ جو بزرگ کہتے ہیں کہ جو اولیاءِ کرامؒ ہوتے ہیں، فقیر ہوتے ہیں، اُن کی لہر ہوتی ہے، لہر میں آ گئے تو کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ نہ آئے تو ساری عمر بیٹھے رہیں تو اُن کو پروا نہیں ہوتی۔ اسی طرح بعض اوقات میرے اپنے دِل میں ایسی اُمنگ اُٹھتی ہے کہ کسی کو کہاں سے کہاں تک لے جاتا ہوں۔ اور یہ طلب ہونی چاہیے کہ زیادہ سے زیادہ شیخ کے پاس بیٹھیں، کیا پتہ کیسے موڈ ہو، کب کچھ حاصل ہو جائے۔ ان باتوں کو آپ یہ نہ سمجھیں کہ آپ کے آنے سے مجھے کوئی سرخاب کے پَر لگیں گے۔ یہ آپ

کا بھلا ہے، آپ کا اپنا فائدہ ہے۔ اور یہ میرا فرض بنتا ہے کہ آپ کو بتاؤں کہ نہ آنے سے آپ کا نقصان ہوتا ہے۔ نئے ساتھی تو نئے ہیں، ان کو پتہ نہیں ہے۔ یہاں پہ ایسے ساتھی بھی بیٹھے ہیں جنہوں نے بیعت نہیں کی ہوئی اور دوبارہ پتہ نہیں کہ آئیں گے کہ نہیں آئیں گے، وہ تو مجبور ہیں، وہ تو میری بات نہیں سمجھتے۔ اُن کی عقل محدود، علم محدود ہے، فہم محدود ہے، ان کی معلومات نہیں ہیں۔ لیکن پُرانے ساتھی جو اونچے مقامات پر پرواز کر رہے ہیں اور مشاہدہ بھی کرتے ہیں، وہ اگر ٹائم نہیں نکال پاتے، جنجال ان کو نہیں چھوڑتے، کون سا ٹھیکہ لے رکھا ہے اپنے بچوں کا؟ کیا پتہ آپ کو آج ہی بلاوا آجائے، وہ پیچھے رہ جائیں۔ پھر اُن کا کون پرسانِ حال ہوگا؟ کیا پتہ یہاں آنے سے، اس محفل کی برکت سے آپ کے کتنے مسائل حل ہوتے ہیں۔

مَیں آپ کو اپنا ذاتی واقعہ بتاتا ہوں، یہ 1985ء کی بات ہے کہ مَیں پنوال اپنے گھر گیا۔ صبح سویرے نماز کے بعد دربارِ اقدس ﷺ میں پیش ہوا تو مَیں نے عرض کیا کہ اجازت ہے، مَیں آج چکوال سے واپس جہلم چلا جاؤں؟ آپ ﷺ فرمانے لگے ٹھیک ہے اور مَیں نے گھر والوں کو بتا دیا، بیوی کو بتا دیا کہ شام کو چلا جاؤں گا۔ اگلے روز کوئی بارہ بجے کے قریب میرے عزیز چکوال سے جہلم آئے، بہت پریشان تھے۔ مَیں نے پوچھا، کیا بات ہے؟ تو بتانے لگے کہ ثاقب اور اجمل کو پولیس نے پکڑ لیا ہے۔ مَیں نے کہا، کیا بات ہوئی؟ کہتے ہیں کہ وہ جو مکان اجمل نے کرائے پر دے رکھا تھا، وہ خالی کرانا چاہتا تھا۔ اُس نے کرایہ دار کو زبانی بہت کہا مگر وہ خالی نہ کرتا تھا۔ مکان کیا تھا چھوٹی سی جھونپڑی کہہ لیں۔ چار پائی اور کرسی رکھی ہوئی تھی۔ اُس نے کرسی اُٹھا کر باہر پھینک دی، ساتھ ہی تھانہ تھا۔ وہ آدمی تھانے چلا گیا۔ پولیس آئی، اُس کو پکڑ لیا۔ میرا بیٹا ثاقب وہاں تھا، اُس کو بھی لے گئے۔ مَیں نے آنحضور ﷺ سے رابطہ کیا۔ مَیں نے کہا یا حضور ﷺ! میرے لیے کیا حکم ہے، مَیں چکوال جاؤں؟ فرمانے لگے کوئی ضرورت نہیں بیٹھے رہو۔ اب آپ سوچیں جو ماحول ہمارے تھانوں کا ہے، وہ آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ بیٹا اور داماد (بھانجا) تھانے میں بیٹھے ہیں اور مَیں آرام سے لیٹا ہوا ہوں۔ مجھے ڈر تھا کہ گھر والے، بیوی بچے کیا کہیں گے، اچھے ابا جی ہیں کہ بیٹے تھانے میں بیٹھے ہیں۔

ان کا اثر و رسوخ ہے، لوگوں سے واقفیت ہے۔ بیگناہ اُن کو پکڑ لیا ہے۔ لیکن مَیں نے سوچا کہ وہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرما رہے ہیں تو خود ہی اسباب بھی پیدا ہو جائیں گے۔ برادری کے کچھ اور لوگوں کو پتہ چلا، وہ وہاں پہنچے۔ ہمارے خاندان کی ماشاءاللہ چکوال میں خاص اہمیت ہے، مقام ہے، عزت ہے۔ یعقوب صاحب اتفاقاً اُدھر سے گزرے۔ اُن کی نظر تھانے پر پڑ گئی، دیکھا کہ بیٹا ثاقب وہاں کھڑا ہے۔ وہ حیران ہوئے، وہاں کیوں کھڑا ہے؟ وہ اندر چلے گئے کہ کیا بات ہے۔ اتنی دیر میں طارق کا چچازاد بھائی آ گیا۔ وہ فوت ہو گیا ہے، وہ پہنچ گیا۔ اُس نے اے۔ ایس۔ آئی کا گریبان پکڑا اور اچھی خاصی باتیں سنائیں کہ تم ہوتے کون ہو اس کو پکڑنے والے، کس جرم میں پکڑا ہے؟ میں تمہاری انسپکٹری دیکھتا ہوں کہ تم کیا شے ہو۔ پہلے تو اُس نے کچھ آنکھیں نکالیں۔ ظاہر ہے تھانے میں اے۔ ایس۔ آئی کو کوئی ایسی بات کہے تو کسی بات پر کہے گا۔ اس کو کسی نے بتایا کہ اس کو کچھ نہ کہو، یہ قاضی یعقوب صاحب کا بھائی اور قاضی گل صاحب کا بھتیجا ہے جو سپریم کورٹ میں جسٹس ہیں۔ اگر یہ فون کر دیں گے تو تمہاری تو پیٹی بھی اتر جائے گی۔ بہرحال اُنہوں نے کہا آپ جا سکتے ہیں۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ بعض اوقات ایسی آزمائشیں آ جاتی ہیں۔ ایسے امتحان آ جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ خود اسباب پیدا کر دیتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اگر مَیں خود جاتا، اپنے طور پر دوڑ دھوپ کرتا، لوگوں سے ملتا تو شاید وہ بات نہ بنتی جو اللہ تعالیٰ نے از خود اسباب فراہم کر دیے اور اے۔ ایس۔ آئی کو اچھی بھلی ڈانٹ پڑی۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جب آپ اپنے کام اللہ تعالیٰ کے سُپرد کر دیں گے تو اللہ تعالیٰ خود آپ کے لیے اسباب پیدا فرما دیں گے۔

جب آپ ارادہ کریں کہ یار! کمالؔ صاحب کے پاس جانا ہے مگر یہ کام بھی رہ گیا، وہ کام بھی رہ گیا۔۔۔ تو ہو سکتا ہے وہ کام اسی طرح کھٹائی میں پڑا رہے، کچھ اللہ کے سُپرد بھی کریں۔ یہ ذاتی واقعہ اس لیے بیان کر رہا ہوں کہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ آپ اِدھر آنے کا ارادہ کریں اور آپ کو کوئی اُلجھن پیدا ہو جائے، کوئی گھریلو معاملہ ہو جائے، کوئی دوست آ جائے، کوئی اور بات ہو جائے۔ ان سب کو چھوڑ چھاڑ کر آئیں گے، تب بات بنے گی۔ تب مَیں سمجھوں گا کہ یہ فنافی الشیخ کے درجے میں ہے، اس کو مجھ سے لگاؤ ہے، اس کو آخرت کی ضرورت ہے۔ جو روحانیّت کا سلسلہ ہوتا ہے، اس میں بنیادی بات ہی یہ

ہے کہ شیخ کے ساتھ آپ کی محبت کس درجے میں ہے۔ اگر محبت میں کوئی کمی ہے تو آگے آپ کے مدارج خود بخود کم ہو جائیں گے۔

مَیں نے پہلے بھی آپ کو بتا رکھا ہے کہ یہاں جو سبق مَیں نے آپ کو دے رکھا ہے، وہ آپ نے کرنا ہے۔ لیکن جب برزخ میں پہنچیں گے تو پھر مَیں نے طے کرنا ہے کہ دنیا میں کون شخص میرے پاس آتا تھا، کتنی مجھ سے محبت تھی، کتنی اس کے دِل میں میرے لیے عقیدت تھی۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہاں پر آپ بہت پیچھے رہ جائیں۔ کوشش کریں جو قریبی ساتھی ہیں، وہ اپنی زندگی کی ایک Routine بنالیں، معمول بنالیں کہ خصوصی طور پر جمعہ (اتوار) کے ذکر میں شامل ہونا ہے۔ اس کو معمولی نہ سمجھیں۔ باہر کے جو ساتھی ہیں، اُن کی مجبوری ہے کہ وہ مہینے میں ایک بار میرے پاس آ جائیں، لیکن جو مقامی ساتھی ہیں، دینہ والے یا قرب و جوار میں ہیں، وہ کیوں نہ آئیں؟ اگر نہیں آتے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نعمت کی قدر نہیں، ناقدری ہے، ناشکری ہے، لاپرواہیں، بے حس ہیں۔ اگر بے حسی کا یہ عالم ہوا تو ہوسکتا ہے آپ کا بہت بڑا نقصان ہو جائے، آپ کی یہ پروازیں کسی بھی وقت رُک جائیں۔

وَمَا عَلَيۡنَآ اِلَّا الۡبَلٰغُ

☆☆☆

☆29 جون 1997ء اتوار۔

کچھ وقت بعد یاددہانی کی ضرورت پڑ جاتی ہے کہ آئندہ درود شریف کا ٹوٹل نہیں کیا جایا کرے گا۔ بلکہ اپنے طور پر آپ خود زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھنے کی کوشش کریں گے اور مَیں وقتاً فوقتاً آپ کو چیک کرتا رہوں گا۔ اب جبکہ میلادالنبی ﷺ قریب آ رہی ہے تو آپ زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھا کریں۔ آپ میں سے کئی ساتھی بتائے بغیر میلادالنبی ﷺ کی رات یہاں آ جاتے ہیں تو میرے ذہن پہ بوجھ پڑتا ہے، مجھے آپ کے قیام و طعام کے سلسلے میں پریشانی ہوتی ہے۔ جن ساتھیوں کو سلسلے میں آئے جمعہ جمعہ آٹھ دن بھی نہیں گزرے ہوتے، وہ بھی آ دھمکتے ہیں۔ شیخ کا حکم اٹل ہوتا ہے۔ میلاد شریف کی رات یہاں کوئی اہتمام نہیں ہوتا۔ اس بات کا خیال رکھیں اور دوسروں کو بھی بتا

دیں۔ جب نئے لوگ آ پہنچتے ہیں اور پُرانے رُک جاتے ہیں تو پُرانوں کی دِل شکنی ہوتی ہے۔ یہاں دارالفیضان میں جو ساتھی مسلسل کام کرتے رہے ہیں، خدمت کرتے رہے ہیں، اُن کا حق بنتا ہے کہ وہ آئیں۔ وہ آ سکتے ہیں۔ جب اعلان نہیں کیا جاتا تو قیام وطعام کا انتظام بھی نہیں ہوتا۔ موسم کبھی کچھ ہوتا ہے کبھی کچھ۔ جب بھی کوئی خاص موقع آئے تو محلے کی مسجد یا کسی محفل میں جانے کی بجائے آپ اپنے گھر میں بیٹھ جائیں اور درود شریف پڑھیں۔ یہ آپ کے لیے زیادہ سودمند ہوگا۔ میری توجہ آپ کے شاملِ حال ہوگی۔

دوسری بات یہ کہ کچھ ساتھی اپنے طور پر مختلف کتابوں میں لکھے گئے وظائف اور احادیث شریف کی دُعائیں ساتھیوں کو پڑھنے کو بتاتے ہیں۔ ان سب کی اپنی اپنی جگہ اہمیت ہے، لیکن حضور ﷺ نے جس آدمی کو اجازت دی، وہ اس کے لیے خاص تھی۔ اب آگے آتے آتے وہ نسبت کمزور ہوتی جاتی ہے اور آپ کو اس کے پڑھنے سے جن نتائج کی توقع ہوتی ہے، وہ نتائج پیدا نہیں ہوتے۔ انڈونیشیا سے ایک ساتھی آیا ہوا تھا۔ اُس کو حافظ سلطان صاحب نے بتایا کہ **"بسم اللّٰہ الذی لا یضر مع اسمہٖ شیٌ فی الارض ولا فی السماء۔** (بہارِ شریعت)۔ پڑھنے سے تم زہر کے اثر سے محفوظ رہو گے۔ تو بات یہ ہے کہ یہ دُعا آنحضور ﷺ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بتائی تھی۔ اس دُعا کی تفصیل یہ ہے کہ شاہِ ایران کا سپہ سالار جنگ ہارنے کے بعد جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش ہوا تو اس کی جیب سے زہر کی شیشی گر پڑی۔ جب اُس سے پوچھا گیا تو اُس نے بتایا کہ میں نے زہر کھانے کے لیے رکھا تھا تاکہ مجھ سے بُرا سلوک نہ ہو اور دوسروں کے ہاتھوں ذلیل ہونے کے بجائے میں اپنے ہاتھوں اپنا کام تمام کرلوں۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یہ زہر تمہیں مار سکتا ہے؟ تو اُس نے بتایا کہ اس کا ایک قطرہ اگر ہاتھی کے اندر بھی چلا جائے تو تڑپ کر مر جائے گا۔ اُنہوں نے یہ دُعا پڑھ کر ساری شیشی پی لی اور کچھ نہ ہوا تو فرمایا موت اور زندگی اللہ کے اختیار میں ہے۔ تو حافظ صاحب یہ ضروری نہیں کہ جو آپ بتائیں ویسے ہی دُعا کا اثر ہو۔ مجھے خدشہ ہے کہ اگر اس طرح وظائف بتائیں گے تو مولوی حضرات اور صاحبِ کشف ساتھی میرے بعد میرے سلسلے کو تباہ کر بیٹھیں گے۔

اسی طرح سرفراز نے ایک نئے ساتھی کو بتایا کہ میں نے مشاہدہ کیا ہے کہ تمہارا مقام حضرت جی سے بھی اُونچا ہے، لیکن یہ بات اُنہیں نہ بتانا، حسد نہ کر بیٹھیں۔ سرفراز بے وقوف کو کیا ہو گیا ہے۔ کیا ہونے والا ہے۔ وہ سمجھ رہا ہے کہ اُسے بہت بڑا منصب مل گیا ہے۔ ابھی تو تم خود پٹواری کے درجے پہ ہو۔ صاحبِ کشف ساتھیوں سے بچیں۔ جب تک میری تصدیق نہ ہو، اُن کا کشف ادھورا ہے۔

مدنی صاحب سورۃ الفاتحہ کی تفسیر بیان کر رہے تھے۔ اُنہوں نے بتایا کہ سورۃ فاتحہ سات مرتبہ پڑھنے سے یہ فائدہ ہوتا ہے۔ اُنہوں نے کتابوں سے جو پڑھا تھا، وہ بیان کر رہے تھے۔ مَیں اندر گیا تو بیبیوں نے مجھ سے اجازت طلب کی۔ مَیں نے بتایا کہ آپ پہ واجب نہیں کہ آپ اس پر عمل کریں۔ جو تسبیحات مَیں نے کتاب میں بتائی ہیں، یہ بنیاد ہیں:

1۔ بسم اللہ شریف

2۔ کلمہ طیّبہ

3۔ کلمہ تمجید

4۔ اِستِغفار

ان چار بنیادی وظائف کو ترک نہ کریں۔ سو بار نہیں پڑھ سکتے تو دس دس بار پڑھ لیں۔ قرآن شریف حفظ کرنے والے، تلاوت کرنے والے اور دیگر اوراد پڑھنے والے بے شمار لوگ ہیں۔ ہمارے سلسلے کا خاص وظیفہ درود شریف ہے۔ آپ درود شریف زیادہ سے زیادہ پڑھیں۔ کوئی پُرانا یا نیا ساتھی، یا علماء و خطیب حضرات جو یہاں تشریف لاتے ہیں، وہ کوئی وظیفہ آپ کو پڑھنے کو بتائیں تو آپ کو فائدہ نہیں ہوگا۔ مناسب ہوگا کہ آپ کو جو وظیفہ نبی ءِ کریم ﷺ کی طرف سے اور اپنے مرشد کی طرف سے عطا ہوا ہے، اُس پہ عمل کریں۔ اسی میں آپ کا فائدہ ہے۔ ہمارا ہدف درود شریف ہے۔

☆☆☆

☆6 جولائی 1997ء اتوار

ساتھیو! ایک بات اور، پُرانے ساتھی جو اونچی منازل والے ہیں، یہ بات سمجھ لیں کہ یہ جو مَیں

''مراقبہ تقرب'' کراتا ہوں، مقامِ تقرب والا، یہ بہت اُونچی منزل ہے۔ یہ جو پُرانے صوفیاء ہیں، جن کے نام آپ بڑی عقیدت سے لیتے ہیں، اُن میں سے کوئی وِرلا وِرلا، ٹانواں ٹانواں، اس مقام پر پہنچا ہے۔ لیکن جب نئے ساتھی بیعت کرتے ہیں اور کشف ہو جاتا ہے یا مَیں اُن میں سے کسی سے خوش ہو جاتا ہوں، وہ آنا شروع ہو جاتے ہیں اور مَیں دو چار مہینوں کے بعد مقامات طے کرا دیتا ہوں تو پھر یہ اُن کی خواہش ہوتی ہے کہ آگے کی منازل کیوں نہیں کراتے۔ تو پہلے سمجھ لیں کہ اب اگلا جو Step ہے، اگلا جو مقام ہے، وہ توکّل والا ہے۔ اس سے آگے جو ہے، وہ صبر والا ہے۔ اُس کے بعد تسلیم والا ہے۔ آگے پھر کئی مقامات ہیں، یہاں تک کہ دسواں جو ہے، وہ رضا والا ہے۔ تو جب پریشانی نہیں ہوگی، کوئی مصیبت نہیں ٹوٹے گی، کوئی تکلیف نہیں ہوگی تو کیسے پتہ چلے گا کہ یہ اللہ پہ توکل کر رہا ہے، کیسے پتہ چلے گا کہ یہ صبر کر رہا ہے۔ تو بھئی! اس بھٹّی سے تو گزرنا پڑے گا اور مجھے خود ان مراحل سے گزرنا پڑا، میری اولاد کو گزرنا پڑا۔ لیکن آپ کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ ہم آئیں تو ہماری منازل بھی اُونچی ہوں اور ہماری دنیا بھی سنور جائے۔

ایسا بھی ہوتا ہے، یہ بات کرنے کی نہیں ہے لیکن مَیں آپ کو بتا رہا ہوں، گھر کی بات بتا رہا ہوں کہ اس دفعہ ثاقب (حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے) آیا ہے۔ تین لاکھ جیب میں اُس کا اپنا تھا، ایک لاکھ کسی دوست کا تھا۔ جب وہ بنکاک میں پہنچا، تو وہاں سے فلائیٹ اس نے دوسری پکڑنی تھی۔ پندرہ بیس منٹ کا وقفہ تھا، تو وہ ٹوائلٹ میں گیا۔ پھر اُس کو ہوش نہیں ہے، صرف اُس کو اتنا یاد ہے کہ وہ ٹوائلٹ کے دروازے تک پہنچا ہے۔ دس منٹ کے بعد اس کو ہوش آیا تو اس کی جیب خالی تھی۔ کسی نے اُس کو یہاں سر میں چوٹ لگائی اور وہ Senseless (بیہوش) ہو گیا، گر پڑا۔ دس پندرہ منٹ کے بعد اس کو ہوش آیا تو اُس کو احساس ہوا۔ تنگ بھی ہوا، پھر اُس نے جیبوں کا جائزہ لیا تو پتہ چلا کہ جیب خالی ہے۔ تو وہ دو سال کی کمائی، اس کی ایک منٹ میں چلی گئی۔ وہ میرا بیٹا ہے، اُس کے بہت اُونچے مقامات بھی ہیں۔ لیکن آپ سوچ سکتے ہیں کہ اس کے ساتھ کیوں حادثہ پیش آیا، کیوں اتنی بڑی دو سال کی کمائی چلی گئی۔ آپ یہ بھی سوچتے ہوں گے کہ حضرت صاحب کے جنّات بھی ساتھی ہیں،

اولیاءِ کرامؒ بھی اُن کے ساتھ ہوتے ہیں، تو اُس کے ساتھ اتنا بڑا حادثہ کیوں پیش آیا؟

یہ دراصل بہت بڑا امتحان تھا اور لطف کی بات یہ ہے کہ ایک ہفتہ پہلے ایک بزرگ اُس کے خواب میں آئے تو کہتا ہے کہ میرے بارے میں اس کو خیال آیا کہ اُس کو سحری کے وقت جاگ نہیں آتی اور کیسے حضرت صاحب ہیں، کیسے ابّا جی ہیں کہ جگاتے بھی نہیں۔ بعض اوقات لوگوں کے ذہن میں عجیب خیال آتے ہیں۔ یہ بھی شیخ کا کام ہے کہ آپ کو اُٹھائے، کان سے پکڑے کہ بھئی! تہجد پڑھو۔ تو اس نے بھی اوٹ پٹانگ خیال ذہن میں لایا۔ تو کہتا ہے کہ آپ خواب میں آئے اور آپ کے ساتھ ایک بزرگ تھے، آپ نے میرے پاؤں پہ چھڑی لگائی، کہا کہ اُٹھو دیر ہو رہی ہے۔ بڑے غصّے سے آپ نے فرمایا تو میں اُٹھ کھڑا ہوا۔ آپ نے بھی وہاں نفل پڑھے، میں نے بھی پڑھے۔ خواب کی یہ ساری بات ہو رہی ہے۔

اس کے بعد کہتا ہے کہ میں مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوب پڑھ رہا تھا تو کوئی بات میں نے پڑھی تو سوچا کہ کاش! اُن کے ساتھ بھی رابطہ ہو جائے۔ تو دوسرے دن کہتا ہے کہ بزرگ آئے۔ کہتا ہے کہ اُن کے ساتھ ایک بزرگ ہیں، وہ کہتے ہیں کہ بھائی آج آپ کو مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ذکر کرائیں گے۔ تو میں سمجھ گیا کہ میں نے بات کی تھی، سوچی تھی، تو مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ آ گئے، خیر ذکر ہو گیا۔ دوسرے دن وہ بزرگ آئے، کہتے ہیں کہ اُٹھو تمہیں کسی محفل میں لے جانا ہے، تو وہاں گئے، کہتا ہے کہ آپ بھی موجود ہیں، بڑے حضرت جی حضرت مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ، وہ بھی موجود ہیں، دو تین بزرگ اور بھی ہیں۔ وہ بزرگ جو مجھے اُٹھا کر لائے ہیں، میں پوچھتا ہوں ابا جی! یہ بزرگ کون ہیں؟ تو آپ کہتے ہیں کہ یہ حضرت خواجہ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اور پھر وہی بزرگ دوسرے دن خواب میں آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ بیٹے! کوئی بات ہوئی تھی ہماری کہ تمہارا مرشد تم سے ناراض ہے۔ تم اُس کو باپ نہ سمجھو، مرشد سمجھو، تو اب کے تم نے جانا ہے، تو سیدھے گھر نہیں جانا، چکوال نہیں جانا، سیدھے پہلے جہلم جانا ہے اور اس دفعہ تم خالی ہاتھ جاؤ گے، ایسے ہی ہوا۔ وہ سیدھا میرے پاس آ گیا، بیٹے کو اس نے چکوال گھر میں فون کیا تو بیٹا ایک اور ساتھی کو لے کر وہاں لاہور پہنچا۔ رات کی فلائٹ تھی، وہ پہنچا اُس کو لے کر صبح سویرے

آ گئے، تو اُس نے بھائی کو ظاہر نہیں ہونے دیا اور نہ کسی ساتھی دوست کو بھی کہ میں تو لُٹ پُٹ کے آیا ہوں۔ تعجب کی بات ہے کہ جو اُس کے ساتھ سامان تھا، وہ کسی کا تھا اور وہ بیگ آ گیا۔ جو اپنا ذاتی بیگ تھا، وہ بھی وہاں پر Misplace (گُم) ہو گیا۔ وہ الگ کمرے میں مجھے لے گیا اور کہتا ہے کہ ابّا جی! میں تو خالی ہاتھ آیا ہوں۔ کیا مطلب؟ کہتا ہے کہ میں لُٹ لُٹا کے آیا ہوں۔ پھر اُس نے سارا حال بتایا، میں نے کہا **الحمد للّٰہ**! کوئی بات نہیں، یہ نفع نقصان ہوتا رہتا ہے۔

یہ جو میری کیفیت آپ کے سامنے ہو رہی ہے، اُس کے سامنے مَیں بالکل Cool Minded (پُرسکون) تھا۔ اور تیسرے دن سالانہ اجتماع تھا۔ سالانہ اجتماع کے دوسرے دن بیٹوں (قاضی تابش کمالؔ اور قاضی مراد کمالؔ) کی شادی تھی۔ ایک بارات جو ہے، وہ سندھ میں نواب شاہ جانی تھی۔ وہاں سے آئے تو دوسری چکوال میں جانی تھی۔ اور لطف کی بات ہے کہ اس دوران اور کل تک میری ساری برادری میں کسی کو کچھ پتہ تک نہیں چلا کہ اتنا بڑا حادثہ ثاقب کے ساتھ ہو گیا ہے۔ ہم نے ظاہر ہی نہیں ہونے دیا۔ ہماری بشاشت میں، ہمارے گھریلو معاملات میں، ہمارے معمولات میں کوئی فرق نہیں آیا۔

بلکہ حیرت کی بات ہے کہ کل کسی طریقے اُس کے دوست کو پتہ چلا تو بات باہر نکل گئی۔ تو کل اتفاقاً یہ ہوا کہ ثاقب نے جانا تھا، رات کو چلا گیا ہو گا۔ تو پرسوں مَیں شام کو گیا، کل پھر مَیں واپس شام کو آیا ہوں۔ تو برادری چونکہ ہماری وسیع ہے، کوئی تیس پینتیس گھر ہیں اور ہمارا محلّہ بھی گاؤں سے الگ تھلگ ہے۔ وہ لوگ آ رہے ہیں تو بیبیاں کہنے لگیں کہ بڑا افسوس ہے۔ مَیں نے کہا: کاہے کا افسوس ہے؟ مجھے سمجھ ہی نہیں آئی کہ کس کی بات کر رہی ہیں۔ مَیں نے کہا کہ ثاقب کے جانے کے لیے بات کر رہی ہو، تو ظاہر ہے اُسے جانا ہی تھا۔ کہتی ہے کہ جو نقصان ہوا ہے۔ مَیں نے کہا کہ آپ لوگوں کو پتہ چل گیا ہے کہ نقصان بھی ہوا ہے؟ یہ کون سی بات ہے کہ آپ نے ہمارے گھر میں پھوڑی ڈال دی ہے۔ ہمارے گھر میں خوشی کا مقام ہے کہ دو بیٹوں کی شادی ہوئی ہے ابھی۔ اور دوسرے دن ہی آپ تعزیت کے لیے آ رہے ہیں؟

تو کہنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ جو مقامات ہیں، یہ بہت اُونچے ہیں۔ اس لیے اگر کسی ساتھی کو

دنیاوی لحاظ سے یا جسمانی لحاظ سے کوئی تکلیف آ جائے تو یا تو اُونچے مقامات کی طلب نہ کریں اور احدیّت ،معیّت ،اقربیّت پر اکتفا کریں،کافی ہے۔کعبہ شریف میں پہنچ جائیں،روضہء اطہر ﷺ میں پہنچ جائیں،کافی ہے۔یا دربارِ اقدس ﷺ میں جائیں تو پھر یہ سمجھ لیں کہ اگلے جہان میں جب آپ جائیں گے تو آپ کو کبھی سال میں ایک دفعہ دربارِ اقدس ﷺ میں جانے کی اجازت مل جائے گی۔لیکن اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ آپ بہت اُونچی پروازیں کریں اور جب برزخ میں پہنچ جائیں تو روزانہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں آپ کی باریابی ہو تو پھر تو یہ ہوسکتا ہے،کسی بھی مرحلے میں کوئی بھی آپ کی آزمائش ہوسکتی ہے۔(15)

یہ میرا ایک ساتھی قمر یہاں بیٹھا ہے۔ یہ جرمنی سے آئے ہوئے ہیں۔تو اس نے پچھلے سال اپنے والدین کو حج کرایا۔ مجھے بھی خط لکھا، گھر میں فون کیا کہ حضرت جی کو راضی کریں کہ یہ بھی حج پہ جائیں۔اس کی والدہ آئی تو انہوں نے کہا کہ آپ چلیں ہمارے ساتھ۔مَیں نے کہا نہیں،مَیں نے تو اپنے بیٹے کی آفر کو بھی قبول نہیں کیا۔مَیں جب بھی جاؤں گا،اپنے ذاتی خرچ پہ جاؤں گا۔تو بہرحال اس کا شکریہ!تو اب جس دن حج تھا،اس نے خود مجھے بتایا کہ یہ تو جرمنی میں تھا اور ماں باپ حج پہ تھے۔ وہ کہتا ہے میں نے خواب میں دیکھا کہ میں حج کر رہا ہوں،آپ میرے ساتھ ہیں۔امی اور ابو بھی ساتھ ہیں۔اور آپ ہمیں طواف کرا رہے ہیں۔لیکن دنیاوی لحاظ سے ان کے کئی مسائل ہیں، جو پورے نہیں ہو رہے۔اس کا بھائی آیا کہ جی ہم نے کنواں کھدوانا ہے۔اب کنوئیں پہ عام روٹین سے ہٹ کر بہت زیادہ لاگت آئی ہے،پانی نہیں آرہا۔اس کا بھائی جرمنی کے لیے گیا اور راستے میں ہی اُس کو پکڑ لیا گیا۔اور بڑے دکھ،پریشانی کی بات کہ وہ واپس آ گیا ہے اور خاصا ان کا نقصان ہوگیا ہے۔

کہنے کا مطلب یہ ہے کہ دنیاوی لحاظ سے اگر آپ نے دیکھنا ہے کہ ہم نے حضرت صاحب کی بیعت کی ہے اور یہ بہت اُونچا اُڑاتے ہیں تو ہمارے سارے مسئلے بھی حل ہو جائیں گے تو ایسا نہیں۔کل ایک ساتھی آیا کہتا ہے کہ جی:

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

مَیں نے کہا کہ آپ لوگوں نے یہ مصرع صرف سُنا ہوا ہے۔ یہ نہیں پتہ کہ اُس نے کہا کس کے لیے تھا۔ یہ اس لیے نہیں کہا تھا کہ آپ میرے پاس آئیں تو آپ کی لاٹری نکل آئے۔ وہ کہنے لگا کہ میری امریکہ کے لیے ویزے کی لاٹری نکل آئے۔ مَیں نے کہا سبحان اللہ! میری کتاب پڑھ کر تو نے یہ اثر لیا ہے کہ بڑے اُونچے بزرگ ہیں اور میری تقدیر بدل جائے گی، تقدیر بدلنی ہے تو دِل کی بدلو۔ ہم صوفی لوگ جو ہیں بڑے سنگدل ہوتے ہیں، ہم لوگ ان چھوٹی چھوٹی باتوں پہ دھیان نہیں دیتے کہ یہ ہوجائے، وہ ہوجائے۔ زیادہ سے زیادہ ہم دُعا کر دیتے ہیں۔ کسی کا منجانب اللہ ہوجائے تو ٹھیک ہے۔ ہمارا کیا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ آڈّا لگا دیں کہ ہم نے اللہ تعالیٰ سے یہ چیز منوانی ہے۔ کیوں منوانی ہے؟ اللہ تعالیٰ کا ایک نظام ہے، اس کے مطابق کیوں نہ چلیں؟ ہمارا کام صرف یہی ہے کہ ہم دُعا مانگیں، منظور کرنا اس کا اپنا کام ہے۔ اور مَیں نے تو جو دُعا مانگنی تھی وہ مانگ لی اور آڈّا بھی لگایا۔

آڈّا اس بات پہ لگایا کہ جب مجھے قطبِ وحدت کا منصب عطا کیا گیا تو پہلا کام مَیں نے یہ کیا کہ بھئی! روس کو یہاں افغانستان سے نکالو۔ لیکن جب فائل منگوائی تو پتہ چلا کہ 110 سال کا یہ وقفہ ہے۔ گویا کہ 110 سال روس بہادر نے یہاں پہ رہنا ہے۔ جس طرح برصغیر میں دوسری اقوام آئیں، Dutch بھی آئے، مرویزی بھی آئے۔ Spanish اور فرانسیسی بھی آئے اور انگریز بھی آئے، ان کا قدم جم گیا اور پھر انہوں نے سو سال یہاں پہ حکومت کی۔ تو اسی طرح وہ جو قوم افغانستان میں آئی تھی، اس کا ٹارگٹ صرف افغانستان نہیں تھا بلکہ پاکستان اور ایران بھی تھا۔ گرم پانیوں تک اُس نے پہنچنا تھا اور سارے وسائل پر اس نے قبضہ کرنا تھا۔ تو مَیں نے فائل جب دیکھی تو مَیں نے کہا کہ جی 110 سال نہیں بلکہ 100 سال کاٹ دیں اور صرف دس سال۔ تو اہلِ برزخ میں تھرتھلی مچ گئی، ایک بھونچال آ گیا کہ اس نے کر کیا دیا ہے، ہو کیا گیا ہے، یہ اس نے فیصلہ کیا کیا ہے؟ سارے مشائخ یہ جتنے بھی ہیں، یہ سب میرے مشائخ ہیں، سب پریشان ہوگئے کہ اتنا بڑا فیصلہ اس نے کر دیا ہے۔ کہتا ہے کہ اس میں سے 100 سال نکال دیں، صرف 10 سال میں اس کو واپس کرنا ہے۔ کیسے کرنا ہے، کیا کرنا ہے؟ یہ ایک الگ کہانی ہے۔ آپ میں یہ استطاعت نہیں کہ آپ کو بتائی جائے۔ تھوڑا سا حال

جو ہے، اس مرتضیٰ شاہ کو پتہ ہے کہ ہم نے کیا کیا منوایا۔ مَیں نے دربارِ اقدس ﷺ سے معاملہ پاس کروایا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو کہتا ہے کرو۔

اس لیے دنیاوی اگر آپ کے کوئی مسائل ہیں، کوئی پریشانیاں ہیں، تو مَیں تو صرف دُعا کروں گا، آگے اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے۔ مَیں تو زیادہ سے زیادہ یہ کرسکتا ہوں کہ اگر آپ کی دس سال میں مراقبات کرنے کی استعداد ہے تو مَیں آپ کو ایک مہینے میں کرادوں۔ باقی اور کوئی مجھ سے توقع مت کریں اور نہ ہی مجھے یہ غرض ہے کہ لاکھوں لوگ میرے پاس آئیں۔

میری کیا کیفیت ہے، میرا کیا مقام ہے، میرا کیا منصب ہے، کیا میری روحانی حیثیت ہے، یہ آپ لوگ سمجھ ہی نہیں سکتے۔ اہلِ برزخ بھی نہیں سمجھ رہے، آپ لوگوں نے کیا سمجھنا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کے حصے میں یہ نسبت لکھ دی تھی کہ آپ کو یہ نسبت مل جائے، اگر آپ کی قسمت میں یہ تھا، کسی بہانے سے آگئے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں، آپ تو بہت خوش نصیب ہیں۔ بے شمار آپ کے بہن بھائی ہیں جو کتاب پڑھتے، سنتے ہیں، اُٹھا کر رکھ دیتے ہیں۔ ان پر اثر نہیں ہوتا، تو شکر کریں کہ آپ آگئے، کسی بہانے، چاہے جلدی آئے، چاہے مشکل سے آئے، آ تو گئے۔ اور اب اگر آپ چلے بھی جائیں، ساری عمر نہ آئیں تو کچھ نہ کچھ آپ کو مل چکا ہے۔ برزخ میں پہنچیں گے تو آپ کا اکاؤنٹ تیار ہوگا، آپ کے گھر میں پہنچ چکا ہوگا۔ آپ کو پتہ چل جائے گا کہ یہ جو مکان ملا ہے، یہ کیسے ملا ہے۔ اس میں جو آرائشیں وزیبائشیں ہیں، یہ کیسے ملی ہیں۔ بہت سی باتیں کرنے کی نہیں ہوتیں، سمجھانے کی ہوتی ہیں۔ نئے ساتھی ہوتے ہیں، وہ باتیں باہر لے جاتے ہیں، دوسرے لوگوں کے، جو غیر محرم لوگ ہیں، ان کے سامنے کرتے ہیں تو بات کہاں سے کہاں پہنچ جاتی ہے۔ اس لیے مَیں پرہیز کرتا ہوں کہ اپنی کیفیات کو چھپایا جائے۔ لیکن بعض اوقات سمجھانے کے لیے، یہ جو جتنی باتیں کی ہیں آپ کو سمجھانے کے لیے کی ہیں۔ اس لیے کہ بعض ساتھی تقاضا کررہے تھے کہ جی ہم کافی عرصے سے بیٹھے ہوئے ہیں مقامِ تقرب پر، آگے نہیں لے جاتے۔ تو جب تکلیف آتی ہے تو اس وقت وہ باں باں کرنا شروع کردیتے ہیں۔ یہ بیماری آگئی، یہ مسئلہ ہوگیا، یہ پریشانی آگئی۔ اس لیے آگے جو ہے مجھ پہ چھوڑیں۔ جزاك الله

☆13 جولائی 1997ء اتوار

ساتھیو! آپ کی رہنمائی کے لیے چند گزارشات ہیں۔ ربیع الاوّل کا مبارک مہینہ ہے اور جمعرات و جمعے کی درمیانی شب میلاد النبی ﷺ کی بابرکت رات ہے۔کوشش کریں کہ ان دنوں اور خاص کر اس رات کو زیادہ سے زیادہ درود شریف کا نذرانہ نبیِ کریم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں پیش کر سکیں۔ میلاد النبی ﷺ مختلف طریقوں سے منائی جاتی ہے۔ انفرادی طور پر بھی منائی جاتی ہے اور اجتماعی طور پر بھی۔ مساجد میں اور محلّوں میں محفلیں اور اجتماعات منعقد کیے جاتے ہیں، جلسے جلوس ہوتے ہیں۔مَیں آپ کو ان محفلوں اور اجتماعات میں جانے سے روکتا نہیں۔ ہر گروپ یہ اسلامی تہوار مثلاً عید میلاد النبی ﷺ ، شبِ برات اور معراج النبی ﷺ وغیرہ اپنے اپنے طریقے سے مناتا ہے۔ میرے اپنے مسائل اور دشواریاں ہیں کہ اجتماعی صورت میں یہ تہوار نہیں منا سکتا، انتظامی مسائل ہیں، Accommodation (رہائش) کا مسئلہ ہے۔ میری گزارش ہے کہ اجتماعات میں جانے کے بجائے گھر میں علیٰحدہ کسی کونے کھدرے میں بیٹھ کر توجہ سے زیادہ سے زیادہ درود شریف کا نذرانہ پیش کریں تو یہ آپ کے لیے زیادہ بابرکت ہے۔

دوسری بات آپ سے مَیں نے یہ کہنی ہے کہ مَیں نے کتاب میں لکھا ہے کہ تصوّف وسلوک کا مقصد تزکیۂِ باطن اور سیرت و کردار کی تشکیل ہے۔ میرے نوٹس میں یہ بات آئی ہے کہ چند ساتھی گھر والوں کو پریشان کرتے ہیں۔اُن کے اَخلاق سے ماں باپ، اعزہ واقربا مطمئن نہیں۔ والدین پہ دھونس جماتے ہیں، بدتمیزی، بداخلاقی، بدزبانی اور گالی گلوچ کرتے ہیں۔ یہ حال ہے تو نماز اور درود شریف کا آپ کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔آپ کی بداخلاقی میری بدنامی کا باعث ہے۔لوگ کہیں گے کہ یہ کمالؔ صاحب کا کیسا مرید ہے، کیسا ساتھی ہے؟ یہی اس کا اخلاق و کردار ہے، یہ اس کی تربیت ہے، یہی اس نے ان محفلوں میں سیکھا ہے؟ اگر اَخلاق نہیں سنوار سکا، عادات بہتر نہیں ہوئیں، تو یہ سب کچھ بیکار ہے۔ میرے علم میں آیا ہے کہ کچھ ساتھی اپنے گھروں میں انتہائی بداخلاقی کا مظاہرہ کرتے ہیں، نہایت گندی زبان استعمال کرتے ہیں، جس کی گھٹیا لوگوں سے بھی توقع نہیں کی جاسکتی۔

سرگودھا کا ایک نوجوان ہے، محفل میں موجود ہے۔ روزانہ کا 50 ہزار سے ایک لاکھ کے درمیان درود شریف پڑھتا ہے۔ تقریباً ہر اتوار کو آتا ہے، لیکن ماں باپ کا نافرمان ہے۔ نہ خود کوئی کام کرتا ہے، نہ کام کاج میں ماں باپ کی مدد کرتا ہے۔ فارغ پھرتا ہے، یہاں آنے کے لیے ماں باپ سے لڑ جھگڑ کے پیسے لیتا ہے۔ بھئی! یہ کیسی دینداری ہے؟ لعنت ہے آپ کی اس زندگی پر، کام کرو، مستری مزدوروں کے ساتھ لگ جاؤ، کرنا چاہو تو بے شمار کام کر سکتے ہو۔ تم توقع کرتے ہو کہ خود فارغ پھرو اور ماں باپ اپنے خون پسینے کی کمائی تمہارے سپرد کریں، کیوں نکھٹو؟ خود کیوں نہیں کماتے؟ ایسے ساتھی جو ماں باپ پر بوجھ ہیں وہ مجھ پر بھی بوجھ ہیں۔ ماں باپ کو اذیت دیتے ہیں تو مجھے بھی اذیت پہنچتی ہے۔ یہ سب کس کھاتے میں جائے گا؟

قرآنِ پاک میں تو اللہ کریم نے فرمایا کہ ''والدین کو اُف بھی نہ کہو۔'' ماں کے قدموں میں جنت ہے۔ والدین کا نافرمان تو دوزخی ہے۔ آپ کے اخلاق و اعمال ٹھیک نہیں تو نماز اور درود شریف ضائع ہو گئے۔ ایسی عبادت کا کوئی فائدہ نہیں جو آپ کے اخلاق نہ ٹھیک کر سکے۔ اپنے اَخلاق ٹھیک کریں، مجھے بڑی کوفت ہوتی ہے۔ آپ یہاں آتے ہیں تو میرا فرض ہے کہ مَیں آپ کی رہنمائی کروں۔ اب یہ نہیں کرنا کہ گھر جا کر ماں باپ کا گریبان پکڑ لو کہ حضرت جی سے بات کیوں کی؟ مجھے آپ کی اصلاح کرنا ہے۔ مجھے خوشی ہو گی کہ اپنی محنت سے کمائیں اور یہاں آئیں۔ بجائے ماں باپ سے مانگنے کے مجھ سے کرایہ مانگ لیں تو میرے لیے آسانی ہو گی، بجائے اس کے کہ مَیں سُنوں کہ دھونس جما کر والدین سے رقم لی ہے۔

تیسری بات یہ کہ ہر اتوار کو نماز سے پہلے لنگر کا ٹائم بارہ بجے سے ساڑھے بارہ بجے ہے۔ ایک بجے نماز اور اس کے بعد ذکر ہوتا ہے۔ آپ کو جتنی ڈِھیل دی جاتی ہے، آپ اور ڈِھیلے ہو جاتے ہیں۔ جب مَیں نماز کے لیے باہر آیا تو مَیں نے دیکھا ہے کہ اُس وقت کچھ بیبیاں آئیں۔ اس طرح کھانا دینے والی بیبیوں کے لیے دقت ہوتی ہے۔ اُنہوں نے وضو کرنا ہوتا ہے، سنتیں ادا کرنا ہوتی ہیں۔ آپ کے دیر سے آنے سے ورکرز کے لیے دشواری ہو جاتی ہے۔ مرد حضرات بھی اسی طرح کرتے ہیں۔

آپ کوشش کریں کہ 12:00 بجے تک یہاں پہنچ جائیں۔ آپ نے کئی مسائل بیان کرنے ہوتے ہیں۔ اتنا وقت لے کر آیا کریں کہ مسائل بھی بتا سکیں اور کھانا کھا کر نماز سے پہلے فارغ ہو جایا کریں۔

چوتھی گزارش یہ ہے کہ آپ سب میرے روحانی بیٹے ہیں، مجھے عزیز ہیں۔ لیکن سچی بات یہ ہے کہ بیس، پچیس افراد وہ ہیں کہ جب 1989ء میں دارالفیضان بنا تو اُنہوں نے دن رات کام کیا۔ اب مسجد تعمیر ہوئی ہے تو بھی دن رات انتھک محنت کی ہے۔ آپ سب کا بھی فرض بنتا تھا کہ تعاون کرتے لیکن آپ اپنے دھندوں اور مشاغل سے فرصت نہیں نکال پائے۔ اُنہوں نے محنت کی۔ راتوں کو 12:00 بجے تک جاگے، اپنے گھر والوں سے جھڑکیاں بھی کھائی ہوں گی، باتیں بھی سُنی ہونگی کہ پیر صاحب کے کام کرتا پھرتا ہے۔ تو بھئی! اب پھل بھی اُنہوں نے ہی کھانا ہے۔ میلاد شریف، شبِ برات یا دیگر خصوصی تہواروں میں، مَیں آپ سب کو Accommodate نہیں کر سکتا، دعوتِ عام نہیں دے سکتا۔

آپ نے دیکھا تھا کہ سالانہ اجتماع میں دعوتِ عام تھی تو بیسمنٹ (Basement) مسجد، چھت، پلاٹ اور شامیانے بھرے ہوئے تھے۔ عورتوں کے علٰیحدہ شامیانے تھے۔ اِذنِ عام ہو تو ان تہواروں پہ بھی یہی کیفیت ہو گی۔ کھانے کی بات نہیں، دیگیں پکائی جا سکتی ہیں۔ لیکن موسم کبھی کیسے ہوتا ہے، کبھی کیسے۔ انتظام کرنا مشکل ہے۔ تو آپ ان 20-25 ساتھیوں کی رِیس نہ کریں، گھر میں تہوار منائیں۔ یہ نہ سوچیں کہ میرے گاؤں کا فلاں ساتھی گیا، میں کیوں نہ جاؤں۔ جنہوں نے خدمت میں حصہ لیا، وہ سبقت لے گئے۔ آپ نہیں آئے، بیٹھے رہے، اب بھی بیٹھے رہیں۔ وہ دن کو آئیں، رات کو آئیں، اُن کے لیے دارالفیضان کے گیٹ کُھلے ہیں، جب چاہیں آئیں۔ بھوکے بھی رہ لیں گے تو ہوٹل سے کھا پی لیں گے۔ مجھ سے نہیں کہیں گے، شکوہ نہیں کریں گے، باتیں نہیں بنائیں گے۔

ایک اور گزارش ہے کہ جب میری کتاب کسی کو دیتے ہیں تو اُن کو یہ بھی بتا دیا کریں کہ اتوار کو ذکر کی محفل ہوتی ہے۔ اتوار کے علاوہ جب دُور سے کوئی ساتھی آتا ہے تو مجھے بڑی پریشانی ہوتی ہے۔ میرے بھی سو مسائل ہیں۔ آپ خود ہی بتائیں کہ اچانک 12:00 بجے کوئی آئے اور مَیں اُسے کھانے

کا نہ پوچھوں تو مجھے بھی کوفت ہوتی ہے اور آنے والے کو بھی۔ لنگر کا اہتمام تو اتوار کو ہوتا ہے۔ لنگر کی تیاری کے لیے ہفتے کی شام کو کچھ ساتھی پہنچ جاتے ہیں، دالیں صاف کرتے ہیں اور صبح سویرے کھانا تیار کرنے لگ جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہفتے کے دوران جو بھی آتا ہے، مجھے پریشانی ہوتی ہے۔ فیض لینے دینے کا معاملہ بڑا نازک ہوتا ہے۔ جب مرشد کے دِل میں ملال آئے گا تو فیض میں کمی آ جائے گی۔ مثلاً کوئی ساتھی اتوار کے علاوہ آتا ہے اور بتاتا ہے کہ مجھے مرتضٰی شاہ نے بھیجا ہے اور میرے لیے بے وقت تکلیف کا موجب بنتا ہے تو میری پریشانی اور تکلیف سے دونوں کا نقصان ہو جائے گا۔ اتوار کی محفلِ ذکر خصوصی اور بابرکت محفل ہوتی ہے، اس میں شیخ کی توجہ شامل ہوتی ہے۔ بزرگوں اور مشائخ کی توجہ شامل ہوتی ہے اور بعض اوقات آنحضور ﷺ کی ذاتی توجہ شاملِ حال ہوتی ہے۔ اجتماعی دُعا ہوتی ہے، آپ اپنے مسائل پیش کرتے ہیں، آپ کی دُعا بھی قبول ہو جاتی ہے۔ اس لیے مناسب یہی ہے کہ اتوار کو آئیں۔

اگر مقامی ساتھی جمعے کو آئیں تو میرے لیے مسئلہ نہیں ہوتا، لیکن باہر کے آئیں تو میرے لیے مسئلہ بن جاتا ہے، اُن کے کھانے کا انتظام کرنا پڑتا ہے۔ کھانے کا نہ پوچھوں تو آنے والا محسوس کرتا ہے کہ اچھے پیر صاحب ہیں، خانقاہوں میں کھانے کو ملتا ہے، یہاں کسی نے پوچھا نہیں۔ تو اس خانقاہ کا اپنا ڈسپلن ہے۔ یہ بھی آپ کے لیے امتحان ہے کہ آپ اپنی سہولت دیکھتے ہیں یا میری سہولت دیکھتے ہیں۔ آپ یہ سوچ کر اتوار کے علاوہ آ جاتے ہیں کہ اتوار کو رش ہوتا ہے، دوسرے دنوں میں آسانی سے بات کر سکیں گے تو میرے لیے کھانے کا مسئلہ بن جاتا ہے۔ اتوار کو آئیں تاکہ مجھے بھی سکون ہو۔ یہ جو بیس پچیس ساتھی ہیں۔ یہ میرے بھی خادِم ہیں اور آپ کے بھی خادِم ہیں۔ آپ تمام ساتھیوں میں سے صرف ان کے دِل میں خود خواہش پیدا ہوئی کہ دارالفیضان اور مسجد کی خدمت کرنی ہے، مرشد کی خدمت کرنی ہے اور دربارِ اقدس ﷺ میں ان کو خُدّام کا درجہ مل گیا۔

رمضان شریف کے روزے فرض ہیں۔ آپ اگر روزہ چھوڑ دیتے ہیں تو فرض روزے کی جو

برکات ضائع ہوگئیں، اُن کی تلافی نہیں ہوسکتی۔ دارالفیضان کی تعمیر کا Credit جن کو ملنا تھا، مل گیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی ہمت، طلب اور کوشش سے راضی رہیں۔ مَیں اُن پہ خوش ہوں کہ اُنہوں نے اپنے گھروں کے کام بھی اتنی دلچسپی، دِلجمعی اور محنت سے نہیں کیے ہوں گے، جیسے یہاں کر گئے۔ یہ مَیں بار بار اس لیے دہرا رہا ہوں کہ ایک ہی گاؤں کے پندرہ بیس ساتھی ہیں، جن میں سے ایک آتا ہے تو دوسروں کو گلہ نہ رہے۔ تب آپ کو اپنے کام پیارے تھے، مسائل سدِّ راہ بنے رہے، آرام کرتے رہے۔ اس لیے مہربانی کر کے ان ساتھیوں کی رِیس نہ کریں۔ جزاك اللّٰه

☆☆☆

☆20 جولائی 1997ء اتوار

مَیں نے بڑی سختی سے ہدایت کی تھی کہ دارالفیضان میں گنجائش نہیں ہوتی، اس لیے ورکرز اور خُدّام کے علاوہ میلادالنبی ﷺ کی رات کسی کو یہاں آنے کی اجازت نہیں۔ لیکن میرے منع کرنے کے باوجود چند ساتھی یہ سوچ کر کہ ہم نے بھی یہاں ایک دن اینٹیں اور گارا اُٹھایا تھا، آ گئے۔ پُرانے ساتھیوں، ندیم، تنویر اور اشفاق وغیرہ کو تو مَیں منع کر دوں اور نئے ساتھی آ جائیں تو یہ بات اچھی نہیں۔ بہرحال مجھے اندازہ ہو گیا ہے کہ ساتھیوں کا شوق ہوتا ہے، اس لیے مَیں نے یہ سوچا ہے کہ سالانہ اجتماع کی طرح آئندہ میلاد شریف کی رات بھی اِذنِ عام ہوگا۔

لیکن اس بات کا خیال رکھیں کہ دس سال سے کم عمر بچہ نہیں آئے گا۔ اس بار تقریباً بیس خواتین تھیں۔ دو بیبیاں بچوں کو چپ کراتی رہیں۔ اُن کے چپ کرانے کا شور اتنا تھا کہ اندر والی بیبیاں ڈسٹرب ہو رہی تھیں۔ حیرت ہے کہ مَیں بار بار اعلان کرتا ہوں، اس کے باوجود آپ پروا نہیں کرتے۔ آج بھی ایک بی بی کے ساتھ بچہ ہے، کہنے لگی کہ پہلی بار آئی ہے۔ لیکن ان بی بی کو جو ساتھ لایا ہے، اُسے تو علم تھا کہ بچے کو نہیں لے جانا۔ آپ نے من مانی کرنی ہے تو فیض کیا لینا ہے، چھوٹی سی بات میں اطاعت نہیں کر سکتے تو بڑی بات میں کیا اطاعت کریں گے؟ روحانیت میں تو اطاعت ہی فیض ہے۔

جب بچے لے آتے ہیں تو مجھے ناگوار گزرتا ہے۔ میری طبیعت میں ملال آتا ہے تو آپ کا نقصان ہو جاتا ہے۔ آپ سفر کی تکلیف برداشت کرتے ہیں اور یہاں آتے ہیں۔ یہ جو خلاف ورزی کرتے ہیں تو آپ کے سارے کیے کرائے پہ پانی پھر جاتا ہے۔ آئندہ مَیں بچوں والوں کو واپس بھیج دوں گا۔

آپ سوچ بھی نہیں سکتے کہ مجھ پر کس قدر پابندیاں ہیں۔ میرا ایک ایک لمحہ قیمتی ہوتا ہے۔ آپ اتوار کے علاوہ آ جاتے ہیں تو میرا وقت ضائع ہوتا ہے۔ میری روحانی ڈیوٹیاں ہیں۔ روحانی معاملات پر بات ہو رہی ہوتی ہے۔ آپ آتے ہیں تو خلل پڑنے سے سارا کام ادھورا رہ جاتا ہے، میرے پڑھنے پڑھانے کے معمول میں خلل پڑتا ہے۔ یہ ذکر کے دوران جو ملاقات ہو جاتی ہے، وہی کافی ہے۔

اب جن ساتھیوں نے کوئی خاص بات کرنی ہوتی ہے، وہ تو بیشک بیٹھے رہا کریں۔ یہاں فارغ ہونے کے بعد مَیں اندر جاتا ہوں، بیبیوں کو رخصت کرتا ہوں، پھر بعض اوقات باہر آ جاتا ہوں۔ لیکن جو لوگ صرف ذکر کے لئے آتے ہیں، ان کا تو کوئی معاملہ، مسئلہ نہیں ہوتا۔ تو انھیں چاہیے کہ جب یہاں مجھ سے ایک دفعہ ملاقات کر لیتے ہیں، جاتے ہوئے جب آپ سے مصافحہ کر لیتا ہوں تو پھر مَیں یہ فرض کر لیتا ہوں کہ آپ مجھ سے فارغ ہیں اور آپ کو چلے جانا چاہیے۔ جن لوگوں نے کام کرنا ہوتا ہے، اُن کی تو مجبوری ہے، انھوں نے ٹھہرنا ہے۔ پھر باقی ساتھی فراغت پا چکے ہوتے ہیں۔ اور اگر آپ پھر بھی ٹھہرتے ہیں تو وہ میرے ذہن پر بوجھ ہوتا ہے۔ وہ مجھے کوئی خوشی نہیں ہوتی۔ آپ تو سمجھتے ہیں کہ دارالفیضان میں زیادہ ٹائم لگائیں گے تو شاید زیادہ فیض ملے گا۔ فیض وہی ہے جو آپ یہاں میرے ساتھ ذکر میں شامل ہوئے، میری توجہ حاصل ہو گئی۔ اس کے بعد جب آپ کو رخصت کر دیا جاتا ہے تو پھر آپ کو چلے جانا چاہیے۔ شکریہ۔

☆☆☆

☆10 اگست 1997ء اتوار

ساتھیو! ایک بار پھر آپ کو یاد دہانی کرانا مقصود ہے کہ یہ جو ذکر و مراقبہ ہوتا ہے، یہ مکمل خاموشی اور سکون کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ جب اِدھر اُدھر شور ہو، خاص طور پر بچوں کی دھما چوکڑی ہو تو نہ تو ذکر ہوتا

ہے اور نہ ہی مراقبہ۔ بہت سے لوگ بڑا ایثار کرتے ہیں۔ اپنے کام کاج کو چھوڑتے ہیں، پیسہ لگاتے ہیں، تکلیف اُٹھاتے ہیں اور یہاں پہ آتے ہیں۔ اگر اُن کا مقصد پورا نہ ہو تو یہ سارا اُن کا آنا جانا بیکار گیا۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ آپ کون سی زبان سمجھتے ہیں۔ جب مَیں بار بار کہتا ہوں کہ بچوں کو نہ لائیں، اس طرح آپ کا بھی نقصان ہوگا اور آپ کے ساتھیوں کا بھی۔ تو بھائی اس کو میلہ کیوں بنا رہے ہیں؟ اگر میری زندگی میں یہ عالم ہے کہ مَیں بار بار کہتا ہوں کہ چھوٹے بچوں کو نہ لائیں اور آپ لے آتے ہیں، تو پھر میرے بعد یہاں کیا صورتحال ہوگی؟ اس کا مَیں خوب اندازہ کر سکتا ہوں۔ پھر وہی رسم رہ جائے گی کہ سلام کیا، تبرک کھایا اور چلے گئے جبکہ فیض رُک گیا۔ باقی خانقاہوں میں اور یہاں اس خانقاہ میں جو بنیادی فرق ہے، وہ یہی ہے کہ یہاں پہ ذکر ہوتا ہے، لطائف ہوتے ہیں، مراقبات ہوتے ہیں اور یہ تبھی ممکن ہوتے ہیں کہ یہاں پہ مکمل خاموشی اور سکوت ہو۔ بلکہ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ میرے خیال میں تو یہ جو مسجد کا محلِ وقوع ہے، مناسب نہیں ہے، اس لیے جی ٹی روڈ کا فاصلہ زیادہ دُور نہیں ہے اور وہاں سے ہر وقت جو شور رہتا ہے وہ یہاں پر بھی پہنچتا ہے۔ یہ جو بسوں کا شور ہے، آپ کو شاید پتہ نہ لگے لیکن مجھے گراں گزرتا ہے۔

جن لوگوں کے یہ سبق ہوتے تھے، اُن کو تو غاروں اور تہہ خانوں میں بٹھا دیا جاتا تھا کہ کوئی آواز اُن کے کانوں تک نہ پہنچے۔ کانوں میں روئی ٹھونس کر وہ بیٹھتے تھے، مکمل اندھیرے میں رہتے تھے۔ کئی کئی گھنٹے اس کیفیت میں رہتے، تب کہیں جا کر اُن کو ایک آدھ مراقبہ حاصل ہوتا تھا۔

اب اگر یہ دریا، سمندر موجزن ہے تو اس کا فائدہ اُٹھائیں اور کم از کم اتنا تو کریں کہ ہم یہاں بیٹھ کے سکون سے تھوڑی دیر کے لیے اپنا مراقبہ کر سکیں۔ جو ساتھی کسی کو دعوت دیتے ہیں، بڑی اچھی بات ہے، بہت اچھا نیک کام کر رہے ہیں۔ اپنی آخرت بھی سنوار رہے ہیں اور دوسروں کا بھی بھلا کر رہے ہیں۔ مگر ساتھ ساتھ آپ کا یہ بھی تو فرض ہے کہ اُن کو بتائیں کہ بی بی آپ ناسمجھ اور چھوٹے بچوں کو نہ لے جائیں۔ انہیں تو یہاں کے آداب کا پتہ نہیں ہے، نہ اہمیت کا پتہ ہے، نہ اس چیز کو وہ سمجھتے ہیں کہ یہ کتنی بڑی نعمت ہے۔ یہ تو آپ نے گوش گزار کرنا ہوتا ہے۔ آپ محض یہ سمجھتے ہیں کہ اُن کو کسی طریقے

سے، بہانے سے، بہلا پھُسلا کر یہاں پہ لے آئے تو کام بن گیا، یہ بات نہیں ہے۔ پہلے تو اُن کو کتاب پڑھوائیں۔ کتاب پڑھنے کے بعد اگر اُن کا ذہن بنتا ہے، اُن کا دِل قبول کرتا ہے، تو اُن کو ساتھ لائیں۔ ورنہ ذکر کی تلقین کر دیں، درود شریف بتا دیں۔ اتنا بھی کوئی کرتا رہے گا تو ان شاءاللہ وہ کچھ نہ کچھ، کسی نہ کسی درجے میں فیض حاصل کر پائے گا۔ ایک آدمی جب کتاب پڑھ کر یہاں آئے گا تو وہ اس چیز کو زیادہ سمجھے گا کہ یہاں پر کیا کچھ حاصل ہوتا ہے۔ بالکل نیا آدمی جب آتا ہے تو وہ کبھی اِدھر دیکھتا ہے، کبھی اُدھر دیکھتا ہے اور کبھی مجھے دیکھتا ہے کہ کہہ رہے ہیں آنکھیں بند کرو اور خود اپنی آنکھیں کھُلی ہوئی ہیں۔ اس بات پر بے چارہ پریشان ہو جاتا ہے کہ خود حضرت صاحب آنکھیں کھول کر دیکھ رہے ہیں اور ہمیں کہتے ہیں کہ آنکھیں بند کرو۔ پہلے تو میرا یہی تضاد اُن کے ذہن کو پراگندہ کر دیتا ہے۔ بھائی! اُن کو بتائیں کہ آپ نئے لوگ ہیں، آپ کے لیے آنکھیں بند کرنا ضروری ہیں۔ میرے مقام تک پہنچنے کے لیے آپ کو کم از کم دس ہزار سال چاہییں۔

اس لیے میری رِیس نہ کریں اور نہ یہ تصوّر کریں کہ حضرت صاحب نے تو آنکھیں کھولی ہوئی ہیں، ہر طرف دیکھ رہے ہیں۔ مَیں جو دیکھ رہا ہوتا ہوں، میرے دیکھنے میں بھی کچھ مقصد ہوتا ہے۔ اس لیے آئندہ آپ کسی لڑکے کو جو دس، بارہ سال تک یعنی وہ لڑکا جو نماز پڑھتا ہے، اُس کو اتنا شعور ہے کہ وہ نماز ادا کر سکتا ہے، اُس کو تو لے آئیں۔ اُس کو پہلے ذکر کا طریقہ بھی بتائیں، گھر میں بتائیں کہ بھائی وہاں ذکر ہوتا ہے جس کی بڑی فضیلت ہے، تاکہ اُس کا ذہن بنے کہ میں کہاں جا رہا ہوں۔ میرے اپنے بچے آتے ہیں، پوتے، پوتیاں بھی آتے ہیں جو مجھے گراں گزرتا ہے۔ اس لیے مہربانی کریں، میرے ساتھ تعاون کریں اور چھوٹے بچوں کو قطعی نہ لائیں۔

جزاك اللّٰه

اب ساتھی جاسکیں گے، بیبیاں جو ہیں وہ آپ کا انتظار کریں گی۔ باہر آپ جائیں، اُن کا انتظار کریں، بڑے گیٹ کے سامنے کھڑے ہوں۔ جوں جوں آئیں گی، آپ اپنی اپنی منزل پہ چلے جائیں۔ شکریہ۔

☆17اگست 1997ء اتوار

ساتھیو! دو گزارشیں ہیں۔ پہلے جب دس بجے ذکر ہوتا تھا تو آپ بڑی آسانی سے پہنچ جاتے تھے۔ پھر آپ کو مزید مہلت ملی کہ ایک بجے ذکر ہوا کرے گا، تو اس کو آپ نے کچھ زیادہ ہی انجوائے کرنا شروع کر دیا ہے۔ اب حالت یہ ہے کہ آپ ایک بجے تک آتے رہتے ہیں اور جن ساتھیوں نے کھانا کھلانا ہوتا ہے، اُن کو کوئی پتہ نہیں ہوتا کہ کتنے ساتھی آئیں گے۔ اُن کا اندازہ بعض دفعہ غلط ہو جاتا ہے۔ اچانک ساتھی زیادہ آجاتے ہیں، روٹیاں کم پڑ جاتی ہیں اور پھر اُن کو آدمی شہر دوڑانا پڑتا ہے۔ وہاں سے لانے میں تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ لگ جاتا ہے۔ آدمی جاتا ہے، نئے سرے سے روٹیوں کا آرڈر دیتا ہے اور پکوا کے لاتا ہے۔ اگر آپ گیارہ بجے یہاں پہنچ جائیں تو بہت ٹائم ہوتا ہے۔ بڑی آسانی سے آپ اگر صبح سویرے تیار ہوں تو گیارہ بجے یہاں پہنچ جائیں۔ جو یہاں پہ کارکن ہیں، اُن کو پتہ چل جائے، اندازہ ہو جائے کہ اتنے ساتھی ہیں۔ اُس کے مطابق اگر انھوں نے کوئی کمی بیشی کرنی ہے تو مزید جا کے وہ روٹیاں لے آئیں۔ اسی طرح سالن اگر وہ سمجھتے ہیں کہ تھوڑا ہے تو اس میں بھی اضافہ کر سکتے ہیں۔ یہ جو آپ دیر تک آتے رہتے ہیں، اس میں ہمیں بڑی دقّت ہو رہی ہے۔ پھر ایسا ہوتا ہے کہ بعض اوقات نماز اور ذکر کے بعد ساتھیوں کو یہ کھانا کھلاتے ہیں، اس طرح بہت دیر ہو جاتی ہے۔ اُنھوں نے بھی آپ کی طرح واپس اپنے گھروں میں جانا ہوتا ہے۔ یہ جو کارکن ہیں، پانچ سات آدمی، ان کو بھی سفر کرنا ہوتا ہے اور اپنے گھروں مس پہنچنا ہوتا ہے۔ یہ آپ کو کھانا کھلانے کے بعد برتن اکٹھے کرتے ہیں، اُن کو دھوتے ہیں، سنوارتے ہیں، پھر اُن کو اپنے سلیقے سے رکھتے ہیں، تب جاتے ہیں۔

تو آپ تھوڑا سا تعاون کریں۔ اپنی زندگی کا اصول بنا لیں کہ آپ کہیں بھی جائیں، دوسروں کے لیے مشکل پیدا نہ کریں بلکہ اُن کے لیے آسانی پیدا کریں۔ جب آپ نے آنا ہی ہے تو ایک آدھ گھنٹہ، ڈیڑھ گھنٹہ پہلے پہنچ جائیں۔ یہاں آ کے آپ تسبیحات پڑھیں، درود شریف پڑھیں، ذکر کریں۔ وہ جو ڈیڑھ دو گھنٹے آپ اضافی گزاریں گے یہاں دارالفیضان میں، اُس کا بھی آپ کو اجر ملے گا۔ آپ کی ایک لمحہ کی جو یہاں پہ موجودگی ہے، وہ بھی آپ کے لیے بہت فائدہ مند ہوتی ہے۔

آپ یہ تصوّر نہ کریں کہ ہم نے ٹھیک ایک بجے ہی دارالفیضان پہنچنا ہے، ذکر کرنا ہے اور نماز پڑھ کے واپس آ جانا ہے۔ اگر آپ گیارہ بجے تک یہاں پہنچ جائیں تو ہمارے لیے بہت سی آسانیاں پیدا ہو جائیں گی۔

دوسری بات کہ اگرچہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ پانی کا ہمارا مسئلہ حل ہوگیا ہے، بور کرالیا گیا ہے، پانی بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے کافی ہے، لیکن اس کے باوجود ایک اور دشواری یہ ہے کہ پانی والا ڈرم جسے جب پانی سے بھرتے ہیں تو اندازہ یہ ہوتا ہے کہ یہ ہمارے لیے کافی ہو جائے گا اور اگر خدانخواستہ بجلی چلی جائے تو پھر اُس کو بھرنا بھی ہمارے لیے مسئلہ بن جاتا ہے اور فیکٹری سے جو پانی آتا ہے، اُس کا پریشر اتنا Low ہوتا ہے کہ دن کو اوپر ڈرم میں پانی نہیں چڑھتا۔ مَیں نے دیکھا ہے کہ ساتھی آتے ہیں ،اُن کو شاید زیادہ گرمی لگتی ہے، وہ آ کے نہانا شروع کر دیتے ہیں۔ تو بھائی نہانے کی یہاں پہ گنجائش نہیں ہے۔ جب آپ صبح گھر سے اس نیّت سے چلتے ہیں تو ظاہر ہے آپ نہاتے ہوں گے اور کپڑے بھی بدلتے ہوں گے تو پھر کیا وجہ ہے کہ دو تین گھنٹوں کا سفر کرنے کے بعد آپ کو یہاں پر بھی ضرورت پڑ جاتی ہے کہ آپ دوبارہ نہائیں اور ٹھنڈا ہوئیں؟ تو اس کے لیے گنجائش نہیں ہے۔ پانی کے لیے تو ویسے بھی حضور ﷺ کی ہدایت یہ ہے کہ اگر آپ دریا کے کنارے بھی بیٹھے، وضو کر رہے ہوں تو بھی پانی کفایت سے استعمال کریں۔ اسی طرح جب آپ وضو کرتے ہیں تو ضروری نہیں کہ ٹونٹی (نلکا) آپ کُھلی چھوڑ دیں اور پھر آرام سے آپ دھوتے رہیں۔ بھائی اس کے لیے بھی آپ بچت کریں۔ پانی میں جتنی بچت ہوگی، اتنی ہی ہمارے لیے آسانی ہوگی۔

اب آپ میں سے جن ساتھیوں نے جانا ہے، وہ میرے ساتھ مصافحہ کر کے جا سکتے ہیں۔ اگر کسی نے کوئی بات کرنی ہے، پوچھنی ہے تو وہ بیٹھ کے میرے ساتھ بات کر سکتا ہے۔ جن ساتھیوں کے ساتھ بیبیاں ہیں، وہ سب سے پہلے مجھ سے مصافحہ کریں اور گیٹ کے باہر انتظار کریں تا کہ بیبیوں کو آپ کا انتظار نہ کرنا پڑے۔ شکریہ۔

☆☆☆

☆24اگست 1997اتوار

ساتھیو! پچھلے اتوار بھی گزارش کی تھی۔اب پھر دُہرا رہا ہوں کہ یہاں آپ کے لیے لنگر کا اہتمام ہوتا ہے اس خیال سے کہ لوگ دور سے آتے ہیں، گھر سے سویرے چلتے ہیں تو پھر ظاہر ہے کہ یہاں سے فارغ ہونے کے بعد اُن کو بھوک لگتی ہے تو اہتمام کیا جائے۔لیکن ہمیں اس میں بڑی دقّت پیش آ رہی ہے کہ آپ لوگ جان بوجھ کر دیر سے آنے لگے ہیں، حالانکہ آپ کو بہت ٹائم ملتا ہے۔ساڑھے گیارہ بجے تک ہر آدمی آسانی سے پہنچ سکتا ہے۔لیکن آپ سمجھتے ہیں کہ چونکہ ایک بجے جماعت کھڑی ہونی ہے، ہم پہنچ جائیں گے، کوئی حرج نہیں ہے۔اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہ جو ساتھی کارکن ہیں، ان کو پھر نماز اور ذکر کے بعد جو لوگ لیٹ آتے ہیں، اُن کو کھانا کھلانا پڑتا ہے۔اور جب آپ سارے چلے جاتے ہیں تو پھر یہ برتنوں کو صاف کرتے ہیں، اُن کو اپنے قرینے سے رکھتے ہیں۔اس طرح یہ بیچارے عصر تک کام میں جُتے رہتے ہیں۔انھوں نے بھی اپنے اپنے گھروں کو واپس جانا ہوتا ہے۔ان کو بھی کام ہوتے ہیں، ان کی بھی مصروفیات ہوتی ہیں، ان کا بھی لمبا سفر ہوتا ہے۔یہ جو پانچ سات ساتھی ہیں، انھوں نے رضا کارانہ طور پر اپنے آپ کو اس خدمت کے لیے وقف کر رکھا ہے۔اس لیے آئندہ جو لوگ آخری چوکی میں نہیں بیٹھیں گے اور جو بعد میں آئیں گے تو ہم یہ سمجھیں گے کہ وہ کھانا کھا کے آئے ہیں۔

اس لیے آپ لوگ تعاون کریں اور اگر آپ بروقت چل پڑیں تو بڑی آسانی سے ساڑھے گیارہ بجے تک یہاں پہنچ سکتے ہیں۔تو اس لحاظ سے گھنٹہ، ڈیڑھ گھنٹہ اضافی بھی دارالفیضان میں بیٹھے رہیں گے تو آپ کا فائدہ ہی ہوگا، بھلا ہی ہوگا۔جتنی دیر آپ یہاں بیٹھیں گے، درود شریف پڑھیں گے، ذکر کریں گے، اُس کا بھی اَجر مرتب ہوتا ہے۔تو اس لیے ہمارے ساتھ تعاون کریں تاکہ ساتھیوں کو زیادہ Fatigue (پریشانی) نہیں ہونی چاہیے۔

اب جن ساتھیوں نے کوئی خاص بات کرنی ہوتی ہے، وہ تو بیشک بیٹھے رہا کریں۔یہاں سے فارغ ہونے کے بعد مَیں اندر جاتا ہوں، بیبیوں کو رخصت کرتا ہوں، پھر باہر آ جاتا ہوں۔لیکن جو لوگ

صرف ذکر کے لیے آتے ہیں، اُن کا تو کوئی معاملہ، مسئلہ نہیں ہوتا۔ انھیں چاہیے کہ جب یہاں مجھ سے ایک دفعہ ملاقات کر لیتے ہیں اور جاتے ہوئے جب آپ سے مصافحہ کر لیتا ہوں تو پھر یہ فرض کر لیتا ہوں کہ آپ مجھ سے رخصت ہو چکے ہیں اور آپ کو چلے جانا چاہیے۔ جن لوگوں نے کام کرنا ہوتا ہے، اُن کی تو مجبوری ہے، انھوں نے ٹھہرنا ہوتا ہے۔ باقی ساتھی فراغت پا چکے ہوتے ہیں۔ اگر آپ پھر بھی ٹھہرتے ہیں تو وہ میرے ذہن پر بوجھ ہوتا ہے اور مجھے کوئی خوشی نہیں ہوتی۔ آپ سمجھتے ہیں زیادہ ٹائم لگائیں گے تو شاید زیادہ فیض ملے گا۔ فیض وہی ہے جو آپ یہاں میرے ساتھ ذکر میں شامل ہوئے، میری توجہ حاصل ہوگئی۔ اس کے بعد جب آپ کو رخصت کر دیا جاتا ہے تو پھر آپ کو چلے جانا چاہیے۔ شکریہ۔

☆☆☆

☆12 اکتوبر 1997ء اتوار

ساتھیو! ایک ضروری بات اس لیے کرنی ہے کہ مَیں آپ کا مرشد ہوں، شیخ ہوں۔ آپ نے مجھے اپنا رہنما تسلیم کیا ہوا ہے، اس لیے میرا فرض بنتا ہے کہ جہاں کسی سے کوتاہی ہو، مَیں اس کی نسبت آپ سے بات کروں۔ آگے اس پر عمل کرنا آپ کی اپنی صوابدید ہے۔ دین میں بعض اوقات ایسی چیزیں شامل کر لی جاتی ہیں جن کا کوئی جواز نہیں ہوتا اور بظاہر وہ عقیدت سے کی جاتی ہیں، محبت سے کی جاتی ہیں، مگر اُن کا ثواب کچھ نہیں ہوتا اور نقصان زیادہ ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک اذان کے ساتھ درود شریف کا پڑھنا ہے۔ یہ بدعت کب سے شروع ہوئی، یہ کھوج لگائیں تو زیادہ سے زیادہ پندرہ بیس سال پہلے کی بات ہے۔ اس سے پہلے یہ کوئی چیز نہیں تھی۔ ہوا کیا کہ کچھ نعت خوان قسم کے لوگ جن کو اپنا گلا، اپنی سُریلی آواز لوگوں تک پہنچانے کا شوق تھا۔ یہی لاؤڈ سپیکر (Loud Speaker) جب شروع ہوا تو علماء نے اس کی مخالفت کی، اس کو شیطانی آلہ قرار دیا، لیکن آج کوئی بھی مسجد اس سے خالی نہیں ہے۔ اور اگر کوئی خالی رکھنا چاہے تو رکھنے نہیں دیتے کہ جی ہم نے تو اذان لاؤڈ سپیکر پر دینی ہے۔ یہ اُن لوگوں کے اُس شوق کا مظاہرہ تھا کہ انہوں نے نعت خوانی شروع کی، پھر انہوں نے یہ کیا کہ اذان

دینی ہے تو ہماری آواز تو چونکہ محلے میں، علاقے میں جائے گی تو ساتھ ہی درود شریف بھی پڑھ لیتے ہیں، ثواب بھی ہوگا۔ تو بھائی! درود شریف بہت بڑی نعمت ہے اگر کسی کو میسر آجائے۔ اب مجھ سے بڑھ کر درود شریف کا کون ذوق وشوق رکھتا ہوگا، لیکن اُس کا اپنا ایک محل ہے، مقام ہے۔ نماز میں آپ درود شریف پڑھتے ہیں۔ مگر جب پہلی ''التحیات'' آپ ''عبدہٗ و رسولہ'' تک پڑھتے ہیں اور اتفاق سے آپ کے منہ سے، آپ کی زبان سے ''اللھم صلِ علیٰ'' نکل جائے تو آپ کو پتہ ہے کیا ہوتا ہے؟ آپ کی نماز خراب ہو جاتی ہے۔ آپ کو سجدہ سہو کرنا پڑتا ہے۔ سہو کا مطلب ہوتا ہے کہ مجھ سے بھول ہوگئی۔ یعنی سہو کا مطلب ہی ''بھول جانا'' ہے۔ تو آپ سے بھول یہ ہوگئی کہ یہاں پر درود شریف نبی ءِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نہیں پڑھا تھا اور آپ نے پڑھ دیا۔ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طریقے کو چھوڑ کر ایک نیا طریقہ رائج کیا۔ اس لیے آپ سے بھول ہوگئی اور آپ نے اُس کا کفّارہ یہ ادا کیا کہ سجدہ سہو ادا کیا۔

تو یہ جو اذان ہے، اس کے بھی مخصوص کلمات ہیں جو نبی ءِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دور سے چلے آرہے ہیں۔ اُن میں نہ کوئی تخفیف ہوسکتی ہے اور نہ اُن میں کوئی اضافہ ہوسکتا ہے، اگرچہ وہ الفاظ کتنے ہی خوشنما کیوں نہ ہوں۔ اس لیے اذان کے ساتھ پہلے یا بعد میں درود شریف پڑھیں گے تو عملی طور پر اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ اذان، اذان نہیں رہے گی۔ آپ نے اس میں اضافہ کر دیا م اس طرح آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طریقے سے ہٹ گئے۔

آج ایک پُرانے ساتھی نے اذان دی اور ساتھ درود شریف پڑھا تو مجھے انتہائی کوفت ہوئی۔ آج مَیں صحیح طریقے سے ذکر کروا ہی نہیں سکا۔ آپ کے نزدیک یہ بڑی معمولی سی بات ہے۔ مہربانی کریں، میرے سلسلے کو خراب نہ کریں، مجھے آپ کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ آپ سارے یہاں سے اُٹھ کر چلے جائیں اور دوبارہ یہاں پر نہ آئیں تو مجھے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ بار بار آپ سے کہتا ہوں کہ یہ طریقے غلط ہیں اور ایسی کوئی چیز رائج نہ کریں جو سلسلے کے لیے بعد میں خرابی کا باعث ہو۔ آپ دیکھتے ہیں کہ نعت خوانی بہت اچھی شے ہے۔ یہاں پر ایک نعت خواں ہر جمعہ کو یا اتوار کو آتے ہیں، مَیں اُن کی خدمت بھی کر دیتا ہوں مگر نعت اُن کو بھی پڑھنے نہیں دیتا۔

نعت پڑھنا کوئی جُرم نہیں ہے، گناہ نہیں ہے۔ لیکن مجھے جو خدشہ ہے، ڈر ہے، وہ یہ ہے کہ آج اُن کو مَیں نعت خوانی کی دعوت دوں گا، اُن کی بات مان لوں گا تو کل دو تین اور آ جائیں گے کہ ہمیں بھی اجازت دیں۔ پھر کیا ہوگا کہ ایک وقت آئے گا کہ صرف نعت خوانی رہ جائے گی، درود شریف اور یہ ذکر اُٹھ جائے گا، جس کے نتیجے میں سلسلے کی برکات بھی اُٹھ جائیں گی۔ اس لیے مَیں نے سختی سے اس نعت خوانی کو یہاں پہ رائج نہیں ہونے دیا اور سختی سے منع کرتا ہوں تاکہ میرے بعد سلسلہ خراب نہ ہونے پائے۔ نعت تو مَیں بھی کہتا ہوں، لکھتا بھی ہوں، پڑھتا بھی ہوں لیکن آپ نے دیکھا کہ عید میلاد النبی ﷺ شریف کا موقع ہو، شبِ برات ہو، یا کوئی اور اسلامی تہوار ہو، کوئی تقریب ہو تو نعت خوانی سے ہم ابتدا نہیں کرتے۔ اس کی وجہ یہی ہے بلکہ مجھے ڈر یہ ہے کہ میرے بعد اگر میری اولاد سے کوئی کوتاہی سرزد ہوگی، اُن پہ کسی کا اثر چڑھ گیا، تو آہستہ آہستہ وہ برکات اُٹھتی چلی جائیں گی اور کچھ نئی چیزیں شامل ہو جائیں گی جس سے سلسلہ میں رکاوٹ پیدا ہو جائے گی۔

اس لیے مہربانی کریں، آئندہ جو ساتھی، بلکہ مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ جو اذان ہے، بلاوا ہے اور بلاوا بڑے خوبصورت انداز میں اور خوبصورت آواز میں ہونا چاہیے۔ مجھے سب سے زیادہ اپنے ساتھیوں میں سے یار محمد کی آواز اور انداز پسند ہے، لیکن وہ تو کبھی کبھی آتا ہے۔ اگر وہ ہو تو وہ اذان دے، یہ میری فرمائش ہے۔ اس کے بعد اگر وہ نہ ہو تو کسی حد تک عمران مرزا کی آواز یا انداز مجھے گوارا ہے۔ باقی آپ لوگ زحمت نہ کیا کریں۔ اپنی طرف سے تو آپ شوق سے اذان دیتے ہیں کہ ہمیں ثواب ہوگا، مگر ثواب کی بجائے اُلٹا مجھے بھی اذیّت دیتے ہیں اور خود بھی آپ کو ظاہر ہے کہ کیا ملے گا۔ اس لیے یہ جو کبھی کبھی مَیں آپ کو تلقین کرنے بیٹھ جاتا ہوں، اس کی وجہ یہی ہے کہ کچھ مجھے خدشات ہیں۔

اب جس ساتھی نے اذان دی ہے، وہ پُرانے ساتھیوں میں سے ہے۔ اب ظاہر ہے کہ مجھے پتہ ہے کہ کسی اور ساتھی میں جرأت نہیں تھی کہ اُسے ٹوکتا۔ بعد میں بھی اُسے کہتا کہ ملک صاحب آپ نے کیا کر دیا؟ وہ سمجھتے ہیں کہ ملک صاحب، حضرت جی کے بڑے قریب ہیں، شاید روٹھ نہ جائیں، ناراض نہ ہو جائیں۔ تو بھائی! یہ غلط بات ہے۔ جب تک مَیں ہوں، مَیں تو کسی ایسی چیز کو چلنے نہیں دوں گا،

چاہے کوئی مجھ سے راضی رہے یا کوئی ناراض۔ آپ اپنی مسجدوں، میں اگر آپ کو شوق ہے تو، جو چاہے کرتے رہیں، لیکن کم از کم یہاں وہ طریقہ رہنے دیں جو میرا طریقہ ہے۔ درود شریف کی تو مَیں نے آپ کو دوڑ لگوا رکھی ہے، زیادہ سے زیادہ پڑھیں، پانچ سو پڑھیں، ہزار پڑھیں، دو ہزار پڑھیں، دس ہزار پڑھیں، یہ اپنی اپنی مرضی ہے۔ روز کے روز آپ پڑھتے ہیں، دربارِ اقدس ﷺ میں پہنچ جاتا ہے اور اس کا اَجر مرتب ہو جاتا ہے۔ اب اذان کے ساتھ درود شریف پڑھنے کی کیا تُک بنتی ہے۔ اب پھر وہی مسئلہ بن جائے گا کہ بھائی درود شریف پڑھنے نہیں دیتے۔ بھائی درود شریف پڑھنے سے تو کوئی نہیں روکتا، لیکن اس جگہ نہ پڑھیں۔ اگر آپ کو اپنی خوش الحانی کا بہت ہی شوق ہے اور لوگوں تک اپنی آواز پہنچانا چاہتے ہیں تو کم از کم پانچ سات منٹ کا وقفہ دیں۔ اُس وقت آپ درود شریف پڑھیں، چاہے "الصّلوٰۃ والسّلام علیك یا رسول اللّٰہ۔" پڑھیں یا یہ پڑھیں یا وہ پڑھیں، جو بھی مرضی ہے پڑھیں۔ اگر پڑھنا ہی ہے تو اس وقت پڑھیں، نعت پڑھنی ہے تو اس وقت پڑھیں۔ اذان سے اس کا پانچ منٹ کا وقفہ دیں تا کہ پتہ چلے کہ وہ الگ چیز تھی، یہ الگ چیز ہے۔ جزاك اللّٰہ

☆☆☆

☆16 نومبر 1997ء اتوار

ساتھیو! مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسا کہ درود شریف کی تعداد آپ لوگ برقرار نہیں رکھ رہے۔ ایسے لگتا ہے جیسے ساتھیوں میں کچھ کمزوری واقع ہو گئی ہے۔ اس لیے اپنے اپنے طور پر محاسبہ کریں کہ جو پچھلے سال آپ کا ٹارگٹ تھا، وہ پورا ہو رہا ہے یا نہیں۔ اگر پورا نہیں ہو رہا تو اس کو پورا کرنے کی کوشش کریں اور اپنے پاس آپ کا حساب ہونا چاہیے۔ مَیں نے صرف یہ کہا تھا کہ دوسروں کو بتانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ لیکن اب مَیں خود آپ لوگوں سے فرداً فرداً پوچھتا رہوں گا کہ بھائی اب کیا حالت ہے، کتنی تعداد ہو گئی۔ ہر مہینے کا ٹوٹل آپ کے پاس ہونا چاہیے۔ اضافہ نہیں کر سکتے تو اس تعداد کو برقرار رکھیں اور کوشش کریں کہ وہ جو ہمارا ٹارگٹ ہے، اُس میں کمی نہ آنے پائے۔

دوسری بات یہ ہے کہ دین میں جتنی بھی کوشش کی جائے اتنی ہی کم ہے۔ ذوق وشوق بڑھتے رہنا

چاہیے۔ ہمارے پاس نئے آدمی بھی ہوتے ہیں، بعض ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں جو کسی طرح کھینچ تان کر ساتھیوں کو پکڑ کر لے آتے ہیں اور کچھ ایسے بھی ہیں جو بہت پُرانے ہوتے ہیں۔ اپنا اپنا ذوق ہے، اپنی اپنی طلب ہے، تو یہاں پہ ہم مولویوں کی طرح کوئی خاص پابندی نہیں کراتے۔ میری خواہش یہ ہوتی ہے کہ چلو کسی بہانے آپ آتو جائیں، محفل میں بیٹھ تو جائیں، ذکر تو کرلیں۔ شاید ذکر کی برکت سے آپ کا ذوق بڑھتا چلا جائے۔ اب جو آدمی پانچ نمازوں کا پابند ہے، اُسے کبھی نہ کبھی خیال آجاتا ہے کہ میں تہجد بھی پڑھوں۔ کبھی پڑھ لی، کبھی چھوٹ گئی، لیکن وہ کوشش کرتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص پانچ وقت کا نمازی ہے تو اُس کی خواہش ہوتی ہے کہ میں اپنا ریکارڈ ٹھیک رکھوں اور سنت کے مطابق میرا لباس ہو، سر پہ عمامہ ہو یا ٹوپی ہو اور شلوار کے پائنچے ٹخنوں سے اوپر ہوں۔ تو یہ جو صورت ہے، اس کا آپ جتنا بھی احساس کرسکیں اور اُس پر عمل کرسکیں، اتنا ہی بہتر ہے۔ لیکن یہ اُن لوگوں کے لیے ہوتا ہے جو دین میں راسخ ہوتے ہیں۔ اُن کا ذوق بڑھتا ہے اور وہ خود سوچتے ہیں، کوشش کرتے ہیں کہ ہماری ہر سنت پوری ہو۔ لیکن جو نئے ساتھی آتے ہیں اگر اُن پر پابندی لگائی جائے کہ تمہارا پائنچہ ٹخنے سے نیچے ہے، تمہارے سر پر ٹوپی نہیں ہے اور دوسری تیسری پابندیاں اُن پہ لگائیں تو وہ بھاگ جائیں گے۔ دین جو ہے یہ تو حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ اس میں نرمی پیدا کریں، آسانی پیدا کریں۔

یہ بات مَیں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ کل ہی ایک ساتھی نے مجھے احساس دلایا کہ کچھ لوگ بغیر ٹوپی کے بھی نماز پڑھتے ہیں۔ مَیں نے کہا کہ یار تمہارے سر پہ تو ٹوپی ہے ناں، تمہاری نماز تو ٹھیک ہوگئی، اُس کو چھوڑو۔ یہ جو میرا طرزِ عمل ہے، پابندی مَیں نہیں لگاتا، وہ اس لیے کہ نئے ساتھیوں پہ بوجھ نہ ڈالیں، اُنہیں پیار پیار سے اس طرف لائیں (16)۔ وہ خود بخود دیکھیں گے کہ سارے لوگوں نے سر پہ ٹوپی رکھی ہوئی ہے، ہمیں بھی رکھنی چاہیے۔ ازخود اندر سے تبدیلی آنی چاہیے۔ اگر آپ کہیں گے کہ بھائی ٹوپی کے بغیر کیوں آگئے ہو یا آپ یہ کہیں کہ یہاں ٹوپی ہونی چاہیے تو ٹوپیاں مَیں نے جان بوجھ کے اُٹھوا دی ہیں۔ اس لیے کہ فقہ کی رُو سے یہ ٹوپیاں جو ہم یہاں پہ رکھے رہتے ہیں، غیر ضروری ہیں، بلکہ بعض اوقات ان میں کراہت پیدا ہوتی ہے۔ اس لیے کئی مہینوں کی وہ ٹوپیاں پڑی ہوتی ہیں

اور اُن پہ مٹی کی تہہ جمی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ پاک میں آپ کھڑے ہیں، باقی لباس تو آپ کا صاف ستھرا ہے، لیکن ٹوپی میلی کُچیلی ہے۔ اس لیے وہ ٹوپیاں مَیں نے خود اُٹھوا دیں۔

اپنے طور پر آپ کے پاس اس کا اہتمام ہونا چاہیے۔ کہ اگر آپ بودی والے آدمی ہیں اور آپ کو اپنی بودی کا بہت ہی خیال ہے، تو کم از کم جب آپ مسجد میں آئیں تو اُس وقت آپ کی جیب میں چھوٹی سی ٹوپی ہو۔ ٹوپی نہیں تو کم از کم رومال ہی آپ سر پر رکھ لیں۔ لیکن یہ اپنے طور پر ذوق کی بات ہے۔ مَیں خود جان بوجھ کر کسی پہ پابندی نہیں لگاتا کہ بھائی تم ٹوپی کے بغیر آئے ہو، سر سے ننگے ہو، اس لیے جماعت سے یا مسجد سے نکل جاؤ۔ یہ جو رویہ ہے، یہ دین سے بیزار کرنے والا ہے۔ مَیں محسوس کر رہا تھا کہ وہ شخص یا جس ساتھی نے یہ سوال کیا، وہ ایک قسم کا مجھ پر الزام تھا کہ جی آپ اس طرف توجہ نہیں دیتے۔ بھائی میری مجبوری یہ ہے کہ مَیں تو کہتا ہوں کہ کسی طریقے سے کوئی اللہ کے گھر آئے تو سہی اور آپ کی مجبوری یہ ہے کہ آپ پرانے نمازی ہیں، آپ سمجھتے ہیں کہ شاید یہ بے ادبی کر رہا ہے۔ بھائی! اگر وہ بے ادبی کر رہا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کے اور اس کے درمیان میں بات ہے، کم از کم اُسے نماز پڑھنے دیں، اگر اس طرح لاٹھی لے کر کسی کے پیچھے بھاگیں گے، پتھر پھینکیں گے تو وہ دوڑ جائے گا، نماز ترک کر دے گا۔ اور جو اس میں اصلاح کی گنجائش ہے، وہ بھی ختم ہو جائے گی۔

جزاك الله

اگر کسی نے میری بیعت کرنی ہے تو وہ آگے آ جائے۔ نماز آپ پڑھ چکے، ذکر ہو گیا اور اب ملاقات ہو گی۔ اس کے بعد آپ لوگوں کو اجازت ہو گی، آپ جا سکتے ہیں۔

☆☆☆

☆4 جنوری 1998ء اتوار

ساتھیو! کچھ ساتھیوں نے تقاضا کیا ہے کہ انہیں آخری عشرہ یہیں گزارنے کی اجازت دی جائے۔ اس سلسلے میں میری کچھ مشکلات ہیں اور وہ یہ کہ ابھی خانقاہ اس مقام تک نہیں پہنچی کہ یہاں پر

ہر وقت لنگر جاری کیا جا سکے، کچھ باقی بھی مشکلات ہیں۔مقصد یہ ہے کسی بھی خانقاہ میں کسی بھی شیخ کے پاس جانے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہمیں روحانی فیض ملے۔ الحمد للّٰہ جو بھی کسی اتوار کی محفل میں شامل ہوتا ہے، اس کو اس کی توقع سے بھی زیادہ اور اس کو یہ سمجھیں کہ اس کی استعداد سے بھی زیادہ مل جاتا ہے۔

مَیں بعض دفعہ تنبیہ کرتا ہوں یا سرزنش ہوتی ہے جو بظاہر ناگوار بھی گزرتی ہے۔ ویسے مَیں اکثر Point out (نشاندہی) نہیں کرتا کہ فلاں سے یہ کوتاہی ہوئی ہے، لیکن اشارہ کر دیتا ہوں۔جس جس میں خامی ہوتی ہے وہ خود ہی سمجھ جاتا ہے کہ روئے سخن کدھر ہے۔اصلاح کرنا مقصود ہوتا ہے۔ جس طرح آپ کا ظاہری استاد ہوتا ہے اور آپ کو ہوم ورک ملا ہوتا ہے، آپ وہ ہوم ورک گھر سے لے کر جاتے ہیں اور اگر آپ وہ کاپی استاد کو نہیں دکھاتے، وہ آپ کی اصلاح نہیں کرتا تو وہ آپ کا سارا ہوم ورک بے کار چلا گیا، کیونکہ آپ کو پتہ ہی نہیں چلا کہ آپ کی غلطی کیا تھی۔اسی طرح شیخ کا بھی کام ہے کہ وہ ساتھیوں پہ نظر رکھے۔اگر ان میں سے کوئی اخلاقی اقدار کی یا کسی اور سلسلے کی کوئی کوتاہی ہوتی ہے تو اس کی بھی نشاندہی کرے۔

یہ جو ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝﴾

(سورۃ الاعلیٰ، آیت نمبر 15-14)

سارا تصوّف وسلوک اس میں بند ہے۔ یہاں پہ مسلمانوں کو کامیابی کا گُر بتایا گیا ہے کہ کامیابی تمہاری یہ ہے کہ ''قد افلح'' وہ کامیاب ہو گیا ''من تزکیٰ'' جس نے اپنے آپ کو پاک کر لیا۔اب یہاں پہ پاک کرنے سے مراد یہ نہیں ہے کہ ظاہری طور پر نئے تازہ صابن سے نہائیں دھوئیں، صاف ستھرے کپڑے پہنیں، اعلیٰ قسم کی خوشبوئیں لگائیں۔ یہاں تزکیہءِ باطن مراد ہے کہ اندر کی جو کوتاہیاں ہیں، خرابیاں ہیں، جو دِل کی سیاہیاں ہیں، دِل کی کدورتیں ہیں، ان کا دور کرنا ہے۔اور یہ جو دِل کی بیماریاں ہیں، ان میں سے سب سے بڑی حسد کی بیماری ہے۔اور یہ ایسی بیماری ہے کہ پوری سورۃ الفلق

تعالیٰ نے اسی موضوع پر نازل فرمائی۔ یہ سورۃ الفلق جو ہے، اس میں دراصل نبیِ کریم ﷺ پر جو جادو کیا گیا تھا، اس کا تذکرہ ہے اور اس کے پیچھے بھی حسد کارفرما تھا۔ یہ حسد کا اتنا منفی جذبہ ہے اور ساتھ ساتھ اتنا شدید کہ انسان کو کوئی بھی منفی اور غلط قسم کا قدم اُٹھانے پہ اُکساتا ہے اور مجبور کر دیتا ہے۔ اس سے معاشرے میں بہت ساری خرابیاں پیدا ہوسکتی ہیں۔ اس لیے یہاں پہ اللہ تعالیٰ نے حسد کی خاص طور پر اس سورۃ میں نشاندہی فرمائی اور نبیِ کریم ﷺ کا بھی ارشادِ مبارک ہے کہ ''حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو۔''

یہ ضرورت اس لیے پیش آئی اور مَیں جان بوجھ کر اس ساتھی کا نام بھی لے رہا ہوں صرف آپ کو سمجھانے کے طور پر۔ ایک عزیز ہے، شہر سے آتا ہے، عمران نام ہے اس کا۔ بڑی عقیدت سے آتا ہے، بڑے پیار سے آتا ہے، روزانہ آتا ہے۔ اور مَیں نے اس کی استعداد کے مطابق اس کو مراقبات بھی کرائے۔ اس کے ساتھ کئی لوگوں نے بیٹھ کر ذکر کیا تو ان کو کشف ہو گیا۔ حضرت سلیمان پارس رضی اللہ عنہ کے مزار پہ ذکر کرایا تو ان کا رابطہ حضرت جی سے اور سلیمان پارس رضی اللہ عنہ سے بھی ہو گیا، اور کئی ان کو مشاہدات ہوئے اور کعبہ شریف تک کی بھی زیارت ہوگئی۔ تو یہ بہت بڑی بات ہے کہ ایک شخص سے آپ کو فیض مل رہا ہے اور فیض بھی اس درجے کا مل رہا ہے کہ آپ لوگوں کو ذکر کراتے ہیں، ان کو آپ کے شیخ کا پتہ بھی نہیں ہے بلکہ آپ کا بھی پتہ نہیں ہے، اتنا فیض ملتا ہے کہ وہ آدمی کعبہ شریف تک کی رسائی حاصل کر لیتا ہے۔

اس کے ساتھ ایک اور ساتھی آنا شروع ہوا، جو پہلے کبھی نہیں آیا اس کا نام طارق ہے، اسی کے محلے میں رہنے والا ہے، اس کا دوست ہے۔ تو اس کو پہلے دن ہی مشاہدات ہو گئے۔ پھر جب کسی کو مشاہدہ ہوتا ہے تو مَیں اس کی تربیت کے لیے وقتاً فوقتاً جب مَیں ذکر کراتا ہوں اور اس کی رہنمائی کے لیے، اس کی تسلی کے لیے یا اس کی جو کیفیت ہے مشاہدہ کی، اس میں بہتری کے لیے کچھ پوچھتا رہتا ہوں، تو طارق سے مَیں نے پوچھنا شروع کیا۔ ہر مغرب کا ذکر وہ یہیں پہ کرتا ہے۔ ساتھی اور بھی ہوتے ہیں تو وہ اپنی کیفیت مجھے بتاتا ہے کہ فلاں بزرگ تھے۔ فلاں پہ یہ تھا، وہ تھا۔ کعبہ شریف کی یہ

کیفیت تھی، روضہء اطہر ﷺ، دربارِ اقدس ﷺ میں یہ چیز تھی۔ ایک دن عمران مجھے کہنے لگا کہ حضرت جی! مجھ پہ ایک بڑا منفی جذبہ غالب آ رہا ہے اور میں اس پر قابو نہیں پا رہا۔ مَیں نے کہا، وہ کیا؟ وہ کہتا ہے مجھے حسد ہونے لگا ہے طارق سے کہ وہ کل میرے ساتھ آیا ہے اور میں سال ڈیڑھ سال سے پُرانا ہوں۔ اتنی چیزیں اس کو نظر آنے لگی ہیں اور مجھے نظر نہیں آتیں، اس کو کشف ہو گیا ہے اور مجھے یہ خیال آنے لگا ہے کہ کہیں میرا حق تو وہ نہیں لے رہا؟ کیونکہ میں ہی اس کو ساتھ لایا تھا، کہیں وہ میرے حق پہ قبضہ تو نہیں جما رہا ہے؟ تو مَیں ہنس پڑا، مَیں نے کہا بیٹے! بات یہ ہے کہ جو بھی یہاں آتا ہے، وہ اپنا نصیب لے کر آتا ہے، کوئی کسی کا حق نہیں مارتا، بلکہ ہر ایک کو اس کے حق سے زیادہ مل رہا ہے۔ رہ گئی کشف کی بات تو یہ منجانب اللہ ہے۔ ہو سکتا ہے کہ تمہاری تسلی کے لیے یہ اللہ تعالیٰ کی خاص حکمت سے تمہارے ہی کسی ساتھی کو کشف ہو رہا ہے اور وہ تسلیم کر رہا ہے کہ یہ جتنے کے جتنے لوگ یہاں بیٹھے ہیں، یہ سارے کے سارے حضرت جی کے ساتھ کعبہ شریف میں طواف کر رہے ہیں۔

ایک تو یہ بات ہے کہ آپ لوگ رشک تو کر سکتے ہیں، اچھا جذبہ ہے، لیکن حسد نہ کریں کہ فلاں کو یہ مل گیا، فلاں کو وہ مل گیا، مجھے کیوں نہیں ملا؟ دنیاوی اعتبار سے آپ میں سے جو شخص میرے ساتھ کوئی بھی مروت کرتا ہے، اس حد تک کہ آپ یہ جو نذرانے دیتے ہیں، پانچ، دس، سو، ہزار تو اس کا بھی بدلہ مَیں آپ کو روحانیت کے لحاظ سے دیتا ہوں، اور اس کا یقیناً بدلہ رزق کی صورت میں بھی آپ کو ملے گا۔ یہاں تک مجھے ارشاد فرمایا گیا کہ جو آدمی آپ کو ایک روپیہ بھی دیتا ہے تو اس کی دس پشتوں تک اس کا اثر اس کے رزق میں اضافہ کی صورت میں ہو گا۔ اور وہ ہزاروں میں بھی ہو سکتا ہے، لاکھوں میں بھی ہو سکتا ہے، کروڑوں میں بھی ہو سکتا ہے۔

تو یہ مَیں اس لیے بھی نہیں کہہ رہا کہ اس سے آپ یہ سمجھیں کہ شاید مجھے کوئی لالچ ہے کہ پہلے آپ ایک روپیہ دیتے تھے تو اب آپ دو روپے دیں۔ ایسی بات نہیں ہے، صرف آپ کو سمجھانے کے لیے کہ کوئی یہ مت سمجھے کہ آپ مجھ سے کوئی مروّت کرتے ہیں تو مَیں آپ کو اس کا بدلہ نہیں دیتا۔ اگر آپ کی استعداد ایک پھول کی ہے، تو مَیں آپ کو دس دیتا ہوں اور اگر آپ ایک پھول ایک مہینے

میں کمانے کے اہل ہیں، تو وہ مَیں آپ کو ایک دن میں دیتا ہوں۔ یہ پھول جو ہے، یہ ہماری روحانیت میں ایک خاص سکّہ ہے۔ جس طرح دنیا میں ہے، پاؤنڈ یا ڈالر ہوتے ہیں، اسی طرح روحانیت میں بھی ہوتا ہے۔ میرے سلسلے میں جو پھول ہے، وہ ایک خاص کارکردگی پہ انعام کے طور پر دیا جاتا ہے، میری طرف سے یا نبی ءِ کریم ﷺ کی طرف سے۔ تو اس لیے پہلی بات تو یہ ہے کہ آئندہ کوئی ساتھی یہ منفی جذبہ دِل میں نہ لائے کہ فلاں ساتھی کو یہ مل گیا مجھے کیوں نہیں ملا۔

اب ایک اتفاق کی بات ہے کہ ایک نیا ساتھی میرے لیے کوئی تحفہ لاتا ہے اور میرے پاس ایک ساتھی صاحبِ کشف بیٹھا ہے، مَیں اس کی تربیت کرنا چاہتا ہوں، تو اب مَیں اس کو کہتا ہوں کہ اچھا بھائی! یہ میرے لیے تحفہ لایا ہے، مَیں اس کو تحفہ دے رہا ہوں، تم مشاہدہ کرو۔ اور وہ دیکھتا ہے کہ اس کو ہار مل رہا ہے، تو یہ اس صاحبِ کشف کی تربیت کے لیے ہے۔ نیا ساتھی ہے اس کو محسوس ہو جائے، اس کو پتہ چل جائے کہ یوں بھی ہوتا ہے اور دوسرے لوگوں کو بھی پتہ چل جائے کہ ہمارے حضرت جی فیاض ہیں۔ اتنے فراخ دِل ہیں کہ اگر ہم ان کو معمولی سا بھی تحفہ دیتے ہیں تو وہ صلے میں ہمیں بہت کچھ دیتے ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب کہاں سے نکل آیا کہ اس کو تو ملا ہے تو دوسرا کہے کہ مجھے کیوں نہیں ملا؟ تھوڑا سا اپنے دِلوں کو فراغ کریں۔ فیاضی کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کسی کو ملے تو آپ خوش ہوں۔

بلکہ شروع شروع میں یوں ہوتا تھا کہ جب میری روحانی طور پر تربیت ہو رہی تھی تو میری اپنی سگی بھانجی جو ہے، میرے ساتھ ساتھ میرے بابا جی رحمۃ اللہ علیہ (حاجی احمد ہیلانی رحمۃ اللہ علیہ)، اس کی بھی تربیت کر رہے تھے۔ تو جب بھی کوئی بزرگ ملتے تو عموماً یہ ہوتا کہ اس کو انعام دیتے اور مجھے نہ دیتے۔ مثال کے طور پر اس کو ہیروں کا ہار مل گیا جب پہلی دفعہ ہم دونوں ماموں بھانجی، حضرت ہجویری چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئے، مَیں خاص طور پر یہ تذکرہ اس لیے کرنے لگا ہوں کہ آپ لوگوں کے کان کھلیں، خاص طور پر عورتوں کے۔ جب مَیں اُسے لے کر گیا تو فرمانے لگے بیٹے! مجھے تقریباً آٹھ سو (800) سال ہو گئے ہیں برزخ میں آئے ہوئے۔ یہ پہلی خاتون ہے، جو روحانی طور پر میرے پاس آئی ہے۔ اس سے آپ دیکھ لیں، سمجھ لیں کہ برزخ میں جا کر ملنا کیا اہمیت رکھتا ہے، کتنا اُونچا مقام ہے۔ اُنہوں نے اُسے ایک

بہت قیمتی ہار دیا اور مجھے ویسے ٹرخا دیا جیسے کوئی بات ہی نہیں ہے۔ تو مجھے بے حد خوشی ہوئی کہ میری بھانجی کو انہوں نے اس قابل سمجھا ہے۔ پھر ہم ایک اور بزرگ حضرت خواجہ چشتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئے۔ سلسلہ چشتیہ کے اصلی بانی وہ ہیں۔ تو اُنہوں نے بھی اُس کو دو پھولوں کے ہار دے دیے، ایک گلاب کا اور ایک موتیے کا۔ تو پھر بھی میرے دِل میں کوئی کیفیت پیدا نہیں ہوئی کہ عجیب بات ہے کہ مَیں اس کا ماموں ہوں، میرے اُونچے مقام ہیں، مَیں اس کو یہاں لا رہا ہوں، اسے نوازے جا رہے ہیں اور مجھے ٹرخایا جا رہا ہے۔

اسی طرح ہوتے ہوتے دس بزرگوں کے پاس ہم گئے، سب نے اُس کو نوازا اور مجھے ٹرخا دیا۔ اور آخر میں جب ہم حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئے تو وہاں پر ایک اور بزرگ بیٹھے ہوئے تھے، فرمانے لگے، یہ جو بچی ہے اس میں بڑی استعداد ہے لیکن یہ جو اس کا ماموں ہے، یہ تو ایسے ہی ہے۔ تو مَیں نے عرض کیا، شکر ہے میری بھانجی میں تو استعداد ہے۔ تو بعد میں اُنہوں نے اس کو بھی تحفہ دیا اور مجھے بہت بڑا تحفہ عطا فرمایا اور فرمانے لگے کہ پہلے جتنے بزرگ تھے جنھوں نے تمہیں کچھ نہیں دیا، دراصل وہ تیرے دِل کا حال معلوم کر رہے تھے اور ہم یہ جان رہے تھے کہ کسی موقع پر تمہارے دِل میں یہ کیفیت پیدا تو نہیں ہوئی کہ بھائی! عجیب بات کہ اُس کو تو نوازا جا رہا ہے اور مجھے محروم رکھا جا رہا ہے۔ تو اُنہوں نے فرمایا بیٹا! یہ بھی تمہاری تربیت کا ایک لازمی حصہ تھا۔ تم اپنے امتحان میں کامیاب ہو گئے۔ جتنے بزرگوں نے اُس کو دیے ہیں، اس سے زیادہ تمہیں دیے ہیں۔ یہ دیکھ لو! ان کے جتنے تحفے ہیں، میرے پاس پڑے ہوئے ہیں، یہ تم لے لو۔

تو کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی ساتھی کو کچھ ملتا ہے تو دوسرے دِل میں کدورت اور تنگی محسوس نہ کریں، بلکہ خوش ہوں کہ میرے ساتھی کی، پتہ نہیں کونسی بات، کونسی ادا پسند آ گئی ہے، چاہے مجھے یا نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو۔ تو ایسے بھی ہوتا ہے کہ دربارِ اقدس میں جاتے ہیں، کئی ساتھیوں کو انعام ملے ہیں اور کچھ بڑے ساتھی محروم رہے ہیں۔ اگر آپ کو کشف ہو تو پھر آپ کہیں گے، عجیب بات ہے کہ ناصر کہے کہ میں تو جی ایک لاکھ درود شریف پڑھتا ہوں، عمران کہے کہ میں ساٹھ ہزار پڑھتا ہوں مجھے نہیں

ملا۔ایک عام ساتھی آیا،اس کو کیوں تسبیح مل گئی ہے،اس کو کیوں قلم مل گیا ہے؟ بھئی! کیا پتہ اس کی کوئی چھوٹی سی نیکی ہو،معمولی سی بات ہو،جس سے مجھے خوشی محسوس ہوئی ہو،حضور ﷺ کو خوشی محسوس ہوئی اوراس کی دِلجوئی کرنا مقصود ہو۔آپ کو ممکن ہے کہ بہت کچھ ملا ہوا ہو،تو اس لیے مہربانی کرکے مرد اور بیبیاں سمجھ لیں کہ اگر کسی کو کوئی چیز ملتی ہے تو اس سے دِل چھوٹا مت کریں،شکر ادا کریں کہ یا اللہ! ہمارے ساتھی کو،اس ہماری سہیلی کو کوئی چیز عطا ہوئی ہے۔

میری تو حالت یہ ہے کہ جب بھی مَیں باہر جاتا ہوں، مثال کے طور پر جب مَیں چکوال جاتا ہوں، رستے میں ہرے بھرے کھیت دیکھتا ہوں تو بار بار اللہ تعالیٰ کی تعریف دِل سے نکلتی ہے۔الحمدللہ !شکر ہے کہ یہ کھیت ہرے بھرے ہیں۔مجھے نہیں پتہ کہ وہ کھیت کس کے ہیں،کون اس کا مالک ہے،کس کے گھر میں وہ غلہ جائے گا،لیکن دِل میں تسلی ہوتی ہے کہ شکر ہے کسی نے محنت کی ہے،اس کو اس کا اَجر مل رہا ہے۔اللہ تعالیٰ سب کی فصلیں اسی طرح شاداب رکھے۔تو یہ آپ کے دِل کی بھی فصلیں ہیں،لیکن بعض دِل جو ہوتے ہیں،وہ بڑے زرخیز ہوتے ہیں،منجانب اللہ ہوتے ہیں۔ جس طرح یہ زمینیں ہیں،بعض بڑی زرخیز ہوتی ہیں۔بعض کرکاٹھی ہوتی ہیں،بعض مَیرا ہوتی ہیں،اُس میں ریت زیادہ ملی ہوتی ہےاور پیداوار کے لحاظ سے بھی اُن کے درجے ہیں۔جس کھیت میں آپ کھاد دیتے ہیں،اس میں پیداوار اور بھی بڑھ جاتی ہے۔اس طرح یہ دِل کی زمینیں بھی مختلف قسم کی ہوتی ہیں اور بعض دِل منجانب اللہ بہت وسعتیں لے کر آتے ہیں۔اور یہ کشف ان میں سے ایک نعمت ہے، جو ایسے لوگوں کو میسر آجاتی ہے۔اس میں میرا کوئی کمال نہیں ہے۔میری اُن پہ کوئی زیادہ توجہ نہیں ہوتی، توجہ تو سب پر ایک جیسی ہوتی ہے۔لیکن بعض لوگوں کو ساری زندگی کشف نہیں ہوتا اور یقین جانیں کہ جن کو کشف نہیں ہوتا اُن کا میرے دِل میں احترام زیادہ ہے۔اور بعض اوقات کچھ لوگ ایسے ہیں کہ بےساختہ پن میں کوئی بات ان کے دِل میں ہی پیدا ہوتی ہے۔

یہاں پر بھی مَیں ایک مثال دینے لگا ہوں اور اس میں بھی میرا کوئی لالچ نہیں۔صرف آپ کو سمجھانے کے لیے کررہا ہوں۔کچھ بیبیاں آتی ہیں،بہت اعلیٰ پڑھی لکھی ہیں،ان میں ایک ہیڈ مسٹریس

ہیں، وہ آئیں۔ انہوں نے کتاب پڑھی، ان کے دِل نے گواہی دی اور اُنہوں نے بیعت کرلی۔ کئی مہینے گزر گئے، مَیں نے ان کو پہلے لطیفے پر رکھا ہوا تھا۔ ایک بچی ہے منڈی بہاؤالدین کے علاقہ سے، اس نے مجھے خط لکھا کہ میں نے آپ کی کتاب پڑھی ہے، میں آنا چاہتی ہوں، مگر ابّا جی مان نہیں رہے۔ مگر اس خط میں جو بے چینی تھی، جو طلب تھی، تڑپ تھی۔ وہ اس قدر تھی کہ مَیں سمجھتا ہوں کہ اگر وہ بچی نہ ہوتی، لڑکا ہوتا تو شاید اس کو اس کے والدین زنجیریں بھی ڈال دیتے تو وہ بھاگ آتا۔ اتفاق کی بات ہے کہ کئی مہینے وہ اپنے ابّا کی منت سماجت کرتی رہی، آخر ایک دن اس کا ابّا اس کو لے آیا۔ تو پہلے دن ہی جب آئی تو مَیں نے ایک کی بجائے ساتوں لطائف اس کو دے دیے۔ اب میرے دِل میں یہ بات تھی کہ اب کسی بہانے وہ آ تو گئی ہے، ابّا اس کا لے آیا ہے، لیکن پتہ نہیں کہ دوبارہ اس کو اجازت دے گا یا نہیں دے گا، دوبارہ یہاں آنا نصیب ہوگا یا نہیں ہوگا، چلو آئی ہے تو کم از کم سات لطیفے تو لے جائے۔

اب وہ باقی بیبیاں جو کئی مہینوں سے آرہی تھیں بہت پڑھی لکھی یعنی اعلیٰ تعلیم یافتہ، کم از کم ایم۔اے، بی۔ایڈ ہیں، انیسواں اُن کا گریڈ ہے، اُن پر یہ بات بڑی شاق گزری کہ عجیب بات ہے کہ یہ بچی آج آئی ہے اور اس کو سات لطائف اکٹھے دے دیے اور ہم اتنی اعلیٰ تعلیم یافتہ، اعلیٰ گریڈ پر فائز ہیں اور ہمیں تین چار مہینوں سے پہلے لطیفے پر رکھا ہوا ہے۔ دن کا ذکر ختم ہوگیا، شام ہوئی تو باتوں باتوں میں مجھے بتایا گیا کہ ایسی بات اُنہوں نے کی تو مَیں نے کہا کہ اس کے دِل میں جو تڑپ تھی، وہ ایسی تھی کہ اس نے مجھے مجبور کیا کہ ساتوں لطائف مَیں اس کو کرا دوں۔ اب کچھ دنوں کے بعد سالانہ اجتماع تھا، سالانہ اجتماع پر مَیں نے اپنے ایک ایکسیڈنٹ کے بارے میں بات کی تھی۔ اس میں مرد بھی تھے، عورتیں بھی تھیں، سب نے سنی تھی۔ سالانہ اجتماع پر وہ بچی نہ آسکی تو مَیں نے اس کے رشتہ دار، ماموں زاد بھائی کو سالانہ اجتماع کی کیسٹ دے دی کہ اس کو دے دینا۔ وہ خود تو نہیں آسکی، کم از کم کیسٹ ہی سن لے گی۔

ایکسیڈنٹ والی بات اُس نے سُنی تو اُس نے مجھے خط لکھا اور اس خط پہ باقاعدہ اس کے آنسوؤں کے نشان مجھے محسوس ہو رہے تھے۔ اس نے لکھا کہ کاش! میرے پاس اتنی دولت ہوتی کہ میں آپ کو

گاڑی لے کر دیتی، آپ کو بسوں، ویگنوں کے دھکے نہ کھانے پڑتے۔ وہ خط پڑھا تو مَیں نے کہا کہ میری کیسٹ اور میری بات تو سب نے سنی تھی۔ اس میں میرے بڑے چہیتے، میرے ساتھی بھی تھے، لاکھوں والے بھی تھے، بیبیاں بھی تھیں، لیکن یہ خیال کسی کو کیوں نہیں سُوجھا۔ میرا یقین ہے کہ اگر اس کے پاس پیسے ہوتے تو وہ میرے پوچھے بغیر گاڑی لے آتی اور چابی میرے ہاتھوں میں آ کر پکڑاتی کہ حضرت جی! باہر گاڑی کھڑی ہے۔ یہ جذبہ ہے، اب اگر کسی ساتھی کو یہ بات سن کر خیال آ بھی جائے اور وہ گاڑی بھی لے آئے، تو وہ بات جو اس بچی کی ہے، میرے ساتھ جو اتنا تعلق اس کا ہے، وہ اب تو پیدا نہیں ہوسکتا۔ بات ہے بے ساختہ پن کی، دِل کی خصوصی کیفیت کی، میرے بیٹے نے کہا کہ جی میں گاڑی لے آتا ہوں، مَیں نے کہا کہ ہمیں ضرورت نہیں ہے۔ تو بات یہ ہے کہ مَیں نے یہ مثال اس لیے نہیں دی کہ کسی کے پاس پیسے ہوں تو وہ کہے کہ میں واقعی گاڑی لے کر دوں۔ وہ تو ایک کے نصیب میں بے ساختہ پن تھا، اس کے دِل میں ایک کیفیت پیدا ہوئی، اس نے لکھ دی۔ تو یہ اس لیے مثال دے رہا ہوں کہ بعض ساتھی اتنے بے ساختہ پن سے اپنی محبت یا عقیدت کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ میرے دِل میں بھی ان کے لیے بے ساختہ ایسی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے کہ مَیں ان کو کوئی انعام دیتا ہوں۔

اس لیے مہربانی کر کے آپ لوگ حسد سے بچنے کی کوشش کریں۔ رشک تو ٹھیک ہے کہ فلاں بھائی کو یہ احساس ہوا، مجھے کیوں نہیں ہوا، میرے دِل میں یہ احساس کیوں نہیں آیا؟ کسی کو بھی اس کی استعداد سے زیادہ دیا جا رہا ہے۔ اگر آپ میں استعداد ایک روپے کی ہے تو مَیں آپ کو سینکڑوں کے حساب سے دیتا ہوں اور بعض اوقات ہزاروں کے حساب سے اور بعض اوقات لاکھوں کے حساب سے۔ اس لیے یہ کبھی بھی آپ دِل میں میل نہ لائیں، کدورت نہ لائیں کہ فلاں ساتھی کو کیوں انعام ملا اور مجھے کیوں نہیں ملا۔

یہ جتنی وضاحت کی ہے، یہ بھی آپ لوگوں کی اصلاح کے لیے ہے۔ آپ لوگوں کی تربیت کے لیے ہے، سرزنش کے لیے نہیں، نہ کوئی ناراضگی ہے۔ کہیں عمران یہ نہ سمجھنا شروع کر دے کہ کتنے لوگوں کے سامنے میرا نام لے لیا، یہ اس کی تو ایک مثال ہے۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ اس کی اعلیٰ ظرفی ہے کہ اس

نے جو بات محسوس کی، مجھے بیان کردی۔لیکن کئی لوگ ایسے ہوں گے کہ ان میں اتنا حوصلہ نہیں ہے کہ اپنی بات مجھ تک پہنچائیں، دِل میں ہی کڑھتے رہتے ہونگے کہ یار! فلاں کو کیا مل گیا، فلاں کو کیوں نہیں ملا۔فلاں کو زیادہ کیوں ملا ہے، فلاں کو مراقبہ پہلے کیوں کرادیا ہے، فلاں کو بعد میں کیوں کرایا ہے؟ تو یہ جو باتیں ہیں، صحیح نہیں ہیں۔آپ صوفی ہیں، صوفی کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ جو اپنے دِل سے کدورتیں نکال دے، سیاہیاں دھوئے۔اگر آپ میں بھی یہ رِیس ہے، یہی حسد ہے تو پھر آپ میں اور دوسرے میں کیا فرق ہے؟ نماز تو آپ پر فرض ہے، وہ تو آپ نے پڑھنی ہے۔اب جو بھی ساتھی ذکر کی پابندی کرتا ہے، تہجد کی پابندی کرتا ہے اور درود شریف بڑھاتا ہے تو میرے دِل میں خود بخود اس کے لیے جگہ پیدا ہوتی چلی جاتی ہے۔اُنس پیدا ہوتا چلا جاتا ہے، محبت بڑھتی چلی جاتی ہے، شفقت زیادہ ہوتی چلی جاتی ہے۔یہ ضروری نہیں کہ مَیں بیان کروں کہ فلاں ساتھی پہ زیادہ مہربان ہوں، فلاں پہ کم ہوں۔اس کی طرف توجہ میں خود بخود اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے، اس کو انعامات بھی ملتے ہیں۔بعض اوقات مَیں جان بوجھ کر مان نہیں کرتا اور اب میرے نزدیک تو تاج جو ہے ایک معمولی سی بات ہے، جیسے مَیں باہر نکلوں تو کوئی فقیر کہے جی میں سوال کرتا ہوں تو مَیں صرف ایک روپیہ نکال کردے دوں۔بھئی! میری دس ہزار روپیہ بلکہ گیارہ ہزار روپیہ تنخواہ ہے تو بھئی! اگر زیادہ نہیں تو کم از کم دس روپے نکال کردوں۔اور اگر بہت زیادہ ضرورت مند ہے تو کم از کم سو روپیہ اس کی مدد کروں، لیکن ایک روپیہ کی تو کچھ حیثیت نہیں ہے۔اسی طرح جو لوگ مجھ سے تاج لیتے ہیں، چاہے دربارِ اقدس ﷺ سے یا میری طرف سے، تو اس کی حیثیت تو بالکل ایک روپے کی طرح ہے۔آپ تو فخر کریں گے، بہت اترائیں گے، لیکن اس کی اتنی بھی بڑی بات نہیں ہے۔اس لیے مَیں آپ لوگوں کو بتاتا بھی نہیں ہوں کہ بھئی! آپ لوگوں کو کیا انعام ملا ہے، ملا بھی ہے کہ نہیں؟ تو اس لیے اگر کبھی پتہ چل بھی جائے تو دوسرا ساتھی یہ دِل میں تنگی مت محسوس کیا کرے کہ دیکھو جی فلاں کو یہ چیز مل گئی، مجھے کیوں نہیں ملی؟

بات ذرا لمبی ہوگئی، اگر کسی کے دِل میں کوئی رنجش پیدا ہوئی ہو تو وہ دھولے، اس لیے کہ آپ کی اصلاح کرنا میرا کام ہے۔کہیں عمران یہ نہ سمجھنے بیٹھ جائے کہ دیکھو جی حضرت صاحب نے تو میری

توہین کردی۔ یہ توہین نہیں ہے، سمجھانے کی بات ہے۔ وہ جس طرح پنجابی کی کہاوت ہے کہ ''آ کھے دھی نوں تے سُنڑ ائے نُھوں نوں'' اس طرح عمران کو مَیں کہہ رہا ہوں، ممکن ہے اور بھی کئی لوگ ایسے ہوں، اس لیے اپنی اپنی اصلاح کریں۔ اب یہ بات تو ختم ہوگئی، یہ بات بار بار دُہرانے کی شے ہے کہ تزکیہ ءِ نفس کا مطلب ہی یہ ہے کہ کسی ساتھی کو بھی، کسی ساتھی کی بات سے رنجش نہ پہنچے۔ اگر ایک ساتھی کو بھی رنجش پہنچے اور کسی بات سے رنجیدہ ہوکر یہاں سے چلا جائے تو یہ بہت بڑا آپ کا بھی گھاٹا ہوگا، میرا بھی بہت بڑا گھاٹا ہوگا، یا کوئی ساتھی اپنی کوتاہی کی وجہ سے کسی نئے ساتھی کا دِل رنجیدہ کردے اور وہ بدگمان ہوکر یہاں سے چلا جائے تو دیکھیے آپ نے اپنے ساتھ اور میرے ساتھ زیادتی کی ہے کہ نہیں کی ہے؟ آپ نے اپنا نقصان بھی کیا ہے اور میرا نقصان بھی کیا ہے۔ کیوں کہ ہمارا تو کام ہی یہی ہے، ہم تو دھوبی ہیں، یہاں گندے کپڑے آئیں گے، ہم نے دھونے ہیں۔ ہم یہ نہیں کہیں گے کہ فلاں میں یہ میل ہے، ہم اس کو ذکر میں نہیں بیٹھنے دیں گے۔ جو بھی آئے بسم اللہ آئے، ہمارا کام دھونا ہے، اللہ کرے اس کے دِل کا زنگ اتر جائے، اس کے دِل کی سیاہی دور ہوجائے اور اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت سے نبی ءِ کریم ﷺ کی محبت دِل میں پیدا ہوجائے، دین کا شوق پیدا ہوجائے۔ ہمارا تو یہ کام ہے، ہم تو یہاں دینے کے لیے بیٹھے ہیں، لیکن اگر کوئی ساتھی بدگمان ہوکر جاتا ہے تو یہ کوئی اچھی بات تو نہ ہوئی۔

اس لیے پھر گزارش ہے کہ خاص طور پر وہ جوان ساتھی، جن کا یہاں پر زیادہ اُٹھنا بیٹھنا ہے۔ وہ خاص طور پر اپنی زبان کو لگام دیں۔ بار بار مَیں پہلے بھی کہتا رہتا ہوں، کسی سے کوئی ٹُھچکر نہ کرے، کوئی تمسخر نہ کرے، کوئی مذاق نہ کرے۔ آپ لوگوں سے مَیں سنجیدگی اور متانت چاہتا ہوں۔ آپ کی شخصیت میں متانت ہو، سنجیدگی ہو اور دوسرا سننے والا، دیکھنے والا، اس سے اثر پکڑے۔ اسی میں آپ کی شخصیت کا وقار ہے۔ جب آپ کسی سے ٹُھچکر کرتے ہیں، کسی سے مذاق کرتے ہیں، تو پہلے تو آپ اپنا ہی نقصان کرتے ہیں، جس سے آپ کی شخصیت کی نفی ہوجاتی ہے۔ جزاك اللّٰه

☆☆☆

☆25 جنوری 1998ء اتوار

ساتھیو! پھر گزارش کی جاتی ہے کہ اپنے گھر بیبیوں سے کہیں کہ جن کے چھوٹے بچے ہیں، وہ یہاں نہ آئیں۔ نہ خود آئیں، نہ بچوں کو لائیں۔ اس لیے کہ بچے یہاں پہ سخت ڈسٹرب کرتے ہیں۔ وہ ساتھی جو سال انتظار کرتے ہیں کہ سالانہ اجتماع ہوگا، وہ بڑے ڈسٹرب ہوتے ہیں۔ خاص طور پر بیبیاں اندر بہت پریشان ہوتی ہیں کہ بچے اندر جاتے ہیں، شور مچاتے ہیں، چیختے چلاتے ہیں اور لوگوں کا حرج ہوتا ہے۔ ایسی بیبیاں جن کے بچے ہیں، وہ تو جہاں کہیں بھی ہیں، اپنے گھر پہ ہی جمعے کے دن اہتمام کر لیں اگر یہاں تک نہیں آ سکتیں۔ گھر میں اگر وہ ذکر کر لیں تو بھی اس جمعے کے اجتماع کا ان شاء اللہ وہاں پہ آپ کو فیض ملے گا۔ اسی طرح سالانہ اجتماع پہ بھی اگر بچے ہیں اور آپ نہیں آ سکتے تو اپنے اپنے گھروں میں بیٹھ کے دس بجے (اب 1:10 pm) ذکر کر لیں، لیکن یہاں پہ نہ آئیں۔ اب یہاں پہ ایک چھوٹا سا بچہ بیٹھا ہے، ذکر کے دوران اس نے Disturb کیا ہے۔ اسی طرح اندر ایک بچہ تھا، وہ مَیں نے والد کے ساتھ باہر بھجوا دیا مہربانی کریں، یہ میلہ نہ بن جائے۔ مجھے ڈر یہ ہے کہ میرے بعد کہیں اس میں اتنی عام سی بات ہو جائے، جس طرح باقی مزاروں پہ ہوتا ہے۔ اصل میں ہوتا ہے کہ بچے جا رہے ہیں، آ رہے ہیں، بڑے لوگوں کو پتہ نہیں ہوتا کہ کیا کرنا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ مزار پہ حاضری دے دی، اور پھر پچاس سو رکھ دیے اور تبرک کھایا پیا اور چل دیے۔ دراصل یہ بات مقدس نسبت کی ہے۔ بزرگانِ دین تو الگ رہے، یہاں تو انبیاءِ کرام علیہم السلام کی توجہ حاصل ہوتی ہے، تو سب یہ رسموں میں نہ ڈال دیں۔

بعض اوقات تو تلخی اختیار کرنی پڑتی ہے۔ اب یہ بھی نہ سمجھیں کہ ہر بار ڈانٹ دیتے ہیں، ڈپٹ دیتے ہیں، روکتے ہیں۔ تو مہربانی کریں کہ اس کی جو اصلی غایت ہے، مقصد ہے، اس کو سامنے رکھیں۔ بچوں کو اگر شوق بھی ہے تو اُنہیں سمجھائیں کہ بھئی! چھوٹے بچوں کو اجازت نہیں ہے یا تو اتنے تمیزدار ہوں کہ یہاں پہ واقعی بیٹھ کر وہ ذکر کریں۔ جو چھوٹے بچے ہیں پانچ سات سال سے تھوڑی عمر کے، اُن کو تو شعور ہی نہیں ہوتا۔ ہر بات اُن کو سمجھائیں، پھر بھی وہ پریشان کریں گے۔ اس لیے مہربانی کر کے اس

بات پہ اپنا دھیان رکھیں۔اوراس کے علاوہ تھوڑا سا ٹائم رہ گیا ہے، اس میں درود شریف کی جو کمی ہے، وہ پوری ہونی چاہیے۔باقی اللہ کرے ہم اس سال درود شریف کی تعداد کے لحاظ سے پچھلے سال سے آگے بڑھیں۔مرتضٰی (کہوٹ) سے مَیں کہوں گا کہ مجھے یاد نہیں رہا کہ احمد علی قریشی صاحب سے کہیں کہ سندھ کے ساتھیوں کا درود شریف اکٹھا کرنا شروع کر دیں تاکہ سالانہ اجتماع پہ وہ بھی تعداد پہنچ سکے۔

☆☆☆

☆21 ستمبر 1997ء اتوار

ساتھیو! چند گزارشات ہیں۔ایک ساتھی نے اپنا خواب سُنایا۔وہ کہتا ہے کہ میں لیٹا ہوا تھا اور میری ٹانگیں شمال کی طرف تھیں اور آپ آئے تو آپ نے کہا ایسے نہیں لیٹنا ہوتا، شمال کی طرف ٹانگیں نہیں کرتے۔تو بھائی بعض ہمارے شعائر ایسے ہیں، تہذیب وتمدّن کے تقاضے ایسے ہیں کہ ان میں ادب کا پہلو بہت نمایاں ہے۔جیسا کہ ہماری ساری مرکزیّت کعبہ شریف سے وابستہ ہے اور کسی مسلمان کی نماز نہیں ہوتی جب تک کہ وہ کعبہ شریف کی طرف مُنہ نہ کرے۔ہم مشرق والے مغرب کی طرف مُنہ کرتے ہیں اور افریقہ والے مشرق کی طرف مُنہ کرتے ہیں۔اس لیے کہ کعبہ شریف ہمارے مغرب کی طرف ہے اور اُن کے مشرق کی طرف ہے۔تو اس طرح ساری دنیا میں جیسے کعبہ شریف کی سمت ہے، اُسی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھی جاتی ہے۔یہ اُس خاص بابرکت جگہ کی تکریم ہے، تقدیس ہے، عزت ہے۔تو اسی طرح بعض کام ایسے ہیں کہ ادھر مُنہ نہیں کیا جا سکتا، جیسے پیشاب کے دوران آپ کی اُدھر پیٹھ بھی نہیں ہونی چاہیے۔رفع حاجت کے وقت جب آپ چاہے کھیتوں میں جاتے ہیں، چاہے کُھلی جگہ میں جاتے ہیں یا آپ کسی لیٹرین میں جاتے ہیں، تو ادب کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کی پیٹھ بھی اُدھر نہ ہو۔اور مُنہ تو صاف ظاہر ہے کوئی بھی باشعور آدمی جو ہے، وہ اُدھر مُنہ کر کے پیشاب نہیں بیٹھتا۔اسی طرح شمال کی طرف ہم اس لیے ٹانگیں کر کے نہیں سوتے کہ مبادا ہم دائیں طرف کروٹ بدلیں اور ہماری پیٹھ کعبہ شریف کی طرف ہو جائے اور ایسا بے ادبی ہو گا۔

اسی طرح آپ نے دیکھا ہو گا کہ جو دینی گھرانے ہیں، اُن میں، کمروں میں یا باہر چارپائی

بچھائی جائے تو جو پائنتی ہوتی ہے وہ شمال کی طرف نہیں کی جاتی، یہ آپ نے اکثر دیکھا ہوگا۔ اگر کوئی کر دیتا ہے تو بے ادبی سمجھی جاتی ہے اور سمجھا جاتا ہے کہ اس کو سلیقہ نہیں ہے، اس کو قرینہ نہیں بتایا گیا۔ تو اس میں بھی یہی ہے کہ آپ سوئیں گے تو کروٹ بدلیں گے آپ کا رخ جو ہے، وہ مشرق کی طرف ہوگا اور پیٹھ مغرب کی طرف ہوگی۔ اسی طرح جھاڑو بیبیاں دیتی ہیں، تو آپ نے دیکھا ہوگا کہ جو سگھڑ، سیانی بیبیاں ہیں، وہ اُس کا رخ مغرب کی طرف نہیں کرتیں۔ اس کو بے ادبی سمجھا جاتا ہے۔

اسی طرح اگر آپ چارپائی پہ بیٹھتے ہیں تو جو مومن آدمی ہوگا، برگزیدہ شخص ہوگا، عزت والا ہوگا، ہمیشہ آپ چھوٹے جو ہوتے ہیں، وہ تکریم کی خاطر اُنہیں کہتے ہیں کہ بابا جی! بزرگو! آپ اِدھر ہو جائیں، آپ سرہانے کی طرف ہو جائیں اور خود پائنتی کی طرف بیٹھیں گے۔ تو یہ جو ہمارے معاشرے کے معاملات ہیں، ان پہ ہمیں توجہ کرنی چاہیے۔ آج بھی کچھ بیبیاں چارپائی اُٹھا کر رکھ رہی تھیں اور اس کی پائنتی جو ہے، وہ شمال کی طرف تھی۔ اور مجھے یہ بڑی عجیب سی بات لگی، کیونکہ وہ عمر رسیدہ بیبیاں تھیں۔ تو اس لیے مَیں بتا رہا ہوں، یہ کسی کی توہین کرنا مقصود نہیں، یہ اصلاح کی بات ہے۔ جن کو نہیں پتہ اُن کو سمجھانے کی بات ہے کہ ہماری قدریں، اسلامی قدریں ہیں، اُن میں بڑی برکت ہے۔ اب نئے ماڈرن لوگ جو کہتے ہیں کہ کیا ضرورت ہے، دوپٹہ سر پر ہو نہ ہو کیا فرق پڑتا ہے۔ لیکن آج یہ ننانوے فیصد عورتیں، اُن کے اندر لاشعوری طور پر مذہب کی ایسی تقدیس ہے کہ وہ سوچ بھی نہیں سکتیں کہ دوپٹے کے بغیر باہر گلی میں نکل جائیں، چاہے وہ دیہات میں ہیں، چاہے وہ شہر میں ہیں۔ تو یہ جو تھوڑا سا محدود طبقہ ہے جو اپنے آپ کو ماڈرن کہلاتا ہے، اُن کی پیروی مت کریں۔

اب تک اُن لوگوں میں یہ روش دیکھی جاتی ہے کہ بیبیاں جو پروفیسر صاحبہ ہیں، وہ بھی دوپٹہ نہیں اوڑھتیں، انہوں نے بھی گلے میں ڈالا ہوتا ہے۔ اور لڑکیاں جو ہیں، ظاہر ہے اُن کی تقلید کرتی ہیں۔ حالانکہ وہ ساری کی ساری بالغ ہوتی ہیں اور دوپٹے گلے میں ہوتے ہیں۔ مجھے دو تین دفعہ مقامی گرلز کالج میں جانے کا اتفاق ہوا، وہاں پر کوئی تقریب تھی۔ ایک درس میں بھی مجھے لے جایا گیا۔ میری خواہش نہیں ہوتی ایسی تقریبات میں جانے کی، لیکن ایسے ہوا کہ میری صدارت میں ایک Function (پروگرام) رکھا گیا۔

پرنسپل صاحبہ نے بار بار پرنسپل صاحب کو یاد دہانی کرائی کہ کمالؔ صاحب کو ضرور لانا ہے۔ اور پرنسپل صاحب نے کہا کہ آپ کو جانا پڑے گا، میری عزت کا معاملہ ہے۔ میں آپ کو ساتھ لے بھی جاؤں گا، چھوڑ بھی جاؤں گا۔ اُس وقت میرے پاس گاڑی نہیں تھی۔ مَیں گیا تو چالیس مستورات جو لیکچرار اور پروفیسر تھیں، اُن میں سے صرف دو یا تین بیبیاں ایسی تھیں جنہوں نے دوپٹہ اوڑھ رکھا تھا۔ اور لڑکیوں میں سے جو پانچ چھے سو ہوں گی، اُن میں سے ایک لڑکی بھی نظر نہیں آئی جس نے دوپٹہ اوڑھا ہوا ہو۔

تو یہ اس چیز کی علامت ہے کہ ہم زیادہ مغرب زدہ ہو گئے ہیں، یہ فیشن ہو گیا ہے یا یوں سمجھیں کہ سمجھا جاتا ہے کہ اگر اسلامی شعائر اپنائیں گے تو گنوار پن کا مظاہرہ کریں گے۔ تو جتنی اس طرف سے شدّت سے اسلامی شعائر کا مذاق اُڑایا جا رہا ہے، اُسی شدّت سے آپ کو بھی اُن کی تقدیس کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔ یہ اسلامی معاملات کی ایک خاموش قسم کی تبلیغ ہوگی۔ اُن مستورات میں میری دو تین روحانی شاگرد بھی ہیں۔ تو مَیں نے انہیں کہا کہ آپ کا مذاق اُڑایا جائے یا نہ اُڑایا جائے، آپ نے سر پہ چادر، دوپٹہ ضرور لینا ہے۔ یہ بھی ایک خاموش تبلیغ ہے۔ آہستہ آہستہ آپ کی دیکھا دیکھی اور بھی کچھ لڑکیاں، جو آپ کی Colleagues (ہم جولیاں) ہیں، وہ سر پہ دوپٹہ اوڑھ لیں گی۔

تو گھر میں اپنا ماحول اسلامی بنائیں۔ کوشش کریں اور وہ بھی پیار کے ساتھ بچیوں کو سمجھائیں، چھڑی کے ساتھ نہیں۔ جو بچیاں سکول جاتی ہیں، نویں، دسویں جماعت میں پڑھتی ہیں یا کالج میں جاتی ہیں، اُن کو پیار سے سمجھائیں کہ ہمارا اپنا طرزِ حیات ہے اور اس میں پاکیزگی ہے، اس میں حیا ہے، اس میں حُسن ہے، خیر ہے۔ ان کو سمجھائیں کہ یہ ہماری روایات قابلِ فخر ہیں۔ آپ مارگریٹ تھیچر کا اور صوفیہ لارین کا ڈھنگ اختیار نہ کریں۔ ہمارے سامنے اصل حُسن جو ہے، وہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا ہے، حضرت مائی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ہے، حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کا ہے۔ کیا انہوں نے اپنے سر سے کبھی دوپٹہ اتارا؟ سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا، بلکہ حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے وصیت فرمائی تھی کہ میرا جنازہ جب اُٹھایا جائے تو رات کو اُٹھایا جائے کہ میری میّت پر بھی کسی کی نظر نہ پڑے۔ اس سے آپ اندازہ کر لیں کہ اس زمانے میں پردے کی کیا اہمیت ہوگی۔ ضروری نہیں ہے کہ آپ پورا پردہ جو ہے وہ کریں،

جس طرح پُرانا برقعہ اوڑھتے تھے۔لیکن کم ازکم چادرتو اتنی ہو کہ اگر آپ اپنا چہرہ چھپانا چاہیں اور آپ ایسے بازار سے جا رہے ہیں، کسی ایسے ماحول سے گزر رہے ہیں، یا اوباش لوگوں کا جمگھٹا ہے تو کم ازکم آپ کا پلّو اتنا تو ہو کہ آپ مُنہ چھپا سکیں۔تو کوشش کی جائے کہ اپنے اپنے حلقہِ اثر میں اسلامی تعلیمات، اسلامی شعائر، اسلامی تہذیب اور ثقافت کی آپ پاسداری کریں۔

ایک اور بات کہ بعض اوقات نادانستہ، یا غیر شعوری طور پر یا ناسمجھی میں لیٹرینیں گھروں میں بھی اور مسجدوں میں بھی اس طرح بن جاتی ہیں کہ جب آپ رفع حاجت کے لیے یا پھر استنجے کے لیے بیٹھتے ہیں تو آپ کا رُخ مشرق کو ہوتا ہے اور پیٹھ مغرب کو ہوتی ہے، تو ایسے میں مجبوری ہے۔آپ اپنا رُخ تھوڑا سا تبدیل کرلیں یا اس سمت میں بیٹھیں کہ آپ کا چہرہ جو ہے وہ شمال مشرق کی طرف ہو جائے تو اس سے بھی آپ بے ادبی سے بچ جائیں گے۔شکریہ۔

☆☆☆

☆22 فروری 1998ء اتوار

ساتھیو! ایک ضروری بات آپ سے کرنی ہے کہ اتوار سے ہٹ کر دوسرے دنوں میں جب لوگ آتے ہیں تو بعض اوقات مَیں یہاں نہیں ہوتا، کالج میں ہوتا ہوں یا کسی اور کام سے گیا ہوتا ہوں تو وہ ڈسٹرب ہوتے ہیں اور مجھے بھی پریشانی ہوتی ہے۔تو جب ایک دن مقرر کر رکھا ہے تو آپ لوگوں کو صحیح گائیڈ کیوں نہیں کرتے؟ جب کسی نے آنا ہی ہے تو اس کا ذہن بنائیں کہ اتوار کو جائیں، وہاں پر آپ کے لیے کھانے کا انتظام ہوگا، نماز میں شامل ہوں، ذکر میں شامل ہوں۔اس میں زیادہ ثواب ملے گا، زیادہ فائدہ ہوگا۔لوگ سمجھتے ہیں کہ جائیں گے تو گپیں ہانکیں گے، بزرگوں کے پاس بیٹھیں گے۔بھئی! میرے پاس فضول باتیں کرنے کا وقت نہیں ہوتا، سیدھی سی بات ہے۔جس کسی نے آنا ہے، اس نے ذکر کے لیے آنا ہے، فیض کے لیے آنا ہے اور اس کے لیے ہفتے کا ایک دن مقرر ہے، اُسی میں آنا چاہیے۔جب کسی آدمی کو آپ بغیر بتائے ہوئے بھیج دیتے ہیں، پھر مجھے بڑی کوفت ہوتی ہے۔اور اُس کا تو شاید کچھ بھلا ہو یا نہ ہو لیکن آپ کا فائدہ نہیں ہوتا۔جب کوئی بتاتا ہے کہ فلاں ساتھی نے بھیجا ہے تو

پہلے تو میرے دِل میں اضطراب کی کیفیت ہوتی ہے، پھر غصّہ آتا ہے کہ اس شخص نے اس کو صحیح گائیڈ کیوں نہیں کیا۔ بجائے فائدے کے اُلٹا آپ کا نقصان ہوتا ہے۔

اس لیے مہربانی کریں، ساتھیوں کو ایک تو ذکر کی تلقین کریں اور ذکر کا طریقہ بھی بتائیں۔ آپ کی کوئی بات مانتا ہے یا نہیں مانتا، کوئی مذاق اُڑاتا ہے، تمسخر اُڑاتا ہے، اس کی پروا نہ کریں۔ لیکن کم از کم اس کو ذکر کا طریقہ بتا دیں تا کہ یہاں آ کر اس کو پریشانی نہ ہو کہ یہاں کیا کرنا ہے۔ کیونکہ جو نیا آدمی آتا ہے، مَیں اگرچہ یہاں اعلان کر دیتا ہوں لیکن اس کے باوجود بعض اوقات اُن کی سمجھ میں بات نہیں آتی اور وہ پریشان رہتے ہیں کہ یہ کیا لطائف کا نام لے رہا ہے؟ ذکر کا، مراقبات کا کیا سلسلہ ہے؟ تو وہ Puzzle (پریشان) ہو جاتے ہیں۔ اس لیے جب آپ کسی نئے ساتھی کو لاتے ہیں تو خود اُسے چار پانچ منٹ کے لیے ذکر کرا دیں اور سمجھا دیں تا کہ اُس کے لیے پریشانی کا موجب نہ بنے۔

اب میرے ساتھ ملاقات کرنے کے بعد ساتھی بڑے گیٹ کے باہر، اور جب مَیں کہتا ہوں کہ بڑے گیٹ کے باہر، تو وہ (گیٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) بڑا گیٹ ہے، اس کے باہر کہتا ہوں۔ آپ چھوٹے دروازے کے سامنے کھڑے ہو جاتے ہیں، بیبیوں نے گزرنا ہوتا ہے، اُن کے لیے مشکل پیش آتی ہے۔ ویسے بھی یہ بدتمیزی کی بات ہے کہ آپ چھوٹے گیٹ کے سامنے کھڑے ہوں اور صحن میں آپ کی نظر جائے۔ میرے ساتھ مصافحہ کر کے آپ لوگ فارغ ہیں، جا سکتے ہیں۔ شکریہ۔

☆☆☆

☆8 مارچ 1998ء اتوار

ساتھیو! رمضان کا مہینہ بڑی برکت والا ہے۔ اسی طرح آخری عشرہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ اب ستائیسویں کی رات لوگ کوشش کرتے ہیں کہ اپنی اپنی مسجدوں میں اور گھروں میں زیادہ رات عبادت میں گزاریں۔ عموماً یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ستائیسویں رات لیلۃ القدر ہے، مگر حقیقت یہی ہے کہ یہ رات آخری عشرے میں گردش کرتی رہتی ہے۔ یہ مَیں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا بلکہ جو مستند احادیث ہیں، وہ آپ غور سے پڑھیں تو اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کسی سال کسی صحابی نے پوچھا کہ لیلۃ القدر کب ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ستائیسویں کو۔ پھر کسی نے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: پچیسویں کو۔ پھر کسی

نے پوچھا تو فرمایا: تئیسویں کو۔علیٰ ھذا القیاس کئی دفعہ فرمایا کہ طاق رات۔تو یہ جو احادیث ہیں، ان میں بظاہر تو تضاد نظر آتا ہے۔عام آدمی دیکھے تو کہتا ہے: یہ کیا ہوا کہ کبھی ستائیسویں ہے، کبھی تئیسویں ہے، کبھی پچیسویں لکھی ہوئی ہے۔تو دراصل تضاد نہیں ہے۔ یہ کوئی ایسا معاملہ نہیں ہے کہ ایک لمحے میں یا ایک وقت میں سب نے پوچھا ہو یا سب نے الگ الگ پوچھا ہو۔ ہوا یہ کہ کسی صحابی نے ایک سال پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ستائیسویں کو، پھر کسی نے اگلے سال پوچھا تو آپ ﷺ نے جو رات تھی وہ بتادی۔

متعین اس لیے نہیں بتائی کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت ہی ایسی تھی کہ گردش کرتی رہتی ہے۔اور ویسے تو اس کی تلاش میں جو لوگ ہوتے ہیں، اُن کے اندر طلب ہوتی ہے، وہ یہ ہوتی ہے کہ ہمیں وہ ساعت نصیب ہو جائے، بلکہ وہ لمحہ نصیب ہو جائے جو قبولیتِ دُعا کا ہوتا ہے۔اور بعض خوش نصیب لوگوں کو یہ لمحہ نظر بھی آ جاتا ہے اور وہ دُعا مانگ لیتے ہیں۔لیکن وہ لمحہ اگر کسی خوش نصیب کو میسر آ جائے تو عام لوگ یہ مانگیں کہ یا اللہ! میری شادی ہو جائے، یا اللہ! میری پروموشن ہو جائے، یا اللہ! میرے کاروبار میں برکت ہو جائے۔ یہ بڑی فضول قسم کی خواہش ہوگی۔ بڑی فضول اور Ugly (معیوب، بدصورت) قسم کی درخواست اور دُعا ہوگی۔اس لمحے کوئی بھی دُعا مانگیں، وہ اپنے گناہوں کی معافی ،آخرت کی بہتری اور مغفرت کے لیے ہو۔اور یہ حضور ﷺ کی بڑی مشہور دُعا ہے:

((اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ ا فَاعْفُ عَنِّیْ۔)) (مشکوٰۃ شریف:1987)

اے اللہ! بیشک تو معاف فرمانے والا ہے اور معافی کو پسند کرتا ہے، پس ہمیں معاف فرما۔

اس رات کی خصوصیت یہ ہے کہ اس ایک رات میں عبادت کریں گے تو آپ کو ایک ہزار راتوں کا اجر ملے گا اور وہ اجر یہاں نہیں ملنا بلکہ اگلی زندگی میں ملنا ہے۔ویسے ان شاء اللہ وہ رات جس خوش نصیب کو نصیب ہو اور مَیں سمجھتا ہوں کہ ہر آدمی وہ حاصل کرسکتا ہے، کوئی مشکل نہیں ہے۔اس کے لیے آپ صبح نیند بھر کے دو تین گھنٹے سو لیں، ساری راتیں جاگ لیں۔بھئی! یہ کون سا مشکل ہے؟ ان راتوں میں کوئی نہ کوئی رات تو آتی ہے۔وہ رات تو آپ کو مل جائے گی، اس کا اجر بھی مل جائے گا۔لیکن اس کے باوجود یہ خواہش ہوتی ہے کہ ہمیں پتہ چلے۔

پہلے تو مَیں بتا دیتا تھا، لیکن چند سالوں سے مَیں نے روک دیا ہے۔ اس معاملے کی وضاحت نہیں کر سکتا۔ البتہ یہ کہہ سکتا ہوں کہ ستائیسویں کو بھی جاگیں، اگر جاگ سکتے ہیں تو اکیسویں، بائیسویں، تیئیسویں کو بھی جاگیں۔ یہاں پر اہتمام نہیں ہوتا، کیونکہ ہماری خانقاہ کا نظام اس پیمانے پہ نہیں پہنچا کہ مستقل یہاں پہ تین چار لانگری، تین چار ملازم ہوں۔ نہ ہی ابھی گنجائش ہے اور ابھی تک نہ ہی ایسے اسباب پیدا ہوئے ہیں۔ اس کے لیے آپ دیکھتے ہیں کہ اگر مَیں آج ہی اعلان کر دوں اور بتا دوں کہ ستائیسویں کی رات ٹھیک ہے، آپ آ سکتے ہیں تو یہاں پہ ہجوم سنبھالا نہیں جا سکے گا۔

اس لیے اگر تو آپ نے اس رات کی برکات حاصل کرنی ہیں، وہ تو آپ کر سکتے ہیں۔ تھوڑی سی ہمت سے کام لیں، آسانی سے دن میں دو تین گھنٹے آرام کے لیے نکال لیں، بلکہ فجر کی نماز کے بعد آپ تین چار گھنٹے سو لیں۔ باقی دن میں بے شک آپ کام کرتے رہیں، رات کو آپ آسانی سے جاگ سکتے ہیں۔ لیکن اگر یہ نہیں ہو سکتا تو پھر ٹھیک ہے ستائیسویں رات کو جاگنے کی کوشش کریں، زیادہ سے زیادہ پوری رات نہیں جاگ سکتے تو جس طرح آسانی کی جا سکتی ہو اور وہ خاص لمحہ ڈیڑھ بجے تا ڈھائی بجے کے درمیان سمجھ لیں، لیکن اس میں دُعا وہی مانگنی ہے جو مَیں نے ابھی بتائی ہے۔ اپنے گناہوں کی معافی مانگنی ہے، زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھنا ہے۔ یہاں پہ تو اہتمام نہیں ہوگا، کیونکہ کچھ ساتھی ایسے ہیں جنہوں نے بڑی دردمندی کے ساتھ بڑے خلوص کے ساتھ دارالفیضان کی تعمیر میں حصہ لیا تھا، مسلسل چھ سات مہینے کام کرتے رہے، ان کا حق بنتا ہے۔ وہ بھی ایک رات مَیں نے ان کو اجازت دی ہے، دس پندرہ ساتھی ہیں۔ ان کو الگ الگ مَیں نے بتا دیا ہے۔ ان کے علاوہ کوئی بھی ساتھی یہاں پہ نہیں آ سکتا۔ مَیں معذرت چاہتا ہوں، میری مجبوری ہے۔ اپنے طور پر مَیں نے یہ چار راتیں بتائی ہیں؛ اکیسویں، بائیسویں، تیئیسویں اور ستائیسویں، ویسے بھی مشہور ہیں اور یہ رات ضروری نہیں کہ طاق راتوں میں ہو۔ یہ جفت میں بھی آ سکتی ہے، بلکہ حدیث شریف میں ہے کہ چھبیسویں میں بھی آ سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو گردش میں رکھا ہے۔ مثال کے طور پر اگر اس سال ستائیسویں کو ہے تو اگلے سال چھبیسویں کو ہوگی۔ اس طریقے سے اس کا سلسلہ ہے۔ جزاك الله

☆12اپریل1998ءاتوار

ساتھیو! کسی کام کے لیے چاہے، وہ دنیاوی کام ہی کیوں نہ ہو، اس میں دو باتیں ضروری ہوتی ہیں۔ ایک شوق اور دوسرا کوشش۔ زیادہ سے زیادہ بہتر نتائج حاصل کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ محنت کرتے ہیں۔ اور جتنی کسی کام میں فائدے کی اُمید ہوتی ہے، اُتنی ہی زیادہ ذوق وشوق سے کوشش روا رکھی جاتی ہے۔ اس لیے آخرت کے لیے کوشش کیجیے کہ یہ جو درود شریف کا اثاثہ ہے، اس میں روز بروز ترقی ہو۔ یہ بھی ہمت مانگتا ہے۔ جو ساتھی زیادہ پڑھتے ہیں، وہ دراصل وقت بھی زیادہ نکالتے ہیں، کوشش بھی زیادہ کرتے ہیں۔ یہ نہیں کہ اُن کو ایسے ہی آرام سے مل جاتا ہے۔

جو ساتھی کہتے ہیں کہ جی ہمارے لیے دُعا کریں کہ ہم بھی زیادہ پڑھیں، پڑھا نہیں جاتا تو پڑھا اس لیے نہیں جاتا کہ آپ کوشش کم کرتے ہیں، آپ کو نیندیں پیاری ہیں، آپ کو آرام پیارا ہے۔ دن کو اپنے کام کاج سے آپ کو فرصت نہیں ملتی۔ آپ اس کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔ ظاہر ہے جس کام میں زیادہ فائدہ ہوتا ہے، وہی آدمی کرتا ہے۔ دنیاوی فوائد تو آپ کو نظر آتے ہیں کہ یہ کام کروں گا تو اتنا فائدہ ہوگا، اتنی آمدنی ہوگی۔ لیکن یاد رکھیں! آخرت بھی بالکل قریب ہے، کسی وقت بھی بلایا جا سکتا ہے۔ ایک تو آخرت وہ ہے جس کا قیامت کے دن سامنا کرنا پڑے گا اور ایک یہ ہے کہ برزخ میں کسی وقت بھی بلایا جا سکتا ہے۔ وہ ایک نئی زندگی ہوگی اور ہمارے پاس عمل کمانے کا بس تھوڑا سا ٹائم ہے۔ دنیا کمانے کے ساتھ ساتھ آخرت کے لیے بھی کچھ کمانے کی کوشش کریں۔ اگر رِیس کرنی ہے تو اس میں کریں کہ فلاں ساتھی اعمال میں مجھ سے آگے ہے، خلوص میں مجھ سے آگے ہے۔

ساری زندگی کا کوئی کام بھی یا عبادت ہے یا غیر عبادت۔ عبادت یوں ہے کہ اگر نبیءِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقشِ قدم کے مطابق چلیں تو وہ عبادت بن جاتا ہے۔ آپ کا کھانا پینا، سونا جاگنا، چلنا پھرنا، بات چیت کرنا یہ ساری عبادت بن جاتی ہے۔ کوشش کیجیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتیں روزمرہ کے معمولات میں اپنائی جائیں۔ درود شریف کا نذرانہ زیادہ سے زیادہ پیش کرنے کی روزانہ کوشش کی جائے۔ جو ہدف

آپ نے اپنا اپنا مقرر کر رکھا ہے، کوشش کیجیے کہ وہ پورا ہو۔ اگر کسی وجہ سے وہ پورا نہیں ہوسکا تو دوسرے دن اُسے پورا کرنے کی کوشش کریں، چاہے اس کے لیے زائد وقت دینا پڑے، نیند کم کرلیں۔ اور اصلی پڑھائی تو رات کو ہوتی ہے، دن بھر تو دنیاوی مصروفیات ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو ہمت دے، استقامت عطا فرمائے۔ آپ کو خلوصِ نیّت عطا فرمائے۔

☆☆☆

☆17 دسمبر 2000ء اتوار (حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کا آخری خطاب)

ساتھیو! آج میری طبیعت کافی خراب ہے اور مَیں اس قابل نہیں کہ کوئی لمبی چوڑی گفتگو کر سکوں، البتہ چند ایک باتیں ایسی ہیں جن کی وضاحت مَیں ضروری سمجھتا ہوں۔ کچھ ساتھیوں کا خیال ہے کہ دارالفیضان جہلم سے میری چکوال منتقلی عارضی ہے۔ اُن کی تصحیح کے لیے گزارش ہے کہ میری پنوال، چکوال آمد کے ساتھ ہی دارالفیضان جہلم سے چکوال، پنوال مستقل طور پر شفٹ ہو چکا ہے۔ اس طرح یہ اپنی تمام تر روحانی برکات کے ساتھ اپنے اصل مقام پر آ چکا ہے۔ چند سالوں کے لیے یہ حویلی دارالفیضان کی ضروریات کے لیے کافی ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ متبادل انتظام کرلیا جائے گا۔ جہلم والے مکان اور مسجد کے بارے میں، مَیں نے اپنے بیٹوں کو ہدایت کردی ہے۔

بعض ساتھی میرے پاس آتے ہیں اور تقاضا یہ ہوتا ہے کہ انہیں اگلا سبق دیا جائے، حالانکہ مجھے پتہ ہوتا ہے کہ ان میں اہلیت نہیں ہے۔ ان مقامات کو آپ اتنا آسان نہ سمجھیں۔ ان کو اپنے اندر راسخ کرنا پڑتا ہے، محنت کرنا پڑتی ہے۔ مثال کے طور پر، پچھلے دِنوں لاہور سے ایک ساتھی آیا اور کہنے لگا کہ مجھے ملک نور صاحب نے بھیجا ہے اور کہا کہ حضرت صاحب سے لطیفہءِ نفس لے کر آؤ۔ مَیں نے پوچھا تم بیعت کب ہوئے ہو؟ کہنے لگا: پانچ سال ہوگئے ہیں۔ دارالفیضان حاضری کے بارے میں پوچھا تو کہا کہ پانچ چھے دفعہ آیا ہوں۔ درود شریف کی تعداد بھی مقررہ معیار سے کم تھی۔ اس سے آپ اُس کی حالت کا اندازہ کرلیں۔ مَیں نے کہا کہ اب واپس جاؤ اور پچھلے سبق پر ہی محنت کرو اور ملک نور کو کہو کہ

میرے پاس آئے۔

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اسباق کو مذاق نہ سمجھیں کہ اپنی مرضی سے ایک لطیفے سے دوسرے پر چلے گئے۔ آپ کو نہیں معلوم کہ ایک لطیفے سے دوسرے تک کتنا سفر ہے اور اگر ان مقامات کے تقاضے کے طور پر محنت نہ ہو، نمازیں، ذکر اور درود شریف پورا نہ ہو تو اس کا خراج جسمانی تکالیف، مالی نقصان یا کسی اور پریشانی کی صورت میں لیا جاتا ہے۔ مَیں اس حوالے سے کسی اور کی نہیں بلکہ اپنی مثال دیتا ہوں، آپ تو سمجھتے ہیں کہ ہمارے حضرت صاحب نے بہت نمازیں پڑھیں، ذکر کیا، روزے رکھے اور درود شریف پڑھا لیکن مجھے روحانیت میں ایک ایسا مقام عطا کیا گیا کہ اس کے لیے میری محنت نہ ہونے کے برابر تھی۔ تو مجھ سے اس کا خراج میری جسمانی تکالیف کی شکل میں لیا گیا۔ تو اگر میرے ساتھ یہ ہوسکتا ہے تو اپنا آپ خود دیکھ لیں کہ آپ کے ساتھ کیا کچھ ہوسکتا ہے۔ اس لیے مَیں دوبارہ کہہ رہا ہوں کہ اپنے اسباق سے آگے خود چلنے کی کوشش نہ کریں اور نہ ہی کسی حلقہِ ذکر کے نگران حضرات، ساتھیوں کو لطیفہِ قلب سے آگے اسباق دینے کے مجاز ہیں ورنہ دوسری صورت میں دونوں کا نقصان ہوگا۔ آپ صرف لطیفہِ قلب دے سکتے ہیں، اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

سجادہ نشینی کے حوالے سے یہ بات سمجھ لیں کہ پہلے مَیں نے اپنے چھوٹے بیٹے مراد کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا لیکن اب دوبارہ تینوں بیٹوں کو نامزد کر رہا ہوں۔ ان میں سے جو بھی گھر پر موجود ہوگا، وہ نئے آنے والے ساتھی کو بیعت کرلے گا اور ساتھیوں کی مناسب رہنمائی اور ان کے حسبِ حال اسباق دے دیا کرے گا۔ ان کا بیعت کرنا، حقیقت میں میری ہی بیعت ہوگی اور میرا ہی فیض ہوگا۔ میرا بیٹا ثاقب ہانگ کانگ میں ہوتا ہے۔ مراد یہاں چکوال کالج میں سروس کرتا ہے۔ اس لیے جو بھی گھر پر ہوگا، وہ دارالفیضان کے معاملات دیکھ لے گا۔ بیعت چاہے جو بھی کرے وہ میری ہی ہوگی، فیض تا قیامت میرا ہی ہوگا۔ یہ تینوں برابر ہیں، آپ نے ان میں فرق نہیں رکھنا یہ نہ ہو کہ گروپ بنالیں۔ اس سے آپ سب کا نقصان ہوگا۔ مقام میں آپ میں سے کوئی ان تینوں کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ مَیں نے جو ابتدائی روحانی مہمیں سرانجام دیں، ان میں یہ تینوں میرے ساتھ تھے۔ اس لئے اس بات کا لحاظ رکھیں۔ جزاك الله

سوال وجواب

نوٹ :۔ یہ سوالات مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے خواتین وحضرات کی طرف سے اُٹھائے گئے،جن میں پی۔ایچ۔ڈی، پروفیسرز۔لیکچررز،سکول ٹیچرزاور آرمی آفیسرز وغیرہ بھی شامل تھے۔

☆2مارچ1990ءجمعۃ المبارک

سوال:۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والدینِ کریمین کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب:۔آپؒ نے سوال کرنے والے سے پوچھا ''تمہارے نزدیک تمہاری بیوی کا مقام اُونچا ہے یا والدین کا؟'' جواب دیا گیا: والدین کا۔اس پر آپؒ نے فرمایا اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاں جو مرتبہ و مقام حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہٗ کا ہے، وہ ازواجِ مطہراتؓ کا نہیں ہے۔مَیں جب بھی دربارِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں گیا تو صحابہ کبارؓ میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہٗ (حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والدِ گرامی) کی نشست ہمیشہ نمایاں دیکھی، اور سب سے اُونچا روحانی مقام، جس پر عشرہ مبشرہ فائز ہیں، وہ مقام حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہٗ کا ہے۔

سوال:۔امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟

جواب:۔احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ حبِّ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں بہت آگے تھے۔مَیں نے دیو بندی علماء کو روحانی طور پر کہا ہے کہ آپ نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں غیر محتاط قلم استعمال کیا ہے، لیکن اہلِ اسلام پر کفر کے فتوے مجھے پسند نہیں ہیں۔

☆13اپریل1990ءجمعۃ المبارک

سوال:۔جنّات اور انسانوں کی شکل وصورت میں کیا فرق ہوتا ہے؟

جواب:۔جنّات کی آنکھیں عمودی ہوتی ہیں جبکہ انسانی آنکھ افقی ہوتی ہے۔جنّات عورتوں کے پاؤں عموماً ٹخنوں سے باہر کی جانب ہوتے ہیں۔ان میں سے شاہی خاندان کے جنّات بڑے خوبصورت ہوتے ہیں۔

☆22جون1990ءجمعۃ المبارک

سوال:۔کالے علم والوں سے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟

جواب:۔ یہ لوگ کافر ہو کر مرتے ہیں۔ جوانی میں تو چلّے وغیرہ کر کے جنّات کو قابو کر لیتے ہیں اور اُن سے اچھے بُرے کام لیتے رہتے ہیں، لیکن جب عمر زیادہ ہو جاتی ہے تو چلّوں کی وہ پابندی نہیں کر سکتے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ جنّات آزاد ہو جاتے ہیں اور پھر اپنے عامل کو جان سے بھی مار دیتے ہیں۔ عام طور پر عاملوں کی موت اُن کے مؤکلوں کے ہاتھوں ہی ہوتی ہے۔ یہ عامل حضرات جس شخص کو جادو سے تکلیف پہنچاتے ہیں، اُس کے تو مراتب بلند ہوتے ہیں، لیکن مشیت ایزدی کے فیصلوں کو یہ بدل نہیں سکتے۔

☆11 جولائی 1990ء، بدھ

سوال:۔ شیطانی وسوسوں سے متعلق کچھ ارشاد فرمائیں؟

جواب:۔ شیطان ازلی و ابدی دشمن ہے، اس کوشش میں رہتا ہے کہ مرید کو شیخ سے بدظن کرے اور یوں مرید پروار کر کے اُسے روحانی مراتب سے گرانے کی کوشش کرتا ہے۔ جب وسوسے آئیں تو ''اَللّٰہ'' کی ضرب لگانے کے علاوہ ''لا حول و لا قوۃ الا باللّٰہ'' بھی پڑھنا چاہیے۔

☆13 جولائی 1990ء جمعۃ المبارک

سوال:۔ واقعہءِ معراج کے حوالے سے سائنس کی تحقیق ہے کہ روشنی کی رفتار سے چلا جائے تو وقت تھم جاتا ہے۔ اسی لیے جب معراج شریف کا واقعہ آنحضور ﷺ کو پیش آیا تو بستر بھی گرم رہا اور زنجیر بھی ہلتی رہی، کیا وقت تھم گیا تھا؟

جواب:۔ میری تو تحقیق ہے کہ روح ایک لطیف نُور ہے۔ روشنی کی رفتار ایک لاکھ چھاسی ہزار میل فی سیکنڈ ہے جبکہ روح کی رفتار روشنی کی رفتار سے بھی تیز ہے۔

☆30 جولائی 1990ء سوموار

سوال:۔ آپ نے کچھ لوگوں کو کعبہ شریف، روضہءِ اطہر ﷺ اور دارالفیضان کی خصوصی

نسبت عطا فرمائی ہے، اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:۔ان مقامات کی خصوصی نسبت سے مراد یہ ہے کہ جہاں بھی اور جب بھی ذکر کریں گے تو روح بیک وقت ان تینوں مقامات پر حاضر ہو گی۔

☆21 اگست 1990ء منگل

سوال:۔قلندری لائن سے متعلق کچھ ارشاد فرمائیں؟

جواب:۔تکوینی امور کے سرانجام دینے کے لیے فرشتوں اور انسانوں کو مختلف ڈیوٹیاں تفویض کی گئی ہیں۔انسانوں کو جو ڈیوٹیاں دی گئی ہیں اُن میں سے بعض ڈیوٹیاں اتنی سخت ہوتی ہیں کہ ایک لمحے کے لیے ڈیوٹی سے توجہ نہیں ہٹائی جا سکتی۔اس لیے ایسے لوگوں پر بعض اوقات شریعت ساقط ہو جاتی ہے۔یہ معاملات عوام کی سمجھ سے بالاتر ہیں، اس لیے اُنہیں عوام پر ظاہر نہیں ہونا چاہیے۔اس طرح ہر کوئی اُٹھ کر قلندری لائن کا دعویٰ کرنے لگے گا اور فساد کا موجب بنے گا۔

کچھ افراد ایسے ہیں جو صرف قلندری لائن پر ہیں۔کچھ صرف تصوف وسلوک کی لائن پر ہوتے ہیں اور یہ شریعت کے سختی سے پابند ہوتے ہیں۔کچھ قلندری اور تصوف وسلوک دونوں میں ہوتے ہیں، کبھی ایک کا غلبہ ہوتا ہے، کبھی دوسری کا۔قلندری لائن کی بے شمار شاخیں ہیں۔حضرت خواجہ خضر علیہ السلام، قطبِ مدار کیساتھ کام کرتے ہیں، اُن کا تعلق قلندری لائن سے ہے۔

☆24 اگست 1990ء جمعۃ المبارک

سوال:۔حضوری کی کیفیت کیا ہوتی ہے؟

جواب:۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَاذْكُرُونِىٓ أَذْكُرْكُمْ ۝﴾ (سورۃ البقرۃ، آیت نمبر 152)

''پس تم مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد کروں گا۔''

جب آپ ذکر کے دوران اَللّٰہ اَللّٰہ پوری یکسوئی سے کرتے ہیں، تو آپ حضوری کی کیفیت میں ہوتے ہیں، گویا آپ اُس کی بارگاہ میں ہیں۔ اسی طرح جب آپ محبت سے درود شریف پڑھتے ہیں تو آپ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری میں ہوتے ہیں۔

سوال:۔ دارالفیضان آتے ہوئے بعض اوقات خوف کی حالت ہو جاتی ہے۔ ایسا کیوں ہے؟

جواب:۔ ایسا حُسنِ محبوب کی ہیبت اور رُعب کی وجہ سے ہوتا ہے۔

سوال:۔ حضرت جی! آپ کے قریب ہونے کے لیے ایک شخص کے لیے کیا معیار ہے؟ (اس پر سوال کرنے والے سے آپؒ نے پوچھا کہ آپ کے خیال میں کیا معیار ہونا چاہیے؟ عرض کیا گیا کہ وہ نمازیں، نوافل، درود شریف اور ذکر وغیرہ باقاعدگی سے کرتا ہو۔ اس پر حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا:)

جواب:۔ نمازیں اور اوراد ہی اگر معیار ہوں تو کتنے ہی لوگ تم سے کہیں زیادہ نمازیں، نوافل اور درود شریف پڑھنے والے اور زہد و تقویٰ والے ہیں، پھر تو اُنہیں میرے زیادہ قریب ہونا چاہیے اور مجھے زیادہ توجہ دینا چاہیے۔ دراصل جو عبادات و درود شریف تم لوگ کرتے ہو، وہ تو ہر انسان اپنی ذات کے لیے کرتا ہے۔ مَیں تو دیکھتا ہوں کہ میری ذات کے لیے کوئی کیا کرتا ہے، میری کتنی خدمت کرتا ہے۔ جو جتنی خدمت کرتا ہے، اُتنا ہی وہ میرے قریب ہے، چاہے وہ مرید ہے یا مریدنی۔ مثلاً میرا کام تو دارالفیضان کا تھا، ایسے ساتھی بھی تھے جو "دارالفیضان" کی تعمیر کے لیے بغیر بلائے خود آتے تھے اور روزانہ آتے تھے۔ ایسے بھی تھے جو کبھی کبھی آتے تھے، کئی ایسے تھے جو کہنے پر آ گئے اور کئی وہ تھے جو بلانے کے باوجود بھی نہ آئے۔ ان میں سے ایک فرد ایسا بھی تھا جس کو بلایا تو کہنے لگا کہ میرا باجرہ کھڑا ہے، میں نہیں آ سکتا، اپنا باجرہ کاٹوں گا۔ یہ وہ شخص تھا جسے مَیں نے بہت زیادہ نوازا تھا، اُوپر کے مقامات تک لے گیا تھا۔ لوگ بن سنور کر ملنے آ جاتے ہیں، اُن میں سے اکثر کو احساس ہی نہیں ہوتا کہ مرشد کے بھی کوئی کام ہیں، خدمت کا تصوّر رہی نہیں۔ کئی ایسے ہیں جن کے پاس رزق و دولت کی فراوانی ہے، وہ دارالفیضان کی تعمیر میں مالی لحاظ سے حصہ لے سکتے تھے، لیکن جب دینے کا معاملہ آتا ہے تو

10-5 سے زیادہ کی ہمت نہیں ہوتی۔کئی ایسے ہیں جن کے پاس روپیہ پیسہ تو نہیں،لیکن جسمانی صحت و طاقت تو ہے،وہ تعمیر کے کام میں حصہ لے سکتے تھے۔میرا تو سب کچھ دارالفیضان ہی ہے۔

سوال:۔عربوں کی موجودہ حالتِ زار کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب:۔ ہر بات میں اللہ کی حکمت اور کوئی مصلحت ہوتی ہے، ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت سات سو سال رہی۔ جب لے لی تو اللہ سات سمندر پار سے انگریزوں کو ہندوستان پر حکومت کرنے کو لے آیا۔ 100 سال بعد اُنہیں بھی جانا پڑا۔مشرقِ وسطیٰ میں بھی یہی کچھ ہوگا۔عربوں کو دولت نے عیاشی سکھائی ہے، اگر اس دولت کو پاکستان کی ٹیکنالوجی سے فائدہ اُٹھانے میں لگاتے تو آج ہم بڑی طاقتوں میں شمار ہوتے۔عراق نے پاکستان کی مخالفت کی،کشمیر کے مسئلے میں ہندوستان کا ساتھ دے رہا ہے۔سعودی عرب میں امریکہ کو بھیجنے میں بھی اللہ کی حکمت ہی کارفرما ہے۔صدام اور عربوں کو تھپڑ پڑیں گے تو انہیں ہوش آئے گا۔امریکہ بھی یہاں ہمیشہ نہیں رہ سکتا،ایک دن اسے بھی جانا ہی ہوگا۔

☆11 ستمبر 1990ء منگل

سوال:۔دُعا فرمائیں کہ مشاہدہ ہو،تاکہ یقین کی کیفیت بڑھے؟

جواب:۔صوفیاءؒ مشاہدہ کو اہمیت نہیں دیتے۔ کچھ لوگ پہلی حاضری میں ہی چاہتے ہیں کہ کچھ مشاہدہ ہوجائے۔ یہ تو اللہ کا کرم ہے جسے چاہے مشاہدہ کرادے۔مشاہدہ تو کھلونے والی بات ہے،اس سے یقین بڑھتا ہے لیکن ترقی رک جاتی ہے۔مشاہدہ مقصود نہیں،مقصود تو احسان کی کیفیت ہے کہ اللہ کی عبادت یوں کی جائے جیسے بندہ اللہ کو دیکھ رہا ہے۔

((اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ)) (مشکوٰۃ شریف:1)

مقصود تو اَللّٰہ کا ذکر ہے،مشاہدہ ہو نہ ہو۔جس کو جہاں پہنچا دیا ہے،وہ یقین رکھے کہ اُسے وہاں پہنچا دیا گیا ہے۔ باقاعدگی سے ذکر کرتا رہے۔نماز و تلاوت کی مداومت رکھے تو وہ

مقام حاصل رہے گا، ان شاء اللہ!

سوال:۔نماز میں طرح طرح کے خیالات آتے ہیں، جس کی وجہ سے نماز میں خشوع وخضوع پیدانہیں ہوتا؟

جواب:۔نماز، ذکر اور درود شریف میں سب کو ہر طرح کے خیالات آتے ہیں۔کوئی یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ اُسے کوئی خیال نہ آئے۔نماز کے اوقات پر نماز کے لیے حاضر ہو جائیں، باقی اللہ پر چھوڑ دیں۔کوشش ومحنت سے نماز میں باقاعدگی آئے گی اور نماز کی عادت پختہ ہوگی۔مسلسل ریاضت سے نماز میں خشوع وخضوع آتا ہے، جن کے معانی خوف اور عاجزی کے ہیں۔نماز کا مقصد اللہ سے تعلق اور معاملات یعنی حقوق العباد کو درست کرنا ہے۔

سوال:۔صدقہ وخیرات کے متعلق فرمائیں کہ اس کا بہترین مستحق کون ہے؟

جواب:۔صدقہ وخیرات کے لیے ضروری نہیں کہ بکرا یا کوئی اور جانور ذبح کر کے صدقہ کیا جائے، یہ رقم کی صورت میں بھی ہوسکتا ہے۔کتنے ایسے سفید پوش ہیں جو مانگ بھی نہیں سکتے، ہاتھ نہیں پھیلاتے۔ بڑے بڑے اداروں میں تو روز گوشت پکتا ہے، کئی لوگوں کو تو دو وقت کا کھانا بھی نصیب نہیں۔ایسے لوگوں کو صدقہ وخیرات دینا چاہیے۔ضروری نہیں کہ بتا کر دیں کہ یہ صدقہ یا خیرات ہے، یہ کہہ کر دیں کہ میری طرف سے نذرانہ یا ہدیہ قبول کریں۔

سوال:۔زکوٰۃ کے متعلق ارشاد فرمائیں؟

جواب:۔تجارت میں لگی رقم پر زکوٰۃ نہیں۔ جو رقم نقدی کی صورت میں سال بھر رہے، اُس پر زکوٰۃ ہے۔زکوٰۃ سیّد کو دینا درست نہیں۔ویسے ہدیہ دے دیں۔

☆2 نومبر 1990ء جمعۃ المبارک

سوال:۔ جمعہ کی نماز تو پڑھ لیتا ہوں، لیکن روزانہ نماز نہیں پڑھ سکتا۔ پڑھنے لگتا ہوں، تو ہر بھولی بات یاد آجاتی ہے، اس کے لیے کچھ فرمائیں؟

جواب:۔رات کوسوتے وقت"بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم۔"پھر تین مرتبہ" استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ۔"پھر تین مرتبہ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ پڑھ کر سوجایا کریں،ان شاءاللہ افاقہ ہوگا۔

سوال:۔آپ سے روحانی رابطے کے لیے کیا پڑھنا چاہیے؟

جواب:۔ایک مرتبہ"اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم۔یااللہ، یامحمد، یاکمالؔ"پڑھ کر اپنا مسئلہ بیان کردیں۔

☆24نومبر 1990ء ہفتہ

سوال:۔''ربّ'' اللہ تعالیٰ کی صفت ہے،لیکن حضور پاک ﷺ نے حدیث میں اسماءِ حُسنیٰ بتائے ہیں،ان میں ''ربّ'' کا ذکر کہیں نہیں،حالانکہ قرآن شریف میں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے بعد سورۃ الفاتحہ میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ یعنی اللہ کے بعد قرآن پاک میں ''ربّ'' ہی آیا ہے اور کئی بار قرآن شریف میں آیا ہے۔تو کیا وجہ ہے کہ اسمائے حُسنیٰ میں اس کو شامل نہیں کیا گیا؟

جواب:۔''ربّ'' کے معنی ہیں'' ہر ایک کی ہر طرح کی ضروریات پوری کرنے والا۔'' اس میں لوگوں کی اچھی بُری سب طرح کی ضروریات شامل ہیں۔مثلاً ایک شراب بنانے والے کے ذریعے شرابی کی ضرورت پوری کرنا۔شریعت میں چونکہ ان افعال کی اجازت نہیں اس لیے اسماءِ حُسنیٰ میں اس صفاتی نام کو شامل نہیں کیا گیا۔

☆17جنوری 1991ء جمعرات

سوال:۔غیبت کرنے والے کو تو گناہ ہوتا ہی ہے تو کیا غیبت سُننے والے کو بھی اتنا ہی گناہ ہوتا ہے؟

جواب:۔سننے سے اجتناب ہی کرنا چاہیے اور پھر بات کرنے والے سے کہہ دے کہ کوئی اور

بات کرے۔ دراصل بات نیت کی ہے، جیسے جھوٹ بولنا گناہ ہے، لیکن جیسے دو افراد یا دو خاندانوں کے درمیان صلح صفائی کے خیال سے دروغ بہ مصلحت سے کام لیا جائے تو جائز ہے۔

☆5 فروری 1991ء منگل۔

سوال:۔ کیا آپ کو مریدین کے دلوں کی باتوں کا پتہ چل جاتا ہے؟

جواب:۔ توجہ کروں تو پتہ چل جاتا ہے۔

☆15 مارچ 1991ء جمعۃ المبارک

سوال:۔ آپ کے خیال میں کیا حضور ﷺ حاضر و ناظر ہیں؟

جواب:۔ جی ہاں! آنحضور ﷺ حاضر و ناظر ہیں۔ اس کی مثال یوں لیں کے جیسے آپ میرے سامنے بیٹھے ہیں، مجھے دیکھ بھی رہے ہیں اور میری آواز بھی سُن رہے ہیں۔ اگر بہرے ہوں تو سُن نہ سکیں گے، بینائی نہ ہو تو دیکھ بھی نہ سکیں گے۔ جن کو اللہ نے باطنی بصارت وبصیرت دی ہے، وہ آنحضور ﷺ کو دیکھتے بھی ہیں اور سنتے بھی ہیں۔ حضور ﷺ کی روحانی نگاہ وسماعت انتہائی تیز ہے۔ اُن کے لیے ہمارا دُور و قریب ہونا برابر ہے۔

جہاں ''ریاض الجنة'' ہے وہاں رسول اللہ ﷺ کا دربارِ عام ہے، جہاں رسول اللہ ﷺ کی روحِ مبارک کرسی ءِ سیادت پر جلوہ گر ہوتی ہے۔ آپ ﷺ کی روحِ مبارک اربوں کھربوں کی تعداد میں مختلف مقامات پر موجود ہو سکتی ہے۔ بلکہ اگر مَیں یہ کہوں کہ پوری کائنات کے قدم قدم پر رسول اللہ ﷺ موجود ہو سکتے ہیں، تو ہرگز مبالغہ نہ ہوگا۔ وہ کس طرح موجود ہیں یہ آپ نہیں جان سکتے۔

سوال:۔ ذکر اور مراقبات کے دوران ان مقامات پر دُعا مانگنا کیسا ہے؟

جواب:۔ اللہ سے دنیا کیا مانگنی، وہ تو وہ دے ہی رہا ہے۔ اس کی مثال یوں لیں جیسے نماز کے دوران اگر دُعا مانگیں تو کیا نماز قبول ہوگی؟ اس کا جواب یقیناً نفی میں ہوگا۔ اسی لیے قرآن پاک میں

ارشاد ہوتا ہے کہ ''ساری دنیا سے کٹ کر اپنے ربّ کے نام کا ذکر کرو۔'' دُعا صرف مراقبہ ''سیرِ خانہ کعبہ شریف'' کے دوران مقامِ ملتزم پر کریں۔

☆13 اپریل 1991ء ہفتہ

سوال:۔اگر خواب میں یا عالمِ استغراق میں پہلے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت ہو اور دوسرے لمحے مرشد نظر آئیں تو اس کا کیا مطلب ہے؟

جواب:۔اس کا مطلب یہ ہے کہ مرید کو اپنے مرشد کے مقام سے مطلع کیا جا رہا ہے کہ وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کتنے قریب ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کتنے عزیز ہیں تا کہ مرید کے یقین اور ایمان میں اضافہ ہو۔

☆29 اپریل 1991ء سوموار

سوال:۔صاحبِ حال اور صاحبِ قال کن کو کہتے ہیں؟

جواب:۔صاحبِ قال، اہلِ ظاہر یعنی اُن علماء کو کہتے ہیں جو شریعت کی ظاہری باتوں کو بتاتے ہیں۔صاحبِ حال، اہلِ باطن یا صوفیاءؒ ہیں جو باطن، قلب و روح کو بدل دیتے ہیں۔اس طرح صاحبِ قال علمِ شریعت پر گفتگو کرتے ہیں، جبکہ صاحبِ حال علمِ شریعت کی حقیقت تک لے جاتے ہیں۔صاحبِ حال معرفت، طریقت و حقیقت والے اصحاب ہیں۔

☆13 مئی 1991ء سوموار

سوال:۔ذکر کے دوران کبھی یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اُوپر ہی اُوپر بلندی کی طرف اُٹھ رہا ہوں؟

جواب:۔اُس وقت اللہ کی طرف سے آپ کو براہِ راست فیض مل رہا ہوتا ہے۔

سوال:۔اگر خواب میں کوئی یہ دیکھے کہ وہ خود معدوم ہو گیا ہے اور اس کی جگہ آپ ہیں یا کوئی اور

بزرگ ہستی ہے، تو یہ کیا معاملہ ہے؟

جواب:۔ یوں نسبت کی شدت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اُس فرد یا شخص کو اُس ہستی سے خصوصی نسبت اور لگاؤ ہوتا ہے۔

☆9 جون 1991ء اتوار

سوال:۔ شریعت وطریقت میں کیا فرق ہے؟

جواب:۔ شریعت و طریقت میں بہت فرق ہے۔ شریعت سادہ ہے، طریقت بہت پیچیدہ ہے۔ شریعت، ظاہری قیود و پابندیوں کا نام ہے اور طریقت، باطنی کیفیات و مدارج سے متعلق ہے۔ شریعت، دین کی ظاہری پابندیوں کو کہتے ہیں تا کہ ظاہری نظام میں بگاڑ پیدا نہ ہو، مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، حقوق اللہ، حقوق العباد۔ یہ سب ظاہری نظم ونسق چلانے کے لیے ہیں۔ نماز میں وضو کا طریقہ، نماز کی ادائیگی کا طریقہ، شریعت سکھاتی ہے۔ لیکن نماز پڑھنے میں دھیان اللہ کی طرف ہے یا دنیا کی طرف، کتنے اخلاص سے نماز پڑھی ہے، یہ طریقت سکھاتی ہے۔ طریقت کے معاملات عام لوگوں کی سمجھ سے بالاتر ہیں۔ میرے پاس ہر طرح کے لوگ آتے ہیں۔ کئی ایک بار بیعت کر کے دوبارہ نہیں آسکے۔ کئی اکثر آتے ہیں، سب کی باطنی اُمور میں ڈیوٹیاں ہیں۔ کسی کی لائن صرف شریعت کی ہے، کسی کی صرف طریقت کی۔ کئی ایسے ہیں جن کی شریعت وطریقت دونوں میں ہیں۔ طریقت میں انسان کے باطن کو صاف کیا جاتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ایک انسان بظاہر نماز بھی نہ پڑھتا ہو لیکن اُس کے ذمے تکوینی اُمور کی بہت بڑی ڈیوٹی ہو۔ طریقت میں تکوینی اُمور کی انجام دہی بھی ہے، تمام پیغمبر ظاہری بگاڑ کو رفع کرنے کے لیے شریعت دے کر بھیجے گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک اُمتی نے اُن سے پوچھا کہ سب سے زیادہ علم کس کے پاس ہے؟ اُنہوں نے فرمایا: میرے پاس، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہیں، تجھ سے زیادہ علم میرے ایک اور بندے کے پاس ہے اور یوں اُنہیں حضرت خضر علیہ السلام

سے ملوایا۔ بچے کے قتل کی شریعت قطعاً اجازت نہیں دیتی لیکن حضرت خضر علیہ السلام نے بچے کو قتل کیا۔ ایسا اللہ کے حکم سے ہی کیا۔ لیکن تکوینی اُمور کی بات تھی، اللہ کے مخفی معاملات تھے۔ لیکن بظاہر یہ معاملات شریعت سے متصادم نظر آتے ہیں۔ اللہ کے جلیل القدر پیغمبر تھے، خاموش نہ رہ سکے۔ حالانکہ حضرت خضر علیہ السلام کا فعل بھی اللہ کی رضا کے مطابق ہی تھا۔ فرق صرف ظاہر و باطن اور شریعت و طریقت کا تھا۔

سوال:۔ بعض لوگ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کہنے پر اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مدینہ منورہ جا کر کہوں تو جائز ہے، یہاں ناجائز ہے۔ اس کے بارے میں کچھ فرمائیں؟

جواب:۔ اگر میں مسجد کے اس کونے میں بیٹھے ہوئے، مسجد کے کسی دوسرے کونے سے آدمی کو بلاؤں تو وہ سُن لے گا کہ نہیں؟ سُن لے گا۔ اسی طرح انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے یہ زمین بلکہ پوری کائنات صحن کی مانند ہے۔ اُنہیں جہاں سے کوئی پکارے، وہ سُن لیتے ہیں (17)۔ روح کے حواس وصال کے بعد تیز تر ہو جاتے ہیں۔ روضہء اطہر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور دربارِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرق یوں سمجھ لیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنے ظاہری جسم سے زندہ ہیں اور ان کے مزارات ان کے محلات ہیں، یہ ان کے گھر ہیں۔ روضہء اطہر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا گھر ہے۔ اس میں روحانی ڈیوٹیوں والے خاص حضرات ہی جا سکتے ہیں۔ اور دربارِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُن (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا دربارِ عام ہے، جہاں عام اولیاءِ کرامؒ باریاب ہوتے ہیں۔

دیوبندیوں اور بریلویوں میں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کا مسئلہ بہت طول پکڑے ہوئے ہے، اُس کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا۔ صرف اتنا بتاتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو بہت اعلیٰ مقام کے مالک ہیں، انبیاء علیہم السلام کی تو شان ہی نرالی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے غلاموں کی یہ شان ہے کہ وہ اپنے جسم کو کروڑوں اکائیوں میں بانٹ سکتے ہیں، خود میرے بہت سے ساتھی مختلف مقامات پر صبح و شام کے ذکر کے دوران مجھے اپنے پاس بیٹھا، ذکر کراتے ہوئے دیکھتے ہیں، حالانکہ جسمانی طور پر مَیں تو صرف یہاں اپنے گھر میں ہی رہتا ہوں (18)۔

☆8 نومبر 1992ء اتوار

سوال:۔ کیا درود شریف اعزہ واقربا کو ایصالِ ثواب کیا جا سکتا ہے؟ کیونکہ عام لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب ہم درود شریف پڑھتے ہیں تو وہ براہِ راست آنحضور ﷺ کو پہنچ جاتا ہے، اس لیے ایصالِ ثواب نہیں کر سکتے؟

جواب:۔ بیشک درود شریف تو آنحضور ﷺ کو براہِ راست پہنچ جاتا ہے، لیکن آپ ﷺ کے وسیلے سے اوروں کو ایصالِ ثواب کیا جا سکتا ہے۔

سوال:۔ جب درود شریف نبی ءِ کریم ﷺ کے لیے ہی ہے اور آپ ﷺ کو براہِ راست پہنچتا ہے تو پھر آنحضور ﷺ کو درود شریف ایصالِ ثواب کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

جواب:۔ درود شریف تو ہم اللہ کی وساطت سے نبی ءِ کریم ﷺ پر بھیجتے ہیں، لیکن وہ اجر و ثواب جو درودِ پاک پڑھنے کے صلہ میں ہمیں ملتا ہے، ایصالِ ثواب کرنے سے وہ بھی نبی ءِ کریم ﷺ کو پہنچ جاتا ہے۔ یہ وہ لطیف نکتہ ہے جسے عام لوگ نہیں جانتے اور نہ ہی سمجھ سکتے ہیں۔ یہ صوفیاءؒ کی واردات ہیں، جو عام لوگوں کی سمجھ سے بالاتر ہیں۔ ان معاملات کا ذکر احادیث میں نہیں، یہ صوفیاء کی محسوسات ہیں۔ عام لوگوں سے بات کرنے کی ضرورت نہیں۔ لوگوں کے مختلف خیالات اور آرائیں ہیں، دوسروں سے بحث کی ضرورت نہیں۔

☆16 فروری 1993ء منگل

سوال:۔ کیا محفلِ نعت کی صورت میں میلاد شریف منعقد کرا سکتے ہیں؟

جواب:۔ محفلِ نعت کی صورت میں میلاد شریف کرانے میں حرج نہیں لیکن میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ اس کی بجائے تنہائی میں درود شریف پڑھا کریں۔ نعتوں کی نسبت درود شریف آنحضور ﷺ کو زیادہ پسند ہے اور نعت کی نسبت درود شریف کی فضیلت بھی زیادہ ہے۔ نعت خوانی میں عام طور پر

آوازوں یعنی خوش الحانی کا مقابلہ ہوتا ہے۔ میرے ایک مرید جنہیں نعتیں کہنے کا بہت شوق ہے۔ اُنہوں نے کشفی حالت میں دیکھا کہ آپ ﷺ تشریف فرما ہیں۔ جب یہ نعت پڑھتا ہے تو آپ ﷺ رجوع نہیں فرماتے لیکن جب درود شریف پڑھتا ہے تو آپ ﷺ مسکرا کر مصافحہ فرماتے ہیں۔

☆17 فروری 1993ء بدھ

سوال:۔ موت سے ڈر لگتا ہے؟

جواب:۔ موت سے ڈرنے کی بات نہیں، اللہ پہ یقین اور بھروسہ ہونا چاہیے۔

☆9 اپریل 1993ء جمعۃ المبارک

سوال:۔ اللہ تعالیٰ اور نبیءِ کریم ﷺ کے لیے بے حد وسوسے آتے ہیں، لگتا ہے دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا ہوں۔ اس سے متعلق ارشاد فرمائیں؟

جواب:۔ جو اللہ کی طرف آنا چاہتے ہیں اور حساس ہوتے ہیں، اُن پر شیطان کے حملے بھی زیادہ ہوتے ہیں، اس لیے یہ وسوسے آتے ہیں۔ وسوسے رفع کرنے کے لیے ایک تو یہ کریں کہ وسوسوں کی طرف توجہ نہ دیں، پروا نہ کریں۔ دوسرے "**لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم۔** "۔ پڑھ کر سینے پر دَم کر لیا کریں، **اَللّٰہ اَللّٰہ** کہا کریں۔ ان شاء اللہ آہستہ آہستہ ٹھیک ہو جائیں گے۔

☆11 جون 1993ء جمعۃ المبارک

سوال:۔ آپ لاکھوں کی تعداد میں جو روزانہ درود شریف پڑھتے ہیں تو کیسے پڑھتے ہیں؟ کیا رُواں رُواں ادا کرتا ہے تو اس کو شمار کر لیتے ہیں؟

جواب:۔ مَیں درود شریف زبان سے ادا کرتا ہوں، اس کی مثال ایسے ہیں ہے کہ جیسے ریس میں حصہ لینے والے سب اشخاص کی دو ٹانگیں ہی ہوتی ہیں۔ لیکن ایک چیمپئین بن جاتا ہے اور سب

سے زیادہ تیز دوڑ لیتا ہے۔ مَیں روزانہ پندرہ سے بیس گھنٹے درود شریف پڑھتا ہوں۔ بقایا چار پانچ گھنٹوں میں مجھے نماز بھی پڑھنا ہوتی ہے، کالج میں ایک پیریڈ بھی لینا ہوتا ہے، کھانا کھانا اور تھوڑی دیر آرام بھی کرنا ہوتا ہے۔ اگر آپ بھی میرے طریقے پر چلیں تو میری طرح درود شریف پڑھ سکتے ہیں۔ بات دراصل محنت، پریکٹس اور لگن کی ہوتی ہے۔

☆23 جولائی 1993ء جمعۃ المبارک

سوال:۔ اہلِ حدیث حضرات کہتے ہیں کہ مرد حضرات کا عورتوں کو بیعت کرنا غلط ہے؟

جواب:۔ قرآنِ پاک میں سورۃ الممتحنہ کی آیت نمبر 12 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ترجمہ "اے نبی! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب مومن عورتیں اس لیے آپ کے پاس آئیں کہ ان باتوں پر بیعت کریں کہ وہ کسی کو اللہ کا شریک نہ ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو مار ڈالیں گی اور نہ اپنے ہاتھ پاؤں میں کوئی بہتان باندھیں گی اور اُمورِ شریعت میں آپ کی نافرمانی نہ کریں گی۔۔۔ تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان سے بیعت لے لیجیے اور اللہ سے ان کی بخشش طلب فرمائیے، بیشک اللہ بڑا بخشنے والا، مہربان ہے۔" اس آیت میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو بیعت کرنے کا کہا ہے اور چونکہ اولیاء کرامؒ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وارث اور جانشین ہیں، اس لیے وہ عورتوں کو بیعت کر سکتے ہیں۔

☆23 دسمبر 1993ء جمعرات

سوال:۔ منزل و منصب میں کیا فرق ہے؟

جواب:۔ جو ہم پرواز کرتے ہیں، وہ مقام یا منزل ہے۔ مثلاً مقامِ رویت یا مسجد اللہ منزل ہے۔ جبکہ تکوینی اُمور میں ہماری جو ڈیوٹی ہوتی ہے، وہ منصب ہے۔ مثلاً عبدیت، صدیقیت، غوثیت وغیرہ ڈیوٹیاں ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ جو مسجدِ اللہ پہنچ گیا ہو، وہ منصبِ عبد پر بھی ہو۔ مسجدِ اللہ پر تو بہت سے ہیں، لیکن اکثر کو صرف سیر کرائی جاتی ہے، جیسے بچوں کو لے جایا جاتا ہے۔ یہ تو برزخ میں جا کر کھلے

گا کہ کون ''عبد'' پر ہے یا کس منصب پر ہے۔ مَیں سمجھتا ہوں جو شخص پانچ وقت کا نمازی ہے، ذکر اذکار کرتا ہے اور چاہے وہ پہلے لطیفے پر ہی ہے، وہ بھی ولی ہے۔

سوال:۔ کیا آپ بھی اپنے مرشد سے ملنے کے لیے بے قرار و بے چین ہوا کرتے تھے؟

جواب:۔ جی ہاں۔ سلوک کی منزلوں میں فنافی الشیخ، فنافی الرّسول و فنافی اللہ ہیں۔ شیخ کی محبت میں فنا ہو گا تو اللہ و رسول کی محبت میں فنا ہو گا۔ یا اللہ یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) یا کمال کی تسبیح کا یہی فلسفہ ہے کہ مرشد، آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اللہ کی محبت پیدا ہو۔

سوال:۔ محفلِ ذکر میں جو لوگ شریک نہیں ہو سکتے، کیا اُن کو بھی فیض ملتا ہے؟

جواب:۔ جب مَیں ذکر کراتا ہوں تو جو بیعت ہیں اُن کو تو فیض پہنچتا ہی ہے، لیکن جو بیعت نہیں اور سعید ارواح ہیں، وہ بھی خود بخود اکتسابِ فیض کر لیتی ہیں۔ بات دراصل طلب اور استعداد کی ہے۔

☆ 8 جولائی 1994ء جمعۃ المبارک

سوال:۔ میں نے ایک بزرگ کی بیعت کر رکھی ہے۔ آپ کی بیعت کرنے کو بھی دِل چاہتا ہے لیکن اپنے پہلے بزرگ کی بیعت ترک کرنے کو بھی دل نہیں مانتا؟

جواب:۔ مَیں نے کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ آپ دوسری بیعت کر سکتے ہیں۔ بیعتِ شریعت ہر کوئی کراتا ہے، بیعتِ طریقت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعد مَیں نے کرائی ہے یا میرے مرشد نے کرائی ہے۔ بیعتِ طریقت کے معنی ہیں، دربارِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں لے جانا۔ یوں سمجھیں کہ پرائمری تعلیم حاصل کرنے کے بعد جب میٹرک و اعلیٰ تعلیم حاصل کرتے ہیں، تو پرائمری کے استاد کا ادب و تعظیم ختم تو نہیں ہو جاتی۔ اُن کے پاس جو تھا وہ اُنھوں نے آپ کو دے دیا۔ جو میرے پاس ہے وہ مَیں نے دینا ہے۔ میرے مرشد حضرت اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ تو عورتوں کو بیعت ہی نہیں کرتے تھے۔ مَیں ایک شخص کو پہلی ہی نشست میں لطائف و مراقبات طے کرا کے خانہ کعبہ شریف اور دربارِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں لے گیا کیونکہ اس کا کشف کُھل گیا تھا۔ تو مَیں نے محسوس کیا کہ اُس نے اسے سرسری سی بات اور عام سی بات جانا ہے۔ مَیں نے کہا کہ دیکھو! تمہیں شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لے جاتا ہوں۔ اُن سے

مَیں نے دریافت کیا کہ مَیں نے اسے سب مقامات طے کرائے ہیں آپ کے پاس آتا تو آپ اسے کیا کراتے؟ فرمایا کہ ''میں اسے اپنی خانقاہ میں ڈیڑھ سال تک رکھتا۔ کسی سے نہ ملنے دیتا۔ ڈیڑھ سال مسلسل روزے رکھواتا، صبح وشام ایک گھنٹہ ذکر کراتا اور تب مراقبہء معیت تک لے جاتا۔'' دراصل لوگوں میں شعور ہی نہیں کہ اُنہیں کتنی بڑی نعمت عطا کی جاتی ہے۔

☆19 اگست 1994ء جمعۃ المبارک

سوال:۔'' دارالفیضان'' (جہلم) میں پنڈی سے ایک خاتون آئی ہوئی تھی۔ ان کے شوہر اور سب سُسرال والے ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی ''تنظیمِ اسلامی'' سے منسلک ہیں۔ یہ خاتون اور ان کے بچے روحانیّت کے قائل ہیں۔ اس خاتون نے بڑے ایمان افروز خواب سنائے کہ ذاتِ باری تعالیٰ کو نور کی صورت میں دیکھا کہ آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں لیکن ذاتِ باری تعالیٰ دیکھ رہی ہیں۔ چہرے کا ادراک نہیں لیکن ذاتِ باری تعالیٰ مسکرا رہی ہے۔ اور اس کو ایک سڑک پر ڈال دیا ہے کہ اس راہ پر چلو نبیءِ کریم ﷺ اور حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی زیارت بھی کئی بار ہوئی ہے۔ انہوں نے اپنے سوال میں اس پریشانی کا اظہار کیا کہ میاں دبئی میں بینک میں ملازم ہیں، 60-70 ہزار ماہانہ تنخواہ لینے کے باوجود اپنا مکان نہیں بناتے۔ سب بہن بھائیوں پر خرچ کر دیتے ہیں، ہم کرائے کے مکان میں رہتے ہیں اور پریشان ہیں۔

جواب:۔ جسے آنحضور ﷺ کی خواب میں زیارت ہو جاتی ہے، وہ ایک طرح سے روحانی طور پر صحابی کا درجہ رکھتا ہے، یہ بہت بڑا انعام ہے۔ جسے زندگی میں آپ ﷺ کی زیارت ہوگئی، وہ جنّت کا مستحق ہوگیا۔ لوگوں کی ساری عمر زہد و تقویٰ اور عبادت میں گزر جاتی ہے، زیارت نہیں ہوتی۔ جسے نبیءِ کریم ﷺ کی زیارت ہو جائے، اس کی نگاہ میں تو دنیا کے مسائل ہیچ ہو جانے چاہییں۔ اسی کیف و سرور میں سرشار رہنا چاہیے کہ زیارت ہوگئی۔ ہمارے عمل اس قابل نہیں کہ یہ نعمتیں عطا ہوں اور خواب میں زیارت ہو جائے۔ تکالیف، مصائب سب مجاہدہ ہیں جن سے اعمال کی کمی پوری ہوتی رہتی ہے۔

☆16 ستمبر 1994ء جمعۃ المبارک

سوال:۔ دنیاوی پریشانیوں کے باعث یکسوئی نہیں ملتی۔ دنیاوی پریشانیاں دُور ہو جائیں تو یکسوئی سے نماز و درود شریف کی طرف متوجہ ہوسکوں گا۔ان کے حل کے لیے کچھ فرمائیں؟

جواب:۔دنیاوی پریشانیاں تو ہر ایک کے ساتھ ہیں۔ دنیا میں کوئی ایسا انسان نہیں جسے پریشانیاں اور مسائل نہ ہوں۔ ملک کے صدر اور وزیرِاعظم جن کو بظاہر کتنی آسائشیں اور عزت ہے، لیکن پوچھیں تو معلوم ہوگا کہ پریشانیوں اور تکلیفوں میں ہی مبتلا ہیں۔ انبیاءِ کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور مقبول ترین بندے تھے، اُن کو کتنی پریشانیاں تھیں۔ یہ زندگی چند روزہ ہے، اگلی زندگی ہمیشہ کے لیے ہے۔ دنیا میں جو تکلیف آتی ہے، اس کا معاوضہ اگلی دنیا میں ملے گا۔ کسان کتنی محنت کرتا ہے، ہل چلاتا ہے، خون پسینہ ایک کرتا ہے۔ پھر انتظار کرتا ہے کہ کچھ عرصے بعد فصل کاٹوں گا۔ دنیا کے معاملات میں 5-6 ماہ انتظار کرتا ہے تو صلہ ملتا ہے۔ دنیا میں ہم ہر طرح کی آسائش چاہتے ہیں کہ مکان شاندار ہو، پجارو ہو۔ چند روزہ دنیا کے پیچھے ہر وقت لگے رہتے ہیں اور نماز کے لیے سوچتے ہیں کہ فرصت ملی تو پڑھ لیں گے۔ کیا پتہ مہلت ملے کہ نہ ملے، زندگی کا کیا بھروسہ۔

انبیاءِ کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے سب سے پیارے بندے تھے، لیکن سب کو مصائب اُٹھانے پڑے۔ ان میں کسی کی سلطنت نہیں تھی۔ صرف واحد مثال حضرت سلیمان علیہ السلام کی ہے، اُن کو بھی مشقتوں سے گزار کر سلطنت عطا کی گئی۔ کیا ضمانت ہے کہ مسائل حل ہوں گے تو عبادت کریں گے؟ مسائل تو رہتے ہیں۔ آپ کا خیال ہے کہ کمالؔ صاحب بٹن دبائیں گے تو سب مسائل حل ہو جائیں گے۔ خواہشات کو محدود کریں، قناعت و سادگی اپنائیں۔ عبادت ہر حال میں کرنا ہوگی، اس کی چھوٹ نہیں۔ عبادت میں ہی سکون ملے گا۔ اسی سے پریشانیوں، شیطان اور نفس کا مقابلہ کرسکیں گے۔ یہ بات، یہ تصوّر ہی غلط ہے کہ پہلے مسائل حل ہو جائیں تو پھر عبادت کریں گے۔

☆4 نومبر 1994ء جمعۃ المبارک

سوال:۔ کیا اس دنیا کی طرح برزخ میں بھی ہم اپنے عزیز رشتہ داروں سے مل سکیں گے؟ یہ بھی فرمائیں کہ آپ کی بیعت کا ہمیں قبر میں کیا فائدہ ہوگا؟

جواب:۔ جس نے میری بیعت کر لی اُسے گویا کمیشن مل گیا اور وہ آنحضور ﷺ کی فوج میں شامل ہوگیا۔ موت کے بعد ضروری نہیں کہ قبر میں ماں باپ، خاوند بیوی، بہن بھائی، بچے اور رشتہ دار وغیرہ آپس میں ملیں۔ یہ ساتھ، یہ دنیاوی رشتے، سب عارضی ہیں۔ لیکن بیعت کرنے کے بعد آگے قبر میں، حشر میں اور حشر کے بعد بھی آپ کا اور میرا ساتھ قائم رہے گا۔ مجھے یہ مقام عطا کیا گیا ہے کہ مَیں اجازت دوں گا کہ میرے پاس اور آنحضور ﷺ کے پاس روزانہ جا سکیں گے یا کبھی کبھار جا سکیں گے۔ اگر مَیں یہ کہوں کہ یہاں میرے پاس باہر جانے کے لیے ویزے موجود ہیں اور باہر لے جانے کے لیے جہاز بالکل تیار کھڑا ہے تو سب میرے پاس فوراً بھاگے آئیں گے کہ باہر جانے کے لیے ویزا لیں۔ لیکن جب مَیں آپ کو آخرت کا ویزا دینا چاہتا ہوں اور کہتا ہوں کہ مجھ سے یہ ویزا لے لیں تو آپ لینا نہیں چاہتے، آپ کو میری بات کا یقین نہیں آتا۔

سوال:۔ آپ کی بیعت کے بعد کیا دوسرے بزرگوں کے پاس بھی جا سکتے ہیں؟

جواب:۔ پروٹوکول کا ہم خیال کرتے ہیں۔ کیپٹن، میجر کو اور سٹاف، پرنسپل کو سلام کرتا ہے۔ جب آپ کو پہلے لطیفے کا سبق دیا جاتا ہے تو گویا روحانیت کی پرائمری کلاس میں آپ داخل ہو جاتے ہیں۔ جن کو مَیں خانہ کعبہ شریف اور دربارِ اقدس ﷺ لے جاتا ہوں تو گویا وہ .Ph.D ہو جاتے ہیں۔ آپ پرائمری کے بعد مڈل سکول اور میٹرک کے لیے اگلے سکول میں اور پھر میٹرک کے بعد کالج میں جاتے ہیں۔ کالج کے بعد ایم۔ اے اور اعلیٰ تعلیم کے لیے یونیورسٹی میں داخلہ لیتے ہیں۔ اسی طرح اگر آپ ایم۔ اے کر لیں تو سکول میں داخلہ نہیں لیتے۔ یہاں جب آپ میرے پاس بیعت کرتے ہیں اور میرے کہنے پر چلتے ہیں تو گویا یونیورسٹی میں داخلہ لے لیتے ہیں، یہاں سے آپ کو کمیشن مل گیا۔ افسر بن گئے تو کہیں

اور جانے کی ضرورت نہیں رہتی۔ جو مرشد دربارِ اقدس ﷺ سے منسلک ہو، اس کی اور ہی بات ہوتی ہے۔آپ اگر کسی اور کے پاس جائیں گے تو میری نسبت کے باعث جو آپ کا مقام ہے، وہاں اگر آپ کو پروٹوکول نہ ملا تو کسی دوسرے بزرگ کے پاس جانے سے آپ کا بھی نقصان ہوگا اور اُن بزرگ کا بھی نقصان ہوگا، آپ کا نقصان نسبت کی حرمت نہ ہونے کے باعث اور اُن کا Protocol نہ دینے کے باعث۔حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ پر اُن کی زندگی میں کفر کا فتویٰ لگایا گیا، دو سال گوالیار کے قلعہ میں قید رکھا گیا اور اب ہم اور آپ اُنہیں مجدد یعنی دین کی تجدید کرنے والا مانتے ہیں۔ جب انسان اس دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے تب پہچانتے ہیں، موجود ہوتا ہے تو فتوے لگاتے ہیں۔

سوال:۔ پہلے کسی بزرگ کی بیعت کر رکھی ہو تو کیا اب آپ کی بیعت کی جاسکتی ہے؟

جواب:۔ مجھے علم تھا کہ لوگ یہ سوال اُٹھائیں گے۔ اس لیے کتاب میں، مَیں نے اس کی وضاحت کر دی ہے۔مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تین بار بیعت کی۔اسی طرح پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ گولڑہ شریف والوں نے تین بزرگوں کی بیعت کی۔ پہلے وقتوں کے بزرگ اپنے مرید میں استعداد دیکھتے تھے تو سبق دینے کے بعد اگلے اسباق کے لیے اپنے سے زیادہ رتبے والے اولیاء اللہ کے پاس بھیج دیتے تھے کہ اب اُن سے جا کر توجہ لو۔آج کل یہ حال ہے کہ خود میں استعداد نہیں ہوتی اور 5-10 روپے کے لالچ میں مریدوں کو اپنے پاس ہی رکھتے ہیں، کہیں جانے نہیں دیتے۔ابتدا میں، مَیں لوگوں سے خود کہتا تھا کہ میری بیعت کر لو۔ مجھے ساتھیوں کی ضرورت تھی، مجھے اُن سے کام لینا تھا، میرے پاس Vacancies (آسامیاں) تھیں۔ جو اِن راہوں کی طلب رکھتے ہیں، تڑپ رکھتے ہیں اور اِدھر آنا چاہتے ہیں، ان کا مجھے پتہ چل جاتا ہے، اُنہیں مَیں فوراً بیعت کر لیتا ہوں۔شاید ایک وقت ایسا آئے کہ لوگ آئیں اور مَیں کہوں کہ سوچ کر بیعت کروں گا۔

سوال:۔ جب درود شریف پڑھتا ہوں تو یوں تصوّر کرتا ہوں کہ آنحضور ﷺ کے مبارک قدموں کی طرف کھڑے ہو کر پڑھ رہا ہوں، تو کیا واقعی روح وہاں پہنچ جاتی ہے؟

جواب:۔جن کو مَیں نے اجازت دے رکھی ہے، دستِ اقدس ﷺ پر بیعت کرائی ہے، وہ تصوّر کرتے ہی آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں پہنچ جاتے ہیں۔جن کو دربارِ اقدس ﷺ لے گیا ہوں، اُن کی روح تصوّر کرتے ہی وہاں حاضر ہو جاتی ہے۔جب آپ درود شریف پڑھتے ہوئے'' اَللّٰھُمَّ ''، یعنی اے ہمارے پیارے اللہ جل جلالہ! کہتے ہیں تو درود شریف پڑھنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی ہوتا جاتا ہے۔

سوال:۔درود شریف کی تعداد بہت کم رہ گئی ہے، بیماری کی وجہ سے تعداد میں کمی آئی ہے؟

جواب:۔اصل مقصد تو اُن (ﷺ) کی طرف توجہ رکھنا اور اُن (ﷺ) کو یاد رکھنا ہے۔اگر دھیان اُدھر ہی رہتا ہے تو تعداد کا غم نہ کریں۔

سوال:۔آپ کتنا عرصہ روزہ سے رہے؟

جواب:۔مَیں نے 1984 سے 1990 تک سات سال مسلسل روزے رکھے۔صرف جون، جولائی اور اگست کے تین ماہ (موسمِ گرما) میں ناغہ کیا۔

☆30 دسمبر 1994ء جمعۃ المبارک

سوال:۔پریشان حال ہوں۔جمعے کی محفلِ ذکر میں شرکت ممکن نہیں ہوتی، توجہ فرماتے رہیے گا؟

جواب:۔جمعہ کو گھر میں ہی دس بجے صبح ذکر کرنے بیٹھ جایا کرو اور یوں کہہ لیا کرو کہ حضرت جی! توجہ فرمائیں۔پھر میرا تصور رکھیں کہ میرے دِل سے انوارات نکل کر آپ کے دِل میں سرایت کر رہے ہیں، ان شاءاللہ وہیں فیض مل جائے گا۔پُرانے بزرگ تصوّرِ شیخ پر بہت محنت کرایا کرتے تھے۔

☆10 فروری 1995ء جمعۃ المبارک

سوال:۔کیا بیعت سے پہلے والی تسبیحات وغیرہ جاری رکھ سکتے ہیں؟

جواب:۔آپ میری بیعت کر چکے ہیں۔میرے محرم ہیں، میرے شاگرد ہیں اور میرا فرض ہے

کہ آپ کی رہنمائی کروں۔ یوں سمجھیے کہ اگر پاکستان میں روزانہ 8 گھنٹے کام کرنے کی اجرت ایک ہزار روپے ماہانہ ہے، اتنا ہی ٹائم کرنے کی سعودی عرب میں 30 ہزار ماہانہ ہے۔ لیکن برطانیہ چلے جائیں تو اتنا وقت ہی کام کرنے کی اجرت 65-70 ہزار روپے ہے۔ وقت بھی اُتنا ہی لگا، کام بھی اُتنا ہی کیا اور اجرت 70 ہزار ہوگئی۔ یہی صورت نسبتِ شیخ کی ہے۔ بیعت کے بعد اتنے ہی وقت میں مرشد کے بتائے ہوئے وظائف کا اجر و ثواب اور فیض بہت زیادہ ملتا ہے۔ اس لیے جو شیخ بتائے، وہ پڑھنا چاہیے کیونکہ اس میں فیض زیادہ ہے۔ خود سے وظائف پڑھتے رہنے میں وہ بات نہیں ہوتی۔ مَیں نے حالِ سفر میں بتایا ہے کہ مَیں نے ایک بار درود شریف پڑھا اور ایک ساتھی کو مشاہدہ کرایا تو اُس نے بتایا کہ درود شریف پڑھتے ہی انوارات کی بارش تمام آسمان و زمین پر برستی دکھائی دی، یعنی یہ درود شریف میری نسبت سے پڑھنے سے بے حساب اجر و ثواب ملے گا۔

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھری محفل میں کہا کہ سب ولیوں کے کندھوں پر میرے قدم ہیں۔ تو اس میں بڑائی جتلانا مقصود نہ تھا بلکہ مقصد یہ تھا کہ لوگ فیض پائیں، فائدہ اُٹھائیں۔ بقول سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ: خود سے کتنے ہی درود و وظائف کریں، کبھی مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ مردِ کامل رہنمائی نہ کرے۔ مرشدِ کامل ایک لحظہ میں مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں لے جاتا ہے۔

☆24 مارچ 1995ء جمعۃ المبارک

سوال:۔ کشف اور فیض کے بارے میں کچھ فرمائیں کہ یہ کیسے حاصل ہوتے ہیں؟

جواب:۔ مراقبات و مقامات طے کرا دینے کی مجھے اجازت ہے، چاہوں تو ایک نشست میں اپنے مرید کو طے کرا دوں۔ لیکن کشف اللہ تعالیٰ اور نبیءِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاتھ میں ہے، جسے چاہیں دکھا دیں۔ جب مَیں ذکر کے دوران اَللّٰہ اَللّٰہ کہتا ہوں تو دِلوں پر انوارات کی بارش ہوتی ہے۔ اپنی اپنی استعداد کے مطابق قلوب انوارات جذب کر لیتے ہیں، چاہے وہ دنیا کے کسی کونے میں بھی ہوں اُن کو فیض پہنچتا ہے۔ اگر اُس وقت میرے ساتھی (مرید) ذکر کر رہے ہوں تو انہیں اور زیادہ فیض ملتا ہے۔

اصل قیمت ہے اعتماد، خلوص اور یقین کی کہ مجھ پر کوئی کتنا یقین کرتا ہے۔ محفلوں میں میرے پاس کتنی بار آتا ہے، کتنی طلب ہے۔ مَیں اس کے مطابق سبق دیتا ہوں۔ نبیِ کریم ﷺ سے محبت ہے تو اس محبت کو پرکھنے کا میرا معیار یہ ہے کہ آپ کتنا درود شریف پڑھتے ہیں۔ خالی باتوں سے کام نہیں چلے گا۔

عام لوگوں کی سوچ تو یہ ہے کہ پیر صاحب کی بیعت کر لی، کبھی کبھار نماز پڑھ لی، دِل میں آیا تو ذکر کر لیا یا کوئی ورد وظیفہ کر لیا۔ کبھی دِل میں خیال آیا تو پیر صاحب کی طرف چکر لگا لیا۔ عام لوگوں کے لیے یہی فیض ہے۔ یا جیسے داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ چلے گئے، نفل پڑھے، دُعا کی، تبرک کھایا، اور چکر لگا کر واپس آ گئے کہ فیضیاب ہو گئے۔ فیض یہ نہیں بلکہ شیخ نے آپ کو بتانا ہے، سبق دینا ہے، بالائی منازل طے کرانی ہیں۔ جیسے ظاہری تعلیم کے لیے کلاسیں Attend (حاضر ہونا، موجود ہونا) کرنا ضروری ہیں، اسی طرح اِدھر بھی اسباق کے لیے آنا ضروری ہے۔ بیعت کرنے کے بعد شیخ سے رابطہ اور ذکر کی محفلوں میں شرکت ضروری ہے۔ حقوق اللہ میں عبادت کی کمی کو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے، حقوق العباد معاف نہیں ہوتے، جب تک کہ وہ شخص جس کا حق تلف ہوا ہے، خود معاف نہ کرے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کو آپ اہمیت نہیں دیتے، اس سے فیض میں رکاوٹ ہوتی ہے۔ حقوق العباد کا خیال رکھا کریں۔

☆ 14 اپریل 1995ء جمعۃ المبارک

سوال:۔ بیعت کرنے والے اور نہ کرنے والے میں کیا فرق ہوتا ہے؟

جواب:۔ جو بیعت کر لیتا ہے، اُسے گویا مجھ سے رابطے کے لیے ٹیلی فون کنکشن مل جاتا ہے۔ جو ذکر میں شامل ہوتے ہیں لیکن بیعت نہیں کرتے، ان کی حیثیت بالکل ایسی ہوتی ہے جیسے کسی ادارے میں Casual (پرائیویٹ) طالب علم کی کہ ادارہ پاس کرانے کا ذمہ دار نہیں ہوتا۔ جو بیعت کر لیتا ہے وہ ریگولر اسٹوڈنٹ کی طرح ہوتا ہے اور اُس کے رزلٹ کے ہم ذمہ دار ہوتے ہیں۔ اس لیے جو بیعت کر گیا

،یوں سمجھیں اس کو میرے سلسلے میں داخلہ مل گیا۔ اگر ذکر باقاعدگی سے کرتا رہا مگر پھر میرے پاس نہ بھی آیا یا نہ آسکا، لیکن یقین کی کیفیت برقرار رہی تو برزخ اور آخرت میں ایک بار میلاد النبی ﷺ کے موقع پر نبی ءِ کریم ﷺ کی بارگاہ میں جا سکے گا۔ جو میرے پاس آتا رہتا ہے، سبق لیتا رہا ہے، اگر وہ ذکر کو برقرار رکھتا ہے، اس کی یقین کی کیفیت قائم ہے، باقاعدگی سے ذکر کرتا، نماز پڑھتا، اسی کیفیت میں فوت ہو گیا تو پھر یہ فیصلہ مَیں نے کرنا ہے کہ مہینے میں، ہفتے میں یا روزانہ دربارِ اقدس ﷺ جانے کی اجازت دوں۔ پہلے میرے پاس آنے کی اجازت ملتی ہے، پھر آگے جا سکے گا۔ مَیں بیک وقت یہاں بھی موجود ہوں اور وہاں بھی موجود ہوں۔ دونوں جگہ کیسے موجود ہوں یہ باتیں آپ کی سمجھ سے بالاتر ہیں۔

مَیں اپنے ایک ساتھی سے کسی بات پر ناراض ہوا، وہ شرمندہ تھا۔ اسی شرمساری میں وہ مجھ سے نظریں بچا کر اندر دربارِ اقدس ﷺ جانے لگا۔ دربارِ اقدس ﷺ میں موجود دربان نے نیزے کی اَنی سے اُسے پَرے کیا۔ اندر سے نبی ءِ کریم ﷺ کی آواز آئی **"جو کمالؔ کے پاس نہیں جانا چاہتا، وہ میرے پاس بھی مت آئے۔"** یہ اب شرمندہ کہ کیا کروں۔ علیٰ ھٰذا القیاس، وہ کچھ بزرگوں کو بطور سفارشی اپنے ہمراہ لایا۔ وہ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ یہ اتنی بڑی شے خود کو سمجھنے لگ گیا تھا کہ سیدھا اندر جا رہا تھا۔ علاج تو اس کا یہ ہے کہ سلسلے سے ہی خارج کر دیا جائے اور یہ کم سے کم سزا ہے۔ کہنے لگے کہ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آپ نے انہیں اپنا مقام بتایا ہی نہیں۔ مجاہدے کراتے، گھاٹیوں سے گزارتے تو انہیں پتہ چلتا کہ کتنا بڑا مقام ہے۔ مَیں نے کہا کہ حضرت آپ کو اس نے خواہ مخواہ تکلیف دی۔ میرے پاس آ جاتا تو مَیں نے اسے کیا کہنا تھا۔ جب یہ اندر دربارِ اقدس ﷺ میں گیا تو پھر آواز آئی کہ **"سب سے آخری صف میں بیٹھو۔"** کہاں پہلی صف میں بیٹھتا تھا۔ کتنے سال ہو گئے آخری صف میں بیٹھا ہے۔ عام بندے سمجھ نہیں سکتے کہ دربارِ اقدس ﷺ اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں میرا کیا مقام ہے۔

سوال:۔ روضہ ءِ اطہر ﷺ کے متعلق فرمائیں؟

جواب:۔ بظاہر نبی ءِ کریم ﷺ کا جو روضہ ءِ اطہر ﷺ ہمیں نظر آتا ہے، دراصل یہ بہت بڑا

وسیع وعریض محل ہے۔اسے مَیں عرفِ عام میں نور محل کہتا ہوں۔ نبیٔ کریم ﷺ شہنشاہِ کائنات ہیں۔ جس طرح عام بادشاہوں کے دربارِ عام اور دربارِ خاص ہوتے ہیں، نبیٔ کریم ﷺ کا بھی دربارِ خاص اور دربارِ عام ہے اوران میں جانے کے لیے اجازت نامے جاری ہوتے ہیں۔ جب مَیں رجسٹر میں کسی کا نام درج کرنے اور آنحضور ﷺ کے اس پر دستخط کرنے کا بتاتا ہوں تو اس سے مراد یہ ہے کہ اُس شخص کو دربارِ اقدس ﷺ میں جانے کا اجازت نامہ مل جاتا ہے۔ دربارِ اقدس ﷺ میں جگہ جگہ خوش پوش دربان کھڑے ہیں جو اجازت نامے والوں کو ہی اندر جانے دیتے ہیں۔ دربارِ عام میں بیبیوں اور مَردوں کے لیے علیٰحدہ علیٰحدہ حصے ہیں۔ دونوں حصوں کے درمیان میں پردہ کے لیے آڑ ہے۔

☆12 مئی 1995ء جمعۃ المبارک

سوال:۔ میرے دِل ودماغ کو دنیاوی مسائل کے باعث سکون واطمینان نہیں۔ اگر اطمینان مل جائے تو یکسوئی سے ذکر کیا کروں، اوراد پڑھا کروں؟

جواب:۔ سکون تو اس دنیا کی زندگی میں نہیں ملے گا۔ ہم سب اولاد کے ٹھیکیدار بنے ہوئے ہیں، ہم سب آزمائش میں ہیں، امتحان میں ہیں۔ نبیٔ کریم ﷺ پر بھی آزمائشیں آئیں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ بھی آزمائش سے گزرے۔ مجھ پر بھی آزمائشیں آتی ہیں۔ یہ دنیا کے مسائل چلتے رہتے ہیں۔ ایک مسئلہ ختم ہوتا ہے تو دوسرا آپڑتا ہے۔ مَیں جب اپنے حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا تو اللہ تعالیٰ سے سودا نہیں کیا تھا کہ یہ ہو جائے، وہ ہو جائے تو ذکر کروں گا۔ میرا حال یہ تھا کہ مَیں کہتا تھا: سب کچھ چھوڑ دوں اور اگر میرے حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ یہ کہیں کہ ماں باپ، بیوی بچے، ملازمت سب کچھ چھوڑ کر جنگل میں نکل جاؤ تو جنگل میں نکل جاؤں تا کہ میرا دِل اَللّٰہ اَللّٰہ کرنے لگے۔ اس مُصَمّم ارادہ کے باعث اللہ تعالیٰ نے اتنا عطا کیا کہ ذہن میں نہیں آ سکتا۔ بیعت کے ڈیڑھ ماہ بعد ہی مَیں پروفیسر لگ گیا، حالانکہ over-age ہو چکا تھا۔ اس لیے آپ لوگ پورے خلوص سے ذکر کیا کریں۔ پابندی سے، باقاعدگی سے صبح وشام کیا کریں۔ سکون صرف اَللّٰہ کے ذکر میں ملے گا۔ صبح وشام 5-10 منٹ ذکر کر کے معاملہ

ختم نہ کر دیں بلکہ دن رات میں، کام کاج میں، اُٹھتے بیٹھتے بار بار اَللّٰہ کو یاد کریں۔ اپنے اعمال، سیرت وکردار کو اس کے احکام میں ڈھالیں، تب آپ میں تبدیلی آئی گی۔

ذکر اور درود شریف کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اتنا درجہ دیا کہ بات کرتے ہوئے بھی شرم آتی ہے کہ اپنے مُنہ میاں مٹھو کیا بنا۔ حقیقت یہ ہے کہ صاحبِ کشف ساتھیوں کو بھی میرے صحیح مقام کا اندازہ نہیں۔ میرے پاس حاضری کے لیے اہلِ برزخ کی باریاں لگی ہوئی ہیں۔ مَیں آپ کو اتنا کچھ دیتا ہوں کہ قیامت کے دن آپ لوگ میرے پاؤں دھو دھو پییں گے۔

سوال:۔ بیعتِ شریعت اور بیعتِ طریقت میں کیا فرق ہے؟

جواب:۔ عام علماء بیعتِ شریعت کراتے ہیں کہ نماز، روزہ، ذکر اذکار کرتے رہو، شریعت پر چلو۔ بیعتِ طریقت بہت اونچا معاملہ ہے۔ بیعتِ طریقت یہ ہے کہ شیخِ کامل خود بھی نبیِ کریم ﷺ کی حضوری میں رہتا ہو اور اُن (ﷺ) کی خدمتِ اقدس ﷺ میں پہنچانے کا بھی اہل ہو۔

☆21 جولائی 1995ء جمعۃ المبارک

سوال:۔ آپ نے فرمایا کہ نجیب صاحب اور پروفیسر محفوظ صاحب کے علاوہ سب خطرے میں ہیں، تو خطرے سے کیا مراد ہے؟

جواب:۔ دراصل ساری بات یقین کی ہے۔ جب مجھے یہ سلسلہ عطا ہوا اور مَیں نے اس کا اعلان کیا تو میری بات سنتے ہی ان دونوں نے بغیر کسی پس وپیش کے نہایت محبت، عقیدت اور خوش دِلی سے میری بیعت کر لی۔ حالانکہ یہ میرے پیر بھائی ہیں اور ایک ساتھی کی بیعت کر لینا کچھ معنی رکھتا ہے۔ نجیب صاحب نے شام کو بیعت کی، اور اگلے روز صبح پروفیسر محفوظ صاحب نے بیعت کی۔ اُن کی یہ خواہش تھی کہ سب سے پہلے بیعت کرنے والوں میں اُن کا شمار ہوتا۔ تو بات ہے ساری یقین کی، کیفیت کی۔ کسی نے کتاب پڑھی، کسی نے سُنا، یا کسی نے بتایا کہ اچھے نیک بزرگ ہیں، سُن کر تسلی ہوگئی تو آ گئے، بیعت کر لی۔ کسی دوسرے تیسرے شخص سے سُنا کہ پہلے کلین شیو تھے، دنیا دار تھے، شاعر تھے،

ڈانواں ڈول ہوگئے اور پھسل گئے۔ مَیں یہ دیکھتا ہوں کہ کوئی کس یقین کی کیفیت سے آیا ہے۔ خطرے میں ہونے سے مراد یہ ہے کہ پتہ نہیں کوئی کس وقت پھسل جائے۔

سوال:۔ ملامتیہ فرقہ کی کیا پہچان ہے؟

جواب:۔ فرقہ ملامتیہ کے لوگ مخلوق سے بچنے کے لیے کوئی ایسی حرکت کر جاتے ہیں کہ لوگ ملامت کرتے ہوئے پَرے ہٹ جاتے ہیں، چھوڑ جاتے ہیں۔ یہ لوگ اللہ کی یاد میں، اپنے معمولات میں لگے رہتے ہیں۔ ورنہ اتنے لوگ اپنے دنیاوی معاملات اور مسائل کے لیے آتے ہیں کہ ان کے پاس نماز کا وقت بھی نہ بچے۔ اللہ والے لوگوں کو آزماتے ہیں۔ مَیں خود کوئی حرکت ایسی کر جاتا ہوں کہ دیکھوں کوئی پھسلتا ہے یا قائم رہتا ہے۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ بہت صاحبِ مرتبہ ولی اللہ تھے، بہت بڑی ہستی تھے۔ سفر کے دوران ایک جگہ قیام کیا تو وہ لوگ بھی جو انھیں نہیں جانتے تھے، وہ بھی استقبال اور زیارت کے لیے آ جاتے تھے۔ دِل میں تکبّر آ گیا اور وہ فوراً نفس کی اس حالت سے آگاہ ہوئے۔ اتفاق سے رمضان کا مہینہ تھا۔ زنبیل (Bag) سے روٹی کا ٹکڑا نکال کر کھانے لگے۔ یہ حالت دیکھ کر اکثریت چھوڑ گئی کہ کیسے شخص ہیں، کیا بزرگی ہے کہ رمضان شریف میں کھا رہے ہیں۔ حالانکہ وہ مسافر تھے اور حالتِ سفر میں مسافر کے لیے شریعت میں کھانا پینا جائز ہے۔ کہنے لگے اگر یوں نہ کرتا تو یہ لوگ مجھے نماز بھی نہ پڑھنے دیتے۔ دنیا کے معاملات میں اُلجھائے رکھتے۔ یوں اس لیے کیا کہ میری جان چھوڑیں۔

کئی باتیں ایسی ہی میرے مُنہ سے نکل جاتی ہیں جو بظاہر شریعت کی گرفت میں آتی ہیں، حالانکہ حقیقتاً ایسے نہیں ہوتا۔ یہاں جہلم میں راجہ افضل ہیں، سیاسی بندہ ہے۔ میرے ایک واقف کار کے ساتھ آیا، مَیں نے کہا کہ راجہ صاحب مَیں نے تمھیں MNA بنایا ہے، فوراً اُٹھ گیا کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ مَیں نے اس لیے کہا کہ دوبارہ میرے پاس نہ آئے۔ وگرنہ بات بات پہ دُعا کرانے بھاگا آتا۔ دراصل 1985ء میں مَیں نے جہلم سے راجہ افضل اور چکوال سے عبدالمجید ملک کی سفارش کی تھی کہ

میرے علاقے کے بندے آ جائیں، جیت جائیں تو اچھا ہے۔ حالانکہ لوگ راجہ افضل کو اچھا نہیں سمجھتے لیکن جس پارٹی سے اس کا تعلق تھا، وہ بہتر تھی۔ مَیں نے کہا اس لیے کہ روز دُعائیں کرانے آ جائے گا۔ بدک گیا اور میری جان چھوٹ گئی۔

سوال:۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی o﴾ (سورۃ العلق، آیت نمبر 14)

کیا انسان نہیں جانتا کہ اللہ اُسے دیکھ رہا ہے۔

اور حدیثِ مبارک ہے کہ:

((اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ)) (مشکٰوۃ شریف:1)

عبادت ایسے کر گویا کہ تو اللہ کو دیکھ رہا ہے۔

تو یہ کیفیت کیسی ہوتی ہے؟

جواب:۔ جیسے مَیں آپ کے سامنے بیٹھا ہوں، آپ مجھے دیکھ رہے ہیں۔ اگر آنکھیں بند کریں گے تو بھی یقین ہے کہ مَیں ہوں اور آپ کی بات سُن رہا ہوں، آپ کو دیکھ رہا ہوں۔ مَیں نہ بھی بولوں تو بھی آپ کو یقین ہے کہ مَیں یہاں موجود ہوں۔ عبادت میں اللہ تعالیٰ کی موجودگی کی یہ کیفیت پیدا ہونی چاہیے۔ وسوسے تو آتے ہی ہیں۔ نماز کے دوران اُس کے معنوں پر دھیان رہے، جو لفظ ادا کر رہے ہوں، وہی کیفیت دل و دماغ میں بھی ہو تو وسوسے نہیں آئیں گے اور اگر آئیں گے بھی تو بہت کم آئیں گے۔ پورے یقین و توجہ سے جب اس طرح عبادت کریں گے تو یہ کیفیت پیدا ہو جائے گی۔ اس کے لیے محنت کرنا پڑتی ہے۔

سوال:۔ ثواب پہنچانے اور ایصالِ ثواب کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب:۔ عبادات، درود شریف، تلاوتِ قرآنِ پاک یا دن بھر میں جو صدقہ و خیرات کیا۔۔۔ شام کو کھانا و پانی رکھیں۔ ان سب کا ثواب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضور نبیٔ کریم ﷺ کے وسیلے سے پہنچائیں اور حضور ﷺ کے طفیل تمام انبیاءِ کرامؑ، اہلِ بیت اطہارؓ، صحابۂ کرامؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ،

اپنے لواحقین اور تمام مسلمان مَردوں و عورتوں کو پہنچائیں تو پہنچ جائے گا۔ثواب کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ جس طرح یہاں میرے پاس کوئی پھول لاتا ہے، پھل لاتا ہے یا کوئی ہار وغیرہ لاتا ہے تو ان تحفوں کی نوعیت اور اثرات میں فرق ہوتا ہے۔اسی طرح قبر میں تحفہ وصول کرنے والے کو اُس کی روحانی طاقت کے مطابق اجر پہنچتا ہے۔اگر صاحبِ قبر تکلیف میں ہے تو ایصالِ ثواب کی برکت سے اس کی تکلیف میں تخفیف ہو جاتی ہے۔آرام میں ہے تو حالت اور بہتر ہو جاتی ہے۔زیادہ بہتر ہے تو اس میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔

☆25 اگست 1995ء جمعۃ المبارک

سوال:۔بچوں اور رشتہ داری کے معاملات میں اکثر پریشان رہتا ہوں، کہیں سکون نہیں ہے؟

جواب:۔کوئی بچوں کی محبت میں مبتلا ہے، کوئی دنیا کی محبت میں مبتلا ہے اور کوئی کسی اور کی محبت میں مبتلا ہے۔ان سب محبتوں کا رُخ اللہ تعالیٰ کی طرف موڑ دیں۔دنیا داری کے لحاظ سے زندگی میں حوصلہ شکن مراحل آتے ہیں، جو ہر آدمی کو پیش آتے ہیں۔یہ بڑے پریشان کن ہوتے ہیں۔ان کی ٹیس انسان ہر وقت محسوس کرتا ہے۔

انگریزی کا یہ محاورہ تو آپ نے سُنا ہوا ہوگا کہ A thing of beauty is joy forever. یعنی جو بات خوشگوار ہو، خوشگوار لمحے ہوں، اُن کے بارے میں سوچنا، اُن سے لطف اندوز ہونا دائمی خوشی ہے۔ناخوشگوار الجھنوں والی بات جو رشتہ داروں کی طرف سے یا کسی اور کی طرف سے محسوس ہوتی ہو تو اُسے دِل میں لانے سے گریز کریں۔اگر آ جائے تو اُسے ہٹائیں، پھینکیں۔ایک لمحے کے لیے اُن ناخوشگوار باتوں کو سوچیں گے، دس لمحے ضائع ہوں گے۔خوشگوار لمحے کو ذہن میں لائیں۔اس زندگی کے بعد ایک اور زندگی ہے، اگلی زندگی۔اُس کے خوشگوار لمحوں کو، اُس کی نعمتوں کو اور دائمی خوشیوں کو ذہن میں لائیں۔برزخ کا سوچیں، آخرت کا سوچیں، یہ سوچیں کہ کس انداز میں یہاں زندگی گزاریں کہ وہاں کی نعمتوں سے بہرہ ور ہو سکیں۔اُس زندگی کا سوچیں، اُس کے مطابق یہاں کوشش کریں۔دنیا

کوسرائے سمجھیں،سکون تو اَللّٰہ کی یاد میں ہے۔اَللّٰہ کرے گا آہستہ آہستہ بات بن جائے گی۔

سوال:۔میری خواہش ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت ہو جائے؟

جواب:۔ان شاء اللہ دستِ مبارک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر بیعت بھی ہو جائے گی۔آج آپ نے بیعت کی ہے۔آپ نے ایم۔ایس۔سی کی ہے اور پی۔ایچ۔ڈی بھی کر رکھی ہے،اس میں کتنا وقت لگایا ہے۔اسی طرح روحانیت کا ایم۔اے کرنے میں بھی کچھ وقت لگے گا۔بات دراصل طلب اور شوق کی ہے۔یہ فیلڈ اُن لوگوں کی ہے جن میں اتنی طلب،حُبّ اور عشق پیدا ہو جائے کہ دنیا کو حقیر سمجھیں اور تمام کاوشیں آخرت سنوارنے میں صرف کر دیں۔ہمارے اسلاف دینی علم پر عبور حاصل کرنے کے بعد ریاضتیں کرتے تھے،مجاہدے کرتے تھے،پھر کچھ حاصل ہوتا تھا۔شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے دینی تعلیم مکمل کرنے کے بعد 25 سال عراق کے جنگلوں میں ریاضتیں کیں۔جب وہاں سے Build up (تیار،کندن) ہو کر نکلے تو دنیا کی طرف آئے کہ لوگوں کی اصلاح کریں،اُنہیں فیض پہنچائیں۔

آج کے زمانے میں لوگ اتنی ریاضتیں نہیں کر سکتے،مَیں بھی نہیں کر سکا۔جیسے آپ نے تقاضا کیا ہے کہ دستِ مبارک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر بیعت ہو جائے،اس کے لیے پہلے بزرگ اپنے مرید کو کہتے تھے کہ 10 لاکھ مرتبہ کلمہ شریف،10 لاکھ بار درود شریف اور 10 لاکھ بار استغفار پڑھو۔جب یہ سارے وظائف مکمل کر لیتا تو اسمِ ذات کا ذکر کراتے،پھر بیوی بچوں،اہل و عیال سے قطع تعلق کراتے،اپنی خانقاہ میں بٹھاتے۔کھانے،بولنے اور میل جول پر پابندی لگاتے،تب مقامات طے کراتے۔مَیں نے تو بڑا سہل کر دیا ہے۔نماز فرض ہے،آپ نے پڑھنی ہی ہے۔ذکر آسان کر دیا ہے۔صبح و شام دس منٹ کر لیں،بغیر وضو چلتے پھرتے کریں۔پہلے بزرگ وضو کی قید لگاتے تھے۔،ذکر بیٹھ کر کرنے کو کہتے تھے۔مَیں کہتا ہوں بغیر وضو کر لیں،بیٹھ کر نہیں کر سکتے تو لیٹ کر،کر لیں۔بس میں کالج آتے جاتے ہوئے کر لیں۔آج اگر مَیں پرانے بزرگوں والی پابندیاں لگاؤں تو عورتیں کیا،مرد بھی بھاگ جائیں۔یہ روحانیّت کا فیلڈ مشکل ہے،صاحبِ ذوق ہی چل سکتے ہیں۔لیکن مَیں سمجھتا ہوں کہ پورے نہ سہی اگر آپ دس فیصد بھی اس طرف چلیں تو کامیاب ہو سکتے ہیں۔

☆ یکم دسمبر 1995ء جمعۃ المبارک

سوال:۔ جو اوراد یا وظیفہ کسی مسئلے کے حل کرنے کے لیے پڑھتے ہیں، کیا ان کو ایصالِ ثواب کر سکتے ہیں؟ نسبت کے حوالے سے بھی کچھ فرمائیں کہ نسبت کے ساتھ پڑھنے اور بغیر نسبت کے وظائف وغیرہ پڑھنے میں کیا فرق ہے؟

جواب:۔ ہاں کر سکتے ہیں۔ ایصالِ ثواب کر کے یوں دُعا کر سکتے ہیں کہ اس کی برکت سے یہ مسئلہ حل ہو جائے۔ عام لوگ کتابوں وغیرہ سے پڑھ کر وظائف پڑھنے لگ جاتے ہیں، دراصل بات ہے نسبت کی۔ کئی ایک کے پاس خود کچھ نہیں ہوتا، پیچھے سے اُن کے بزرگوں کا فیض مل رہا ہوتا ہے۔ کسی کی نسبت صحابہ کرامؓ سے اور کسی کی نسبت نبی ءِ کریم ﷺ سے ہوتی ہے۔ جتنی نسبت قوی ہوگی، فیض بھی اتنا ہی تیز ہوگا۔ جو اوراد کسی نسبت سے پڑھے جاتے ہیں، اُن کا فیض بھی اُس نسبت کی وجہ سے اتنا ہی قوی ہوتا ہے۔ اس لیے مَیں اپنے ساتھیوں کو بیعت کرنے کے بعد پہلے تمام وظائف چھڑوا دیتا ہوں۔ صرف ذکر، درود شریف اور کتاب حالِ سفر میں جو وظائف ہیں، اُن کی تلقین کرتا ہوں۔

آج کل کا سائنسی دور ہے، مشاہدات کا دور ہے۔ مَیں صاحبِ کشف ساتھیوں کی صورت میں دو گواہ ساتھ رکھتا ہوں، تا کہ وہ دیکھیں اور مشاہدے کے بعد خود تصدیق کریں۔ میرے والے درود شریف کی نسبت نبی ءِ کریم ﷺ کی عطا کردہ ہے۔ مَیں نے جب یہ درود شریف پڑھا تو ساتھیوں نے مشاہدہ کیا کہ درود شریف شروع کرتے ہی پوری زمین و آسمان پر انوارات کی بارش شروع ہوگئی۔ یعنی ایک یہ درود شریف پڑھنے سے بے حساب اجر سے نوازا جائے گا۔ حالانکہ عام طور پر درود شریف پڑھنے سے دس رحمتیں ملتی ہیں۔ تو بات ہے ساری نسبت کی، جتنی قوی نسبت ہوگی، اُتنا ہی فیض زیادہ ہوگا۔ مثلاً اگر پاکستان میں آپ چھ گھنٹے کام کرنے پہ دو ہزار روپے کماتے ہیں اور سعودی عرب میں اتنے ہی وقت میں 50 ہزار روپے کما لیتے ہیں۔ اتنی ہی محنت، اتنے ہی وقت کی دونوں ملکوں کی نسبت سے جیسے فرق پڑتا ہے، بعینہٖ یہی بات نسبتِ شیخ کی ہے۔

☆8 دسمبر 1995ء جمعۃ المبارک

سوال:۔ جس کو کشف کے ذریعے اپنا مقصود حاصل ہو جائے تو کیا اُس کو دنیا چھوڑ دینا چاہیے؟ میرا ایک عزیز کہتا ہے کہ میں حضرت جی کو تب مانوں گا کہ وہ میرے دِل میں جو خیال اور بات ہو وہ بتائیں؟

جواب:۔ نبی ِ کریم ﷺ نے دنیا میں رہ کر دین نبھایا، اسلام میں ترکِ دنیا کا تصور نہیں۔ تمام انبیاءؑ نے دنیا میں رہ کر دنیاوی زندگی کے معاملات نبھائے اور عبادت کی۔ جہاں تک دِل کا خیال یا بات معلوم کرنا ہے تو اس چیز کا تعلق کشف القلوب سے ہے۔ لیکن کشف کسی کو جانچنے کا پیمانہ نہیں ہوتا کیونکہ کشف مقصود نہیں، مقصود تو اللّٰہ کی یاد ہے۔ اگر یہاں آنے سے دِل اللّٰہ کی یاد کی طرف راغب ہوتا ہے، اپنے اندر تبدیلی محسوس کرتے ہیں تو ٹھیک ہے۔ صوفیاءؒ تو کشف کو راہ سلوک کی رکاوٹ سمجھتے ہیں۔ سلوک کی راہ میں اصل چیز ہے یقین اور مرشد سے اندھی عقیدت۔ جتنی مرشد سے عقیدت ہو گی، اُتنا مرشد سے قریب ہوں گے اور اُتنا ہی فیض ملے گا۔ یہاں جو میرے جتنا قریب ہے، آگے جا کر بھی اُتنا ہی قریب ہو گا۔

جس کو نبی ِ کریم ﷺ ذکر اذکار کی تلقین کی اجازت دیتے ہیں، اُس کو اختیار بھی دیتے ہیں۔ مرشد کو نظر انداز کر کے، By pass کر کے کچھ نہیں ملتا۔ یہاں جو آپ آتے ہیں، ان کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ مرشد تو رہے نا ایک طرف، نبی ِ کریم ﷺ کی زیارت ہو۔ لیکن بات یہ ہے کہ جب تک فنا فی الشیخ نہیں ہوں گے، کچھ نہیں ملے گا۔ چلانا آپ کو مرشد نے ہے۔ آگے آپ کو مرشد نے لے جانا ہے، یہ اختیار مرشد کے پاس ہے۔ یہ شیخ نے، مرشد نے اجازت دینا ہوتی ہے کہ برزخ میں روزانہ پاس آئیں یا ہفتے میں ایک بار۔ جسے شیخ اجازت دے گا، وہ نبی ِ کریم ﷺ کی بارگاہ میں جا سکے گا۔ شیخ روزانہ بھیجے یا ہفتے میں ایک بار یا جو بھی صورت ہو، چاہے شیخ کمالؔ ہو، زید ہو یا بکر ہو۔

یہاں پر میرے پاس جو ہر جمعے کو آتے ہیں، اُن میں سے بھی بعض میں وہ عقیدت نہیں، شیخ کی وہ محبت نہیں۔ ایک واحد شخص جو میرے پاس اب تک آیا ہے، وہ ساہیوال کا تھا، دونوں ٹانگوں

سے معذور تھا۔ حجرہ شاہ مقیم کے گدی نشین کا قریبی ساتھی، اُن کی کوئی 25-30 بیٹھکیں ہیں۔ یہ اُن کے تعویذ لکھتا ہے، اُن کے مریدوں کو دیتا ہے۔ میری کتاب حالِ سفر پڑھی تو اُن سے میری ملاقات اور بیعت کی اجازت لی۔ اُنہوں نے کہا کہ جاؤ، تو میرے پاس آیا۔ کہنے لگا کہ نہ مجھے خانہ کعبہ شریف لے جائیں، نہ دربارِ اقدس ﷺ اور نہ اُوپر کے منازلِ عرش تک۔ ذکر کرتا رہوں گا، معذور ہوں، پھر آ بھی نہیں سکوں گا۔ بس ایک درخواست ہے کہ مجھے اپنے ساتھ رکھیں۔ چاہے کوئی ہر جمعہ کو آئے لیکن ہر آنے والوں سے اُس کی زیادہ قدر ہے۔ راہِ سلوک میں فنا فی الشیخ بنیاد ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ۝﴾ (سورۃ آلِ عمران، آیت نمبر 31)

"اے نبی (ﷺ)! کہہ دیں کہ اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا۔"

☆26 جنوری 1996ء جمعۃ المبارک

سوال:۔ ذکر کی محفل کے دوران ایک خاتون کو نبیءِ کریم ﷺ کی زیارت ہوئی۔ ایسی حالت تھی کہ شدتِ گریہ سے بولنا محال تھا۔ بمشکل بولیں کہ 70 سال کی عمر ہوگئی ہے۔ بڑی آرزو تھی کہ کچھ حاصل ہو جائے۔ مقامِ احدیّت پہ دیکھا جیسے چاند کی طرح ایک نُور کا پیکر ہے۔ نہایت خوبصورت چہرہ اور گھنگھریالے بال اور آنکھوں میں چمک تھی کہ دیکھنا محال تھا۔ اس بارے میں کچھ فرمائیں؟

جواب:۔ ذکر کی محفل میں یوں زیارت ہو جانا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ جس شخص کے پاس آئی ہیں، وہ سچا ہے۔ یہ میری حقانیّت کی دلیل ہے۔ کسی کو ایک لاکھ یا دو لاکھ روپے دے دینا بہت بڑی بات ہے، لیکن سب سے اچھا تحفہ تو اَللّٰہ کا ذکر ہے۔ اپنے گھر والوں کو، میل جول والوں کو ذکر کا تحفہ دیں۔ قبر میں جائیں گے تو اس تحفے کی قدر و قیمت کا پتہ چلے گا۔ ذکر کی محفل میں میری توجہ اتنی شدید

ہوتی ہے کہ سب اہلِ محفل، چاہے وہ پہلے لطیفے پر ہی ہوں، مقام رویئت پر پہنچ جاتے ہیں۔اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے آندھی کا تیز گولا سب کچھ اُڑا کر ساتھ لے جاتا ہے۔غفلت اور گناہوں کے باعث روح کتنی ہی مسخ ہو چکی ہو، جب ذکر کی ابتدا میں اَللّٰہ کی پہلی ضرب لگاتا ہوں تو مسخ شدہ حالت ختم ہو جاتی ہے۔اَللّٰہ کی دوسری ضرب پر روح اصلی حالت پر آجاتی ہے اور تیسری ضرب پر فیض لینے لگتی ہے۔ دراصل ساری بات استقامت کی ہے، اللہ آپ کو استقامت دے۔(24)

☆29 مارچ 1996ء جمعۃ المبارک

سوال:۔درود شریف پڑھنے میں ادب کا تقاضا ہے کہ وضو اور پاک حالت میں پڑھا جائے؟

جواب:۔جس دور میں ہم رہ رہے ہیں اس میں ناممکن ہے۔اس طرح تو نعمت سے محروم رہنے والی بات ہوگی۔باوضو پڑھنے کی یقیناً فضیلت ہے۔زبان پاک ہے، آپ ہر حالت میں درود شریف پڑھ سکتی ہیں۔وضو ہو یا نہ ہو، جب بھی موقع ملے، ہر حالت میں درود شریف پڑھا کریں۔محروم رہنے سے بہتر ہے کہ درود شریف پڑھیں۔

سوال:۔سکونِ قلب کے لیے کیا کروں؟

جواب:۔صبح و شام ذکرِ خفی قلبی اپنا لیں۔اسمِ ذات کا ذکر جو مَیں نے بتایا ہے، وہ کیا کریں۔نماز نہیں پڑھتی تب بھی ذکر باقاعدگی سے کریں۔قرآنِ پاک میں ارشاد ہے:

﴿اَ لَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ o﴾ (سورۃ رعد، آیت نمبر 28)

''سُنو! دِلوں کا اطمینان تو اَللّٰہ کے ذکر میں ہے۔''

سکونِ قلب کا واحد نسخہ ذکرِ اسمِ ذات ہے۔تمام روحانی بیماریوں لالچ، بغض، بخل، کینہ، ریا، حسد وغیرہ کی شفا ذکر میں ہے۔ذکرِ اسمِ ذات کے علاوہ درود شریف کثرت سے پڑھا کریں۔ان شاء اللہ سکونِ قلب مل جائے گا۔

☆26 جولائی 1996ء جمعۃ المبارک

سوال:۔ سوہاوہ سے آنے والی ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ خاتون نے کہا کہ قرآن شریف کی تلاوت کرتی ہوں تو سارا وجود ہلنے لگتا ہے۔ رُواں رُواں ذکرِ اسمِ ذات ۔۔۔ اَللہ اَللہ ۔۔۔ کرنے لگتا ہے اور حالت یہ ہوتی ہے کہ قرآن شریف بھی جُھولنے لگ جاتا ہے تو کیا ایسے میں قرآن شریف پڑھتی رہوں؟ اس کے ساتھ ایسے محسوس کرتی ہوں جیسے آپ کا اور نبی ءِ کریم ﷺ کا فیض علیٰحدہ علیٰحدہ مل رہا ہو۔

جواب:۔ چونکہ توجہ نہیں رہتی اس لیے قرآن شریف بند کر دیا کریں تا کہ بے ادبی نہ ہو اور ذکر بھی چھوڑ دیں۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ ذکر کی Dose زیادہ ہے اور وجود اُسے جذب نہیں کر رہا۔ نبی ءِ کریم ﷺ کا فیض بھی مرشد کی وساطت و نسبت سے ہی ملتا ہے۔ یہ اپنی اپنی استعداد و اہلیت ہے، جیسے پانی کا قطرہ فرش پہ گرے تو جذب نہیں ہوگا اور اگر ریت میں گرے تو جذب ہو جائے گا۔ یہ دراصل اپنے اپنے قلب کی زمین کی کیفیت ہے۔

سوال:۔ کیا درود شریف اور قرآنِ پاک بغیر وضو کے پڑھ سکتے ہیں؟

جواب:۔ درود شریف بغیر وضو ہر حالت میں پڑھ سکتی ہیں، شرعاً اجازت ہے۔ اسی طرح قرآنی آیات بھی بغیر وضو زبانی پڑھ سکتی ہیں کیونکہ زبان پاک ہے۔ لیکن قرآنِ کریم کو بغیر وضو چُھو نہیں سکتیں، یہ فقہ کا مسئلہ ہے۔

☆4 اکتوبر 1996ء جمعۃ المبارک

سوال:۔ میری ہمشیرہ 29 ستمبر کو انتقال فرما گئیں۔ اُن کے ایصالِ ثواب کے لیے کیا پڑھوں؟

جواب:۔ قرآن شریف کی تلاوت افضل ہے، اس کے علاوہ بسم اللہ الرحمن الرحیم، کلمہ ءِ طیبہ، کلمہ تمجید، استغفار اور درود شریف پڑھ کر ایصالِ ثواب کیا کریں۔

سوال:۔ اذان کے بعد دُعا میں آنحضور ﷺ کے لیے مقامِ محمود اور وسیلہ کی جو دُعا مانگی جاتی

ہے، کیا اس کا فائدہ آپ ﷺ کو ہوتا ہے؟

جواب:۔ نبیِ کریم ﷺ کو جو مقام ملنا تھا اللہ کریم نے عطا فرما دیا۔ ہم جب نبیِ کریم ﷺ پہ درود شریف بھیجتے ہیں یا دُعا کرتے ہیں تو دراصل اس کا فائدہ ہمیں ہوتا ہے۔ آپ ﷺ کے لیے دُعا کرنے اور درود شریف بھیجنے سے آنحضور ﷺ کی توجہ اور اللہ تعالیٰ کا کرم ہمارے شاملِ حال ہو جاتا ہے اور ایک رابطے کی سی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔

☆19 نومبر 1996ء منگل

سوال:۔ ایک خاتون کہنے لگیں کہ نماز پڑھتی ہوں تو قلب جاری ہو جاتا ہے، اَللّٰہ اَللّٰہ کرنے لگتا ہے۔ بعض اوقات بیس پچیس منٹ اور بعض اوقات گھنٹہ گھنٹہ یہی کیفیت رہتی ہے، تو ایسے میں کیا کروں؟

جواب:۔ نماز تو ادا کرنا ہی ہے۔ آپ کی ساری توجہ نماز کی طرف ہونی چاہیے۔ قلب کو ذکر کرنے دیں، قلب اپنا کام کرتا رہے۔ یہ ذکرِ خفی ہے، کرتا رہے۔ دراصل جب مَیں کسی کو لطائف کرا دیتا ہوں تو اُس کے لطائف ذکر کرنا شروع کر دیتے ہیں، ذاکر ہو جاتے ہیں۔ ہر ایک کو اس کا ادراک نہیں ہوتا۔ جب باطنی حواس بیدار ہو جاتے ہیں تو یہ کیفیت ہوتی ہے۔

سوال:۔ اور لوگوں کو تو مشاہدات اور مکاشفات ہوتے ہیں، مجھے تو کچھ نظر نہیں آتا، تو کیا مجھ میں کوئی خامی ہے، جو نظر نہیں آتا؟

جواب:۔ صوفیاؒ اور اولیاء اللہ کشف کو اپنے راستے کی رکاوٹ سمجھتے ہیں۔ صاحبِ کشف ہونا اس بات کی دلیل نہیں اور نہ ہی معیار ہے کہ وہ شخص کسی بلند مرتبے پہ فائز ہے یا نجات یافتہ ہے۔ مشاہدات تو نماز نہ پڑھنے والوں کو بھی ہوتے ہیں۔ دراصل بات تو اعمال کی ہے۔ آپ جو بھی عمل کرتے ہیں؛ نماز، ذکر، درود شریف، خدمتِ خلق وغیرہ، اجر تو ان اعمال پہ مرتب ہوتا ہے۔ دیکھنے دکھانے (کشف) سے اجر مرتب نہیں ہوتا۔ یہ تو آپ میں یقین پیدا کرنے کے لیے ہے، اس لیے اپنے عمل درست کریں۔

☆20دسمبر 1996ء جمعۃ المبارک

سوال:۔ راولپنڈی سے آئی ہوئی ایک خاتون نے بتایا کہ وہ اپنے گھر میں ہر سوموار خواتین کو مدعو کرتی ہیں اور ذکر کراتی ہیں۔ کچھ خواتین سانس سے ذکر کرتی ہیں، جسے پاس انفاس کہتے ہیں، تو یہ پاس انفاس کون سا ذکر ہے؟

جواب:۔ یہ نقشبندیہ کا طریقہ ہے۔ ''پاس انفاس'' کے معنی ہیں ''سانس کی حفاظت کرنا۔'' اس طریقے میں ناک سے سانس لیتے ہیں۔ پہلے کلمہ شریف کا ذکر کراتے ہیں اور پھر اَللّٰہ کا۔ سانس اندر جائے تو اللہ اور باہر نکلے تو ہُو کہتے ہیں۔ بعض بزرگوں کا خیال ہے کہ سانس چونکہ ہر وقت چلتا ہے، اس لیے اسے اس ذکر کا عادی بنا دیں کہ سانس اندر لے جانے اور باہر نکالنے کے دوران اللہ کا ذکر جاری رہے اور ہر وقت اللہ کو یاد کرتے رہیں۔

حضرت مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ (حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد) بھی پاس انفاس کا ذکر ہی کرایا کرتے تھے۔ شروع شروع میں جب مَیں انٹر کالج جہلم کے ہوسٹل میں مقیم تھا تو پاس انفاس والا ذکر کراتا تھا۔ ہوا یوں کہ میرے تربیت یافتہ لڑکے جب ڈگری کالج میں گئے تو وہاں کے ہوسٹل سپرنٹنڈنٹ تبلیغی جماعت کے تھے، اس لیے وہاں کے لڑکوں پر بھی جمعیت والوں اور تبلیغی جماعت والوں کا اثر تھا۔ میرے شاگرد جب اکٹھے بیٹھ کر سانس کے ساتھ ذکر کرتے تو سانس کی آواز زور زور سے آتی (عملی طور پر سانس سے ذکر کر کے دکھایا)۔ وہاں کے لڑکے اُن کا مذاق اُڑانے لگ گئے۔ اُنہوں نے کہا کہ یہ تم کیا کرتے ہو؟ آؤ ہمارے ساتھ تبلیغی جماعت میں شامل ہو جاؤ۔ ظاہر ہے اُن کا کام کرنے کا اپنا انداز تھا۔ میرے شاگردوں نے کہا کہ تم ہمارے ساتھ ذکر کیا کرو اور ہم تمہارے ساتھ گشت پہ چلے جایا کریں گے۔ اُنہوں نے مجھ سے آ کر اپنی پریشانی کا ذکر کیا کہ وہاں تو ذکر کے دوران سانس کی آوازوں پہ وہ لوگ انہیں پریشان کرتے ہیں اور عجیب عجیب سوال کرتے ہیں، باتیں بناتے ہیں۔ مَیں اپنی جگہ پریشان کہ اگر ان لڑکوں نے ذکر کرنا چھوڑ دیا تو ان کی تربیت پہ جو مَیں نے محنت کی ہے، وہ ضائع ہو جائے گی۔ تو ہوا یہ کہ اُن کے جانے کے بعد جب

مَیں کچھ ساتھیوں کو ذکر کرانے بیٹھا اور دربارِ اقدس ﷺ گیا تو آنحضور ﷺ نے چونکہ مجھے صاحبِ سلسلہ کرنا تھا، اس لیے مجھے ذکرِ خفی قلبی ۔۔۔۔اسمِ ذات اَللّٰہ کا ذکر عطا فرمایا۔ کلمہ شریف کی نسبت، اسمِ ذات اَللّٰہ کا ذکر زیادہ قوی ہے۔ ہر شخص کا اپنا اپنا مزاج ہے۔ ہر ایک کے لیے سانس کے ساتھ ذکر کرنا مشکل ہوتا ہے، لیکن ذکرِ خفی قلبی نسبتاً آسان ہے۔

سوال:۔ اسی خاتون نے بتایا کہ جب یہ ذکر کراتی ہیں تو ایک خاتون کو حال پڑتا ہے۔ اُنہیں کچھ پتہ نہیں ہوتا اور وہ کافی دیر مغلوب الحال رہتی ہیں، تو یہ کیا معاملہ ہے؟

جواب:۔ دراصل جب توجہ فوکس کی جاتی ہے تو باطنی طور پر استعداد نہیں ہوتی کہ انوارات جذب کر سکے، اس لیے یہ حالت ہوتی ہے۔ ایسے میں توجہ واپس کھینچ لینی چاہیے۔ مَیں ذکر کی محفل میں سب کو توجہ دیتا ہوں، توجہ فوکس کر دیتا ہوں۔ ساتھی اپنی استعداد کے مطابق فیض لیتے ہیں۔

☆ 31 دسمبر 1996ء منگل

سوال:۔ آپ نے فرمایا ہے کہ قرآن شریف کی آپ کو نسبت عطا کی گئی ہے، تو نسبت سے کیا مراد ہے؟

جواب:۔ نسبت سے مراد خاص تعلق ہے۔ جیسے یہ چادر مَیں نے اوڑھی ہوئی ہے تو مَیں کہتا ہوں، یہ میری چادر ہے، اس چادر کا مجھ سے تعلق ہے۔ جو چادر آپ نے اوڑھ رکھی ہے، اُس کا آپ سے تعلق ہے۔ قرآن شریف آنحضور ﷺ پہ اُترا ہے۔ قرآن شریف کی جو آپ ﷺ سے نسبت ہے، وہ کسی اور سے نہیں۔ جو کوئی بھی قرآن شریف کی تلاوت کرتا ہے تو اس کی برکات اور تاثیر ہوتی ہے۔ لیکن جب نبیٔ کریم ﷺ خواب میں یا کشف میں بتائیں کہ پڑھو، تو اس کی اور ہی بات ہوگی۔ اس طرح پڑھنے کی خصوصی تاثیر و برکات ہوں گی، خصوصی فیض ہوگا۔ دارالفیضان میں ذکر کی محفل میں شرکت کے لیے اہلِ برزخ کو آنحضور ﷺ سے اجازت لینی پڑتی ہے۔ پہلے تیسرے جمعے کو آنحضور ﷺ کی خصوصی توجہ ہوتی تھی۔ اب **الحمدللہ** ہر جمعے (اتوار) کی محفل میں آپ ﷺ کی خصوصی توجہ شاملِ حال ہوتی ہے۔

☆16 جنوری 1997ء جمعرات

سوال:۔ کہا جاتا ہے کہ مسجد اور خانقاہ لازم ملزوم ہیں۔ دارالفیضان اور اس کے ساتھ مسجد کی تعمیر پر آپ کے کیا تاثرات ہیں؟

جواب:۔ دارالفیضان بظاہر ایک چھوٹا سا مکان ہے۔ لیکن اگر قلب کی آنکھ سے دیکھا جائے تو یہ ایک وسیع عمارت ہے۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ مسجد کی تعمیر کے ساتھ ہی دارالفیضان کی تکمیل ہوگئی ہے۔

سوال:۔ مسجد کی تعمیر کا خیال آپ کو کب ہوا؟

جواب:۔ شروع سے ہی میرا مسجد بنانے کا ارادہ تھا، لیکن اتنے وسائل نہ تھے۔ اس لیے ذہن یہ تھا کہ اللہ نے چاہا تو ریٹائرمنٹ کے وقت مجھے جو رقم ملے گی، اُس سے مَیں مسجد کی تعمیر شروع کروں گا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم شاملِ حال ہوا اور مسجد بن گئی۔ میرے خیال میں مسجد کے بغیر کسی خانقاہ کا تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا۔

☆6 جولائی 1997ء اتوار

سوال:۔ تکوینی اُمور سے کیا مراد ہے؟ کہا جاتا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام قلندری لائن سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ کہ اُن پر شریعت لاگو نہیں ہے؟

جواب:۔ تکوینی اُمور میں پوری کائنات شامل ہے، جس میں سورج کا طلوع ہونا، غروب ہونا، چاند، ستارے، موسموں کا تغیر وتبدّل، بارشوں کا ہونا، قحط پڑنا، بیماری، خوشحالی اور صحت۔ یہ تمام تکوینی اُمور میں شامل ہیں۔ حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں حضرت خضر علیہ السلام تکوینی اُمور کے انچارج تھے جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام شریعت کے انچارج تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام کا بچے کو قتل کرنا تکوینی اُمور میں سے تھا۔ جبکہ شریعت کی رو سے یہ درست نہیں تھا کہ ایک ہنستے کھیلتے بچے کو آپ بلا وجہ قتل کر دیں۔ اسی طرح کسی کی صحیح سلامت کشتی کو عیب دار کر دینا بھی کسی شریعت میں روا نہیں۔ اب

بظاہر تو تضاد ہے لیکن انہیں معلوم تھا کہ اگر میں اس کو داغ دار نہیں کروں گا تو پیچھے آنے والے سپاہی اس کو لے جائیں گے، جبکہ اس کے غریب مالک بعد میں اس سوراخ کو ٹھیک کر لیں گے اس طرح اُن کا روزگار تو ختم نہیں ہوگا۔ اب ان چیزوں سے یہ سمجھا جا رہا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام پر شریعت کی پابندی نہیں تھی۔ لیکن اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام پر شریعت لاگو ہی نہیں تھی یا وہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے تھے؟ ہاں اس واقعہ میں یہ ضرور ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کے تکوینی اُمور کا ایک ایسا رخ تھا جو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اوجھل تھا۔

☆12 جولائی 1997ء ہفتہ

سوال:۔ بخاری شریف کی ایک حدیث ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کرتے ہیں کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے والدین فوت ہو گئے ہیں اُن کے بارے میں کچھ فرمایئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اِنَّ اَبِیْ وَ اَبُوكَ فِی النَّار "بیشک میرے والد اور تمہارے والد جہنم میں ہیں، اس حدیث شریف کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب:۔ بھئی! Common Sense کی بات ہے، مثال کے طور پر آپ سے ایک آدمی اپنے والدین کے بارے میں پوچھتا ہے، تو آپ کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ آپ سائل کو جواب میں اُس کے والدین سے متعلق جواب دینے کی بجائے اپنے والدین کو بھی ساتھ شامل کر لیں۔ ظاہر ہے جس بارے میں آپ سے سوال ہی نہیں کیا گیا، اُس سے متعلق آپ کیسے جواب دے سکتے ہیں؟ یہ بات قرینِ قیاس کے بھی خلاف ہے اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسی ہستی جن کے والدین کے جنتی ہونے میں کسی قسم کے شائبے تک کی گنجائش نہیں بلکہ وہ تو صحابہ کرامؓ میں بھی بہت بلند منصب عالی پر فائز ہیں۔ اُن سے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا کیوں کر کہہ سکتے ہیں؟

☆28 جولائی 1997ء سوموار

سوال:۔ بیعت کے کیا معنی ہیں؟

جواب:۔ یہ بہت سیدھی سادی بات ہے۔ اس کے معنی ہیں روحانی کنکشن لینا۔ مثلاً اگر سنگِ مرمر کا خوبصورت ترین مکان ہو، اُس میں وائرنگ بھی ہو چکی ہو لیکن کنکشن نہ لیں تو بجلی نہیں آئے گی اور گھر روشن نہیں ہوگا، اندھیرا رہے گا۔ لیکن اگر کچا مکان ہو، تنکوں کی جھونپڑی ہی ہو اور وہاں بجلی کا کنکشن ہو تو وہ روشن ہوگی، بس اتنی سی بات ہے۔ بیعت کرنے سے مرید کا مرشد سے روحانی کنکشن قائم ہو جاتا ہے اور مرید کو فیض ملتا جاتا ہے، آگے اپنی اپنی استعداد ہے۔

سوال:۔ (ایک خاتون حج کرنے کے بعد دارالفیضان آئیں تو قبلہ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کو بتایا کہ) آپ سے مسلسل روحانی رابطہ رہا اور سفرِ حج کے دوران آپ رہنمائی فرماتے رہے۔ خیموں میں آگ لگی تو میں حادثے سے لاعلم اپنے خیمے میں تلاوت کر رہی تھی کہ آپ نے فرمایا: خطرہ ہے فوراً یہاں سے نکل جاؤ، کچھ نہ اُٹھاؤ۔ اس سامان کا متبادل تمہیں مل جائے گا اور یوں ہی ہوا۔ سرکار! آپ لاکھوں کے مجمے میں مجھے کیونکر ڈھونڈ لیتے تھے؟

جواب:۔ مرشد کے دِل سے نورانی تار مرید کے قلب کو مرشد سے منسلک رکھتا ہے، چاہے سینکڑوں، ہزاروں یا لاکھوں مرید ہوں، اتنے ہی تار مرشد کے دِل سے مریدوں کو جاتے ہیں۔ اس طرح مرشد و مرید کا روحانی رابطہ قائم رہتا ہے۔ جو صاحبِ کشف ہیں، وہ مشاہدہ کرتے ہیں۔

سوال:۔ یہ بھی بتائیں کہ درود شریف کتنا پڑھنا چاہیے اور اس میں مکمل توجہ کیسے حاصل ہو سکتی ہے؟

جواب:۔ اگر نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عشق کا دعویٰ ہے تو پھر ہر دَم درود شریف پڑھتے رہیں۔ گھر میں بیٹھی ہیں، اردگرد لوگ باتیں کر رہے ہیں، تب بھی پڑھ سکتی ہیں۔ تسبیح پر پڑھیں تا کہ تعداد کا ہدف پورا کر سکیں۔ بغیر وضو کے بھی پڑھ سکتی ہیں۔ مکمل توجہ تو کبھی بھی نہیں بنتی، میری بھی نہیں بنتی، کتنی بھی کوشش کر دیکھیں۔ نماز ہو، ذکر یا درود شریف، خیالات تو آتے رہتے ہیں۔ مکمل توجہ ناممکن ہے۔ اللہ

تعالیٰ نے ایک مخلوق بنائی ہوئی ہے کہ آپ کے مُنہ سے درود شریف نکلتا ہے اور وہ لے جاتے ہیں۔ کچن میں کھانا بنا رہی ہیں یا کام کاج میں مصروف ہیں تو تسبیح رکھنا مشکل ہے، اُس وقت زبانی پڑھتی رہیں۔ دوسرا بات کر رہا ہو تو کان سے سُنیں اور زبان سے درود شریف پڑھتی رہیں۔ دوسروں کی پروا نہ کریں کہ کوئی کیا کہے گا کہ تسبیح پکڑی ہوئی ہے۔ آپ کہیں کہ اس لیے پکڑی ہے تاکہ آپ کو بھی سبق ملے، آپ بھی اس کام کو کریں۔ آدمی کو بولڈ ہونا چاہیے۔ دنیا کے کاموں میں دوسروں کی رِیس کرتے ہیں تو درود شریف پڑھنے کی رِیس کیوں نہ کریں؟

سوال:۔کیا دُعا میں کسی کو وسیلہ بنانا جائز ہے؟

جواب:۔وسیلہ جائز ہے، دُعا اللہ تعالیٰ سے کرنی ہے۔ وسیلہ حضور ﷺ کو بنانا ہے، یہ شرک نہیں ہے۔ ہاں اگر کسی مزار مثلاً داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ جائیں اور یوں کہیں کہ آپ میرا یہ مسئلہ حل کر دیں تو یہ شرک ہے۔ کسی زندہ یا فوت شدہ ولی یا پیغمبر سے یوں کہنا کہ میرا یہ مسئلہ حل کر دیں، شرک ہے۔ لیکن دُعا کے لیے وسیلہ بنانا، یہ شرک نہیں ہے۔ یہ کہنا کہ دُعا فرما دیں، میرا یہ مسئلہ حل ہو جائے، یہ شرک نہیں ہے۔ یا یوں کہنا کہ یا اللہ! اپنے حبیب ﷺ کے صدقے یہ مسئلہ حل فرما دیں، یہ شرک نہیں ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے مَیں آپ کو دس روپے دیتا ہوں، آپ لیتے تو بظاہر مجھ سے ہیں لیکن دینے والا تو دراصل اللہ ہے، مَیں تو صرف وسیلہ بنا ہوں۔ لہٰذا یہ شرک نہیں ہے۔ مولویوں نے چھوٹی چھوٹی باتوں کو اُلجھا کر رکھ دیا ہے۔ دین کو پیچیدہ بنا دیا ہے، فرقے بنا دیے ہیں۔ بنیادی عقائد پہ سب کا ایمان ہے، ان پہ عمل بنیادی چیز ہے۔ اگر کوئی داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس نہیں جاتا تو نہ جائے۔ یارسول اللہ (ﷺ) نہیں کہتا تو نہ کہے، اللہ تعالیٰ جانے اور وہ جانے۔ بات تو بنیادی عقائد کی ہے، اپنے اپنے عقیدے پہ چلتے رہیں۔ یہاں ہر طرح کے لوگ آتے ہیں، مقصد بنیادی عقائد پہ عمل ہے۔

سوال:۔ایصالِ ثواب کے بارے میں کچھ فرمائیں کہ آیا یہ جائز ہے یا ناجائز؟

جواب:۔ایصالِ ثواب بھی جائز ہے۔ یہ نہ فرض ہے نہ واجب، بلکہ ایک رسم ہے۔ گیارھویں شریف کا بنیادی مقصد بھی بزرگانِ دین اور لواحقین کو ایصالِ ثواب کرنا ہے۔ میرے والد صاحب

کھانے پہ ضرور ایصالِ ثواب کرتے تھے۔ہم اسے اپنی زبان میں ختم دینا کہتے ہیں۔ ہمارے گھر کا یہی طریقہ ہے۔میرا بھی یہی معمول ہے۔حسبِ توفیق جتنا کرلیں۔کسی مسکین کو دینے کی استطاعت ہے تو دے دیں، نہ بھی دیں تو بھی کوئی حرج نہیں۔ جو درود شریف مَیں پڑھتا ہوں، حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ بھی یہی درود شریف پڑھتے تھے۔ان کے والد صاحب شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ جید عالم تھے،ختم دینا تھا،گھر میں مٹھائی وغیرہ یا کوئی خاص چیز نہ تھی۔ چنے پڑے تھے، آپؒ نے چنے ہی ایصالِ ثواب کے لیے رکھ لیے۔خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی، دیکھا کہ صحابہ ءِ کرامؓ اور اولیاء اللہؒ بیٹھے ہیں اور طرح طرح کے کھانے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیے جا رہے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے ہیں کہ ''رکھ دیں، رکھ دیں۔'' جب چنے آتے ہیں تو فرماتے ہیں ''لائیں۔'' خود بھی کھاتے ہیں اور سب کو بھی کھلاتے ہیں۔تو بات ہے اخلاص کی۔ یہاں تو یہ رواج ہو گیا ہے کہ فوتگی ہو جائے، گھر میں کھانے کو نہ ہو، چھوٹے چھوٹے یتیم بچے ہوں، حالات کتنے ہی خراب ہوں لیکن پھر بھی پُر تکلف کھانے تیار کیے جاتے ہیں۔ باقاعدہ دعوت کا اہتمام کیا جاتا ہے۔کوئی آواز اُٹھائے اور کہے کہ کیا ضرورت ہے تو کہتے ہیں: وہابی ہو گیا ہے۔ باتیں بنائیں گے کہ یہ نہیں کِیا، وہ نہیں کِیا۔ایصالِ ثواب اپنے وسائل کے مطابق کرنا چاہیے۔

☆☆☆

اہم خط

نوٹ:۔ یہ خط حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بڑے صاحبزادے قبلہ ثاقب کمال صاحب کو اُن کے ہانگ کانگ قیام کے دوران لکھا۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۝

دارالفیضان

ہاسٹل گورنمنٹ انٹر کالج، جہلم

۱۵۔اپریل ۱۹۸۹ء

بیٹے جی! اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ۔

آپ کا خط ملا۔ آپ کے سوالات سے خوشی ہوئی۔ چونکہ آپ نے میرے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ اپنے روحانی سلسلے کو سنبھالنا اور چلانا ہے، اس لیے ان معاملات میں میری رائے سے آگاہ ہونا ضروری تھا۔

ایک بات کو ذہن میں رکھیں کہ میں علماءِ دیوبند کے اکابر مولانا قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا اشرف علی تھانوی صاحبان اور علماءِ بریلی کے مولانا احمد رضا خان بریلوی صاحب میں سے کسی سے بھی ذہنی طور پر مرغوب نہیں کہ ان میں سے کسی ایک گروہ کا دامن پکڑ لوں اور دوسرے کا جھٹک دوں۔ مَیں نے متنازعہ اُمور میں دونوں فریقوں کے دلائل دیکھے اور اپنی بصیرت کی روشنی میں اپنی رائے قائم کی۔ اور مزید تسلی کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمتِ اقدس میں یہ مسائل پیش کر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تائید بھی حاصل کی۔

یہ بھی یاد رہے کہ تمام مسائل بنیادی نہیں کہ جس سے ایمان میں خلل پڑتا ہو بلکہ فروعی ہیں۔ ان کی تشریح و تعبیر میں علماءِ دیوبند اور علماءِ بریلوی میں اختلاف ہے لیکن اظہارِ اختلاف میں سختی و شدّت کے باعث یہ دونوں گروپ ایک دوسرے کے خلاف شرک و بدعت اور کفر کے فتوے داغ دیتے ہیں، جو میرے نزدیک بہت بڑی زیادتی ہے۔ میرا مسلک اعتدال کا ہے یعنی جو شخص جس بات کو پسند کرتا

ہے وہ اختیار کر لے، دوسرا اس پر نکتہ چینی نہ کرے۔ باہمی نکتہ چینی سے مخالفت، عناد، انتشار اور افتراق کو ہوا ملتی اور فساد پیدا ہوتا ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ فساد پسند نہیں فرماتا۔ اور اسی فساد کے باعث اُمّتِ مسلمہ آہنی چٹان بننے کی بجائے ریت کی دیوار بن چکی ہے۔

دینی مسائل کے سلسلے میں برصغیر پاک و ہند میں دو کتابیں مشہور ہیں: ایک بہشتی زیور از مولانا اشرف علی تھانوی اور دوسری بہارِ شریعت۔ دوسری کتاب مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کے شاگرد و خلیفہ مولوی حکیم محمد امجد علی صاحب کی ہے۔ مَیں نے دونوں کے مسائل دیکھے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بخشی گئی بصیرت کی روشنی میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ تھانوی صاحب ان معمولی مسائل پر خاصے سخت اور پر تشدد واقع ہوئے ہیں جبکہ مولوی امجد صاحب کی ان مسائل میں رائے نرم اور قابلِ عمل ہے۔

اب آپ کے سوالات کے نمبروار جوابات حاضر ہیں۔

سوال نمبر 1:۔ تمام مسلمانوں کی مغفرت کے لیے دُعا مانگوں یا کہ رشتہ داروں کے نام الگ لینا چاہیے؟

جواب:۔ بہتر یہ ہے کہ جن انبیاءِ کرام علیہم السلام، اہلِ بیعت رضی اللہ عنہم، صحابہءِ کرام رضی اللہ عنہم، اولیاءِ کرام رحمہم اللہ اور قریبی رشتہ داروں کے نام یاد ہوں، کے خاص طور پر نام لے کر اور باقی عام مسلمانوں کو عمومی طور پر ثواب پہنچایا کریں۔ اس طرح آپ کی طرف سے ان تمام حضرات کو یہ خصوصی طور پر تحفہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہنچایا جائے گا۔ جس کے باعث ان کی روحوں کو آپ سے خاص اُنس اور تعلق پیدا ہو جائے گا اور وہ بھی خصوصی طور پر آپ کے درجات کی ترقی کے لیے دُعا گو اور آپ کی طرف متوجہ ہوں گے۔ میرا اپنا یہی طریقہ و معمول رہا ہے۔ حالِ سفر میں جن سینکڑوں بزرگوں کے نام درج ہیں، ان سب کے الگ نام لے کر روزانہ ایصالِ ثواب کرنے سے ہی ان کی توجہ میرے شاملِ حال ہوئی۔ سب نے اسناد و انعامات سے نوازا جس کے باعث میری روحانی قوت میں بے حد و حساب اضافہ ہوا۔

سوال نمبر 2:۔ قبر پر حافظ بٹھا کر پڑھانا چاہیے؟

جواب:۔اس کا جواب بہارِ شریعت صفحہ 472 سے نقل کرتا ہوں۔

مسئلہ۔قبر پر قرآن پڑھنے کے لیے حافظ مقرر کرنا جائز ہے (درمختار) یعنی جب کہ پڑھنے والے اجرت پر نہ پڑھتے ہوں کہ اجرت پر قرآن کریم پڑھنا اور پڑھوانا ناجائز ہے۔یعنی پڑھنے سے پہلے اجرت طے نہیں کرنا چاہیے۔البتہ اگر پڑھنے والے کو کھانا کھلا دیا جائے یا پہلے سے بتائے بغیر مسکین سمجھ کر کوئی رقم دے دی جائے تو یہ اجرت نہیں،صدقہ وخیرات سمجھا جائے گا۔

سوال نمبر 3:۔قبر کو پکا کرنا اور روضہ بنانا۔

جواب:۔ بہارِ شریعت کے صفحہ 471 سے جواب دے رہا ہوں۔علماء وسادات (بزرگ) کی قبور پر قبہ (گنبد یا روضہ) وغیرہ بنانے میں حرج نہیں اور قبر کو پختہ نہ کیا جائے (درمختار)۔یعنی اندر سے پختہ نہ کیا جائے اور اگر اندر سے خام اور اُوپر سے پختہ ہو تو حرج نہیں۔یعنی سامی میں کچی اینٹیں یا پتھر لگایا جائے اور توڑ پھوڑ اور حفاظت کے لیے اُوپر سے پکی اینٹوں سے پختہ کرنے میں حرج نہیں۔روضہ بنانے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ بزرگ کی عزت وتکریم میں اضافہ اور مرقد پر آنے والوں کے لیے ہر موسم میں یہاں بیٹھ کر پڑھنے میں آسانی رہے۔

سوال نمبر 4:۔اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ کے علاوہ کسی بزرگ کا ورد کرنا۔

جواب:۔ بہارِ شریعت میں اس کا جواب یوں درج ہے۔

مسئلہ۔ اولیاء کرامؒ کو اللہ عزّ وجل نے بہت بڑی طاقت دی ہے۔ ان میں سے جو اصحابِ خدمت ہیں،ان کو تصرّف کا اختیار دیا جاتا ہے۔ یہ حضرات نبیءِ کریم ﷺ کے سچے نائب ہیں۔ان کو اختیارات وتصرّفات حضور ﷺ کی نیابت میں ملتے ہیں۔علومِ غیبیہ ان پر منکشف ہوتے ہیں۔

مسئلہ۔ان سے استمدٰد واستعانت (امداد) محبوب ہے۔ یہ مدد مانگنے والے کی مدد فرماتے ہیں۔

مسئلہ۔اولیاء کرامؒ اپنی قبروں میں حیاتِ ابدی کے ساتھ زندہ ہیں۔ان کے علم وادراک اور سمع و بصر پہلے کی نسبت بہت زیادہ قوی ہیں۔

اس سلسلے میں اکابرِ دیو بند مولانا قاسم نانوتوی،مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا اشرف علی تھانوی

اور حضرت پیر مہر علی شاہؒ کے پیر و مرشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ ہفت مسئلہ سے قول نقل کرتا ہوں۔

مسئلہ۔ندائے غیر اللہ (یعنی اولیاء کرامؒ کو پکارنا)

اس میں تحقیق یہ ہے کہ مقاصد و اغراض مختلف ہوتے ہیں۔کبھی اظہارِ شوق، کبھی اس کو پیام پہنچانا ہو، مخلوقِ غائب کو پُکارنا اگر محض واسطے تذکرہ اور شوقِ وصال اور حسرتِ فراق کے ہے، جیسے عاشق اپنے محبوب کا نام لیا کرتے ہیں اور اپنے دِل کو تسلی دیا کرتے ہیں، اس میں تو کوئی گناہ نہیں، ایسی ندا صحابہ کرامؓ سے بکثرت روایات میں منقول ہیں۔اور اگر مخاطب کا سماع سنانا مقصود ہے اور اگر تصفیہء باطن سے منادیٰ (جسے ندا دی جائے) کا مشاہدہ کر رہا ہے تو یہ بھی جائز ہے۔اور اگر مشاہدہ نہیں کرتا لیکن سمجھتا ہے کہ فلاں ذریعہ سے اس کو خبر پہنچ جائے گی اور وہ ذریعہ ثابت بالدلیل، ہو تب بھی جائز ہے۔مثلاً ملائکہ کا درود شریف حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں پہنچانا احادیث سے ثابت ہے۔اس اعتقاد سے کوئی شخص **الصّلوٰۃ و السّلام علیكَ یارسول اللّٰه** کہتا ہے تو کچھ مضائقہ نہیں، یہ تفصیل حقِ عوام میں ہے۔

(اور جو اہلِ خصوصیت ہیں، ان کا حال جُدا ہے اور حکم بھی جُدا کہ ان کے حق میں یہ فعل عبادت ہو جاتا ہے۔جو خواص میں سے ہوگا، خود سمجھ لے گا، بیان کی حاجت نہیں)۔یہاں سے معلوم ہو گیا حکم، وظیفہ "**یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً لله**" (اللہ تعالیٰ کی راہ میں عطا فرمائیں) کا۔لیکن اگر شیخ کو متصرفِ حقیقی سمجھے تو یہ شرک کی طرف لے جاتا ہے۔ہاں اگر وسیلہ یا ذریعہ جانے یا الفاظ کو بابرکت سمجھ کر خالی الذہن ہو کر پڑھے تو حرج نہیں۔

بریکٹ والے فقرے کی وضاحت کر رہا ہوں اور یہ میرے ذاتی اور میرے صاحبِ کشف ساتھیوں کے روحانی کشف و مشاہدہ پر مبنی ہے۔اگر شیخ کامل ہے اور واقعی اسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں باریاب ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دستِ اقدس پر روحانی بیعت کی سعادت حاصل ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسے لوگوں کی روحانی تعلیم یعنی رشد و تلقین کی اجازت عطا کی ہے تو پھر اس کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے کی اپنے شیخ سے نسبت قائم ہو جاتی ہے، یعنی شیخ کے دِل سے مرید کے دِل تک ایک

روحانی تار کے ذریعہ رابطہ قائم ہوجاتا ہے۔مَیں نے خود اپنے صاحبِ کشف ساتھیوں کو روحانی تار کا کئی بار مشاہدہ کرایا ہے۔اس لیے مرید اگر اپنے شیخ کے نام کا وِرد کرتا ہے تو اس کا مقصد شیخ سے اپنی محبت و عقیدت میں اضافہ کرنا اور اس نسبت (روحانی تار) کو مضبوط بنانا ہوتا ہے۔بعض سلاسل میں اپنے سلسلے کا شجرہ پڑھنے پر زور دینا اس لیے ہوتا ہے کہ اپنے مشائخ سے اس کا رابطہ قوی ہوجائے۔اور اگر کسی دنیوی پریشانی کے موقع پر اپنے شیخ کو یاد کیا جائے تو شیخ کی روح کو اس کا احساس ہوجاتا ہے اور وہ اپنی ہمت کے مطابق اپنے روحانی تصرف سے امداد کی کوشش کرتی ہے(19)۔

اسی طرح ہر وہ شخص جس نے سچے دِل سے ایک بار کلمہ طیبہ پڑھ لیا، حضور ﷺ کے قلب اطہر سے ایک نورانی تار اس شخص کے دِل تک پہنچ جاتی ہے۔اور وہ بظاہر کتنا ہی گناہگار کیوں نہ ہو، یہ تار بہرحال برقرار رہتی ہے، جو اپنے اعمال کی کوتاہی سے کتنی باریک کیوں نہ ہوجائے۔اس لیے جب بھی کوئی آدمی یارسول اللہ ﷺ کہتا ہے تو آپ ﷺ اس تار کے ذریعے اس کی ندا کو سُن لیتے ہیں۔اسی طرح جب نمازی التحیات میں "السلام علیك ایها النبی" کہتا ہے تو یہ سلام اس تار کے ذریعہ آپ ﷺ تک پہنچتا ہے اور آپ ﷺ جواب میں وعلیکم السلام کہہ کر جواب فرماتے ہیں۔

اسی طرح اگر پُرانے زمانے کے کسی ولی اللہ سے عقیدت و محبت ہو اور وہ اپنی اس محبت و عقیدت کا اظہار اس طرح کرتا ہو کہ روزانہ بلاناغہ کچھ کلامِ پاک یا دیگر اوراد و وظائف پڑھ کر ایصالِ ثواب کو معمول بنالے تو اس بزرگ کی روح کو بھی اس کے روزانہ تحفے کے باعث اس کے ساتھ اُنس پیدا ہو جاتا ہے اور روحانی تار قائم ہوجاتی ہے۔مگر یہ ضروری نہیں کہ ایسا کرنے والے کو خود بھی پتہ چلے کہ میرا رابطہ اس بزرگ سے قائم ہوچکا ہے۔

اب کچھ باتیں جو آپ نے نہیں پوچھیں مگر اس خیال سے کہ یہ بھی اختلافی اُمور میں آتی ہیں، ان میں بھی آپ کی رہنمائی کے لیے اپنی رائے لکھ رہا ہوں۔

1۔مسئلہ:۔حضور ﷺ کے نامِ مبارک پر انگوٹھا چومنا۔

جواب:۔علماءِ دیوبند کے نزدیک یہ بدعت ہے مگر بریلوی حضرات بعض احادیث اور پہلے

زمانے کے مستند علماء صلحا کے عمل کی روشنی میں اسے جائز سمجھتے ہیں۔مَیں نے خود حضور ﷺ سے روحانی طور پر اس بابت پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو میرا نُور انگوٹھے میں دکھایا گیا تو انہوں نے فرطِ محبت وشفقت سے اپنے انگوٹھے چومے تھے۔اب اگر کوئی چومنا چاہے تو چوم لے۔جو غلط سمجھتا ہے وہ نہ چومے،اسے تنازعہ بنانے سے احتراز کیا جائے۔

2۔مسئلہ:۔نمازِ فرض کے بعد بلند آواز سے کلمہ شریف پڑھنا۔

جواب:۔کلمہ شریف کا وِرد تو بہت بابرکت ہے،ضرور پڑھنا چاہیے مگر دِل میں پڑھ لیں تو بہتر ہے کہ بعد میں جماعت میں شامل ہونے والے کی نماز میں اُونچا پڑھنے سے خلل پڑنے کا اندیشہ ہے، جس کے باعث اس کی نماز کا نقصان ہوگا۔مگر جو اُونچا پڑھنے پر اڑ جائے اسے منع کر کے بدمزگی نہ پیدا کی جائے۔

3۔مسئلہ:۔نمازِ جنازہ کے بعد نمازیوں کا سورۃ الفاتحہ پڑھ کر ایصالِ ثواب کرنا۔

جواب:۔علماءِ دیوبند اسے بدعت قرار دیتے ہیں مگر میری رائے یہ ہے کہ بلاشبہ نمازِ جنازہ میں دُعا تو ہوگئی اور وہ کافی ہے،مگر اس موقع پر اگر سورۃ الفاتحہ پڑھ کر میّت کو مزید ایصالِ ثواب کر دیا جائے تو یہ نمازیوں کی طرف سے اس کے لیے مزید ایک تحفہ ہوگا،اس لیے اس روایت کو ختم نہیں کرنا چاہیے۔

4۔مسئلہ:۔عرس۔

جواب:۔علماءِ دیوبند کا ایک گروہ مزار پر جانا شرک قرار دیتا ہے مثلاً غلام اللہ مرحوم وغیرہ جبکہ دوسرا گروہ مزار پر جانے کا قائل ہے لیکن کسی بزرگ کی تاریخِ وصال پر ہی اجتماع یعنی عرس کرنا بدعت سمجھتا ہے۔میرا موقف یہ ہے کہ اپنے پیر و مرشد کے ساتھ چونکہ مریدین کو عقیدت ومحبت ہوتی ہے،اس لیے تاریخِ وصال ان کو عموماً یاد رہتی ہے۔اس لیے اگر اسی تاریخ کو وہاں اجتماع (عرس) کر کے ذکر و تلاوت کر لیں تو کوئی حرج نہیں تاکہ زیادہ سے زیادہ مریدین اس بابرکت اجتماع میں شریک ہوسکیں۔

5۔مسئلہ:۔سود لینا۔

جواب:۔حضور ﷺ کی ایک حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ ”ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ سود کے

دھوئیں سے کوئی بھی بچ نہیں سکے گا۔''

سو آج یہی پُر فتن دور ہے۔ عالمی و ملکی سطح پر رائج نظامِ معیشت کی پیچیدگیوں کے باعث مکمل طور پر سود سے بچنا محال ہے۔ بارہ سال قبل سونے کی قیمت تین صد روپے تولہ تھی جبکہ اب تین ہزار سے بھی بڑھ گئی ہے، یعنی روپے کی قیمت دس گنا گر چکی ہے۔ گھروں میں سونا اور رقم رکھنا ویسے بھی وبالِ جان بن چکا ہے۔ ان حالات میں اگر بنک کوئی منافع دیتا ہے تو دراصل اس رقم کی قیمت کو گرنے سے بچانے کا ایک ذریعہ ہے۔ حقیقت میں تو خود بنک اس پر زیادہ منافع کماتا ہوگا اور اب جبکہ حکومت نے بنکوں کو نفع و نقصان کی بنیاد پر چلانے کا عندیہ دے رکھا ہے، اس لیے اس پر اعتماد کرنا چاہیے کیونکہ وہ ہر سال اپنے منافع کا نئی شرح سے اعلان کرتے ہیں۔ البتہ Fixed Deposit سے پرہیز ہی بہتر ہے۔

یہ مسائل کی تشریح والا خط اپنے پاس محفوظ کرلیں تاکہ مستقبل میں بھی آپ کی راہ نُمائی کرتا رہے۔

ثاقب جی! خوشی ہوتی ہے کہ وہاں جا کر آپ کا دین کا رنگ پھیکا نہیں پڑا۔ اب آپ صبح و شام دس منٹ کے ذکر کے علاوہ اپنا تمام وقت اور ہمت صرف درود شریف کے لیے وقف رکھیں۔

17/3/1989 کو صبح دس بجے سے شام تین بجے تک ہمارا سالانہ اجتماع تھا۔ اس اجتماع پر ایک اہم روحانی واقعہ یہ ہوا کہ مَیں نے اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ میری آرزو ہے کہ میرے مریدین کو یہ شرف حاصل ہو کہ سب سلاسل کے مریدوں سے بڑھ کر درود شریف پڑھیں مگر کچھ ساتھی تلاوت، تسبیحات، اور اوراد، دیگر درودِ تاج، لکھی وغیرہ میں وقت صرف کرتے ہیں، جس کے باعث درود شریف کی تعداد کم رہتی ہے، اس لیے براہِ کرم تمام اوراد کی نسبتیں درودِ کمالی میں ضم فرما دیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ارشاد ہوا:

''(حضرت) آدم علیہ السلام سے (حضرت) محمد رسول اللہ ﷺ تک تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام پر جو کلام نازل ہوا اور ان تمام انبیاءِ علیہم السلام کے جو ظاہری و باطنی اوراد تھے، ان تمام کی نسبت درودِ اویسیہ کمالیہ میں ضم کی جاتی ہے۔''

یعنی جو شخص یہ درود شریف پڑھے گا، اسے ہر قسم کے اوراد و وظائف کا ثواب نصیب ہو جائے

گا۔ یہ اس فقیر پر وہ انعام کیا گیا ہے جس کی پہلے کوئی مثال نہیں ملتی۔

خیراندیش

دستخط:

باغ حسین کمالؔ

15/4/1989

مکالمہ

اور

انٹرویوز

یہ گفتگو مکالمہ کی صورت میں
حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ اور جناب احمد علی قریشی صاحب رحمۃ اللہ علیہ،
(سابقہ سیکرٹری، یونیورسٹی گرانٹس کمیشن، موجودہ ہائیر ایجوکیشن کمیشن HEC اسلام آباد)
سجادہ نشین، دربار لال شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ، سندھ کے درمیان
سالانہ اجتماع منعقدہ 8 اپریل 1996ء کے فوراً بعد ہوئی۔

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ:۔ سُنائیں کام ہو رہا ہے، پچھلا ہدف جو تھا، وہ میرے خیال میں آپ نے پورا کر لیا ہو گا؟

احمد علی قریشی صاحب رحمۃ اللہ علیہ:۔ جی، جی بلکہ اُس سے زیادہ۔

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ:۔ مَیں نے ابھی اعلان کیا تھا کہ پچھلی دفعہ تو وہ ہدف پورا ہو گیا تھا، اس دفعہ بھی ان شاء اللہ پورا ہو چکا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مزید ترقی دے۔

احمد علی قریشی صاحب رحمۃ اللہ علیہ:۔ حضور! شیاطین کا ٹولہ جو ہے، وہ بہت تنگ کر رہا ہے۔

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ:۔ اُن کو آپ نے توجہ نہیں دینی، کوئی بحث مباحثہ یا مناظرہ ہمارا Field (شعبہ) نہیں ہے۔ ہم کو تو بس چپکے سے اپنا کام کرتے چلے جانا ہے۔

احمد علی قریشی صاحب رحمۃ اللہ علیہ:۔ حضور! شیاطین کی بات ہو رہی تھی۔ ایک نوجوان بچہ تھا، اُس نے کوئی دس، بارہ ہزار درود شریف روزانہ کا اپنا ہدف رکھا ہوا تھا۔ پھر اُس کے ساتھ یہ تکلیف ہوئی کہ وہ رات کو سوتا تھا، تو اُس کے سینے پر کوئی شخص چڑھ جاتا تھا اور آواز آنے لگتی تھی کہ اگر تم درودِ پاک پڑھو گے تو ہم تمہیں مار دیں گے۔ اُس نے کہا کہ نہیں، میں درودِ پاک نہیں چھوڑوں گا۔ اُنہوں نے کہا کہ اگر تم ذکر و گے یا درودِ پاک پڑھو گے تو ہم تمہیں مار دیں گے۔ اس طرح انہوں نے بالکل مار دیا، شہید کر دیا۔ کیونکہ اعلان کیا تھا کہ اگر یہ درودِ پاک پڑھو گے تو ہم تمہیں مار دیں گے۔ اس طرح یہ گروپ بھی

شدّت سے کام کر رہا ہے۔

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ: ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴾ (سورۃ البقرۃ، آیت نمبر 156) ظاہر ہے شیاطین کا ٹولہ بھی اپنا کام کر رہا ہے۔

احمد علی قریشی صاحب رحمۃ اللہ علیہ: یہ جو کُفّار اور اہلِ شیاطین ہیں، یہ مسلمان اہلِ ایمان کو کام نہیں کرنے دیتے۔ حضور! میں نے تین چار دفعہ مرتضٰی (کہوٹ) صاحب سے گزارش بھی کی تھی کہ حضرت صاحب کے سامنے یہ مسئلہ لائیں کہ یہ چیز ہو رہی ہے۔

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ: اللہ تعالیٰ خیر رکھے گا، ان شاء اللہ۔ آئندہ کے لیے مَیں تعویذ دے دوں گا ایک تعویذ ایسے شخص کے گلے میں ڈال دیا کریں اور ایک پانی میں ڈال کر پینے کے لیے اور ایک جہاں متاثرہ آدمی سوتا ہو، اُس کمرے کی چاروں دیواروں کے ساتھ پانی میں ڈال کر صبح وشام چھڑک دیں۔

احمد علی قریشی صاحب رحمۃ اللہ علیہ: باقی ظاہری جو دنیاوی مخالفت ہے یہ تو خیر وقت کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے کیونکہ حق کا غلبہ ہے لیکن یہ مخلوق جو ہے وہ بہت تنگ کر رہی ہے۔

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ: بعض ساتھیوں کے ساتھ یہاں پر بھی ہوتا ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ دَم کرتے ہیں تو ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ آئندہ اگر کسی کو شکایت ہو تو اُسے میری طرف متوجہ کریں۔ ان شاء اللہ میرا اُس کے ساتھ براہِ راست رابطہ قائم ہو جائے گا۔

احمد علی قریشی صاحب رحمۃ اللہ علیہ: اور یہ کالا علم وغیرہ بھی ہے۔ ایسے شیطان صفت لوگ جنہوں نے اسے روزگار بنایا ہوا ہے، وہ مسجدوں کو آباد کرنے والے نیک لوگوں کو ڈراتے دھمکاتے ہیں کہ اگر تم درود پڑھو گے تو ہم یہ کر دیں گے اور وہ ایسا کرتے ہیں۔ اس طرح کی مخلوق بھی ہمارے راستے میں آتی ہے اور رکاوٹیں ڈالتی ہے۔

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ: آئندہ ساتھیوں کو کہیں کہ جتنی بھی مقرر تعداد میں درود شریف پڑھتے ہیں، وہ شام کو اپنے ہاتھوں پر دَم کر کے سارے جسم پر پھیر لیں، ان شاء اللہ افاقہ ہو گا۔ جو کچھ آپ نے پڑھا اُس کا تحفہ تو وہاں دربارِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں پہنچ گیا، ایصالِ ثواب تو ہو گیا۔ یہ جو ہم ٹوٹل رکھتے ہیں، یہ اپنی

تسلی کے لیے رکھتے ہیں کہ ہم اپنا ہدف پورا کر رہے ہیں یا نہیں۔

مَیں ساتھیوں کو کہہ رہا تھا کہ پچھلی دفعہ جب مَیں نے دربارِ اقدس ﷺ میں معاملہ پیش کیا تو قریشی صاحب کو ایک انگوٹھی ملی اور عموماً اگر کسی کی اچھی کارکردگی ہوتی ہے تو ساتھیوں کو سالانہ اجتماع کے موقع پر انعام دیے جاتے ہیں۔ اور ان انعامات میں سب سے بڑا انعام جو ہوتا ہے، وہ تاج ہوتا ہے۔ مَیں اُن کو کہہ رہا تھا کہ وہ انگوٹھی اگر مجھے مل جائے تو مَیں کروڑوں تاج اُس کو حاصل کرنے کے لیے پیش کر سکتا ہوں، وہ ایسی انگوٹھی تھی، اور یہ سب درود شریف کی میری نسبت پھیلانے کی وجہ سے آپ کو ملی تھی۔ اور بظاہر تو ایسا ہے کہ مَیں کہوں کہ اُس کو تاج ملا ہے اور آپ کو انگوٹھی۔ لیکن وہ انگوٹھی آپ کو ایسی دی گئی ہے کہ مجھ جیسا آدمی بھی آپ پر رشک کرتا ہے کہ کاش! یہ سعادت مجھے بھی ملتی، ملی تو مجھے بھی ہے کیونکہ آپ کو میری نسبت کی وجہ سے ملی ہے، لیکن مَیں آپ کی تشفی کے لیے کہہ رہا ہوں کہ اتنا بڑا انعام آپ کو ملا اور اس کا احساس آپ کو ان شاء اللہ ہو جائے گا۔

احمد علی قریشی صاحب رحمۃ اللہ علیہ:۔ حضور! یہ سب آپ کی وجہ سے ہے، ہم تو آپ کے قدموں کی خاک ہیں۔

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ:۔ اللہ تعالیٰ آئندہ بھی آپ کو توفیق عطا فرمائے اور آپ کوشش کرتے رہیں کیونکہ ہم خاموشی سے کام کرنا چاہتے ہیں۔ دو ہماری نسبتیں ہیں؛ اسمِ ذات کا ذکر اور درود شریف۔ اور دونوں ہی سب سے بڑی نسبتیں ہیں۔ صوفیاءؒ کے نزدیک ان سے بڑھ کر کوئی نسبت ہو ہی نہیں سکتی۔ باقی قرآنِ کریم کی کوئی آیت ہے یا سورۃ ہے، وہ ساری نسبتیں بعد میں ہیں اور پہلے نسبت یہ ہے۔ دوسرے نمبر پر بسم اللہ شریف اور کلمہ طیبہ ہے کیونکہ اسمِ ذات جو ہے یہ سارے وظیفوں کی جان ہے۔ چاہے کلمہ شریف ہے، چاہے بسم اللہ شریف ہے، اُس میں بنیادی چیز اور نقطہ تو اسمِ ذات ہے اور اسمِ ذات کو ہی ہم پھیلا رہے ہیں۔ اس کی برکات ہمیں ظاہری طور پر نظر نہیں آتیں، محسوس نہیں ہوتیں لیکن روحانی طور پر اُس کا ان شاء اللہ بہت بڑا Impact (اثر) پوری دنیا میں ہو رہا ہے۔ یہ جو آپ سنتے ہیں ناں کہ بڑی تیزی سے لوگ اسلام قبول کر رہے ہیں، امریکہ میں اور یورپ میں، اس کے پیچھے ذکرِ

اسمِ ذات کا بہت بڑا اثر ہے۔ جب لوگوں کے قلوب پر جا کے ضرب لگتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ توفیق دیتا ہے۔ اس طرح نیکی کی طرف اور حق کی طرف آنے کی لوگوں میں استعداد پیدا ہو جاتی ہے۔ اور وجہ بظاہر یہ بنتی ہے کہ کوئی مولوی صاحب گئے اور انہوں نے دعوت دی۔ بظاہر ایک ذریعہ وہ بنتے ہیں، لیکن پیچھے سے ہمارے سلسلے کی جو برکات ہیں، وہ آرہی ہوتی ہیں۔

احمد علی قریشی صاحب رحمۃ اللہ علیہ: حضور! یہ جو چند روز سے سلسلہ ہے کہ سورج غروب ہونے کے وقت کلمہ طیبہ ایک جھنڈے پر نظر آرہا ہے، یہ صادق آباد (سندھ) میں اور مختلف علاقوں میں نظر آرہا ہے۔ اس کے متعلق فرمائیں۔

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ:۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک ظاہری نشانی ہے کہ ان شاء اللہ اسلام کا بول بالا ہوگا۔

احمد علی قریشی صاحب رحمۃ اللہ علیہ:۔ اِس میں آپ کی اس محنت کا بڑا دخل ہے۔ امام مہدی علیہ السلام کے متعلق بھی کچھ فرمائیں۔

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ:۔ بعض ایسی نشانیاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہیں جن کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ یہ جو ہم محنت کر رہے ہیں اور جو اسمِ ذات کی برکات ہیں، یہ باطنی چیز ہے اور صاحبِ کشف جو ہے، اُسی کو محسوس کرایا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ جو نشانی ہے، یہ منجانب اللہ ہے اور یہ حق کی گواہی ہے کہ واقعی کوئی کام ہو رہا ہے۔ روحانی طور پر اس کے اثرات نمودار ہو رہے ہیں۔ بہرحال ہماری منزل تو ابھی بہت دور ہے اور آپ کا یہ سوال کہ امام مہدی علیہ السلام کب آئیں گے؟ اللہ تعالیٰ کا جو وقت ہے وہ بڑا طویل ہے۔ جب وہ کہتے ہیں کہ ''عنقریب'' قرآنِ کریم میں یہ جو اصطلاح استعمال ہوتی ہے تو ہمارے نزدیک تو عنقریب یہ ہے کہ کل یا پرسوں یعنی دو تین دن کا وقفہ۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا جو وقت ہے، اُس کی اپنی ہی کوئی حد ہے۔ اس لحاظ سے ابھی خاصا وقت ہے۔ لیکن ہم جو کام کر رہے ہیں یہ ان شاء اللہ ہراول دستے کا ہی کام کر رہے ہیں۔ ہم فضا بنا رہے ہیں، ظاہری طور پر بھی اور باطنی طور پر بھی۔ ظاہری طور پر تو اثرات مرتب ہو رہے ہیں، اب کون کہہ سکتا تھا کہ روس جو

ہے، وہ افغانستان سے واپس چلا جائے گا؟ جب مَیں نے کتاب حالِ سفر میں یہ پیشین گوئی لکھی تھی تو میرے جو Colleagues (شریکِ کار، ساتھی) ہیں، وہ مذاق اڑاتے تھے۔ مَیں نے جو لکھا ہے ناں کہ ''پلٹ رہا ہے، سمٹ رہا ہے، افغانستان کو چھوڑا، وسطِ ایشیا کو بھی چھوڑنا پڑا۔ اللہ اکبر! ماسکو کی فضاؤں میں اذانیں گونج رہی ہیں۔'' تو واقعی چند دن پہلے مَیں نے پڑھا کہ ماسکو میں ایک مسجد بنائی گئی ہے اور وہاں پر اذان دی گئی ہے۔

تو یہ جس نظر سے مَیں دیکھ رہا تھا اور یہ جو عملی طور پر، روحانی طور پر مَیں کام کر رہا تھا، اُس کی حقانیّت میرے اوپر اتنی واضح تھی جس طرح آپ کے سامنے یہ سورج ایک حقیقت ہے۔ اسی طرح میرے سامنے بھی وہ حقیقت واضح تھی کہ جو کچھ مَیں کر رہا ہوں، اس کے عملی طور پر اثرات مرتب ہوں گے۔ اب اگر مَیں نے کہا ہے کہ امریکہ اور یورپ میں بھی اسلام کا نُور چھائے گا اور امریکہ کی بساطِ سیاست سمیٹی جائے گی۔ فی الحال تو ایسا نظر آ رہا ہے کہ اسے غلبہ حاصل ہوگا، لیکن اس غلبے کے پیچھے ہی اس کا زوال بھی ہے۔ اگر روس کی فوجیں افغانستان میں نہ آتیں تو وسطِ ایشیا تو اس کے چنگل سے نہ نکلتا، یہ ایک وجہ بنی۔ اِسی طرح یہ عالمِ اسباب ہے۔ یہ جو کچھ کر رہا ہے ناں، اپنی سیاست کو پھیلا رہا ہے۔ یہ آہستہ آہستہ ان شاء اللہ اس کے اپنے زوال کا باعث بنے گا۔ ہمارا کام یہی ہے کہ ہم خاموشی سے، بغیر کسی مناظرے کے کام کریں۔ آپ دیکھتے ہیں کہ اوروں کے برعکس میرا کبھی کوئی اشتہار نہیں نکلا، کبھی پمفلٹ نہیں نکلا، کبھی خبر نہیں نکلی۔ اس کے پیچھے یہی ہے کہ ہمارا کام مخفی ہے، ہم نے ڈھنڈورا نہیں پیٹنا۔ یہ عجیب بات ہوئی کہ مَیں دارالفیضان سے کبھی باہر نکلا ہی نہیں اور میری نسبت اِدھر ہانگ کانگ اور اُدھر یورپ اور امریکہ میں پہنچی ہوئی ہے، لوگ وہاں پر ذکر کر رہے ہیں۔ بہرحال اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائیں۔

احمد علی قریشی صاحب رحمۃ اللہ علیہ:۔ حضور! دُعا فرمائیں۔

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ:۔ جو ساتھی زیادہ نمایاں طور پر کام کر رہے ہیں اُن کو Appreciate (حوصلہ افزائی) کریں۔ اگرچہ بظاہر وہ مجھے نہیں ملے، لیکن سمجھ لیں کہ یہ جو سالانہ اجتماع ہوا ہے، اُن کو

بھی انعامات ملے ہیں۔جس طرح کہ تھوڑی دیر پہلے آپ یہاں نہیں تھے،لیکن مَیں نے ساتھیوں کو بتایا کہ پچھلا جو سالانہ اجتماع تھا، اس میں آپ کو ایک انگوٹھی عطا کی گئی اور یہ ایسی انگوٹھی ہے کہ مَیں کروڑوں تاج بھی اس کے بدلے ان کو دے سکتا ہوں۔ حالانکہ میرے پاس کروڑوں تاج ہیں، میں دے سکتا ہوں۔لیکن یہ اس کی اتنی اہمیت بتانے کے لیے تھا اور آج بھی بتایا کہ ان کو کچھ شے ملی ہے۔

تو مقصد یہ ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے چُن لیا، نبی کریم ﷺ نے چُن لیا۔ میرا کوئی کمال نہیں ہے، آپ کا بھی کوئی کمال نہیں، اللہ تعالیٰ چاہتے تو کسی اور سے کام لے سکتے تھے۔ ہزاروں پیر ہیں، ہزاروں علماء ہیں اور کوئی مشکل نہیں تھی کہ وہ کہتے کہ ساتھیو! نماز پڑھ چُکنے کے بعد درود شریف پڑھ لیا کرو۔تھوڑا سا شوق دلاتے،سو سو دفعہ بھی آدمی پڑھتے تو یہ پانچ منٹ کا کام تھا۔اس طرح کروڑوں مسلمان ہیں جو نماز پڑھتے ہیں، اُن کے لیے درود شریف پڑھنا کوئی مشکل نہیں تھا۔۔لیکن بات ہے طلب کی ،احساس کی ،شوق کی۔۔۔ چونکہ وہ خود اس نسبت سے عاری ہیں، اس لیے اگر وہ بات کہیں بھی تو کوئی اثر ہی نہیں ہوتا۔اب یہ نوجوان ہیں، بظاہر ان کی داڑھیاں جو ہیں وہ بھی علماء کے نزدیک شاید اُس معیار پر نہیں ہیں، لیکن دس، پندرہ،بیس،پچیس ہزار مرتبہ درود شریف پڑھنا ان کا روز کا مشغلہ ہے۔اللہ تعالیٰ آپ سب کو اجر دے۔آج اتفاق کی بات ہے کہ مجھے ابھی چکوال جانا ہے اور صبح میں نے نواب شاہ جانا ہے۔

احمد علی قریشی صاحب رحمۃ اللہ علیہ:۔حضور! اگر وہاں (نواب شاہ میں) کسی کو کسی ڈیوٹی کے لیے کہنا ہو تو جیسا حکم کریں گے، ہم حاضر ہو جائیں گے۔

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ:۔ بہت بہت شکریہ۔دراصل مَیں نے اپنے بیٹے (مراد کمالؔ) کا نکاح وہاں پر کیا ہے، ابھی رخصتی نہیں ہوئی۔نواب شاہ سے بھی ہمارا تعلق کچھ اسطرح سے ہے۔

احمد علی قریشی صاحب رحمۃ اللہ علیہ:۔کوئی خدمت ہوگی، کوئی حکم ہوگا تو ہم حاضر ہیں۔

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ:۔ تھوڑی دیر بعد جا کر سامان باندھنا ہے۔ ظاہر ہے یہ ایسا Function (صاحبزادہ مراد کمالؔ صاحب کی شادی) ہوتا ہے جس میں بہت خوشی ہوتی ہے۔اب اجازت چاہوں

گا،سب ساتھیوں سے،آپ سے بھی۔

احمد علی قریشی صاحب رحمۃ اللہ علیہ:۔گھر والے بھی عرض کر رہے تھے کہ بچوں کے لیے بھی،بچیوں کے لیے بھی دُعافرمائیں۔

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ:۔اللہ تعالیٰ سب کو خیر و برکت دے۔

☆☆☆

نوٹ:۔ یہ انٹرویو مرزا عمران صاحب نے

یکم فروری 1997ء بروز ہفتہ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ سے کیا۔

سوال:۔حضرت جی دارالفیضان کی مسجد کی تکمیل کے بعد آج پہلی نمازِ تراویح پڑھی گئی۔اس مبارک موقع پر آپ کچھ فرمائیں۔

جواب:۔میرے جذبات اور احساسات کی عجیب کیفیت ہے، آج ماشاء اللہ ہم اس مسجد دارالفیضان میں باجماعت نمازِ تراویح پڑھنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔اوران شاء اللہ جمعۃ الوداع کو یہاں پر باقاعدہ نمازِ جمعہ کا آغاز ہو جائے گا،اس کے بعد محفلِ ذکر ہوا کرے گی۔تو اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل وکرم ہے، نبی ءِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خصوصی شفقت اور توجہ ہے۔مشائخِ عظام کی خصوصی عنایت ہے،نوازش ہے کہ خود بخود میرے لیے وسائل اور آسانیاں پیدا ہوتی چلی گئیں دارالفیضان کے آغاز سے اب تک تقریباً دس سال کے عرصے میں ہم نے خاصی پیش رفت کی ہے۔سلسلہ دور دور تک پھیل رہا ہے،اس کے باوجود کہ مَیں بڑا ناکارہ آدمی ہوں۔یہاں سے باہر کبھی تبلیغی حوالے سے کسی کے گھر نہیں گیا،کسی شہر میں نہیں گیا،کوئی خصوصی اجتماع منعقد نہیں کیا۔اس کے باوجود یہ دعوت نہ صرف ملک میں بلکہ بیرونِ ملک بھی،یوں سمجھ لیں کہ اِدھر کینیڈا سے لے کر اُدھر فلپائن تک پھیل چکی ہے اور لوگ خود بخود اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت سے اس فیض کی طرف دوڑے چلے آ رہے ہیں۔اصولی طور پر تو مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ کریڈیٹ سبھی ساتھیوں کو جاتا ہے،جو کتاب حالِ سفر پڑھتے ہیں یا سُن کر میرے پاس

آتے ہیں اور ذکر کی برکات سمیت گران برکات کو دوسرے لوگوں تک پہنچانے کی سبیل کرتے ہیں۔ تو یہ ساری کوشش تو اُن کے نامہءِ اعمال میں لکھی جائے گی اور اُن کو اجر بھی ملے گا۔ میرا تو یہی ہے کہ مَیں دروازہ کھولے بیٹھا ہوں وہ اس طرح کہ:

کُھلا چھوڑ دِتا اے بُوہا باغ حسین کمالا

ہُنڑ کسے دی مرضی بھانویں آوے یا نہ آوے

جس طرح ڈنکے کی چوٹ پر، ببانگِ دُھل مَیں نے اس نعمتِ عظمٰی کا اقرار کیا، اظہار کیا، یہ پوری تاریخِ تصوّف میں آپ کو کہیں بھی نہیں ملے گا، سوائے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کہ جنہوں نے اپنے قصیدے میں جو کچھ اپنے بارے میں اظہار فرمایا ہے، وہ بھی منازلِ سلوک کے سلسلے میں زیادہ کچھ منظرِ عام پر نہیں لائے، اس میں بھی کوئی حکمت ہوگی۔ منازلِ سلوک کو آسان اور دِلکش اسلوب میں اور عام فہم انداز میں بیان کرنے کی سعادت شاید اس فقیر کو حاصل ہوئی ہے۔ بظاہر یہ حالِ سفر ایک چھوٹی سی کتاب ہے مگر کوئی ضروری چیز اس میں رہ نہیں گئی، چاہے وہ لطائف ہوں، مراقبات ہوں، منازلِ سلوک ہوں، مقامات ہوں یا روحانی کیفیات ہوں۔ وہ ساری کی ساری یوں سمجھ لیں کہ سمندر کو درحقیقت کوزے میں بند کر دیا گیا ہے۔ جو کوئی خلوصِ نیت سے اس کو پڑھے گا تو یقیناً اُس کو سکون بھی ملے گا اور فیض کی لہر بھی اس کے دل تک پہنچے گی۔ اور ایسا بھی حُسنِ اتفاق ہے کہ ایک شخص نے امریکہ میں کتاب پڑھی اور اسی رات کو خواب میں میرا اُس سے رابطہ ہوا اور جب وہ کچھ عرصے کے بعد یہاں آیا تو اس نے کہا کہ میں نے آپ کو پہچان لیا ہے کہ آپ کے ساتھ میرا خواب میں رابطہ ہوا اور آپ نے مجھے کچھ بتایا اور اب جب میں آپ کے پاس جسمانی طور پر حاضر ہوا ہوں تو صرف اتنا فرق ہے کہ اب آپ نے کالی واسکٹ پہنی ہوئی ہے، اُس وقت جب میرے پاس امریکہ میں آئے تھے تو آپ نے سبز جیکٹ پہنی ہوئی تھی۔ مَیں نے اس کی بات سُنی تو مَیں تھوڑی دیر کے بعد اندر گیا اور وہ جیکٹ لے آیا۔ مَیں نے کہا کہ یہ تو نہیں تھی؟ کہنے لگا: یہی تھی۔

یہ دراصل میرا کوئی کمال نہیں ہے، افتخار نہیں ہے بلکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ لوگوں کو اس

طریقے سے میری صداقت پر یقین لانے کے لیے مجبور کیا جا تا رہا ہے۔ جب اُن کے پاس سوائے اس کے کوئی چارہ کار نہیں کہ وہ سمجھ لیں کہ یہ شخص جو دعوت دے رہا ہے، وہ حق ہے اور اس سے فیض لینا چاہیے۔ میرے خیال میں اگر کسی گھر میں پانچ افراد ہیں اور ان سب نے بیعت کی ہوئی ہے تو شاید ہی کوئی ایسا گھرانہ ہو کہ جس کے ایک نہ ایک فرد کو کشف نہ ہوا ہو، اس کو زیارتیں نہ ہوئی ہوں۔ یہ مثال پوری تاریخِ تصوّف میں آپ کو کہیں بھی نہیں ملیں گی کہ اتنے زیادہ لوگوں کو جن میں دس سال کے بچے، بچی سے لے کر 70 سال کے بوڑھے مرید تک کو کشف ہوا ہوا اور بے تحاشا ہوا ہوا اور بغیر کسی کوشش کے ہوا ہو۔ نماز تو فرض ہے وہ تو پڑھنی ہی ہے۔ لیکن دس منٹ کے ذکر کی برکت سے اگر آپ کو کعبہ شریف یا روضہِ اطہر ﷺ کی زیارت ہو جائے اور آپ جنت اور دوزخ کے مناظر دیکھ لیں تو اس سے بڑھ کر کوئی کرامت نہیں ہوسکتی۔ یہ باقی جو کرامتیں ہیں یہ سب اس سے فروتر ہیں۔ تو خصوصی طور پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔

مَیں تو خود بھی نہیں سمجھتا کہ اللہ تعالیٰ کو میری کون سی ناچیز ادا پسند آ گئی اور حضور نبیءِ کریم ﷺ کی شفقت اور توجہ اتنی زیادہ ہے کہ خود مجھے سمجھ نہیں آتی بلکہ بعض اوقات تو اہلِ برزخ حیران ہوتے ہیں کہ اس پر خصوصی شفقتوں کی اس قدر موسلا دھار بارش ہو رہی ہے کہ اس سے سمیٹی بھی نہیں جا رہی اور اس کے ساتھیوں کا دامن مالا مال ہو چکا ہے۔ لیکن اس کے باوجود یہ پھینکے چلا جا رہا ہے۔ یوں بھی ہوتا ہے کہ جس طرح کوئی آدمی آواز دیتا ہے کہ یہ چیز لے لو تو آگے سے لینے والا کہتا ہے کہ دے تو رہے ہیں لیکن میرے پاس برتن نہیں ہے تو بعض اوقات یہاں برتن بھی دینا پڑتا ہے۔ تو یہ حضور نبیءِ کریم ﷺ کی خصوصی نوازشات ہیں، عنایات ہیں، مَیں اور میرے ساتھی جتنا بھی شکر ادا کریں، کم ہے۔ مَیں تو بعض اوقات ساتھیوں سے کہتا ہوں کہ آپ بڑے خوش نصیب ہیں کہ آپ نے کتاب پڑھی یا کسی سے سُنا تو آپ کا یقین بن گیا اور آپ میرے پاس آئے اور فیض لینے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو توفیق بخشی، آپ کا شرح صدر کیا اور آپ اس قابل ہوئے کہ اتنی عظیم نعمت سے بہرہ ور ہو رہے ہیں۔ اور بے شمار تہی دست ایسے ہیں کہ مَیں دینا چاہتا ہوں اور وہ پیچھے بھاگتے ہیں۔ میرے اپنے رشتہ دار،

میرے اپنے علاقے کے لوگ اور میرے پُرانے احباب، وہ بیچارے یہ سمجھ نہیں پا رہے کہ کمال صاحب کو بیٹھے بٹھائے یہ کہاں سے چیز مل گئی ہے۔ مَیں بس اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے اپنی رحمت کے لیے چُن لے، یہ اُس کی اپنی منشاء اور عطا ہے۔ نہ مَیں اس کے لیے اپنے آپ کو قابل سمجھتا ہوں، نہ میری کوئی ریاضت ہے، نہ کوشش ہے، کچھ بھی نہیں ہے۔ محض اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفقت اور آپ لوگ خوش نصیب ہیں، جو اس محفل میں ہیں کہ آپ کو اس دارالفیضان کی مسجد میں پہلی تراویح میرے ساتھ پڑھنے کی سعادت اور اعزاز نصیب ہو رہا ہے۔

سوال:۔ تصوّف اور سلوک کے بارے میں فرمائیں کہ کیا یہ دونوں الگ الگ چیزیں ہیں یا ایک ہی ہیں؟

جواب:۔ تصوّف کا بنیادی موضوع تزکیہءِ باطن اور تعمیرِ سیرت ہے۔ انسان کے اوصافِ حمیدہ کو اُجاگر کرنا اور اس کے نقائص کو دور کرنا، اس کا مرکزی نصب العین ہے۔ سارے تصوّف وسلوک کو قرآنِ پاک کی اس آیت میں بیان کر دیا گیا ہے۔

﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى o وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى o﴾

(سورۃ الاعلیٰ، آیت نمبر 15-14)

" کامیاب ہو گیا وہ شخص جس نے اپنے آپ کو پاک کر لیا اور اپنے ربّ کے نام کا ذکر کرتا رہا اور نماز پڑھتا رہا۔‘‘

تو گویا کامیابی کا گُر یہ ہے کہ انسان اپنے اندر کی جو خباثتیں، کثافتیں، اخلاقی گراوٹیں ہیں اُن کو دور کرے اور اوصافِ حمیدہ پیدا کرنے کی کوشش کرے اور وہ تمام اچھائیاں اپنانے کی کوشش کرے جن کی قرآنِ کریم نے تعلیم دی ہے۔ بظاہر یہ بیماریاں ہمیں نظر نہیں آتیں مگر میرے سمیت ہر آدمی ان میں سے کسی نہ کسی بیماری میں مبتلا ہے۔ جیسے حسد، تکبُّر، ریا، جھوٹ، فریب، بد دیانتی، چُغلی یہ ساری بیماریاں قلب کی بیماریاں ہیں اور قلب کو چمکانے کا واحد طریقہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ یوں تو تلاوت بھی ذکر ہے، نماز بھی اور سب اوراد و وظائف بھی ذکر کے ضمن میں آتے ہیں۔ مگر یہ آیتِ کریمہ جو ابھی

مَیں نے بیان کی، اس میں سارا تصوُّف وسلوک بند کر دیا گیا ہے۔ یہاں نماز کے ساتھ ساتھ ربّ کے نام کے ذکر کی بھی بات کی گئی ہے۔ اور صوفیاءؒ کے نزدیک تزکیۂ باطن کے لیے ذکرِ اسمِ ذات بنیادی درجہ رکھتا ہے اور وہ بھی ''ذکرِ خفی قلبی'' اور یہ ذکرِ خفی قلبی وہ ہے، جس کو ذکرِ جہر پر 70 گُنا فضیلت حاصل ہے اور یہ بھی احادیث سے ثابت ہے (20)۔

سوال:۔ آپ نے اپنی کتاب حالِ سفر میں ولایت کی گیارہ شاخوں کا تذکرہ کیا ہے۔ ان کی وضاحت فرمادیں۔

جواب:۔ تصوُّف وسلوک تو تزکیۂ باطن کا نام ہے جس میں ذکرِ اسمِ ذات، لطائف اور مراقبات اور پھر منازلِ سلوک شامل ہیں۔ دراصل یہ بڑی نایاب لائن ہے، اس راہ پر چلانے والے بھی شاذ ہوتے ہیں اور چلنے والے بھی خال ہیں۔ اس لیے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا قول مَیں نے نقل کیا ہے کہ ''بیٹے! قلب کو چمکانے کا فن سیکھو، مگر یاد رکھو اس کے دعوے دار تو بہت ہوں گے، مگر اس راہ پر چلانے والے بھی خال خال ہوں گے۔''

اگر سات آٹھ سو سال پہلے یہ عالم تھا تو آپ خود ہی سمجھ لیں کہ آج یہ چیز کتنی نایاب ہوگی۔ پھر دوسری لائن قلندری ہے، اس میں تکوینی اُمور پر لوگوں کی ڈیوٹی ہوتی ہے جو نیچے گاؤں سے لے کر اُوپر پورے ملک تک، پھر ملک سے پوری دنیا تک پھیلے ہوتے ہیں۔ بعض قلندر تو مجذوبی حالت میں ہوتے ہیں۔ بعض کچھ ایسے ہوتے ہیں جو کافی حد تک اپنے ظاہری شعور کے ساتھ کام کرتے ہیں اور شریعت کی بھی پابندی کرتے ہیں۔ بعض اوقات ایسے بھی ہوتا ہے کہ شریعت کا پابند بھی ہو اور قلندری لائن میں ہو لیکن تصوُّف وسلوک میں نہ ہو۔ اور ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ تصوُّف وسلوک کی لائن تو اُس کے پاس ہو مگر قلندری لائن نہ ہو۔ تصوُّف وسلوک کی لائن میں اوتاد ہو سکتے ہیں اور پھر قطبِ مدار اور قطبِ ابدال بھی۔ چونکہ یہ لائن حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت الیاس علیہ السلام سے متعلق ہے، اس لیے اُن کا بھی اس میں عمل دخل ہوتا ہے۔ اور یہ تکوینی اُمور میں اُن کے بھی ماتحت ہوتے ہیں۔ قطبِ مدار، قطبِ ابدال اور حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت الیاس علیہ السلام کا آپس میں Co-ordination ہوتا ہے۔ تو پھر جس کی

جس انداز میں ڈیوٹی ہوتی ہے، اُس کو سونپ دی جاتی ہے اور یہ ضروری نہیں کہ اُس کو ظاہری طور پر بھی پتہ ہو کہ میں کیا کام کر رہا ہوں کیونکہ یہ سارا کام روح انجام دیتی ہے۔ اس لیے ضروری نہیں کہ ظاہری حواس کو بھی پتہ ہو۔ اور یہ بھی ضروری نہیں کہ ایک سالک یا ایک قلندر دوسرے کو بھی پہچانتا ہو۔ صاحبِ کشف ہونے کے باوجود یہ ضروری نہیں کہ دوسرے کے بارے میں پوری معلومات ہوں کہ یہ کس منصب یا مقام پر ہے۔ لیکن اگر کشف صحیح ہو اور بہت اُونچے درجے کا ہو تو پھر ہم کسی بھی ملنے والے آدمی کو دیکھ کر یہ اندازہ کرتے ہیں، چاہے وہ ظاہری طور پر ہے، چاہے برزخ میں ہے کہ اُس کی منازلِ سلوک کیا ہیں اور اُس کے پاس منصب کیا ہے۔

تو اُس کی حیثیت کا تعین دو باتوں سے ہوگا: ایک یہ کہ وہ کس منصب پر فائز تھا یا ہے اور دوسرے یہ کہ اُس کی روح کہاں تک پرواز کر سکتی ہے۔ تو جس منزل یا مقام پر کسی شخص کی روح پرواز کر کے پہنچتی ہے، وہاں سے انوارات اُس تک آ رہے ہوتے ہیں اور صاحبِ کشف آدمی نگاہ دوڑا کر دیکھ سکتا ہے کہ اُس کی روح کہاں پر ہے۔ مثال کے طور پر مَیں موجود ہوں اور کوئی آدمی آتا ہے اور مَیں اُس کے سینے پر نگاہ ڈالتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ انوارات کہاں سے آتے ہیں۔ اگر وہ مجھ سے نیچے ہے تو ظاہر ہے مَیں اندازہ کر لوں گا کہ یہ ساتویں آسمان پہ ہے یا پہلے عرش پر ہے یا ساتویں عرش پہ عالمِ امر کے کسی مقام پر ہے۔ اگر وہ اُونچا ہے تو ظاہر ہے وہ میری پرواز سے اُونچا چلا جائے گا اور مَیں اپنے مقام اور پرواز کی حیثیت سے جا کر دیکھوں گا کہ اُس کی روح کی پرواز اُونچی ہے اور اس کے انوارات اُوپر سے آ رہے ہیں، تو اس سے اُس کی پرواز کا تعین ہوگا۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اُس کا منصب یا مقام کیا ہے، تو جس طرح یہاں پر فوجی ہوتے ہیں اور اُن کے کندھوں پر Badge (امتیازی نشان) لگے ہوتے ہیں اور ہم پہچان لیتے ہیں کہ یہ حوالدار ہے یا صوبیدار ہے، یہ کیپٹن ہے، لیفٹیننٹ کرنل ہے یا فل کرنل ہے، بریگیڈیئر ہے یا لیفٹیننٹ جنرل یا جنرل ہے۔ یہ پہچان ہوتی ہے۔ ان میں بھی پہچان ہو سکتی ہے، لیکن بہت کم اتنی اُونچی معلومات رکھتے ہیں یا اُن میں اتنی استعداد ہوتی ہے کہ وہ یہ سب کچھ دیکھ سکیں۔

باقی مسخرات کی لائن ہے، خدمت کی لائن ہے یا شہادت وغیرہ کی لائن ہے۔ تو یہ ساری لائنیں بیک وقت ایک شخص میں ہونا محال ہے۔ میری معلومات کا جہاں تک تعلق ہے تو حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے بعد، سوائے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے، کسی بھی ولی اللہ میں یہ ساری لائنیں نہیں تھیں۔ کسی کو دو لائنیں مل گئیں، کسی کو تین اور کسی کو چار۔ میری اس بات پر بہت سا غوغا بھی مچ سکتا ہے، لیکن شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد یہ پہلا واقعہ ہے کہ مجھے یہ ساری شاخیں عطا کی گئی ہیں۔ اور کتاب حالِ سفر میں، مَیں نے اس طرف اشارہ بھی کیا ہے، تو وہ لوگ جنہوں نے مجھ سے کسبِ فیض نہیں کیا، وہ ایسی باتیں سُن کر یا کتاب پڑھ کر سیخ پا ہو سکتے ہیں کہ یہ شخص کیسے دعوے کر رہا ہے؟ لیکن نہ مجھے ستائش کی ضرورت ہے، نہ صلے کی پروا کہ کوئی مجھے کہے کہ یہ بہت بڑی ہستی ہے۔ حقیقت میں میرا جو مقام ہے، وہ اہلِ برزخ ہی جان سکتے ہیں۔ اہلِ دنیا اس سے ناواقف ہیں، سوائے چند صاحبِ کشف ساتھیوں کے جو کسی حد تک جان سکتے ہیں۔

سوال:۔ کہا جاتا کہ ولایت ایک وہبی چیز ہے کسبی نہیں، اس صورت میں اگر اعمال ہیں تب بھی ٹھیک ہے، اگر نہیں تو بھی ٹھیک۔ اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب:۔ پہلے تو یہ جان لیں کہ ولایت میں بنیادی شے جو ہے، وہ اسمِ ذات کا ذاکر ہونا ضروری ہے۔ اسمِ ذات کے ذکر سے ذاکر بنتا ہے، نُور پیدا ہوتا ہے اور پھر اُس کی برکات شاملِ حال ہوتی ہیں جس سے روح آگے ترقی کرتی ہے اور مناصب ملتے ہیں۔ جہاں تک استعداد کا تعلق ہے تو مَیں نے کتاب حالِ سفر میں بھی لکھا ہے کہ بعض ایک دن میں، چالیس دن میں، دس سال میں یا 14 سال میں کوئی مقام حاصل کر پاتے ہیں، تو یہ اس طرف اشارہ ہے کہ یہ قدرتی استعداد ہوتی ہے۔ جس طرح کئی لوگ میرے پاس آئے اور وہ صاحبِ استعداد تھے۔ بلکہ میرے ساتھ تو عجیب اتفاق ہوا کہ ایک شخص دَم کرانے کے لیے آیا، تو چونکہ میرا اصل مشن تو ذکر کی دعوت پھیلانا ہے، مَیں نے اُس کو دَم کیا اور پھر تعویذ دیا۔ جانے لگا تو مَیں نے کہا کہ بیٹے! تمہارا دنیاوی کام تو ختم ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک اور نعمت دی ہے، وہ بھی لیتے جاؤ۔ اُسے پہلے لطیفے پر ذکر کرایا اور پوچھا کہ کچھ نظر آیا؟ تو کہنے لگا کہ مجھے

اپنے قلب پر لفظ "اَللّٰہ" سُرخ روشنی کے ساتھ لکھا ہوا نظر آیا۔ وہ شخص حیران تھا کہ یہ اتنی جلدی کیسے ہو گیا۔ پھر مَیں نے کہا کہ آنکھیں کھولو اور اُس کو سمجھایا کہ یہ ایک لطیفہ ہے، یہ پانچواں ہے، چھٹا اور ساتواں ہے۔ ذرا ان پر خیال کر کے ذکر کرنا ہے۔ پھر ذکر کرایا تو چند سیکنڈ کے بعد کہنے لگا کہ پہلے مقام پر سُرخ رنگ کے ساتھ لفظ "اَللّٰہ" لکھا ہوا ہے، دوسرے پر سفید میں، یہاں کالے میں، یہاں نیلے میں، یہاں سبز میں۔

اب یہ محض اللہ تعالیٰ کی عطا کہہ سکتے ہیں، محض استعداد کہہ سکتے ہیں، کیونکہ اُس کا کسب تو کوئی نہیں تھا۔ اگر کسب ہو تو یہ سالہا سال کی محنت کے بعد بھی ضروری نہیں کہ کشف ہو۔ یہاں پر کتنے میرے ساتھی ہیں جو کئی سال سے ذکر کر رہے ہیں، مراقبات بھی طے کروا چکا ہوں۔ اُن کو نظر نہیں آتا اور یہ میری اپنی توجہ ہوتی ہے کہ ان کو پکڑ کر لے جاتا ہوں، یہ ہوتی ہے استعداد۔ کئی آئے جن کو پہلے دن ہی تمام لطائف روشن دکھائی دیے اور پھر سدرۃ المنتہیٰ تک لے گیا۔ انہوں نے کعبہ شریف اور روضہء اطہر ﷺ کا مشاہدہ کیا، حتیٰ کہ اُن کو دربارِ اقدس ﷺ تک لے گیا۔ اس لیے کہہ سکتے ہیں کہ استعداد اور اللہ تعالیٰ کی عطا اپنی اپنی جگہ پر ہے۔ لیکن ساتھ ساتھ یوں سمجھ لیں کہ گاڑی ہے لیکن خود بخود نہیں چلے گی، جب تک اُس میں پٹرول نہ ہو، چاہے وہ مرسڈیز ہی کیوں نہ ہو۔ تو یہ پٹرول اللہ تعالیٰ کی یاد اور اُس کا ذکر ہے، جو بنیادی شے ہے۔

سوال:۔ کشف بذاتِ خود کیا ہے؟ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتائیں کہ وجدان اور الہام کیا ہے اور صحیح کشف کی حدود کا تعین کیسے کریں گے؟

جواب:۔ کشف بھی اللہ تعالیٰ کی عطا ہے جو نصیب ہو تو بیٹھے بیٹھے ہو جائے، بغیر محنت کے ہو جائے۔ کشف میں یہ ہوتا ہے کہ حجابات اُٹھ جاتے ہیں۔ برزخ میں جو بزرگانِ دین ہیں اور ہم جو اہلِ دنیا ہیں، ان میں بہت بڑا خلا ہے، بہت بڑی دیوار ہے اور بہت بڑا حجاب ہے۔ اب ان حجابات کا اُٹھ جانا اور آپ اس مادی دنیا سے اُٹھ کر اُس برزخی دنیا میں پہنچ جائیں تو اس کو کشف کہتے ہیں کہ آپ اہلِ برزخ سے باتیں کریں، اُن سے فیض لیں۔ فیض کی کیفیت یہ ہے جس طرح کتاب میں،

مَیں نے اشارہ کیا ہے اگر آدمی کے پاس ایک لطیفہ ہے اور بزرگ اُس کو توجہ دیتے ہیں اور اس کے باقی لطائف منور کر دیتے ہیں یا ایک آدمی کی پرواز سدرۃ المنتہیٰ تک ہے اور اُس کو پکڑ کر احدیّت پر لے جاتے ہیں۔ یا ایک آدمی پہلے عرش پر ہے اور اُس کو پکڑ کر دوسرے یا پانچویں پر لے جاتے ہیں تو اس کو فیض کہتے ہیں۔

کشف میں یوں ہوگا کہ اُس کو یہ ساری منازل خود نظر آئیں گی کہ میں کہاں کہاں پر جا رہا ہوں۔ جیسے مثال کے طور پر آپ نے کراچی جانا ہے تو جہلم اسٹیشن سے سوار ہو جائیں، اس کے ساتھ آپ جس ڈبے میں ہیں اُس کی کھڑکیاں بند ہیں اور آپ آنکھیں بند کر کے سو جائیں۔ اور جب چوبیس گھنٹے کے بعد آپ کراچی پہنچ جائیں تو کراچی کا تو آپ کو پتہ چل گیا لیکن راستے میں تو آپ کو کچھ پتہ نہیں چلا کہ جہلم سے چلے تو راستے میں بڑے بڑے کون سے اسٹیشن آئے۔ گوجرانوالہ کب آیا، لاہور کب آیا، ملتان کب آیا، آگے روہڑی سکھر کے پُل کو کب عبور کیا یا دیگر کیا کیفیات تھیں، تو جو صاحبِ کشف ہوتے ہیں، وہ ان مقامات سے گزرتے ہیں تو دیکھتے چلے جاتے ہیں۔ لیکن جو صاحبِ کشف نہیں ہوتے، وہ مقامات تو طے کر لیتے ہیں، لیکن اُن کو نظر کچھ نہیں آتا۔

الہام یہ ہے کہ آپ کے دِل میں منجانب اللہ کوئی بات ڈالی جاتی ہے اور وجدان یہ ہے کہ ایک چیز کا پورا نقشہ آپ کے ذہن میں ڈال دیا جاتا ہے۔ مثلاً داتا دربار آپ نے اگر دیکھا ہوا ہے، اُس سارے منظر کو جب بھی تصوّر کریں گے تو سارا نقشہ آپ کے سامنے آ جائے گا۔ لیکن ایک شخص نے دیکھا ہوا نہیں ہے لیکن اسے کشف ہو گیا تو جب مَیں کہتا ہوں کہ چلو داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس، تو اس کو تمام منظر ایک ٹی وی سکرین کی طرح نظر آ جاتا ہے۔ وجدان یہ ہے کہ نظر تو نہیں آتا لیکن پورا خاکہ آپ کے ذہن میں آ جاتا ہے۔ صوفیاءؒ کے نزدیک کشف کی نسبت وجدان زیادہ قابلِ اعتماد ہے۔ اس لیے کہ کشف میں اللہ تعالیٰ کی کوئی ایسی حکمت ہے کہ شیطان آپ کو کوئی نقشہ دکھا سکتا ہے۔ اُس کو اللہ تعالیٰ نے اتنی طاقت دے رکھی ہے کہ آپ کو کوئی منظر نظر آ رہا ہے لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے اور وہ حقیقت میں بھی ایسا نہیں ہے، مگر شیطان کی طرف سے آپ کو کوئی تماشا دکھایا جا رہا ہے اور

آپ دھوکا کھا جاتے ہیں۔اس لیے صوفیاءؒ کہتے ہیں کہ اگر آپ کو کوئی بھی منظر نظر آ جائے تو آپ کم از کم تین چار دفعہ **لا حول و لا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم**، یا درود شریف پڑھیں، یا **اَللّٰہ اَللّٰہ اَللّٰہ** کی ضربیں لگائیں۔اگر وہ شیطانی تماشہ ہوگا تو ہٹ جائے گا اور اگر نہیں ہوگا تو وہ قائم رہے گا۔اس طرح کشف، الہام اور وجدان اللہ تعالیٰ کے انعامات میں سے ہیں اور بزرگانِ دین نے ان کی حد مقرر کی ہے کہ اگر وہ شریعت سے مطابقت رکھتا ہے تو ٹھیک ہے، متضاد ہو تو اُس پر عمل نہ کریں، چھوڑ دیں۔

سوال:۔صحیح کشف کا تعین کیسے کریں گے، کیا اُس کی بھی کوئی تعبیر کرنا پڑتی ہے؟

جواب:۔جس طرح آپ کو خواب میں کوئی منظر نظر آتا ہے تو اس کی تعبیر نکالتے ہیں، تب آپ کسی نتیجے پر پہنچتے ہیں۔لیکن اگر ظاہری طور پر اُس کا مطلب لیں تو وہ الٹ ہوسکتا ہے۔مثال کے طور پر حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو خواب آیا، جس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ گویا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک میں اُترے ہیں اور ہڈیاں اکٹھی کر رہے ہیں۔بظاہر تو یہ بڑا عجیب وغریب سا اور پریشان کن خواب ہے۔انہوں نے اپنے استاد امام جعفر رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ تو بڑا مبارک خواب ہے۔اس کی تعبیر یہ ہے کہ تم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو احادیث ہیں، اُن میں جو کھری اور کھوٹی ہیں، اُن میں تمیز کرو گے۔اور جو موضوع یعنی بناوٹی ہیں، اُن کو الگ کرو گے اور پھر جو صحیح ہیں اُن کو ایک خاص ترتیب دو گے۔پھر جس طرح آپ نے دیکھا کہ فقہ کی آپ نے بنیاد رکھی۔یہ اس چیز کی طرف اشارہ تھا۔

اسی طرح کشف میں بھی اگر آپ کو کوئی منظر نظر آتا ہے تو بعض اوقات اُس کا مطلب وہ نہیں ہوتا جو آپ دیکھ رہے ہوتے ہیں۔مثال کے طور پر مَیں نے کئی ساتھیوں کو دیکھا کہ وہ میرے پاس آئے تو مَیں حیران ہوا کہ آج جمعہ نہیں ہے پھر یہ کیسے آ گئے؟ تو وہ کہتے ہیں کہ جی آپ نے بلایا ہے۔مَیں نے کہا کہ مَیں نے کہاں بلایا ہے؟ تو کہنے لگے کہ جی رات کو ذکر کر رہے تھے تو آپ نے ذکر کے دوران کہا کہ فوراً میرے پاس پہنچو۔تو اس کی عین تعبیر یہ نہیں تھی کہ اُن کو مَیں نے جسمانی طور پر بلایا تھا، بلکہ اُس کی تعبیر یہ تھی کہ اُنہیں روحانی طور پر یہاں بلایا گیا تھا۔

سوال:۔بعض اوقات ایسے ہوتا ہے کہ کسی شخص میں سچی طلب ہوتی ہے، مگر وہ مرشدِ کامل کی

تلاش نہیں کرسکتا اور غلط ہاتھوں میں پہنچ جاتا ہے۔آپ فرمائیں کہ مرشدِ کامل کی کیا پہچان ہے؟

جواب:۔ بڑی سیدھی سادی سی پہچان ہے۔ دیکھیں! آپ کسی مرشد یا پیر صاحب کے پاس جاتے ہیں، تو وہ پیر بذاتِ خود کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔خواہش تو یہ ہوتی ہے کہ یہ شخص برگزیدہ ہے اور ہماری تربیت کرے گا تو کہاں تک پہنچائے گا، منزل کون سی ہے؟ آپ کی منزل تو حضور نبیءِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ ہے۔جس طرح سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے اور مَیں نے کتاب میں حوالہ بھی دیا ہے کہ فقیر فنافی اللہ صاحبِ حضور ہوتا ہے اور اُس کے لیے مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں لے جانا کچھ مشکل نہیں ہوتا۔ جو ایسا نہیں کرسکتا، وہ رہبر نہیں بلکہ رہزن ہے۔

اب یہ ایک کسوٹی ہے، معیار ہے اور ایک پیمانہ ہے۔کسی بھی شخص کے بارے پتہ چلے کہ وہ برگزیدہ ہے، تو ظاہر ہے کہ اُس کا ظاہری حال تو ٹھیک ٹھاک ہوگا۔اُس نے چوغہ بھی پہن رکھا ہوگا، ماشاءاللہ داڑھی بھی سنت کے مطابق رکھی ہوگی، نمازیں بھی پڑھتا ہوگا، عمامہ بھی باندھا ہوگا۔لیکن اس کے باوجود یہ اس چیز کی دلیل نہیں ہے کہ یہ پیر صاحب اُس مقام تک رسائی رکھتے ہیں، جہاں تک رکھنی چاہیے۔ وہ ذکر بھی کراتے ہوں گے۔لیکن دیکھنا یہ ہے کہ جب اُن کا کوئی اہم دن ہوتا ہے یا سالانہ عرس ہوتا ہے تو کیا انہوں نے اپنے ساتھیوں کو ان لطائف اور مراقبات کا سبق دے رکھا ہے؟

اب مَیں نے اس کتاب حالِ سفر میں لطائف کی بات کی ہے تو اُس میں حضرت سلطان باہو صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے دیے ہیں، تو گویا بات ثابت ہوگئی کہ لطائف تو ہیں۔اور پھر اگر روح کی پرواز کی بات کی ہے تو اس میں بھی انہیں بزرگوں کے حوالے سے بات کی ہے۔تو ثابت ہوا کہ روح کی پرواز بھی ہے۔

اب آگے منازلِ سلوک ہیں۔ان میں بھی پرواز کا ایک وقت آتا ہے کہ روح کو کعبہ شریف پہنچایا جاتا ہے۔اس میں بھی مَیں نے حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ دیا ہے کہ ''حج دو طرح کا ہوتا ہے: مشاہدہ میں، غیبت میں'' اس سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ روح بھی کعبہ شریف پہنچتی ہے اور باقاعدہ طواف کرتی ہے، حج کرتی ہے اور عمرہ کرتی ہے۔اس کے بعد مَیں نے روضہءِ اطہر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور

دربارِ اقدس ﷺ تک رسائی کی بات کی ہے۔اس سلسلے میں ،مَیں نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ دیا ہے۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے، یہ ایسی برگزیدہ ہستیاں ہیں کہ جو ظاہری طور پر بھی اور روحانی مقام کے اعتبار سے بھی سند ہیں،اُن کو کوئی جُھٹلا نہیں سکتا۔ بڑے سے بڑا مفسر، محدث ، بڑے سے بڑا فقیہ اور بڑے سے بڑا صوفی اُن کے مقامات کو چیلنج نہیں کرسکتا کہ انہوں نے مقامات کے حوالے سے کوئی غلط بات کی ہے۔تو بات طے ہوگئی کہ روح کا سفر بھی ہے،جس میں لطائف بھی ہیں، مراقبات بھی ہیں، کعبہ شریف کا طواف بھی ہے۔روضہ ءِ اطہر ﷺ اور دربارِ اقدس ﷺ تک رسائی بھی ہے اور نبی ءِ کریم ﷺ کے دستِ اقدس پر بیعت کا بھی اشارہ ہے۔

آپ جس بزرگ کے پاس یا پیر صاحب کے پاس جاتے ہیں تو اُن سے پوچھیں یا اُن کے ہزاروں مریدین میں سے جو اُن کے بہت قریب ہیں کہ یار! یہ لطائف کرواتے ہیں، مراقبات کرواتے ہیں؟ محض ذکر کی بات نہیں ہے، اگر وہ ذکر کروائیں گے تو آگے بھی تو سفر ہے۔اگر پتہ چلتا ہے کہ وہ لطائف کرواتے ہیں اور مراقبات کرواتے ہیں۔اور اُن کے ہزاروں مریدین میں سے کم ازکم دو آدمی مسجد میں بیٹھ کر یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں حضرت مراقبات کرواتے ہیں؛ کعبہ شریف کا، روضہ ءِ اطہر ﷺ اور دربارِ اقدس ﷺ کا اور ہمیں زیارت ہوتی ہے تو پھر تو وہ شیخِ کامل ہے، اُس کے پاس بیٹھ جائیں۔اب یہ اُس کی مرضی ہے چاہے، وہ آپ کو دس سال میں وہاں پہنچائے یا ساری عمر نہ پہنچائے یا ایک دن میں پہنچائے۔پھر اُس کے مقام میں اور روحانی حیثیت میں کوئی کلام نہیں، لیکن یہ بنیادی بات ہے کہ کم ازکم دو آدمی تو ہوں جو اُن کی گواہی دیں۔

سوال:۔ایک اچھے مرید میں کون کون سی خوبیاں ہونی چاہییں؟

جواب:۔ بنیادی بات تو یہ ہے کہ شیخ کے ساتھ اندھی عقیدت ہو۔ بلکہ بزرگوں نے تو یہاں تک کہا ہے کہ اگر کوئی بات اُس کی آپ کو پسند نہیں آتی اور بظاہر وہ خلافِ شرع نظر آتی ہو تو بھی اُس کی توجیہہ کریں کہ شاید مجھے کوئی غلطی لگ رہی ہے، اور ایسا ہوتا ہے۔آپ محاسب نہ بنیں، عقیدت کے

لحاظ سے وہاں جائیں، اپنے دِل میں محبت رکھیں اور یہ اعتقاد رکھیں کہ یہ شخص مردِ کامل ہے اور اس سے میں نے کچھ اخذ کرنا ہے۔ اگر آپ تنقیدی نگاہ سے اُس کو پرکھیں گے تو بے ادبی کا احتمال ہے اور ظاہر ہے کہ بے ادبی ہوگئی تو آپ کچھ حاصل نہ کر پائیں گے، کیونکہ اس راستے میں بنیادی طور پر تین چیزیں درکار ہیں: عقیدت، ادب اور اطاعت۔ اگر یہ تینوں چیزیں نہیں ہیں تو پھر اگر اُس کو کوئی چیز ملتی ہے تو یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے، ورنہ اگر یہ تین بنیادی چیزیں نہ ہوں تو روحانی فیض حاصل کرنا دشوار ہوتا ہے۔

مَیں آپ کو ایک مثال دیتا ہوں کہ شروع شروع کی بات تھی، کالج ہاسٹل میں جب مَیں رہتا تھا تو ایک ساتھی ہے فضل کریم جو منڈی بہاؤالدین کا رہنے والا ہے، وہ ایک نوجوان کو لے آیا، اُس نے میری بیعت کی۔ دو تین دفعہ آیا اور وہ بڑی عقیدت سے آتا تھا۔ ایک دفعہ وہ مسجد میں آیا جبکہ مَیں مسجد میں ہی سوتا تھا۔ میری عادت تھی کہ جب مجھے رات کو جاگ آتی تو مَیں اُٹھ کر اپنے ہاسٹل کے کمرے (کمرہ نمبر 1) میں جاتا تھا۔ اُن دنوں میں روزے رکھ رہا تھا، چائے کی پیالی بنا لینا، ساتھ رس کھا لینے اور روزہ رکھ لینا۔ پھر ساتھ ہی مسجد میں آ جاتا اور نفل وغیرہ پڑھ کر اگر ٹائم ہوتا تو لیٹ جاتا اور پھر لیٹے لیٹے یا ٹیک لگا کر درود شریف پڑھتا رہتا تھا۔ مجھ سے زیادہ ٹیک لگائے بغیر بیٹھا نہیں جاتا۔ آپ بھی دیکھتے رہتے ہیں یا تو لیٹ جاتا ہوں یا پھر ٹیک لگا کر بیٹھا رہتا ہوں۔ تو مَیں لیٹ گیا، اور وہ اُٹھا، اُس نے نفل پڑھے اور دیکھا کہ پیر صاحب سوئے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد حافظ صاحب آ گئے، اذان ہوگئی، نماز ادا کی گئی، کچھ دیر بعد مَیں نے ذکر کرایا، اور پھر مَیں لیٹ گیا۔ میرا جو درود شریف کا وظیفہ تھا، اُس میں مگن ہوگیا۔ رضائی اوڑھ لی اور پڑھ رہا ہوں۔ تو اُس نے اُس (فضل کریم) کو کہا کہ آئندہ میں نہیں آؤں گا اُس (فضل کریم) نے پوچھا کہ کیوں؟ وہ کہتا ہے کہ یہ بزرگ بنے پھرتے ہیں، ساری رات سوئے رہے ہیں اور نوافل پڑھنے کی بھی توفیق نہیں ہوئی، یہ کاہے کے بزرگ ہیں؟ اب اتفاق کی بات ہے کہ ایک ہاسٹل کے لڑکے نے اُس روز مجھے کہا تھا کہ رات کو جب آپ اُٹھیں گے تو مجھے بھی اُٹھا دیجیے گا کہ میں نے پڑھنا ہے اور امتحان کی تیاری کرنی ہے۔ مَیں جب رات کو اُٹھا تو

مَیں نے چائے وغیرہ پی اور اُس کے دروازے پر دستک دی اور اسے اُٹھایا تو اُس نے کہا: اللہ کے بندے! انہوں نے تو خود مجھے اُٹھایا ہے۔ اگر انہوں نے خود مجھے نہ اُٹھایا ہوتا تو پھر تو شاید میں کہتا کہ وہ سوئے پڑے ہوں گے۔ تو تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ اُس نے کہا کہ غلط فہمی کی بات نہیں ہے، تم تو اپنے پیر کو بڑھا رہے ہو۔ اب یہی بات اُس نے مجھے کہی تو مَیں نے کہا کہ دیکھو! اب آئندہ اُس کا یہاں پہ آنا بند ہو گیا ہے۔ اس لیے کہ اوّل تو یہ ہے کہ شرعی لحاظ سے تہجد کے لیے اُٹھنا کوئی واجب یا فرض تو نہیں ہے۔ پھر یہ ہے کہ میری اپنی کیفیت ہے، مَیں اُٹھا ہوں یا نہیں اُٹھا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی، مَیں اُٹھا، نوافل ادا کیے، سحری کھائی، روزہ رکھا اور پھر سب کو پتہ چل گیا کہ مَیں اُٹھا ہوں اور مَیں اپنی رضائی اوڑھ کے درود شریف پڑھ رہا تھا۔ یہ مَیں اس لیے بتا رہا ہوں کہ اگر آدمی ظاہر کو دیکھے تو وہ یہی کہے گا۔ اب آپ کئی دفعہ دیکھتے ہیں کہ مَیں سنتیں اندر پڑھ کے آتا ہوں۔ اب کوئی نیا آدمی آئے تو وہ کہے گا کہ کمالؔ صاحب آئے ہیں، سنتیں پڑھی ہی نہیں اور ویسے ہی جماعت کرانے لگ گئے۔ تو اس لیے بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ شیخ پر خواہ مخواہ بدگمانی نہیں کرنی چاہیے۔

سوال:۔ تصوّف میں تین اصطلاحات: فنافی اللہ، فنافی الرسول ﷺ اور فنافی الشیخ استعمال ہوتی ہیں۔ ان میں فنافی الشیخ کی وضاحت فرما دیں۔

جواب:۔ فنافی الشیخ یہی ہے کہ اپنے شیخ کے ساتھ اندھی عقیدت ہو کہ اگر ساری دنیا اس کو چھوڑ جائے تو اس کا یقین غیر متزلزل ہو کہ وہ اُس کے ساتھ اکیلا کھڑا ہو، یہ ہے فنافی الشیخ۔ مثال کے طور پر میرے اپنے جو شیخِ مکرمؒ ہیں، ایک وقت آیا کہ کسی خاص بات پر بڑے اونچے جو ساتھی تھے، اُن سے کچھ ایسی گڑبڑ ہوئی کہ اس میں رخنہ پڑ گیا۔ وہ ساتھی چکوال کے تھے اور اُن سے میرے قریبی مراسم تھے۔ وہ کسی وجہ سے جب حضرت جی (مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ) سے بدگمان ہوئے تو مَیں نے اپنے دِل کا جائزہ لیا تو مَیں نے کہا کہ اگر سارے ساتھی حضرت جی (مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ) کو چھوڑ جائیں تو بھی مَیں نہیں چھوڑوں گا۔ یہ ہے کیفیت کہ شیخ کے ساتھ اتنی محبت اور عقیدت ہو بلکہ اندھی عقیدت ہو کہ چاہے آپ کے بچے ہیں، چاہے آپ کی بیوی ہے، چاہے آپ کے رشتہ دار ہیں،

چاہے آپ کے احباب ہیں اور چاہے اُس پہ کتنے فتوے لگ رہے ہیں، آپ کا یہ یقین ہو کہ میرا شیخ درست ہے اور باقی لوگوں کو سمجھنے میں مغالطہ لگ رہا ہے۔ یہ ہے فنافی الشیخ۔

فنافی الرسول یہ ہے کہ ایک تو ظاہری اُس کے اعمال حضور ﷺ کے احکامات کے مطابق ہوں اور دوسرے روحانی طور پر اُس کو نبیءِ کریم ﷺ کی بارگاہ میں باریابی کا اِذن حاصل ہو۔ اور فنافی اللہ یہ ہے کہ جس کو حضور ﷺ کی پیروی نصیب ہوگئی، اتباع نصیب ہوگیا، پھر آگے وہ فنافی اللہ ایک منزل ہے، جس طرح کہ مَیں مراقبہ ''فناء'' کراتا ہوں پھر ''بقاء'' کراتا ہوں۔ یہ سارے سلسلوں میں سب سے اُونچا مراقبہ ہے۔ احدیّت، معیّت، اقربیّت کے مقامات کو طے کرانے کے بعد فناء و بقاء کرائی جاتی ہے۔ اور فناء و بقاء شیخ کرا کے چھوڑ دیتا تھا، پھر کسی کے اعمال ہیں، محنت ہے تو پھر روح چلتی جاتی ہے۔ کبھی دوڑ رہی ہے، کبھی دوڑ دوڑ کے ہانپ رہی ہے، کبھی سستا رہی ہے۔ اور پھر ساری زندگی طے کرتے کرتے کسی نے دوسرا عرش عبور کیا، کسی نے تیسرا اور کسی نے ساتواں، ان میں سے کوئی چند ایک ہی ہیں جو مقامِ تقرب سے اُوپر گئے۔

سوال:۔ روحانیت کی دنیا میں مرشد کی کیا حیثیت ہوتی ہے؟

جواب:۔ ظاہر ہے مرشد کی وہی حیثیت ہوتی ہے جو ایک مدرسے میں یا کالج میں ایک استاد کی ہوتی ہے، بلکہ اُس سے بھی زیادہ حیثیت ہوتی ہے کہ آپ استاد کے پاس جاتے ہیں، اُس کی کلاس اور لیکچر Attend کر رہے ہیں۔ اگر آپ کے دِل میں استاد کا ادب نہیں ہے تو بھی وہ لیکچر دے رہا ہے، اُس سے آپ بھی مستفید ہو رہے ہیں۔ لیکن اگر شیخ کے ساتھ آپ کی عقیدت اور محبت نہیں ہوگی اور بے ادبی کی کیفیت ہوگی تو فیض کٹ جائے گا۔ بلک اس سلسلے میں آپ کو مَیں اپنا واقعہ بھی بتا دوں کہ یہ جو سرفراز ہے، یہ بڑا اُوٹ پٹانگ سا شخص ہے۔ اس کو جو یہ کشف ملا، یہ بھی ایک عجیب معاملہ ہے۔ یہ شروع شروع کی بات ہے مَیں اپنے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا، کمرے کے دروازے سے یہ گزرا تو مَیں نے اس کو اشارہ کیا اور کہا کہ تم نماز پڑھتے ہو؟ کہتا ہے: نہیں پڑھتا۔ مَیں نے کہا کہ یار! نماز پڑھا کرو۔ یہ ذکر کا طریقہ ہے، یہ ذکر بھی تم کیا کرو اور آج تم نے جا کر ذکر بھی کرنا ہے۔ دوسرے دن

وہ آیا۔مَیں اپنے کمرے میں لیٹا ہوا تھا۔یہ آیا اور جوں ہی بیٹھا تو کہتا ہے کہ آج شام میں یہاں سے گیا ہوں تو پہلے گھر جا کے کپڑے دھوئے ہیں، پھر نہایا، پھر نماز پڑھی اور پھر میں نے ذکر کیا اور پھر صبح بھی میں نے ذکر کیا۔مَیں نے کہا کہ بڑی اچھی بات ہے۔پھر کہنے لگا کہ یہ لوگ کون ہیں؟مَیں نے کہا کہ کون سے لوگ؟ کہنے لگا کہ یہی جو باہر سے آرہے ہیں۔مَیں نے کہا کہ اچھا لوگ آرہے ہیں۔کہتا ہے کہ یہ ہیں کون؟مَیں نے کہا کہ یہ جنّات ہیں۔کہنے لگا یہ کیوں آرہے ہیں۔مَیں نے کہا کہ یہ اس لیے آرہے ہیں کہ انہوں نے دیکھا ہے کہ ایک شخص آگیا ہے، حضرت جی کے پاس تو وہ ذکر کرائیں گے۔ان کو شوق ہوتا ہے کہ جب کبھی بھی کوئی میرے پاس آتا ہے تو یہ بھی آجاتے ہیں۔مَیں نے کہا کہ چلیں ذکر ان کا شوق ہے تو باقی لوگ بھی آجائیں۔مَیں نے کہا کہ اب دیکھو۔کہتا ہے کہ جی یہ سارا آپ کا ہاسٹل جو ہے ریل کی پٹڑی تک، جتنی جگہ ہے اور پورا کالج یہ سارے بھر گئے ہیں۔

اب چند دنوں کے بعد ہم نے میلاد شریف کی پہلی رات منانی تھی۔تو مَیں نے جمعہ کی نماز کے بعد محفوظ صاحب کو بتایا تو وہ کہنے لگے کہ پھر کیا ارادہ ہے؟مَیں نے کہا کہ ساتھیوں کے لیے کوئی نہ کوئی چیز منگوالیں۔محفوظ صاحب نے جیب سے پچاس روپے نکال کے دیے کہ یہ میرا حصہ ڈال دیں۔اس طرح یہ پچاس روپے ساتھیوں کی طرف سے نذرانے کی ابتدا تھی۔وہاں سے اُٹھ کر یہ حافظ صاحب کے گھر گیا، اُن کے گھر اس کا آنا جانا تھا، وہاں یہ دودھ دیتا ہے۔مَیں بھی اس سے لیتا تھا، مکرم صاحب بھی لیتے تھے۔اُن دِنوں ہمارا یہ معمول تھا کہ ساتھیوں کو سبز قہوے سے Entertain کیا جاتا تھا، اور مَیں حافظ صاحب کو اکٹھے مہینے کے لیے پیسے دے دیتا تھا کہ یہ آپ چینی اور پتی وغیرہ منگوا کر رکھ لیں۔ اُس نے حافظ صاحب کی بیوی کو بتایا کہ آپا! اب تو حضرت جی کی موجیں ہوگئی ہیں۔اس نے کہا کہ کیا موجیں ہوگئی ہیں؟اس نے کہا کہ اب تو حضرت جی کو لوگوں نے پچاس کے نوٹ دینے شروع کے دیے ہیں۔اُس نے کہا کہ ''اچھا، قہوے اَسیں پوایئے، تے نذرانے، تے شرنیاں حضرت صاحب وصول کرن۔'' اُن کا لڑکا طاہر بھی اُن کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اُس نے کہا کہ یہ پیسے ہمارے تو نہیں ہوتے، یہ تو حضرت صاحب کے ہوتے ہیں۔اس پر اُس نے کہا کہ بکواس نہ کر۔اس کے ساتھ ہی ایک

تھپڑ رسید کر دیا۔ وہ روتا روتا میرے پاس آ گیا۔ مَیں نے کہا کہ کیا ہوا؟۔ کہنے لگا کہ ماں نے مارا ہے۔ مَیں نے پوچھا کہ کیوں مارا ہے؟ کہنے لگا کہ یہ جو سرفراز ہے، اس نے مار پڑوائی ہے۔ مَیں نے کہا کہ اچھا گھر جا۔ تھوڑی دیر بعد سرفراز وہاں سے گزرا تو مَیں نے بلا کر کہا یار! یہ بتاؤ کہ فیض تو سب سے زیادہ تُو نے لیا ہے اور تجھے بیٹھے بیٹھے کشف ہو گیا ہے۔ تجھے کعبہ شریف بھی لے گیا ہوں، روضہءِ اطہر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی لے گیا ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجلس میں بھی لے گیا ہوں۔ جلیل القدر اولیاء کرامؒ سے تیری ملاقات کرائی ہے، اس طرح فیض تو سب سے زیادہ تُو نے لیا ہے، بتاؤ کہ تم نے مجھے کیا دیا ہے؟ مَیں تجھ سے دودھ لیتا ہوں اور تجھے اس کے پیسے بھی دیتا ہوں۔ کیا کبھی تو نے مفت بھی مجھے دودھ دیا ہے؟ تم اس بات کو کیوں اُچھال رہے ہو کہ نذرانے مل رہے ہیں۔ اب جب وہ گھر گیا اور مغرب کے وقت ذکر کرنے لگا، یہ مجھے دوسرے دن آ کے بتاتا ہے، وہ کہتا ہے کہ جب میں مغرب کے ذکر کے لیے بیٹھا اور جب روضہءِ اطہر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر گیا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ دربارِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سامنے جو گیٹ ہے، اُس کے ساتھ ایک صاف شیشے کا کمرہ ہے جس میں ایک کرسی پڑی ہوئی ہے اور اُس پر آپ بیٹھے ہیں۔ تو جو بھی بزرگ جن میں اہلِ برزخ اور آپ کے ساتھی شامل ہیں، وہ سب پہلے آپ سے مصافحہ کرتے ہیں پھر اندر دربارِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جاتے ہیں۔ تو میں چونکہ آپ سے شرمندہ تھا اس لیے میں سیدھا ہی اندر چلا گیا۔ یہ منظر میں نے پہلی دفعہ دیکھا۔ پہلے مجھے معلوم نہیں تھا کہ آپ اس طرح شیشے کے کمرے میں بیٹھتے ہیں۔ بہر حال وہ کہتا ہے کہ میں سیدھا چلا گیا۔ جب گیٹ پر پہنچا ہوں تو دربانوں نے روک لیا۔ اندر سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آواز آئی کہ **''جو کمالؔ کے پاس نہیں جانا چاہتا، وہ میرے پاس بھی مت آئے''** کہتا ہے کہ میں پریشان ہو گیا کہ اب حضرت صاحبؒ نے بھی دیکھ لیا ہے۔ اب میں کس مُنہ سے دوبارہ واپس جاؤں۔ وہ کہتا ہے کہ مجھے پتہ تھا کہ حضرت صاحبؒ کی بڑے بڑے اولیاء کرامؒ سے ملاقات ہے۔ چنانچہ میں سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا اور اُن سے کہا کہ مجھ سے یہ غلطی ہو گئی ہے، میں شرمندہ ہوں، آپ میرے ساتھ چلیں اور حضرت صاحب سے میری سفارش کریں۔ انہوں نے کہا کہ نہیں بابو میں تو نہیں جا سکتا، وہ تو بڑے جلالی ہیں۔ چلو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس چلتے ہیں، وہ

چونکہ بہت بڑی ہستی ہیں، وہ شاید سفارش کر دیں۔ اس طرح میں اُن کے ساتھ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچ گیا۔ انہوں نے پوچھا کیوں آئے ہو؟ سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ یا حضرت! یہ اس سے کوتاہی ہوئی ہے۔ یہ میرے پاس آیا تھا، میں تو وہاں نہیں جا سکتا۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو سفارش فرما دیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں تو اس کی سفارش نہیں کرتا، اس نے بڑی بدتمیزی کی ہے۔ اس کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اس طرح حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ چلو حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس چلتے ہیں، وہ چونکہ تمام سلسلوں کے بانی ہیں اور بہت بڑی ہستی ہیں، شاید اُن کے ذریعے تمہیں معافی مل جائے۔ اُن کے پاس گئے تو وہ فرمانے لگے کہ خیریت تو ہے؟ لیکن جب اُن کو سارا معاملہ بتایا گیا تو وہ سخت غصے میں آ گئے، فرمانے لگے کہ اچھا اس نے اتنی جرأت کی ہے کہ براہِ راست دربارِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جانے کی سوچ رہا تھا؟ اس نے یہ اتنی بڑی گستاخی کی ہے کہ اس کو سلسلے سے ہی خارج کر دیا جانا چاہیے، لیکن آپ چونکہ ساتھ آ گئے ہیں، اس لیے ٹھیک ہے میں چلتا ہوں۔ وہ میرے پاس تشریف لائے تو فرمانے لگے کہ بیٹے! یہ آپ کا شاگرد ہے۔ اس سے کوتاہی ہوئی ہے، اس کو آپ معاف کر دیں۔ مَیں نے عرض کیا کہ یا حضرت! اس نے خواہ مخواہ آپ سب کو تکلیف دی، یہ پہلے میرے پاس کیوں نہیں آیا، آپ کے پاس کیوں چلا گیا؟ بہر حال مَیں نے کہا کہ اچھا جا، بھائی چلا جا۔ وہ کہتا ہے کہ جب میں اندر گیا تو دربانوں نے مجھے راستہ دے دیا۔ لیکن اندر سے پھر آواز آئی کہ ”**سب سے آخری صف میں آخری جگہ پہ جا کے بیٹھو۔**“ حالانکہ وہ پہلے پہلی صف میں بیٹھتا تھا۔ اب آپ خود سوچ لیں کہ ادب کیا چیز ہے اور اگر نہ ہو تو کیا نقصان ہوتا ہے۔

اگلے دن ایک ساتھی کہتا ہے کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے، مَیں نے کہا کہ کیا؟ کہتا ہے کہ ایک بزرگ ہیں، وہ گیٹ پر ایک آدمی کو لاتوں سے مار رہے ہیں۔ آپ اندر سے نکلے ہیں، پہلے تو دیکھ کر آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے پھر آپ نے اشارہ کیا کہ بس۔ مَیں نے پوچھا کہ اس آدمی کو پہچانتا ہے؟ اُس نے کہا کہ وہ گرا ہوا تھا، میں نہیں پہچان سکا کہ کون ہے۔ بہر حال مَیں نے توجہ دی تو کہنے لگا کہ یہ تو سرفراز ہے۔ مَیں پریشان ہو گیا اور سوچا کہ معلوم نہیں اب اُس نے کون سا کرتوت کیا

ہے۔ یہ بات آج واضح ہوئی، وہ اس طرح کہ یہی منظر مَیں نے ایک صاحبِ کشف بچی کو دیکھنے کے لیے کہا جس کا کشف بہت تیز تھا۔ اُس نے کہا کہ ایک دن سرفراز میری نانی اماں کے پاس دودھ دینے گیا تو میری نانی نے کہا کہ سرفراز! میں بیمار ہوں تم حضرت صاحب کے پاس جاتے رہتے ہوتو میرے لیے تعویذ لے آنا۔ آگے سے سرفراز کہتا ہے کہ امی چھوڑو اُن کو، میں اپنے گاؤں کے پیر شاہ صاحب سے تعویذ لا دوں گا۔ انہوں نے کہا کہ میں تمہیں حضرت صاحب کا کہہ رہی ہوں اور تم اپنے گاؤں کے پیروں کا بتا رہے ہو؟ وہ کہنے لگا کہ اب وہ دنیا دار ہوگئے ہیں۔ پہلے وہ لوگوں سے پیسے نہیں لیتے تھے، اب انہوں نے لوگوں سے پیسے لینے شروع کر دیے ہیں۔ اس طرح آج مجھے معلوم ہوا کہ اس نے یہ کام کیا ہے۔ اس لحاظ سے یہ اتنا نازک معاملہ ہے کہ بعض اوقات خود مجھے ڈر رہتا ہے کہ اگر کوئی ساتھی بھٹکا، اُس سے لغزش ہوئی یا پھسلا تو پھر اُس کا کیا حشر ہوگا۔

سوال:۔ جیسا کہ دنیاوی لحاظ سے لوگوں کے پاس مختلف انتظامی عہدے ہوتے ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت اور خصوصی فضل و کرم سے آپ کو ولایت اور روحانیت کے بلند ترین منصب ”عبد“ پر فائز کیا ہے۔ اس لحاظ سے فرمائیں کہ یہ نُقبا، اَخیار، اَبرار وغیرہ کی کیا حیثیت ہوتی ہے اور یہ کس معیار کے روحانی عہدے ہیں؟

جواب:۔ دیکھیں کہ قطبِ ابدال کے نیچے چالیس ابدال ہیں قطبِ مدار کے نیچے چار اوتاد ہیں۔ اب اوتاد اور ابدال Equal Status (ہم مرتبہ) کے حامل ہیں۔ جس طرح ہمارے ہاں تین فوجیں ہیں: برّی، بحری اور فضائیہ۔ اب تینوں کے رینک تو مختلف ہیں لیکن اُن کا Status ایک ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر یہاں فوج میں جو میجر ہے، وہ فضائیہ میں ونگ کمانڈر اور نیوی میں لیفٹیننٹ کمانڈر کہلاتا ہے۔ اسی طرح تکوینی اُمور میں قطبِ ارشاد کے نیچے اَبرار، اَخیار اور نُقباء وغیرہ ہوتے ہیں اور ان کی ڈیوٹی رشد و ہدایت ہے۔ جتنے فلاح اور خیر کے کام ہیں، وہ ان کے فیض سے ہوتے ہیں۔ ان میں سے کسی کی ڈیوٹی یہ ہے کہ وہ لوگوں کے قلوب پر توجہ دیتے رہتے ہیں اور ان کی توجہ کی برکت سے جو لوگ دین پر چل رہے ہیں، اُن کے جوش وخروش میں اور دینی محبت میں اضافہ ہوتا رہتا

ہے۔اور کچھ ایسے ہیں جن کی توجہ سے، جو گمراہ لوگ ہیں وہ اللہ کے راستے پر چل پڑتے ہیں۔اور کچھ ایسے ہیں، جن کے باعث غیر مسلم ہدایت پا کر اسلام قبول کر لیتے ہیں۔اس طرح ان کی مختلف ڈیوٹیاں ہیں۔یہ تمام نقباء، نجباء، ابرار اور اخیار وغیرہ مساوی عہدوں کے حامل ہیں اور ان کی بہت بڑی تعداد ہوتی ہے۔ضروری نہیں کہ وہ بہت بڑے محدث، مفسر یا فقیہ بھی ہوں۔اُن کے لیے بنیادی بات یہ ہے کہ وہ شریعت کے پابند ہوں اور ضروریاتِ دین سے آگاہ ہوں، جن میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ کے مسائل شامل ہیں۔اسی طرح یہ بھی ضروری نہیں کہ کسی بڑے مدرسے کے مہتمم ہوں بلکہ وہ ایک چھوٹی سی مسجد کے امام بھی ہو سکتے ہیں۔

سوال:۔لیلۃ القدر کے بارے میں کچھ وضاحت فرمادیں۔

جواب:۔ویسے تو عرفِ عام میں لیلۃ القدر کے بارے میں یہی بات مشہور ہے کہ 27ویں رات ہوتی ہے۔لیکن اگر آپ صحیح بخاری کے لیلۃ القدر والے باب کو دیکھیں تو اس میں اکیسویں رات کی بھی نشاندہی ہے، تئیسویں کی بھی، چوبیسویں کی بھی، چھبیسویں کی بھی ہے اور ستائیسویں کی بھی ہے۔اب ہوا یہ کہ کسی بزرگ کو ستائیسویں رات کو اس کی نشاندہی ہوئی تو انہوں نے لوگوں کو بتایا، تو پھر ایک قسم کی سند بن گئی کہ ستائیسویں کی رات ہوتی ہے۔لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔یہ آخری عشرے میں گردش کرتی رہتی ہے اور یہ ضروری نہیں کہ یہ طاق رات میں ہو بلکہ یہ جفت بھی ہو سکتی ہے۔ اب ہوا یہ کہ وہ جو حدیثیں ہیں، وہ ایک وقت کی نہیں ہیں۔کسی نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! لیلۃ القدر کب ہوگی؟ اگر وہ چوبیس کو تھی، تو آپ نے فرمایا کہ ''چوبیسویں رات کو تلاش کرو۔'' پھر کسی اور سائل نے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''آخری عشرے میں تلاش کرو۔'' اب آخری عشرے میں طاق اور جفت دونوں آ سکتے ہیں۔پھر کسی اور موقع پر کسی نے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''طاق راتوں میں تلاش کرو۔''

اب جو کچھ مجھے پتہ ہے اور بارہا مَیں نے ساتھیوں کو بھی مشاہدہ کرایا ہے کہ یہ رات گردش کرتی رہتی ہے۔اور بڑا عجیب اتفاق یہ ہوا کہ 1975ء سے 1984ء تک مَیں منارہ ''دارالعرفان'' میں

اعتکاف بیٹھا کرتا تھا۔ 1975ء میں حضرت جی (مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ) کے کمرہ میں حاضر ہوا تو اُس رات انہوں نے پہلی دفعہ چکوال کی ایک مسجد میں اہتمام کیا اور دس بارہ ساتھیوں نے اعتکاف کیا، جن میں مَیں بھی شامل تھا۔ پھر اگلے سال ''دارالعرفان'' منارہ میں اہتمام ہوا۔ وہاں ایک مسجد ہے، اس میں ہم اعتکاف بیٹھتے تھے۔ پھر کچھ عرصے کے بعد 1979ء میں ''دارالعرفان'' کی اپنی عمارت منارہ میں تعمیر ہوئی۔ تو گویا کہ 1984ء تک مجھے وہاں لگاتار اعتکاف بیٹھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اب 1985ء میں مَیں وہاں تو نہیں گیا۔ میرا راستہ جُدا ہو گیا۔

مَیں کالج کی مسجد میں نمازِ ظہر پڑھ کر لیٹا ہوا تھا اور درود شریف پڑھ رہا تھا کہ اچانک مجھے خیال آیا کہ وہاں تھے تو کچھ صاحبِ کشف ساتھی ہوتے تھے، تو پتہ چل جاتا تھا کہ آج لیلۃ القدر ہے۔ کیونکہ اس رات اس کی روحانی طور پر جو نشاندہی ہوتی ہے، وہ اس قسم کی ہوتی ہے کہ جب ہم مغرب کے ذکر کے وقت کعبہ شریف میں جاتے تھے تو کعبہ شریف میں زیادہ چراغاں ہوتا تھا، لائٹنگ ہوتی تھی۔ مخصوص قسم کے جھنڈے ہوتے اور ملائکہ ہوتے تھے، تو یہ اس چیز کی نشاندہی ہوتی تھی کہ آج خصوصی رات ہے۔ اور صاحبِ کشف ساتھیوں سے اُس رات کا پتہ چل جاتا تھا۔ تو میرے دِل میں ملال سا ہوا کہ اب کیسے پتہ چلے گا؟ تو مَیں سیدھا دربارِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں پہنچ گیا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! وہاں پر تو صاحبِ کشف ساتھی ہوتے تھے، ایک دوسرے سے پوچھ لیتے تھے، دوسروں کو اپنی کیفیات بتا دیتے تھے تو تائید ہو جاتی تھی۔ یہاں پہ مجھے کیسے پتہ چلے گا؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''یہاں پہ بھی پتہ چل جائے گا۔'' مَیں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! کیسے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اچھا، اس سال کے لیے چاہیے یا ہمیشہ کے لیے چاہیے؟'' مَیں نے عرض کی کہ ہمیشہ کے لیے، اس سے بڑھ کر اور کیا انعام ہو سکتا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے ایک فارمولا بتایا کہ ''یہ فارمولا ہے، اس کے مطابق جب تم Apply کرو گے تو وہ رات نکلے گی اور تمہیں پہلے ہی پتہ چل جائے گا۔'' اب یہ فامولا مجھے بتانے کی اجازت نہیں ہے۔

اب جو مَیں نے وہ فارمولا Apply کیا تو وہ جفت رات نکل آئی۔ تو ہم نے تو یہ سُنا ہوا ہے کہ

وہ طاق رات ہوتی ہے۔تو مَیں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ ! یہ جو فارمولا آپ ﷺ نے بتایا ہے، اس میں تو جفت رات آ رہی ہے۔تو چونکہ بزرگانِ دینؒ کا معمول یہ ہے کہ اگر کوئی بھی کشف کی چیز قرآن وسنت سے تصادم کرتی ہے تو اس کو چھوڑ دیتے ہیں۔اب میرے لیے تو مسئلہ بن گیا ہے۔مَیں نے تو سُنا ہے کہ طاق رات ہوتی ہے۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''نہیں، جفت بھی ہو سکتی ہے۔'' مَیں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ ! حدیث شریف چاہیے۔آپ ﷺ نے فرمایا ''اچھا، تلاش کرو۔'' مَیں نے سامنے الماری میں نظر دوڑائی تو مودودی صاحب کی تفہیم القرآن تھی۔مَیں نے لیلۃ القدر والی سورۃ پڑھنا شروع کی تو اس میں انہوں نے دو حدیثیں Quote کی تھیں اور ایک مائی صاحبہؓ کی بھی تھی جو آخری عشرے کی بھی تھی اور طاق راتوں کی بھی تھی۔تو ثابت ہو گیا کہ آخری عشرے میں کوئی رات بھی ہوسکتی ہے۔پھر حافظ صاحب آئے تو مَیں نے پوچھا کہ آپ کے پاس بخاری شریف ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہے۔مَیں نے کہا کہ وہ لا دیں۔اس میں تو Clear (واضح) ہو گیا کہ آپ ﷺ نے اکیسویں کو بھی، تئیسویں کو بھی، چوبیسویں کو بھی، چھبیسویں کو بھی ذکر فرمایا۔اس طرح یہ بات تو طے ہو گئی۔

پھر مَیں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ ! وہ جو لمحہ ہے۔اُس کی بھی نشاندہی ہو جائے۔تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''اچھا'' پھر اُس کا بھی مجھے فارمولا بتایا گیا۔اب اس رات کا مَیں نے چیدہ چیدہ پندرہ بیس ساتھیوں کو بتایا کہ ہم فلاں رات کو قیام کریں گے۔وہ آ گئے تو مَیں نے صرف دو صاحبِ کشف ساتھیوں کو بتایا کہ جب یہ کیفیت ہو گی کہ وہ خاص لمحہ آئے گا تو جھکڑ چلیں گے، یہ سارے درخت زمین بوس ہو جائیں گے اور نُور کا ایک گولا پھٹے گا، اُس وقت مَیں اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں چلا جاؤں گا، آپ بھی سجدے میں چلے جانا۔وہ لمحہ جب آیا تو مَیں نے ایسا ہی کیا تو وہ بھی سجدے میں چلے گئے۔باقی ساتھیوں نے دیکھا کہ یہ حضرت صاحب کو کیا ہوا کہ بیٹھے بیٹھے سجدے میں چلے گئے؟ بعد میں پتہ چلا کہ وہ خاص لمحہ تھا۔اس کے بعد کئی دفعہ صاحبِ کشف ساتھیوں کو مشاہدہ کرایا گیا، تو حقیقت یہی ہے کہ رات آخری عشرے میں گردش کرتی رہتی ہے۔اور مَیں نے ایک جگہ پڑھا ہے کہ حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کو شعبان میں وہ لمحہ نظر آیا۔ہوتا یہ ہے کہ ہر رات کو ایک لمحہ ءِ قبولیت آتا ہے۔اب حُسنِ

اتفاق سے اُن کو وہ لمحہ شعبان میں نصیب ہو گیا اور انہوں نے Quote کر دیا اور رمضان شریف میں تو خاص طور پر ہر رات کو وہ لمحہ آتا ہے۔ اور آخری عشرے کی فضیلت تو اس لحاظ سے بھی ہے کہ اس رات اگر عبادت کریں گے تو ایک رات کا اجر ہزار راتوں کے برابر ہے۔ اصل اہمیت تو اس کی ہے، لمحۂ قبولیت تو ہر رات آتا ہے۔

سوال:۔ حضرت امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں کچھ وضاحت فرما دیں۔

جواب:۔ چونکہ پچھلی کئی صدیوں سے مسلمان زوال پذیر رہے ہیں، بلکہ محکوم رہے ہیں۔ ظاہری طور پر تو بہت سے اسلامی ممالک آزاد ہو گئے ہیں، پاکستان بھی 1947ء میں آزاد ہو گیا۔ لیکن ابھی تک ہماری جو معیشت اور سیاست ہے؛ وہ مغرب، بالخصوص امریکہ کے تابع ہے اور وہ جیسا Dictate کراتا ہے، ہم ویسا کرتے ہیں۔ جبکہ عام مسلمانوں میں قدرتی طلب اور تڑپ ہے کہ اسلام کی نشاۃِ ثانیہ برپا ہو اور یہ خواب ہر وقت ایک مسلمان دیکھتا ہے، بلکہ صدیوں سے دیکھ رہے ہیں۔

امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں احادیث میں بڑی وضاحت سے بیان موجود ہے کہ جب وہ آئیں گے تو اسلام کو عروج نصیب ہوگا، اور یہ آرزو ہر مسلمان کی رہی ہے اور رہے گی۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو صدیوں یا قرن کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ ہمارے پاس جو معلوم تاریخ ہے، وہ زیادہ سے زیادہ دس ہزار سال پیچھے جاتی ہے، حضرت آدمؑ تک۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ جو کائنات کا اتنا بڑا کارخانہ ہے، کیا اس کی عمر دس ہزار سال ہوگی؟ دس ہزار تو کوئی Period نہیں ہے۔ ہماری ظاہری سائنس بتا رہی ہے کہ یہ جو ستارے ہیں، ان کی زیادہ سے زیادہ وسعت پہلے آسمان تک ہے۔ اس طرح ہماری ظاہری سائنس اور ظاہری علوم تو پہلے آسمان کی وسعت کو نہیں ماپ پائے۔

سائنس دان کہتے ہیں کہ ایسے بھی دیکھنے میں دور دراز ستارے ہیں، جن کی روشنی چل رہی ہے، چل رہی ہے اور چل رہی ہے۔ لیکن کھربوں سال ہو گئے، ابھی تک زمین تک نہیں پہنچ پائی۔ لیکن ہم تو روحانی طور پر دیکھتے ہیں کہ اس سے بھی آگے بے پناہ اور بیکراں کائنات ہے۔ تو جب اللہ تعالیٰ نے اس کرۂ ارض کو اشرف المخلوقات سے آباد فرمایا تو اللہ تعالیٰ کو اتنی جلدی نہیں ہے کہ یہ سلسلہ فوری طور پر ختم

ہو جائے۔ ابھی بہت وقت لگے گا، ابھی زمانہ بڑی کروٹیں لے گا۔ بڑے حق و باطل کے معرکے ہوں گے، ہو رہے ہیں۔ لیکن مسلمان اپنی بے عملی کی وجہ سے یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام ہی آئیں تو وہی کام کریں، وہ بٹن دبائیں اور سب ٹھیک ہو جائے، ہمیں کچھ نہ کرنا پڑے۔ یہاں تک کہ حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی، اُن کے خطبات میں، مَیں نے پڑھا وہ لکھتے ہیں کہ ''بڑا فسق و فجور ہے، بڑی ظلمت ہے اور آخری صدی ہے اور امام مہدی علیہ السلام بس ظہور پذیر ہونے والے ہیں۔'' اب حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی گزرے ہوئے تین سو سال ہو گئے، اور ہم چھوٹے چھوٹے ہوتے تھے تو سُنتے تھے کہ اب چودھویں صدی ہے، یہ آخری صدی ہے۔ لیکن اب چودھویں صدی بھی گزر گئی اور ہم پندرھویں صدی میں چل پڑے ہیں۔ بلکہ انہیں تو کچھ ایسا محسوس ہوا کہ امام مہدی علیہ السلام کی زیارت ہوئی ہے۔ زیارت تو مَیں نے بھی امام مہدی علیہ السلام کی کرائی ہے۔ اس لیے کہ روح تو بہت عرصہ پہلے، معلوم نہیں کب اکٹھی پیدا کر دی گئیں۔ روح تو اپنے مقام پر موجود ہے۔ وہاں سے اپنی اپنی باری پر زمین پر آتی ہیں اور پھر آگے برزخ کی طرف چلی جاتی ہیں۔ وہ تو ایک Cycle (سلسلہ) چل رہا ہے۔ تو ان کی روح تو وہاں پر موجود ہے۔ اب اگر کسی کو کشف میں پتہ چل جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ ہم نے تو دیکھ لیا ہے، وہ پیدا ہو چکے ہیں۔ حالانکہ جسمانی طور پر تو وہ پیدا نہیں ہوئے۔ مَیں نے اپنے ساتھیوں کو اُن سے ملوایا اور پوچھا کہ حضرت! کب تشریف لا رہے ہیں۔ تو فرمایا کہ دیکھا جائے گا، ابھی تک تو اِذن نہیں ہوا۔ تو مَیں نے حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ حضرت فرمائیں آپ تو تین سو سال پہلے فرما رہے ہیں کہ وہ آ رہے ہیں اور مَیں آپ سے تین سو سال بعد بات کر رہا ہوں، وہ تو ابھی تک وہیں پر ہیں جہاں پر تھے۔ اس لیے یہ جو لوگ کہہ رہے ہیں کہ بڑی جلدی دنیا کا نظام ختم ہونے والا ہے، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ابھی تو بہت معرکے ہونے ہیں۔ مَیں نے مشاہدہ کیا ہے، اس کے مطابق یہ ہے کہ اُن کی آمد سے پہلے بہت کچھ کریں گے۔ ہم نے فضا اور راہ ہموار کرنی ہے۔ مَیں نے بھی، آپ نے بھی بلکہ ہمارے بعد آنے والوں نے بھی۔ حال ہی میں تین چار لوگوں نے امام مہدی علیہ السلام ہونے کا دعویٰ کر بھی دیا ہے، بلکہ ڈاکٹر اسرار جیسے اسکالر نے بھی کہیں سے ہوائی چھوڑ دی کہ امام مہدی علیہ السلام کا بس ظہور ہونے والا ہے۔

ایسی کوئی بات نہیں، اُن کا زمانہ ابھی تک بہت دور ہے۔ اُن سے پہلے ابھی بہت سے معرکے ہونے ہیں۔

سوال:۔ حضرت جی اپنی زندگی کا کوئی خاص روحانی واقعہ سُنا دیں۔

جواب:۔ جیسا کہ پہلے ہی مَیں نے اس واقعہ کی تفصیل بتا دی ہے اور وہ میرے لیے بڑا حیرت انگیز تھا بلکہ میرا امتحان بھی تھا، جب مجھے بتایا گیا کہ یہ آپ کی ڈیوٹی ہے، تو مَیں نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو ایران کے بارے میں عرض کیا کہ یہاں پہ تشریف لے آئیں۔ وہ بہت اہم واقعہ تھا اور اس میں میرا امتحان بھی تھا کہ اگر مَیں اُن بزرگوں کے دباؤ میں آ جاتا تو یہی کہا جاتا کہ یہ شخص اتنا گیا گزرا ہے کہ ایک فیصلہ کرتا ہے اور پھر فوری طور پر اُس کو بدل بھی دیتا ہے۔ وہ میری قوتِ فیصلہ کا بہت بڑا امتحان تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اُس میں سرفراز فرمایا۔ جو مَیں نے وضاحت کی، وہ اتنی قابلِ قدر تھی کہ وہ بزرگ جو سمجھ رہے تھے کہ بے ادبی ہوئی ہے، اُن کو محسوس ہوا کہ یہ تو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی عزت افزائی تھی۔

سوال:۔ روحانی دنیا میں نسبت کی کیا حیثیت ہے؟

جواب:۔ نسبت کا مطلب ہوتا ہے ''روحانی کنکشن'' کہ وہ جو بزرگ ہے اُس کا رابطہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ہو چکا ہو تو اس سے جب آپ بیعت کرتے ہیں تو گویا کہ وہ لنک (Link) آپ کو بھی مل جاتا ہے۔ جس طرح کہ بجلی منگلا ڈیم میں پیدا ہو رہی ہے، وہاں پہ پاور ہاؤس ہے اور گرڈ اسٹیشن ہے جس سے آگے کنکشن آپ دیتے ہیں۔ لیکن اگر کنکشن نہیں ہے یا وائرنگ آپ نے کر دی ہے، بلب بھی لگا دیے، ٹیوبیں بھی لگا دیں لیکن کنکشن نہیں ملا تو یہ بلب اور ٹیوبیں کیسے روشن ہوں گی؟ یہی حال نسبت کا ہے کہ آپ سمجھ لیں کہ یہ ایک کنکشن ہے۔

سوال:۔ مریدین کا آپس میں کیسا سلوک ہونا چاہیے؟

جواب:۔ یہ تو عام سلوک کی بات ہے کہ جس گھر میں، مثال کے طور پر پانچ بہن بھائی ہیں، اگر اُن کی آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور شفقت نہیں ہوگی تو اس گھر کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ وہ اگر آپس میں لڑتے جھگڑتے رہیں گے تو اُس گھر کا ماحول پُرسکون نہیں رہے گا اور ماں

باپ کے لیے وہ اولاد عذاب ہو جائے گی۔ اسی طرح جس بزرگ کے ساتھ آپ منسلک ہیں، وہ آپ کا روحانی باپ ہے۔ اُس کی خانقاہ کو اپنا گھر سمجھیں اور آپس میں تعلق انتہائی ہمدردانہ اور مشفقانہ ہو۔ اور ایک دوسرے کے ساتھ آپ کا ایسا دلجوئی کا معاملہ ہو کہ آپ محسوس کریں کہ یہ میرا ہمدرد ہے، غم خوار ہے اور اگر آپ اُس کا فائدہ نہیں کر سکتے تو اُس کو نقصان بھی نہ پہنچائیں۔

☆☆☆

نوٹ:۔ یہ انٹرویو، انوار فطرت صاحب نے لیا،

جو کہ مورخہ 26 صفر المظفر 1420 ہجری، بمطابق 11 جون 1999ء بروز جمعۃ المبارک کو ''روزنامہ جنگ'' کے ادبی صفحہ میں شائع ہوا۔

سوال:۔ آپ تصوّف کے ممتاز ''سلسلہ اویسیہ'' سے تعلق رکھتے ہیں، مظہرِ جانِ جاناں بھی اسی سلسلہ کی شخصیت ہیں جبکہ اردو کے پہلے باقاعدہ شاعر امیر خسرؔو بھی باعمل صوفی ہیں، میؔر درد کا نام بھی اسی ذیل میں آتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی اردو کی کلاسیکل شاعری میں ''تصوّف برائے شعر گفتن خوب است'' کا رویہ رہا ہے۔ اقبال گو صوفی نہ تھے، تاہم ایک عاشقِ رسول ﷺ ہونے کے ناطے ان کا بہر حال ایک مقام ہے۔ آپ اس سارے تناظر میں کس کو اپنے قریب تر پاتے ہیں اور کیوں؟

جواب:۔ اردو شاعری، فارسی سے بہت زیادہ متاثر ہے۔ رودکؔی فارسی کا پہلا شاعر مانا جاتا ہے۔ رودکؔی سے صوفیانہ شاعری کا تسلسل مولانا رومؔ، حافظ شیرازؔی، جامؔی اور، یہ ایک بہت ہی طویل فہرست ہے۔ فارسی کے یہ عظیم شعرا باقاعدہ عملی صوفی تھے اور انہوں نے کسی نہ کسی بزرگ سے باقاعدہ اکتسابِ فیض کیا ہے۔ ہمارے ہاں خسرؔو سے شاہ مرادؔ، ولی دکنؔی، میؔر درد، مظہرِ جانِ جاناں تک یہ سلسلہ جاری و ساری ہے۔ ایک بات واضح کرتا چلوں: شاہ مرادؔ کو زمانی اعتبار سے ولی دکنؔی پر سبقت حاصل ہے۔ ان کا کلام میں نے سب سے پہلے شائع کرایا تھا۔ آپ دیکھ سکتے ہیں، وہ باقاعدہ صوفی بھی ہیں اور شاعر بھی ہیں۔ میؔر درد، مظہرِ جانِ جاناں، اقبال رحمۃ اللہ علیہ تک عہد بہ عہد ایک طویل سلسلہ ہے۔ ان

سب کے ہاں اعلیٰ درجے کی شاعری بھی ہے اور تصوّف بھی ملتا ہے۔

جہاں تک اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق ہے تو ان کا خمیر پنجابی سے اُٹھتا ہے۔ ان کی روایت میں اردو کے ساتھ ساتھ پنجابی بھی شامل ہے۔ اقبال رحمۃ اللہ علیہ بہت حیرت انگیز شخصیت ہیں، با قاعدہ صوفی نہ ہونے کے باوجود ان کے ہاں کیفیات اتنی شدت کے ساتھ سامنے آتی ہیں کہ حیرت ہوتی ہے۔ سوچنا پڑتا ہے کہ اگر وہ با قاعدہ صوفی نہیں تو واردات کی یہ شدت ان کے ہاں کہاں سے آئی؟ کیفیات کا یہ انداز بہت کم صوفیوں کو حاصل ہوا ہے۔ روحانیت کی ایسی ایسی جھلکیاں ان کے ہاں دکھائی دیتی ہیں جو باقیوں کے پاس نہیں ہیں۔ اگر انہوں نے یہ سب کچھ اپنے مشاہدہ کے زور پر کیا ہے تو ناقابلِ یقین سی بات لگتی ہے۔

سوال:۔ آپ کی شاعری کو دو اَدوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ زیادہ وسیع آپ کی گوشہ نشینی سے پہلے کا دور ہے جس میں اردو غزل، پنجابی غزل اور نظم شامل ہے۔ دوسرا دور آپ کے عملی صوفی ہونے کے بعد کا دور ہے۔ بہت کم صوفی شاعر ایسے ہیں جو با قاعدہ باعمل صوفی رہے ہوں۔ اس شعری تجربے کی وضاحت فرمائیں گے؟

جواب:۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ شعری ذوق منجانب اللہ ہوتا ہے، محض مشق اور مطالعہ کے زور پر آپ شاعر نہیں بن سکتے۔ صوفیانہ ذوق ایک الگ چیز ہے جس کا ہر آدمی اہل نہیں ہوتا۔ مَیں اگرچہ 1975ء میں تصوّف کی عملی ڈگر پر رواں ہوا لیکن آپ غور سے دیکھیں تو آپ محسوس کریں گے کہ پہلے دور کی شاعری میں بھی عشقِ حقیقی کا رنگ نظر آئے گا جیسے:

مجھ کو ہر پھول میں نظر آتا ہے تیرا جمال
یہ بھی شاید ہے کوئی حُسنِ نظر کی صورت

مَیں سراسر آمد کا شاعر ہوں، مَیں نے کبھی آورد (فطری چاشنی سے بے بہرہ فن) کا سہارا نہیں لیا، شاید اسی وجہ سے مَیں نے بہت کم لکھا ہے۔ وہ غزل جس کا ایک شعر ہے:

زندگی کے قید خانے کی سزا بھی خوب ہے
ایک مدت ہو گئی ہے باغ پتھر توڑتے

یہ غزل صرف دس منٹ میں ہوئی، اس میں مختلف سطح کے اشعار موجود ہیں۔ ان تمام اشعار کا مزاج ایک دوسرے سے بالکل الگ ہے۔ یوں سمجھیں کہ ''حُسنِ طلب'' کی ساری شاعری 1975ء سے پہلے کی ہے، اس کے بعد موڈ نہیں بنا۔ اس کے بعد تصوّف وسلوک کی راہ پر چلنے کے بعد جو تجربات اور انکشافات ہوئے، وہ میری شاعری میں کافیوں کی صورت میں در آئے۔

سوال:۔ گوشہ نشینی سے قبل دیکھا گیا ہے کہ آپ ترقی پسند تحریک سے زیادہ قریب رہے ہیں، بعد میں اس سے الگ ہو گئے، اس کی کوئی خاص وجہ؟

جواب:۔ مجھ پر ترقی پسند تحریک سے وابستگی کا لیبل شاید اس وجہ سے لگ گیا کہ میرے قریبی دوستوں میں سے زیادہ ترقی پسند تحریک جیسے منّو بھائی، شفقت تنویر، مرزا اور شورش ملک۔ بہر حال ایک دن مَیں نے سوچا کہ میرے یہ دوست جو اپنے آپ کو کمیونسٹ کے طور پر پیش کرتے ہیں تو اس کے محرکات کیا ہیں اور اس فلسفہ سے متاثر ہونے کی کیا وجہ ہے؟ مَیں نے سوچا کہ کیا اسلام ان کے مطالبات پورے کرتا ہے یا نہیں۔ مارکس اینگلر، ماؤزے تنگ وغیرہ ایک فلسفے کے داعی ہیں جبکہ رسولِ کریم ﷺ کے قول وفعل کا موازنہ کر کے دیکھا جائے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ آپ ﷺ نے زندگی کے ہر چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے مسئلے کا حل پیش فرمایا ہے۔ بہر حال اس کے باوجود مَیں چکوال میں ایک کمیونسٹ مشہور تھا۔ جہاں تک میری نظموں کا تعلق ہے تو ایک انسان ہونے کے ناطے جبر کے خلاف آواز اُٹھانا جرم تو نہیں ہے ناں۔

سوال:۔ میرا مطلب ہے کہ آپ کی شاعری کے دائرہ کا تعین، آپ کے موضوعات کرتے ہیں؟

جواب:۔ مَیں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ ایک سچا شاعر جب اور جہاں جبر محسوس کرے گا، اس کے خلاف ضرور لکھے گا، چاہے وہ ترقی پسند ہو چاہے اسلام پسند۔

سوال:۔ 1975ء میں جب آپ تصوّف کے راستے پر چلے تو آپ کی شاعری میں ایک واضح تبدیلی آئی؟

جواب:۔ ظاہر ہے جب مَیں باقاعدہ عملی طور پر جن مقامات سے گزرا تو اس کا اثر یقیناً میری

شاعری پر ضرور پڑتا تھا۔

سوال:۔ کیا آپ نے ترقی پسند تحریک کے ردعمل میں جب اسلام کو پڑھا تو آپ کو یہ راستہ ملا؟

جواب:۔ جب مجھے احساس ہوا کہ مجھ پر ترقی پسندی کا لیبل لگ رہا ہے تو مَیں نے سوچا کہ میرے خاندان نے صدیوں اسلام کی خدمت کی ہے اور مجھے ایک مخصوص فلسفے کے تنگ دائرے میں گھسیٹا جارہا ہے۔ بچپن سے ہی۔۔۔**یااللّٰہ** (جل جلالہ)، **یامُحمد** (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، **یا علی** (رضی اللہ عنہ)، **یافاطمہ** (رضی اللہ عنہا)، **یا حسن** (رضی اللہ عنہ)، **یا حسین** (رضی اللہ عنہ)۔۔۔ میرا وِرد تھا اور جب مَیں باقاعدہ اس طرف آیا تو مجھے محسوس ہوا کہ اصلی نام تو یہی ہیں۔ اس میں میری کوئی شعوری کوشش نہیں تھی بس منجانب اللہ یہ وِرد میرے دل میں ڈالا گیا۔ اگر مَیں ایک شاعر، ایک صحافی کے طور پر اپنا سفر جاری رکھتا تو زیادہ سے زیادہ ایک بڑا نام بن جاتا، لیکن یقین جانیے کہ مجھے جو سکون اور اطمینان اس فقیری میں ملا ہے، وہ بیان سے باہر ہے۔ اب بھی کوئی دوست ملتا ہے تو یہ کہتا ہے کہ مَیں منظر سے ہٹ گیا ہوں۔ لیکن جس بارگاہ میں، مَیں موجود ہوتا ہوں اور وہاں میرا جو مقام ہے، اگر عام آدمی کو معلوم ہو جائے تو حیران رہ جائے۔ جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں باریاب ہو جاتا ہے، اس کو اس سے غرض نہیں ہوتی کہ اس کے پاس اور کوئی دولت ہے یا نہیں۔

سوال:۔ ہمارے ہاں اردو شاعری میں عملی صوفی شعرا کی زبان اور غیر عملی صوفی شعرا کی زبان میں نمایاں فرق رہا ہے۔ سوال یہ ہے کہ سوائے اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے صوفی شعرا نے اپنی زبان کو کیوں ممتاز نہیں کیا؟

جواب:۔ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا انعام مختلف انداز میں عطا ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک، زبان پر دسترس بھی ہے۔ بعض لوگوں کو، جن میں اقبال رحمۃ اللہ علیہ کو فضیلت حاصل ہے، یہ انعام وافر مقدار میں عطا ہوا ہے۔ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اردو کا ایک نیا رنگ اُجاگر کیا ہے۔ اردو زبان اپنی ترتیب میں تشکیل پا رہی تھی، اقبال رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتے پہنچتے اس میں کافی جان آ گئی تھی اور پھر اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اسے زیادہ وسیع کردیا۔ جہاں تک پنجابی زبان کا تعلق ہے، بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ سے میاں محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تک دیکھیں تو

معلوم ہوتا ہے کہ شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ کا اسلوب سب سے یکسر مختلف ہے۔ 500 سال گزرے، سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ، بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ، وارث شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی زبان کا تقریباً ایک ہی رنگ ہے، لیکن شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ کی سادگی، سلاست اور اسلوب اتنا مختلف ہے کہ کوئی اس کو چھو نہیں سکتا۔ میرے خیال میں شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ پنجابی زبان کا سب سے بڑا شاعر ہے۔ اس میں شیرینی، لطافت اور پرکاری ہے، جو دوسروں میں نظر نہیں آتی۔ مَیں اگر شعوری طور پر کسی سے متاثر ہوا ہوں تو وہ صرف شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

سوال:۔ حالِ سفر کی پیشین گوئیوں کے حوالے سے کچھ فرمائیں گے؟

جواب:۔ حالِ سفر پہلی بار مئی 1987ء میں شائع ہوئی تھی اور اس وقت روس کے افغانستان سے نکلنے کا بظاہر کوئی امکان نہیں تھا لیکن چونکہ میری روحانی آنکھ یہ سب کچھ دیکھ چکی تھی، اس لیے مجھے اس بارے میں کوئی تشویش نہیں تھی اور نہ ہی روس کے ٹوٹنے پہ حیرت ہوئی۔ مَیں حالِ سفر میں لکھ چکا تھا اور یہاں دوبارہ کہہ رہا ہوں کہ حالِ سفر کی پیشین گوئیوں کی رُو سے پاکستان کا سیاسی، عسکری اور معاشی مستقبل انتہائی شاندار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عالمِ اسلام کی سربلندی کے لیے پاکستان سے بہت اہم کام لینا ہے۔ جب بھارت نے ایٹمی دھماکے کیے تو اس سے اگلے اتوار کو دارالفیضان میں 150 سے زائد افراد کے روحانی اجتماع کے موقع پر عالمِ مراقبہ میں دربارِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجلاس کا ایک مشاہدہ کرایا گیا، جس میں صدرِ پاکستان، وزیرِ اعظم پاکستان، کمانڈر انچیف اور ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو روحانی تصرف سے بلاکر حکم دیا گیا کہ فوری طور پر جوابی ایٹمی دھماکا کر دیا جائے، اس سے متعلق عالمی سطح پر ردِعمل کو بتدریج سنبھال لیا جائے گا۔ یہ مشاہدہ کم از کم پانچ افراد نے عالمِ بیداری میں کیا۔ حالِ سفر میں کشمیر کی آزادی، بھارت کی شکست و ریخت، ایشیاء و افریقہ سے امریکہ کی بَسط سمٹنے، اسرائیل، فلپائن اور اریٹریا سے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے، وہ روحانی طور پر ظہور پذیر ہو چکا ہے۔ اب بظاہر اس کے اثرات مرتب ہونا شروع ہو گئے ہیں۔ یہ سب کچھ مَیں بقائمِ ہوش و حواس دیکھ چکا ہوں، ان شاءاللہ دنیا بھی دیکھ لے گی۔

☆☆☆

متفرقات

☆19 اگست 1988ء جمعۃ المبارک

☆ بھئی! تصوّف کی بنیاد لطائف ہیں، یہ روح کے حواس ہیں۔ اگر حواس معطل ہو جائیں تو انسان بے کار ہو جاتا ہے۔ اسی طرح روح کے ان حواس کو اگر بیدار نہ کیا جائے تو روحانی زندگی بے کار ہو جاتی ہے۔ یہ سات لطائف شیشے ہیں، بلب ہیں۔ پانچ سینے میں، چھٹا پیشانی پر اور ساتواں سلطان الاذکار پورے جسم پر ہے۔ اگر مردِ کامل میسر آ جائے تو اس کی توجہ سے یہ لطائف روشن ہو جاتے ہیں۔

☆ لطیفہ ''اخفیٰ'' اتنا قوی ہے، اس پر رسول پاک ﷺ کی ایسی توجہ ہے کہ یہ باقی سب کو روشن کر دیتا ہے۔ اس کی مثال ایسے ہے جیسے ایک ٹینکی کے نیچے چار ڈرم رکھے ہوں، اگر ٹینکی بھر جائے تو پانچوں بھر جاتے ہیں۔ بالکل اسی طرح یہ لطیفہ جب روشن ہو جائے تو باقی چاروں بھی روشن ہو جاتے ہیں۔

☆ اب لطائف پر صرف دس منٹ ذکر ہوا کرے گا اور مراقبات 5 منٹ کے ہوں گے۔ پہلے بزرگ کئی کئی گھنٹے ذکر کراتے تھے اور ذکر بھی پاس انفاس، جو بہت مشکل تھا۔ پٹھوں پر بھی دباؤ پڑتا تھا۔ مَیں نے اگر صرف دس منٹ ذکر کرنے کا حکم دیا ہے تو یہ عظیم نعمت ہے، یہ قبر کا سامان ہے۔ ذکر کے بعد تمہاری جیب میں تو کچھ نہیں آئے گا لیکن قبر میں نماز، ذکر وغیرہ ہی سرمایہ ہوگا۔

☆ مَیں نے کہا تھا کہ جو میری بیعت کرے گا، وہ بھی پچھتائے گا اور جو نہیں کرے گا، وہ بھی پچھتائے گا۔ تو اس پر میرا ایک شاگرد کہنے لگا کہ جو کرے گا، وہ کیوں پچھتائے گا؟ تو مَیں نے اسے کہا کہ جس طرح تم میرے شاگرد ہو کر بھی مجھ سے کماحقہٗ، فائدہ نہیں اُٹھاتے، قبر میں جا کر تمہیں احساس ہوگا کہ کاش! مزید وقت شیخ کی خدمت میں گزارتا۔

☆ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے کو فرمایا تھا کہ بیٹا! دِلوں کو چمکانے کا فن سیکھو، اس کے دعوے دار تو بہت ہوں گے لیکن اس کے ماننے والا خال خال ہوگا۔ آج بھی اس کے دعوے دار بہت ہیں۔ اللہ کے فضل وکرم سے یہ فن مجھے میسر ہے۔ میرے دیکھنے سے، میری مسجد دارالفیضان میں نماز و ذکر یا ویسے ہی حاضری سے دِل چمک اُٹھتے ہیں۔ اصحابِ کشف اس کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں۔

☆23 ستمبر 1988ء جمعۃ المبارک

☆ کتاب حالِ سفر کا دوسرا ایڈیشن چھپ کر آ گیا ہے لیکن اب یہ کتاب صرف ان کے ہاتھوں میں جانی چاہیے جو تصوّف و سلوک کے ساتھ لگن رکھتے ہوں۔ پہلے مَیں نے 300 کتابیں مفت تقسیم کی ہیں لیکن اس کا اثر صرف یہ ہوا کہ 10 مرد اور 5 عورتیں پڑھ کر متاثر ہوئیں باقی لوگ متاثر نہیں ہوئے یا انہوں نے اس نعمت کی قدر نہیں کی، یہ اپنے اپنے ذوق کی بات ہے۔

☆ پرانے صوفیاءؒ بہت ریاضتیں کرواتے تھے۔ وہ نعمت جو رسول اللہ ﷺ کے ذریعے صحابہ کرامؓ تک پہنچی، وہ سینہ بسینہ منتقل ہوتی رہی اور ان شاء اللہ یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ یہ کتاب حالِ سفر مَیں نے اس لیے لکھی دی ہے کہ آنے والی نسلیں اس سے استفادہ کریں، ان شاء اللہ قیامت تک روحانیت کے طلبگاروں کو یہ راستہ دکھاتی رہے گی۔

☆ کتاب آپ لیں، لیکن اُسے دیں جسے طلب ہو۔ گزشتہ ساڑھے چار سال کا عرصہ ہنگامی دور تھا، سلسلے کو متعارف کروانا تھا۔ اس مقصد کے لیے فقیر نے جس طرح برکاتِ روحانیہ تقسیم کیں، ان پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ پکار اُٹھے کہ یہ کیا کر رہے ہو؟ ہم ہیرے دیتے ہیں لیکن یہ لوگ انہیں سنگریزے سمجھتے ہیں۔ تازہ ترین ہدایات کی روشنی میں اب یہ نعمت صرف خاص لوگوں کو ملے گی۔

☆ آپ کے لیے ضروری بات کر رہا ہوں، وہ یہ کہ اگر سفید اجلی چادر پر ذرا کوئی چھینٹا پڑ جائے تو دور سے نظر آئے گا مگر کالی چادر پر بہت سی سیاہی بھی نظر نہیں آتی۔ بالکل اسی طرح تمہاری معمولی غلطی و خامی لوگوں کے لیے پہاڑ ہوگی۔ آپ عمدہ کردار کا مظاہرہ کریں، حقوق العباد کا خصوصی خیال رکھیں، اپنی زبان کی حفاظت کریں، وعدہ پورا کریں، دنیاوی باتوں اور خرافات سے زبان کو لگام دیں اور اسے ذِکر اللہ سے تر رکھیں۔ ہم نے لوگوں کو دعوتِ ذکر دینی ہے اس لیے ہمیں معیاری کردار کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔ اللہ کا ہم پر خصوصی کرم ہے۔ حضور سیّد العالمین ﷺ کی خصوصی شفقت ہے، اس لیے ہمت جاری رکھیں۔

☆ جس نے ایک مرتبہ اس محفل میں ذکر کر لیا، اس کے دِل میں ہم نے ذکر کا بیج بو دیا جو

ان شاءاللہ سازگار ماحول میں پُھوٹ پڑے گا۔ آپ میرے سفیر ہیں اور مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سفیر، ہمارا مشن لوگوں تک ذکر کی دولت کو پہنچانا ہے تاکہ انہیں مرتے وقت کلمہ نصیب ہو جائے۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تیری نسبت سے لطیفہِ قلبی کرنے والے کو اتنی روشنی ملے گی جو دیگر سلسلوں کے ساتوں لطائف کرنے والے سے 1000 گُنا زیادہ ہوگی۔ مَیں نے جس آدمی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کروایا ہے، اگر وہ بھاگا تو گویا اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بیعت کو ترک کر دیا۔ پس اُس کا ٹھکانا کیا ہوگا؟ یہ اُسے خود معلوم ہونا چاہیے۔

☆10 مارچ 1989ء جمعۃ المبارک

☆ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے یہ پیری مریدی کی عظیم ذمہ داری سونپی تھی تو مَیں نے عرض کیا تھا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)! میری طلب اور ذوق کچھ اور تھا اور وہ درود شریف کی کثرت تھی، مَیں اس کو کیسے نبھاؤں گا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تھا کہ ’’ان شاءاللہ دونوں ہوتے رہیں گے۔ تمہارا سلسلہ ظاہری سلسلوں کی طرح نہیں ہوگا۔ جو بیعت کرے گا، اُسے روحانی طور پر بڑی ذمہ داری سونپی جائے گی۔‘‘ میرے ہاتھ پر بیعت کرنے والے کے متعلق ارشاد فرمایا گیا تھا کہ اُسے ڈائریکٹ کمیشن ملے گا، یعنی کیپٹن کے برابر۔ جس طرح ہماری ظاہری حکومت میں ایک سے لے کر 22 گریڈ ہیں، اِسی طرح روحانی فوج میں 28 گریڈ ہیں۔ جتنا گریڈ اُونچا ہوتا ہے، اُتنی ہی تکوینی اُمور میں اہم ذمہ داری سونپی جاتی ہے۔

☆ ہمارے ذمہ تکوینی اُمور اور رُشد و ہدایت کے اُمور کی انجام دہی ہے۔ مجھے یہ کوئی شوق ولالچ نہیں کہ میرے پاس لوگ زیادہ آئیں۔ جس کے دروازے پر جنّات کے بادشاہ باریابی کے لیے منتظر رہتے ہوں اور سربراہانِ مملکت کی روحیں ملاقات کے لیے ترستی ہوں، اُسے کیا ضرورت ہے کہ وہ کسی کے پاس جائے۔

☆ جب کوئی نیا محکمہ کھلتا ہے تو کام چلانے کے لیے ہر کسی کو بھرتی کر لیا جاتا ہے، پھر ایک

وقت آتا ہے کہ آسامیاں ختم ہوجاتی ہیں۔ بالکل اسی طرح میرے پاس بھی اب آسامیاں ختم ہورہی ہیں۔تقریباً 40,000لوگ میری بیعت کرچکے ہیں، ان کی ڈیوٹیاں لگ چکی ہیں۔ پہلے مَیں چند دنوں میں لوگوں کو بابُ المغفرت پہنچا دیتا تھا لیکن اب ایسا نہیں ہوگا۔ بلکہ صرف لطائف پر اب مہینے لگانے ہوں گے۔اب ہر کسی کو بیعت نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی دوسرے سلسلوں کی طرح اس کی تشہیر کی جائے گی۔ مجھے یہ کوئی شوق اور لالچ نہیں کہ میرے پاس لوگ زیادہ آئیں اور زیادہ شیرینیاں لائیں اور دورے کروائیں۔جس کے اشارہ پر ریگن، بش، ضیاء، اسحٰق کو صدارتیں ملیں اور بے نظیر و نواز شریف کو وزارتیں ملیں، اسے کیا ضرورت ہے کہ وہ کسی کے پاس جائے۔

☆17 مارچ 1989ء جمعۃ المبارک

☆ مَیں نے 1984ء میں بتایا تھا کہ روس شکست کھا جائے گا اور افغانستان سے ذلیل ہو کر نکلے گا۔ **الحمدللہ** وہ بات پوری ہوگئی۔اسی طرح دنیا میں نفاذِ اسلام ہوکر رہے گا خواہ اس میں کتنی دیر ہی کیوں نہ لگے اور کتنی قربانیاں دینی پڑیں۔اس سلسلے میں پہلی اینٹ افغانیوں نے رکھی ہے۔مَیں ان کے کمانڈروں اور ضیاء الحق کو روحانی طور پر ہدایات و توجہ دیتا رہا ہوں اور اب بھی متعلقہ لوگوں کو دے رہا ہوں۔اس میں ناقابلِ فراموش کردار مردِ مومن ضیاء الحق کا ہے جس نے افغانیوں کی بھرپور حمایت کی اور پھر 2 سال بعد امریکہ اور دیگر ممالک بھی افغان مہاجرین کی مدد کے لیے میدان میں آگئے اور یہ میرے تصرف کا نتیجہ تھا۔

☆ مَیں صاحبِ کشف حضرات کو وارننگ (Warning) دیتا ہوں کہ وہ کسی کو دنیاوی بات نہ بتائیں (مقدمے، رشتے، کامیابیاں، ناکامیاں وغیرہ) کیونکہ کشف سے مراد یہ نہیں کہ آپ مستقبل کی خبریں معلوم کریں، بلکہ کشف یہ ہے کہ ضروریاتِ دین و ایمان کی شہادت مل جائے۔وہ اس طرح ہوتی ہے کہ آدمی ملائکہ، جنت، دوزخ، جنّات وغیرہ کا مشاہدہ کرلیتا ہے، جو اس کے ایمان میں قوت پیدا کردیتے ہیں۔دوسری وارننگ یہ ہے کہ مجھے لازمی کڑی سمجھیں۔ یہ کبھی خیال نہ کریں کہ میرا

تعلق رسول اللہ ﷺ سے براہِ راست ہے، مجھے انعامات و کرامات مل رہے ہیں اور مجھے کمالؒ صاحب کی ضرورت نہیں، بلکہ میری ضرورت ہمیشہ رہے گی۔

☆ 8 اپریل 1984ء کو جب مجھے تمام دنیا کے تکوینی اُمور کا سربراہ بنایا گیا تو مَیں نے سب سے پہلے نفاذِ اسلام کے سلسلے میں ضیاء الحق کی باز پُرس کی۔ اس کے جوابات سے مجھے مایوسی ہوئی۔ مَیں نے دربارِ اقدس ﷺ میں عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! مَیں نفاذِ اسلام کے سلسلے میں ضیاء الحق کی کارکردگی سے مطمئن نہیں ہوں، لہٰذا مَیں اسے معطل کرتا ہوں۔ مَیں نے اسے معطل کر دیا مگر باقی سیاسی لیڈروں اور جرنیلوں کو جب مَیں نے روحانی طور پر چیک کیا تو وہ اس سے بھی گئے گزرے تھے۔ مَیں کافی متفکر تھا کہ اس کی جگہ کس کی سفارش کروں؟ چند روز بعد حضور سرورِ کائنات ﷺ نے خود ہی پوچھا "بیٹے! ضیاء کا کیا بنایا ہے؟" مَیں گھبرا سا گیا اور جلدی میں عرض کیا کہ میں اسے ابتدائی طور پر 4 ماہ کے لیے بحال کرتا ہوں، پھر دو ماہ کی مزید توسیع کر دوں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ بیٹے! تم مجھ سے برزخ میں آ کر مخاطب ہو، اُس دنیا کے چار سال ہوں گے۔ اسے میں چار سال کی مزید مہلت و اجازت دیتا ہوں۔ پھر دیکھ لو کہ ضیاء صاحب 1988ء میں شہید ہو گئے اور اپنے 4 سال مکمل کر گئے۔ ان کی شہادت کا دُکھ بھی سب سے زیادہ مجھے ہی ہوا۔ خبر سُنتے ہی پورے عالمِ اسلام کو روحانی طور پر مخاطب کر کے کہا "عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے۔" (ان الفاظ پر آپ کی آواز بھر آئی)۔ پھر آپ نے دیکھا کہ چشمِ فلک نے اتنا بڑا جنازہ کسی کا نہیں دیکھا۔

☆ 9 جون 1989ء جمعۃ المبارک

☆ بھئی! ہم لوگ وقت کا خیال نہیں رکھتے اور ہم فرض کر لیتے ہیں کہ ہر کام لیٹ ہی ہو گا، اس لیے وقت پر نہیں آتے۔ لیکن اہلِ نظر دیکھتے ہیں کہ اہلِ برزخ کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ ہم محفلِ ذکر میں شامل ہوں۔ ان میں ملائکہ اور جنّات بھی ہوتے ہیں۔ وہ تھوڑا سا وقت لے کر یہاں آتے ہیں، لیکن جب یہاں پابندیِ وقت نہیں دیکھتے تو وہ پریشان ہوتے ہیں۔

☆ مسلمان کا اصل لباس تقویٰ ہے۔ اس لیے اس کا حقیقی حُسن و جمال اس کے تقویٰ و ورع میں مضمر ہے اور اس کے لیے ہم مختلف عبادات کرتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ظاہری لباس کا آپ کی شخصیت سے گہرا تعلق ہوتا ہے۔ مَیں جب نفلی اعتکاف میں تھا تو ایک دن مَیں نے سوچا کہ مَیں پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنوں گا کیونکہ رسول اللہ ﷺ پیوند لگے ہوئے کپڑے بھی پہنتے تھے۔ لیکن اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''میں اپنے بیٹے کے لیے اعلیٰ لباس پسند کروں گا۔'' مَیں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ! آپ سرورِ کونین ہونے کے باوجود یہ لباس پہنا کرتے تھے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''وہ دور اور تھا اب حالات کے تقاضے کچھ اور ہیں۔'' شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اور آپؒ کے مرید شاہانِ وقت تھے، آپ کا لباس بھی شاہانہ ہوتا تھا۔ اسی طرح حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ بڑے تاجر تھے۔ جب منگولوں نے حملہ کیا تو وہ ملتان تک پہنچ آئے تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں فرمایا کہ کیا لڑنے کے لیے آئے ہو یا پیسے کے لیے؟ تو انہوں نے پیسے لینے میں آمادگی ظاہر کی تو آپؒ نے ایک کروڑ اشرفی دی۔ بعد میں آپؒ کے بیٹے نے یہ خزانہ غرباء میں تقسیم کر دیا۔ اسی طرح مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوئے تو دیکھا کہ ان کے اصطبل کے کِلّے سونے کے تھے۔ آپ دیکھ کر حیران ہوئے اور سوچا کہ یہ شخص تو بہت امیر اور دنیا دار ہے، مجھے کہاں روحانیت دے گا تو انہوں نے فرمایا کہ ''یہ کِلّا مٹی میں ہے، میرے دِل میں تو نہیں ہے۔''

☆16 جون 1989ء جمعۃ المبارک

☆ شیخ و مرید کا تعلق بہت اہم ہے۔ تین ہستیوں کا اثر انسان پر بہت دُور رس اور گہرا ہوتا ہے۔ ان میں والدین، استاد اور شیخ شامل ہیں۔ زندگی انتہائی قیمتی نعمت ہے۔ زندگی گزارنے کا جو سلیقہ ہم تک حضرت محمد ﷺ سے پہنچا ہے، وہی سلیقہ زندگی کو قیمتی بناتا ہے۔ اس سلیقے کو سکھانا والدین کی ذمہ داری ہے، لیکن افسوس کہ معاشرتی بگاڑ اتنا زیادہ ہے کہ والدین اپنے بچے کو ضروری اور بنیادی باتیں بھی

نہیں بتاتے۔ استاد بھی سبق پڑھانے پر اکتفا کرتے ہیں اور تعمیرِ شخصیت پر توجہ نہیں دیتے۔ اسی طرح شیخ کی بھی بنیادی حیثیت ہے لیکن یہاں بھی لوگ بیعت ہوتے ہیں، چلے جاتے ہیں۔ پھر نہ باقاعدگی سے یہاں آتے ہیں اور نہ ہی آدابِ اسلامی سیکھتے ہیں۔ روزمرہ کی چیزیں مَیں بتاتا رہتا ہوں کیونکہ مَیں آپ کا شیخ ہوں اور یہ میری ذمہ داری ہے۔

☆ حدیثِ پاک میں آیا ہے کہ ''کسی کے ہاں جاؤ تو تین بار دستک دو، اگر تیسری بار جواب نہ آئے تو واپس چلے جاؤ۔'' مَیں اپنے گھر میں بھی جاتا ہوں تو دستک ضرور دیتا ہوں۔ میرا ہوسٹل کا کمرہ میرا گھر ہے۔ وہاں لوگ بغیر دستک دیے آجاتے ہیں۔ بھئی! مَیں اگر اکیلا بھی ہوں، تو تب بھی اکیلا نہیں ہوتا۔ مَیں جنّات اور اولیاء برزخ میں گھرا ہوتا ہوں۔ پُرانے اولیاء کرامؒ دو گروہ بتاتے تھے: ایک خصوصی اور ایک عمومی۔ خصوصی مجالس میں صرف خواص ہی آسکتے تھے۔ میرے پاس بعض اوقات اہم سفارتیں آئی ہوتی ہیں اور اہم اُمور زیرِ بحث ہوتے ہیں تو لوگ آپہنچتے ہیں۔ اس طرح سلسلۂ کلام منقطع ہو جاتا ہے۔ میرے پاس 5 منٹ کا ذکر بھی کافی ہے، باہر والے ساتھی ڈیڑھ، دو بجے کے قریب آئیں، اس وقت مَیں حسبِ معمول مسجد میں آجاتا ہوں۔ لیکن مجھے مجبور نہ کریں کہ مَیں آپ کے پاس زیادہ دیر بیٹھوں کیونکہ میرا وقت نہ دینا میری مجبوری ہے۔

☆ مسلمان کا اصل لباس تقویٰ ہے، اس لیے اس کا حقیقی حُسن و جمال اس کے تقویٰ و ورع میں مضمر ہے۔ لیکن اس کے باوجود بھی ظاہری لباس بھی کسی کی شخصیت کا عکاس ہوتا ہے۔

☆ مَیں نے جب درود شریف میں مشغولیت یا روحانی مصروفیات کی وجہ سے آنکھیں بند کی ہوتی ہیں تو اس وقت لوگ مجھے ڈسٹرب کر دیتے ہیں، جھانکتے ہیں، بار بار دستک دیتے ہیں۔ آئندہ احتیاط کریں۔ بعض اوقات انتہائی Confidential (رازدارانہ) اُمور زیرِ بحث ہوتے ہیں مگر پھر بھی لوگ مُخل ہو جاتے ہیں، آئندہ مسجد میں میرا انتظار کریں۔

☆19 جنوری 1990ء جمعۃ المبارک

☆ وہ لوگ کھڑے ہو جائیں جنہیں آج ذکر کے دوران رسولِ کریم ﷺ کی زیارت ہوئی۔ (تو19 افراد، جن میں زیادہ تر تعداد جوانوں کی تھی، کھڑے ہو گئے) اب وہ کھڑے ہو جائیں جنہیں نماز میں کعبہ شریف کی زیارت ہوئی ہے، (تو12 آدمی کھڑے ہو گئے) ماشاءاللہ اب سب بیٹھ جاؤ۔

یہ کوئی معمولی کرامت نہیں۔ حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسجد کا صحیح رُخ واضح کرنے کے لیے کچھ لوگوں کو کعبہ شریف کی زیارت کروائی تھی تو ان کی یہ کرامت آج تک مشہور ہے، تو اس لحاظ سے آج کا اجتماع تاریخی ہو جانا چاہیے، یہ کرامتیں بار بار نہیں دکھائی جاتیں۔

☆ ہمیں جو روحانی مناصب ملے ہیں، وہ بہت عظیم ہیں۔ ہماری ان پر بحالی صرف اسی صورت میں قائم رہے گی جب ہم زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھیں گے۔ ہمارا عروج زیادہ نوافل پڑھنے یا زیادہ سے زیادہ روزے رکھنے میں نہیں بلکہ صرف اور صرف درود شریف پڑھنے میں ہے۔

☆ رسول اللہ ﷺ پر زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھو، میرے خیال میں خوبصورت ترین تحفہ جو اُمتی بارگاہِ اقدس ﷺ میں پیش کر سکتا ہے وہ درود شریف ہی ہے۔

☆ حضرت امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو اعلیٰ روحانی مقام حاصل ہے۔ مَیں نے آپؒ سے ملاقات کی ہے۔ اور اگر کوئی مجھے پیچیدہ مسئلہ پیش آ جائے تو مَیں آپؒ سے پوچھ لیتا ہوں۔

☆ صحابہ کرامؓ کے بعد تین شخصیات نے زبردست روحانی عروج حاصل کیا ہے۔

1۔ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

2۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

3۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

یہ تینوں عارفِ وقت کے منصب پر فائز ہیں۔ ان کی وساطت کے بغیر دربارِ اقدس ﷺ میں رسائی ممکن نہیں۔ روحانی محافل میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی نشست اور سج دھج امتیازی شان والی ہوتی ہے۔

☆9 ذی الحج 1407ھ

☆ اتنا زیادہ درود شریف پڑھنے کا معمول جس طرح مَیں نے برقرار رکھا، نفسانی خواہشات کی قربانی دی اور اپنی نیند و راحت کو اپنے سے دُور کیا...... وہ مَیں جانتا ہوں یا اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ جانتے ہیں۔ زیادہ درود شریف پڑھنے کی برکت یہ ہوئی کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے اپنی خاص نگاہِ عنایت سے نواز دیا اور مجھے خود اذنِ بیعت دیا۔

☆ لوگ میری کرامتیں پوچھتے ہیں، کیا یہ چھوٹی کرامت ہے کہ میرے کتنے ساتھی بیداری میں رسول اللہ ﷺ ، کعبہ شریف اور روضہء اطہر ﷺ کی زیارت کرتے ہیں؟ صرف یہی نہیں بلکہ میرے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھ کر بعض ذکر کرنے والے پہلے دن ہی کعبہ شریف اور روضہء اطہر ﷺ کی زیارت سے مُشرّف ہوجاتے ہیں۔

☆(24 رمضان المبارک 1408ھ لیلۃ القدر)

آج مجھے یہ خوشی ہے کہ آپ اس روحانی اجتماع میں شرکت کے لیے بڑی تعداد میں آئے ہیں۔ اپنوں کے ساتھ وہ لوگ بھی دیکھ رہا ہوں جنہوں نے میری بیعت نہیں کی لیکن وہ خوش ظنّی کی وجہ سے یا کسی ساتھی کی ترغیب پر تشریف لے آئے ہیں۔ میری خانقاہ کی شان کے خلاف ہے کہ جو آ جائے اسے کہوں کہ تو باہر چلا جا، حالانکہ اس محفل میں صرف انہیں اجازت دی گئی تھی جنہوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کی ہوئی تھی۔ بہر حال وہ آ گئے ہیں تو مَیں انہیں واپس نہیں بھیجتا، البتہ اتنا ضرور عرض کرتا ہوں کہ یہاں جو باتیں ہوں ان کو یہیں پھینک دیں، باہر جا کر ان کی تشہیر نہ کریں کیونکہ یہ خاص کیفیات ہیں۔ ایسا کرنے سے فتوے لگ جاتے ہیں۔

بھئی! لیلۃ القدر کی بہت شان ہے، اس کی عبادت ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے۔ یہ رمضان المبارک میں آتی ہے۔ حضور سرورِ کائنات فخر موجودات سیّد الانبیا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے کچھ حکمتوں کے تحت اس کا تعین نہیں فرمایا۔ پس اتنا فرما دیا کہ اسے رمضان المبارک کے آخری عشرے

میں تلاش کرو۔ ایک حدیث میں یوں فرمایا کہ آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ بعض احادیث اکیسویں، بائیسویں، تئیسویں، چھبیسویں اور ستائیسویں رات سے بھی متعلق ہیں۔ بزرگوں نے عموماً ستائیسویں رات قرار دی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ انہیں اپنی زندگی میں مشاہدہ صرف اسی رات کو ہوا ہوگا۔

1985ء میں انٹر کالج جہلم کی مسجد میں میرا پہلا اعتکاف تھا، ایک دن لیٹا ہوا تھا کہ مجھے خیال آیا کہ پہلے تو منارہ شریف میں ہوتے تھے، ساتھ کئی صاحبِ کشف حضرات بھی ہوتے تھے تو لیلۃ القدر کی خبر ہو جایا کرتی تھی۔ اب پتہ نہیں کہ یہ رات نصیب ہوگی یا نہیں۔ اتنا خیال آنا تھا کہ بارگاہِ اقدس ﷺ میں حاضر ہو کر یہ سوال کیا کہ ''یارسول اللہ ﷺ! لیلۃ القدر کب ہوگی؟ تو آپ ﷺ نے جواباً فرمایا ''بیٹے! اس سال لیلۃ القدر کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہو یا ہمیشہ کے بارے میں؟'' مَیں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا ہمیشہ کے متعلق بھی پتہ لگ سکتا ہے تو آپ ﷺ نے اثبات میں جواب دیا۔ اس کے بعد مجھے رسول اللہ ﷺ نے لیلۃ القدر کا فارمولا بتا دیا جو اتنا آسان ہے کہ اگر بچے کو بتا دیا جائے تو وہ کئی سال پہلے ہی لیلۃ القدر کا تعین کر سکتا ہے۔ اس کے ساتھ یہ کرم بھی فرمایا کہ لیلۃ القدر کے خاص لمحہ قبولیت کا بھی فارمولا بتا دیا جو انتہائی آسان اور پُر حکمت تھا۔

جب مَیں نے فارمولے کے مطابق لیلۃ القدر نکالی تو وہ جفت رات تھی۔ مَیں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! صوفیاؒء کا یہ قاعدہ ہے کہ اگر کشف احادیث سے ٹکرا جائے تو اس پر عمل نہیں کیا جاتا۔ آپ کی حدیث ہے کہ اسے طاق راتوں میں تلاش کرو۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''اس کا ثبوت بھی مل جائے گا۔'' اتنے میں میری نگاہ دو تفسیروں ''تفہیم القرآن'' (مولانا مودودی صاحب) اور ''معارف القرآن'' (مفتی محمد شفیع صاحب) پر پڑی۔ مَیں نے پہلے تفہیم القرآن دیکھی تو اس سے میری تشفی نہ ہوئی۔ پھر مفتی محمد شفیع صاحب کی تفسیر دیکھی جس میں بروایتِ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یہ حدیث موجود تھی کہ ''لیلۃ القدر کو آخری عشرے میں تلاش کرو۔'' یہاں طاق کا ذکر نہیں تھا۔ مَیں یہ پڑھ کر بہت خوش ہوا۔ اس پر مجھے حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''مل گیا ثبوت؟'' مَیں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! جی ہاں مل گیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذرہ نوازی کہ مجھے یہ نعمت عطا فرما دی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''اس رات کے متعلق میری ساری حدیثیں صحیح ہیں، یہ رات کبھی جُفت میں اور کبھی طاق رات میں واقع ہوتی ہے۔''

پچھلے سال اس شب کو مَیں نے سب ساتھیوں کو بتا دیا تھا کہ آج مَیں وہ لمحہ قبولیت بتا دوں گا، لیکن خبردار! کوئی دنیا کی دُعا نہ مانگے اللہ والے اللہ سے کچھ اور ہی مانگتے ہیں۔ وہ دنیا کے طلب گار نہیں ہوتے۔ مال و دولت، عزت، دنیاوی جاہ وجلال، کار، کوٹھیاں، بیٹوں کا CSP افسر بننا، سب دنیا ہے۔ آخرت اصل چاہنے والی شے ہے، وہ زیادہ حسرت والی ہوگی۔ لیکن افسوس کہ ساتھیوں نے دنیا کی ہی دُعائیں مانگیں۔

آج وہ لمحہ پھر آئے گا۔ صاحبِ کشف اسے مشاہدہ کریں گے۔ یہ لمحہ صرف 25-30 سیکنڈ کا ہوگا۔ یہ لمحہ جب آتا ہے تو ایک نُور کا گولہ پھٹتا ہے تو پوری کائنات روشنی میں نہا جاتی ہے۔ اتنے میں ہلکی ہلکی ہوا چلنے لگتی ہے، جو زور پکڑتی جاتی ہے پھر اتنی تیز ہو جاتی ہے کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ درختوں کو جڑوں سے اُکھاڑ کر رکھ دے گی۔ اسی زبردست جُھول میں درخت سجدہ کرتے ہیں اور پوری کائنات بارگاہِ الٰہی میں سجدہ ریز ہو جاتی ہے۔ اس وقت تم سب نے سجدہ کرنا ہے، وہ لمحہ جب آئے گا تو مَیں اللہ اکبر کہوں گا۔ جگہ چونکہ تھوڑی ہے، اس لیے روحانی طور پر ہی سجدہ کرنا ہے۔ لیکن آج پھر کہہ رہا ہوں کہ اس لمحہ میں دنیاوی دُعائیں نہ مانگیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کے مطابق:

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ o (مشکوٰۃ شریف: 1987)

پڑھنا ہے۔ عالمِ اسلام کے اتحاد اور تفاخُرِ اسلام کے لیے خلوص سے دُعا کرنی ہے۔

☆17 مارچ 1990ء ہفتہ

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ کے بعد دارالفیضان واحد خانقاہ ہے جس کو خانۂ کعبہ شریف اور روضۂ پاک سے خصوصی نسبت عطا کی گئی ہے، یہاں نماز پڑھنے اور ذکر کرنے والے کی بخشش ہے۔

☆3اپریل 1990ءمنگل

شیخ کو دنیا کے کاموں کی کامیابی پر نہ پرکھو۔ یہ دیکھو کہ کیا روحانی فیض اور مقامات طے ہو رہے ہیں؟ دنیا کے لحاظ سے اللہ کی رضا پر راضی رہو۔ مشکلات و مسائل شیخ کے لیے بھی ویسے ہی ہیں جیسے آپ لوگوں کے لیے۔ دُعا ضرور کرتا ہوں، کچھ قبول ہوتی ہیں کچھ نہیں ہوتیں، یہ اُس کی مشیّت ہے۔

پہلے بزرگ ساری ساری زندگی مجاہدے کرتے تھے، تو کچھ پاتے تھے۔ میں نے خود نو (9) عرش تین سال میں عبور کیے۔ لوگوں کو اتنا کچھ اتنی جلدی عطا کر دیا ہے کہ ان کو قدر ہی نہیں۔

☆9اپریل 1990ءسوموار

محمد اکرم اعوان صاحب مسجد میں درسِ قرآن دیا کرتے تھے۔ مَیں مڈل سکول میں بطورِ ہیڈ ماسٹر متعین تھا۔ سکول سے سیدھا مسجد چلا جاتا۔ سورۃِ نور کی تفسیر کرتے ہوئے اُنہوں نے واقعہ افک بیان کیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر الزام کی تفصیل بیان کی، تو جنابِ عائشہ رضی اللہ عنہا کا مرتبہ، نبیءِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اُن کا قرب اور الزام کی نوعیت سے میرے دِل پر غم کا اتنا اثر ہوا کہ مَیں دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ اور جب تک یہ بیان جاری رہا، میری یہی کیفیت رہی۔ اب بھی جب خیال کروں تو بے اختیار آنسو بہنے لگتے ہیں۔ میری اس حالت و کیفیت کے باعث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مجھے اپنا بیٹا ہونے کا شرف عطا فرمایا۔ اسی طرح حضرت سیّدۃ النسا خاتونِ جنت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے بھی اپنا بیٹا ہونے کا شرف عطا کیا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا، حضرت جنابِ اُمِ سلمٰی رضی اللہ عنہا نے بھی اپنا بیٹا بنایا اور خصوصی نوازشات فرمائیں۔ بعد میں تمام امہاتُ المومنینؓ اور تمام بناتُ النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنا بیٹا بنالیا۔

میرے سلسلے کو تصوّف وسلوک اور قلندری دونوں لائنیں عطا کی گئیں۔ قلندری 15-16 سال کی عمر میں عطا ہوئی۔ ولایت کی 91 شاخیں ہیں اور ہر شاخ کی 11 برانچیں ہیں۔ **الحمد للہ**! سب مجھے عطا ہوئی ہیں۔ میرے سب مریدین بھی دونوں لائنوں میں ہیں۔ درود شریف 11 ماہ میں ایک کروڑ مرتبہ پڑھا۔ اپنے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ (مولانا اللہ یار خان) سے ذکر کیا تو آپ نے مُنہ پر اُنگلی

رکھ کر منع فرما دیا کہ کسی سے ذکر نہ کرنا۔ مجھ سے غلطی ہوئی کہ محمد اکرم اعوان صاحب نے علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کہا کہ اُنہوں نے ایک کروڑ درود شریف پڑھا تھا۔ درود شریف کی برکت سے ہی اُن کی شاعری کا خاص رنگ ہے اور موثر ہے۔ اس پر مَیں نے کہہ دیا کہ مَیں نے تو صرف گیارہ ماہ میں ایک کروڑ پڑھ لیا ہے۔ یہ سُن کر وہ حیران ہوئے اور چُپ کے چُپ رہ گئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ کہاں مَیں روزانہ 30 ہزار درود شریف پڑھ لیا کرتا تھا، اب جو کالج واپس آیا تو 14-15 ہزار سے زیادہ پڑھا ہی نہ جاتا تھا، سخت پریشان ہوا۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ دس دِن روزانہ 100 بار استغفار پڑھو۔ اس کے بعد اللہ کی رحمت سے 30 ہزار سے بھی زائد درود شریف پڑھا جانے لگا۔ درود شریف کی کثرت کی برکت سے نبی ءِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بیٹا بنانے کا شرف عطا فرمایا اور درود شریف کی کثرت اللہ تعالیٰ کی ذات کو اتنی پسند آئی کہ اللہ تعالیٰ نے درود شریف کی خصوصی نسبت عطا فرمائی اور اس نسبت کو یہ شان دی کہ سب انبیاء کرام علیہم السلام نے اس درود شریف کی نسبت طلب فرمائی۔

برزخ میں میری کیفیت بڑی جلالی ہوتی ہے۔ برزخ کے اولیاء کرامؒ کو نبی ءِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ حکم ہے کہ جو کچھ تکوینی اُمور کے معاملے میں کمال کہے، اُس پر بلا چون و چرا عمل کیا جائے۔ مسجدِ اللہ سے اُوپر مشاہدہ کرنے والے صاحبِ کشف مجھے صرف نُور و روشنی کی صورت میں دیکھتے ہیں، وجود نہیں ہوتا۔ برزخ میں میری اجازت کے بغیر کوئی بھی آگے نہ جا سکے گا۔ یہاں تھوڑا سا کشف یا کچھ عطا ہو جاتا ہے تو سمجھتے ہیں کہ ہم بہت کچھ ہیں، اب ہمیں شیخ کے پاس جانے کی کوئی ضرورت نہیں رہی۔ کم از کم 15 دِن یا ایک ماہ بعد ملاقات ضرور کرنا چاہیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جو مجھ سے خصوصی محبت و شفقت ہے، اُس کے باعث وہ میری نسبت سے میرے مریدین کو نوازتے ہیں، تو یہ سمجھتے ہیں کہ ہم کچھ بن گئے ہیں...... نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ نقصان اُٹھاتے ہیں۔

ایک بار مَیں رات کو اپنے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تنہا اُن کے کمرے میں رہا۔ مجھے دائیں پہلو پر سونے کی عادت ہے۔ دائیں پہلو پر سوتا تو رُخ ایسا بنتا تھا کہ ٹانگیں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جانب جاتی تھیں۔ مَیں نے ساری رات جاگ کر گزار دی۔ صبح رخصت ہو کر گھر آیا، تو ایک ماہ

تک بے حد نقاہت محسوس ہوتی رہی۔ دراصل یہ اُس اخذِ فیض کا نتیجہ تھا، جورات کواُن کی صحبت میں رہ کر نصیب ہوا۔

☆13اپریل1990ء جمعۃ المبارک

☆ دوسرے سلسلوں میں فنافی اللہ آخری مقام ہے، جبکہ میرے سلسلے میں فنافی اللہ ابتدا ہے۔ مرید کو مستقل مزاجی سے نماز، ذکر، درود شریف اور دیگر احکام کی قرآن وسنت کے مطابق پابندی کرنا چاہیے۔ جن مقامات تک مرید کو پہنچایا ہے، وہ راسخ ہونے چاہییں۔

☆ دوسرے سلسلوں میں اللہ کا خوف غالب ہے۔ میرے سلسلے میں اللہ کی محبت غالب ہے۔

☆ ہر چیز کا عالمِ مثال میں ظہور بہترین صورت میں پہلے موجود ہوتا ہے۔ پھر بعد میں دنیا میں اس کا ظہور ہوتا ہے۔ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے تو معلوم نہیں کس خیال میں یہ کہہ دیا:

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی، اِرادت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضا لیے پھرتے ہیں اپنی آستینوں میں

لیکن حقیقت میں ایسے ہی ہے۔ میرے ایک صاحبِ کشف ساتھی نے دیکھا کہ مَیں نے ہاتھ کو جنبش دی تو جنبش سے روشنی پیدا ہوئی، ہاتھ روشن تھا۔

☆19اپریل1990ء جمعرات

جو بیعت کر لیتا ہے اُسے گویا کمیشن مل جاتا ہے، کمیشنڈ آفیسر سمجھ لیں۔ جو بیعت نہیں کرتا، ویسے ہی دَم کرانے آتا ہے، درود شریف پڑھتا ہے، ذکر کرتا ہے اور مخمساتِ عشر پڑھتا ہے، تو اُسے بھی میری نسبت مل جاتی ہے، فیض جاری ہو جاتا ہے۔

☆5 مئی 1990ء ہفتہ

☆ دنیا میں آج تک جتنے واقعات انسان کی تخلیق سے پہلے اور بعد میں ہو چکے ہیں، وہ سب اللہ تعالیٰ کے ہاں محفوظ ہیں۔ اللہ کریم کا صاحبِ تصرف ولی جب چاہتا ہے اپنے صاحبِ کشف ساتھیوں کو وہ واقعات بعینہٖ دکھا سکتا ہے۔ صرف کہنے کی دیر ہوتی ہے، سب کچھ وڈیو کیسٹ کی طرح دکھا دیا جاتا ہے۔ مثلاً:

﴿اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۖ قَالُوْا بَلٰى﴾ (سورۃ الاعراف، آیت نمبر 172)

ترجمہ: کیا میں تمہارا رب نہیں۔ وہ بول اٹھے: کیوں نہیں۔

والا واقعہ، واقعہ کربلا اور اس طرح کے دیگر واقعات، حتیٰ کہ خواب تک دکھا دیے جاتے ہیں۔ (اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ جب کوئی واقعہ دکھانا مقصود ہو تو حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ اُس واقعہ یا بات سے متعلق فرماتے ہیں تو فرشتے فوراً وہ نقشہ سامنے کر دیتے ہیں، اس طرح صاحبِ کشف اُس منظر کا مشاہدہ کر لیتا ہے۔)

☆ کشف میں اگر کوئی بات یا حکم معلوم ہو تو اپنے مرشد سے اس کا ذکر ضرور کریں کیونکہ اس کی تعبیر نکالنا پڑتی ہے۔ پھر اپنے مرشد کی ہدایت کے مطابق عمل کریں۔ نورِ ایمان مرشدِ کامل کی توجہ سے حاصل ہوتا ہے۔

☆13 جون 1990ء بدھ

درود شریف کا ریکارڈ قائم کرنا آسان ہے لیکن اسے برقرار رکھنا مشکل ہے۔ تنہائی کو غنیمت جانو اور پوری ہمت و توجہ درود شریف پر صرف کر دو۔

☆14 جون 1990ء جمعرات

☆ بہت چھوٹے بچوں کو دارالفیضان نہیں لانا چاہیے۔ یہاں آنے کا مقصد ذکر کرنا ہے۔

اَللّٰہ کے ذکر اور مراقبات کے لیے یکسوئی اور پوری توجہ ہونی چاہیے۔ گود میں بچہ ہو اور بچے تنگ کر رہے ہیں تو ذکر کا مقصد پورا نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ لذت مل سکتی ہے۔

☆ ہر روز رات دس بجے سے دس بج کر بیس منٹ کے لمحات ایسے ہیں کہ ان میں درود شریف پڑھنے کی بے حد فضیلت ہے۔

☆22 جون 1990ء جمعۃ المبارک

☆ میرا وعدہ دنیا کی کامیابیوں کا نہیں، آخرت کے مقامات کا ہے۔ دنیا میں جو ناکامیاں ہوتی ہیں یا میرے متعلقین کو کوئی جسمانی و مالی تکالیف پہنچتی ہیں تو اُس کی وجہ بسا اوقات یہ ہوتی ہے کہ مَیں نے جو مقامات اپنے مریدین کو دیے ہوتے ہیں، وہ اُس کے اہل نہیں ہوتے۔ ان تکالیف کی وجہ سے اُن کے درجات بلند ہو جاتے ہیں۔ جو دُعائیں قبول نہیں ہوتیں، اس سے بھی درجات بلند ہوتے ہیں۔ آخرت میں انسان چاہے گا کہ کاش! میری کوئی دُعا قبول نہ ہوئی ہوتی اور میرے درجات بلند ہو جاتے۔

☆ میرے ساتھی جب ذکر کرتے ہیں یا ذکر کراتے ہیں تو اہلِ برزخ کی ارواح ذکر کی مجلس میں شامل ہوتی ہیں اور اُنہیں فیض ملتا ہے۔

☆ جس کو کتاب پڑھ کر بھی میرے پاس آنے کی توفیق نہیں، اُس میں استعداد ہی نہیں، اُس کے نصیب میں اتنا ہی ہے۔

☆ جس نے سات لطائف کر لیے ہیں، وہ صوفی کسی سے زیادتی کر ہی نہیں سکتا۔

☆ جس نے میری بیعت کی ہے، اُسے کسی نہ کسی درجے میں مجھ سے اُنس و محبت ہے۔

☆11 جولائی 1990ء بدھ

☆ مَیں نے جو عطا کرنا تھا وہ کر دیا ہے، اب اس کو سنبھالنا آپ لوگوں کی ہمّت و

استقامت پر رہے۔ ذکر میں باقاعدگی سے اور مرشد سے اندھی عقیدت سے یہ نعمت قائم رہے گی۔ ساری دنیا بھی مرشد کی مخالف ہو جائے، کوئی کہے کہ مسمریزم ہے یا ہپناٹزم ہے لیکن آپ لوگوں کی عقیدت میں فرق نہ آئے تو بات بنتی ہے۔ لوگ ساری عمر محنت کرتے ہیں تب بھی یہ ذکر، یہ کیف وسرور اور یہ زیارات نصیب نہیں ہوتیں۔ یہ سب فضلِ ربی اور مرشد کا فیض ہے۔

☆13 جولائی 1990ء جمعۃ المبارک

☆ طریقت کے جتنے بھی سلسلے ہیں، سب نے تزکیۂ نفس کے لیے حسد، لالچ اور تکبر سے بچنے کی تلقین کی ہے۔ مرشد کسی مرید کی سرزنش کرتا ہے تو اس میں بھی تربیت کا پہلو ہوتا ہے۔ ایک ساتھی کی حالت کو دیکھنے سے بسا اوقات دوسرے ساتھی کو حسد و لالچ محسوس ہونے لگتا ہے، جن کو نظر آ گیا وہ غرور میں آ گئے۔ اس لیے چاہیے کہ ہر ساتھی اپنی کیفیت کو دوسرے پر ظاہر نہ کرے تاکہ نقصان نہ پہنچے۔

☆ حضور ﷺ کی بارگاہ میں نعت کی نسبت درود پڑھنا آنحضور ﷺ کو زیادہ پسند ہے۔ یہ خیال ہمیشہ رہے کہ حضور ﷺ جو شفقت فرما رہے ہیں، وہ شیخ کے وسیلہ سے ہے۔ اگر یہ گمان لگے کہ میں اب کچھ ہو گیا ہوں اور مجھے اپنے مرشد کی ضرورت نہیں رہی تو اس مرید کو سخت نقصان پہنچے گا۔ کئی بار مرید کو پتہ ہی نہیں چلتا بلکہ وہ محسوس کرتا رہتا ہے کہ بظاہر نبیِ کریم ﷺ شفقت فرما رہے ہیں لیکن اُس کے باوجود اگر اُس نے یہ جانا کہ نسبتِ شیخ کے بغیر میں کچھ بن گیا ہوں اور بغیر شیخ کے حضور ﷺ کے ہاں میرا کوئی مقام ہے، تو وہ سخت نقصان اور خسارہ اُٹھائے گا۔

☆ حضور ﷺ کے لیے ''آنجناب'' کہنا اور لکھنا بے ادبی ہے۔ اس کی بجائے ''آنحضور'' کہنا اور لکھنا چاہیے۔

☆ شیخ سے اندھی عقیدت رکھیں، کبھی نہ سوچیں کہ لطائف و مراقبات اور سلوک کی منزلیں طے کر رہے ہیں اور پھر بھی خالی ہیں۔ جو نہ نماز پڑھتے ہیں، نہ ذوق و شوق رکھتے ہیں، اُن کو زیارت و مشاہدات ہونا بطورِ کرامت ہے تاکہ آپ کے ایمان میں اضافہ ہو۔

☆ اللہ کی ہستی اتنی عظیم ہے کہ چاہے نبی ہو یا ولی۔اللہ کی معرفت کے کچھ حصے کا ہی عرفان و ادراک کر پایا ہے۔سب معاملات کا احاطہ نہیں کر سکا۔

☆ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ ''اُن کے دور میں دین کے دس حصوں میں سے اگر ایک بھی چھوڑ دیا تو تباہ ہو جاؤ گے۔اور ایک وقت ایسا آئے گا کہ دین کے ایک حصے پر بھی عمل کرو گے تو کامیاب ہو جاؤ گے۔''

☆ دارالفیضان میں،مَیں یہ قالین وغیرہ دیکھتا ہوں تو مجھے وحشت ہوتی ہے،ان کے بغیر چٹائیوں پر بھی گزارہ ہوسکتا ہے۔لوگ اولاد پہ وقت اور دولت لگاتے ہیں کہ سکون ملے گا،دنیا کی آسائشوں کے پیچھے بھاگتے ہیں کہ سکون ملے گا۔سکون ان باتوں میں نہیں،سکون تو اللّٰہ کے ذکر میں ہے۔

☆ انسان سچے دِل سے توبہ کرتا ہے تو نہ صرف اُس کے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے، بلکہ نیکیوں میں تبدیل ہو جائیں گے۔آج کل سائنسی دور نے تو ان باتوں کو سمجھنا بہت آسان کر دیا ہے۔اگر کیسٹ پر لتا کا گانا ہو اور پھر اُسی پر قاری خوشی محمد کی قرأت ریکارڈ کر لیں تو جیسے گانا ختم ہو کر قرأت باقی رہ جاتی ہے،یہی حال سچی توبہ کے بعد ہوتا ہے کہ سَیات،حسنات سے بدل جاتی ہیں۔یعنی گناہ نیکیوں میں بدل جاتے ہیں۔

☆ والد،والدہ کی تیمارداری کرنا بھی مجاہدہ ہے۔مجاہدے کی صورت یہ بھی ہے کہ مَیں کہہ دوں کہ دارالفیضان میں جھاڑو دیں،کھانا پکائیں وغیرہ۔خدمت کرنے میں جو تکلیف پہنچتی ہے،اُس کا اجر بے حدوحساب ہے اور وہ باعثِ رحمت ہوتی ہے۔اسی طرح بیماری وغیرہ سے جو تکلیف آتی ہے، وہ بھی انسان کے لیے باعثِ رحمت بن جاتی ہے کہ انسان کا دِل اللہ کی طرف مائل ہوتا ہے،استغفار کرتا ہے اور اللہ کو یاد کرتا ہے۔

☆24 جولائی 1990ء منگل

☆ (ایک خاتون کو نبیءِ کریم ﷺ ،حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی بھی

زیارت ہوئی۔ آپ نے تلقین فرمائی کہ) ذکر میں کبھی کبھار ناغہ ہو جائے تو معافی ہے لیکن اگر مسلسل ایک ہفتہ ناغہ ہوتو سکول، کالج سے نام کٹ جاتا ہے، ایسے ہی دربارِ نبوی ﷺ سے بھی نام کٹ جاتا ہے۔ جو لوگ حج کے لیے جاتے ہیں، اُن سب کا حج قبول نہیں ہوتا، لیکن یہ جو ذکر و مراقبات میں خانہ کعبہ کی حاضری وطواف ہے، اس کا عمرے جتنا ثواب ملتا ہے۔

☆ گھر میں ہوں تو ماں باپ کی خدمت کیا کریں۔ کام کاج میں، جہاں ہوں، مدد کیا کریں۔ ہمارا تو سلسلہ ہی خدمت کا سلسلہ ہے۔

☆ آج کل کے دور میں اگر اپنا جائز حق حاصل کرنے کے لیے کسی کو رقم دے کر کام کروانا پڑ جائے تو وہ رشوت نہیں ہے۔ رشوت تب ہوگی اگر حق نہ بنتا ہو اور رقم دے دلا کر وہ Job (نوکری) یا چیز حاصل کر لی جائے اور دوسرے کی حق تلفی کی جائے۔

☆30 جولائی 1990ء سوموار

☆ بعض ساتھیوں کے کشف کی یہ حالت ہوتی ہے کہ اگر وہ کوئی واقعہ پڑھ لیں تو اسی طرح کے سین اُن کی آنکھوں کے سامنے آ جاتے ہیں۔ اس کیفیت کو ''عین العیان'' کہتے ہیں۔

☆ بعض اوقات یہ مغالطہ لگ جاتا ہے کہ مثال کے طور پر حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ صاحب یا سلطان باہو صاحب رحمۃ اللہ علیہ یا خواجہ بہاء الدین زکریا ملتانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ یا داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے پائے کے لوگوں کی، اگر کسی آدمی کو خواب میں زیارت ہو جائے تو اس میں بعض اوقات یہ غرور آ جاتا ہے کہ یار! میں کوئی شے بن گیا ہوں کہ اتنی اُونچی ہستیوں سے میرا رابطہ ہو گیا ہے۔ بعض دفعہ یہی حجاب بن جاتا ہے اور آگے ترقی میں رکاوٹ بن جاتا ہے۔

☆ سدرۃ المنتہٰی بیری کا ایک درخت ہے، جس کے ہر پتہ پر ایک فرشتہ بیٹھا ہوتا ہے۔

☆ میرا جو سلسلہ ہے اس میں یہ ہے کہ دنیا میں رہ کر، دنیا کے سارے جنجال پالنے ہیں۔ اگر ماں باپ ہیں تو ان کی خدمت کرنی ہے۔ بہن بھائی ہیں تو ان کی خدمت کرنی ہے، بیوی بچے ہیں تو

ان کی خدمت کرنی ہے۔ مَیں یہ نہیں کہوں گا کہ بھئی ! تم سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر یہاں آ کر بیٹھ جاؤ۔ میرا مطالبہ صرف یہ ہے کہ اگر آپ کی جیب اجازت دیتی ہے تو مہینے میں کم از کم ایک چکر (دارالفیضان) لگا لو۔ اگر آپ کے پاس پیسے نہیں ہیں تو پیسے میں دے دوں گا۔ مثال کے طور پر آپ نے کل یہاں آنا ہے اور آپ کے پاس پیسے نہیں ہیں تو کسی سے ادھار لے کر آ جائیں اور یہاں مجھ سے آ کر لے لیں، یہ مَیں کر سکتا ہوں۔ باقی دنیا تو مَیں نہیں چھڑا تا کہ چھوڑ چھاڑ کر یہاں پر بیٹھ جائیں۔ اس کے بعد یہ آتے رہیں گے تو سبق لیتے رہیں گے۔

☆17 اگست 1990ء جمعۃ المبارک

☆ میری مجبوری ہے کہ نئے اسباق والوں اور پرانے ساتھیوں کو اکٹھا ذکر کرانا پڑتا ہے۔ سب ساتھیوں پر میری نگاہ ہوتی ہے، جن ساتھیوں کا جہاں تک ذکر ہے، اُنہیں چاہیے کہ وہ اُسی مقام پر رُک جائیں۔ جب تک مَیں خود نہ آگے لے جاؤں، آگے نہ جائیں۔ اُنہیں خود آگے جانے سے فائدہ نہیں ہوگا، عارضی بات ہوگی۔ مَیں لے جاؤں گا تو مقام مستقل ہوگا۔

☆11 ستمبر 1990ء منگل

☆ میرے پاس آنا ہے تو باطنی فیض کے لیے آئیں۔ نہ تو میرا دعویٰ ہے اور نہ ہی کسی اور بزرگ نے کبھی یہ دعویٰ کیا ہے کہ میرے پاس آنے سے دنیاوی جھمیلے ختم ہو جائیں گے۔ دنیاوی کام کے لیے نہ آئیں، باطنی فیض کے لیے آئیں۔ کتاب لکھ کر مَیں نے ''آوازہ'' لگا دیا ہے، جو لکھا ہے نبیءِ کریم ﷺ کے حکم کے مطابق لکھا ہے۔ کتاب پڑھ کر جس کی یقین کی کیفیت بن گئی ہے، وہ ضرور آئے۔ جو شک و شبہے رکھتے ہیں، وہ نہ آئیں۔ کچھ لوگ چاہتے ہیں کہ پہلے دن ہی سب کچھ کرا دوں۔ جو میرے پاس آتا ہے، مَیں اُس کی طلب دیکھتا ہوں، پھر بیعت کرتا ہوں۔ ابتدا میں پرائمری

کلاس میں داخلہ ملتا ہے۔ پھر کتنے سال لگتے ہیں تو Ph.D. ہوتی ہے۔ لاکھوں میں سے چند افراد ہوتے ہیں، جو تصوّف وسلوک کا Ph.D. کرتے ہیں۔

☆ میرے پاس بے شمار لوگ آتے ہیں، لیکن اُن میں سے 250 کے قریب مرد ایسے ہیں جو اس راہ کے طالب ہیں اور عورتوں میں سے 15 ہیں جو طلب رکھتی ہیں۔ ذکر کے لیے یکسوئی چاہیے۔ پہلے بزرگ تنہائی میں، غاروں اور تہہ خانوں میں یہ ذکر کرنا بتاتے تھے، تب مقصد حاصل ہوتا تھا۔ یہاں لوگ آتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ایک نشست میں سب کچھ حاصل ہو جائے۔ یہ چیزیں مسلسل محنت ولگن سے حاصل ہوتی ہیں۔ جس چیز پر نفس خوش ہو اُسے چھوڑ دو۔ میرے دل میں نفل پڑھنے سے خوشی آئے، تو مَیں نفس کی اصلاح کے لیے نفل چھوڑ کر کچھ اور طرح کی عبادت کرنے لگتا ہوں تاکہ نفس مرے۔ مرید کے نفس کی اصلاح کے لیے اُسے ایسی باتیں کہنا پڑتی ہیں جو مرید کو شاق گزرتی ہیں، لیکن اُس کے نفس کی اصلاح مقصود ہوتی ہے۔

بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو جب مقام ملا تو اپنے گاؤں گئے۔ اُن کے نفس نے چاہا کہ گاؤں والے اب میرے استقبال کو آئیں۔ لوگ اُنہیں ملنے کے لیے کثیر تعداد میں آئے۔ رمضان کا مہینہ تھا، اُنھوں نے نفس کی سرکوبی کے لیے اپنے تھیلے سے سوکھی روٹی کے ٹکڑے نکال کر سب کے سامنے کھانے شروع کر دیے۔ سب نے بہت ملامت کی، باتیں بنائیں کہ یہ وہ ہے جسے مقام کا دعویٰ ہے۔ اس طرح اُنھوں نے نفس کی سرکوبی کی۔ نفس جس بات سے خوش ہو، اُس کو چھوڑ دو تو نفس مرتا ہے۔ لوگوں کو بظاہر اُن کی یہ بات شریعت کے خلاف لگی لیکن وہ حالتِ سفر میں تھے اور سفر میں اُن پر روزہ فرض نہ تھا، قضا کی اجازت تھی۔

☆ میرے پاس دنیاوی باتوں کا وقت نہیں ہوتا۔ ایسے تکوینی معاملات ہوتے ہیں کہ اولیاء اللہ کی Meetings ہوتی ہیں، کبھی نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے معاملہ پیش ہوتا ہے۔ ایسے میں بار بار کوئی آئے اور Bell کرے تو میرا کام ادھورا رہ جاتا ہے، پریشانی ہوتی ہے۔ اس لیے مَیں اکثر لوگوں

کو باہر برآمدے میں ہی بٹھا کر فارغ کر دیتا ہوں۔ بہت کم لوگوں کو اندر آنے دیتا ہوں۔ جیسے ایوانِ صدر میں کوئی خصوصی میٹنگ ہو رہی ہو اور کوئی بار بار تنگ کرے تو کتنی پریشان کن صورتحال ہوتی ہے۔

☆ مَیں نے لوگوں کو اتنا زیادہ نوازا ہے کہ وہ اسے معمولی بات سمجھتے ہیں۔ اُنہیں اندازہ ہی نہیں کہ کتنی بڑی نعمت اُنہیں مل گئی ہے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ظاہری و باطنی علم حاصل کرنے کے بعد 25 سال عراق کے جنگلوں میں پھرتے رہے۔ ہر مرید کی اپنی استعداد ہے، طلب ہے اور محنت ہے۔ جو میرا مرید ہے، ان شاء اللہ نزع کے وقت اُسے کلمہ نصیب ہوگا اور ایمان کے ساتھ جائے گا۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ انسان کو آخرت میں نجات حاصل ہو جائے۔ باقی رہے درجات، تو وہ محنت، طلب اور استعداد کے مطابق ہیں۔ میرے ایک مرید نے پوچھا کہ آپ سے قریب ہونے کے لیے کیا معیار ہے مثلاً: نماز، روزہ، تہجد اور اوراد وغیرہ؟ تو مَیں نے اُسے بتایا کہ نمازیں تو تم میرے پاس آنے سے پہلے بھی پڑھتے تھے۔ جو نہیں آتے وہ بھی پڑھتے ہیں۔ جو میری خدمت بے لوث کرے گا، وہ میرے قریب ہے۔ کئی ایسے بھی ہیں جو ایک بار بیعت کر کے دوبارہ صورت بھی نہیں دکھاتے۔ کئی ایسے ہیں جو خدمت میں لگے رہتے ہیں۔ ظاہر ہے جو مجھ سے محبت کرے گا اور خدمت کرے گا، وہ مجھ سے قریب ہوگا۔ اُن کی سعی و کوشش، ذکر، درود شریف، نماز و تلاوت میں مداومت اور میری خدمت کے مطابق اُن کے اُس دنیا میں بھی درجات ہوں گے۔

سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ انسان کو آخرت میں نجات حاصل ہو جائے۔ اس کے بعد مراتب کی بات آتی ہے۔ مریدوں کی خواہش ہوتی ہے کہ میرے مقرب ہوں۔ قرب کا دارومدار آزمائش اور طلب پر ہے۔ جنہوں نے دُور جانا ہوتا ہے، وہ صبح سویرے اُٹھ جاتے ہیں۔ جن کی سچی طلب ہوتی ہے، وہ ہر جمعے کو پنڈی سے آتے ہیں اور 9:00 بجے ذکر میں شامل ہو جاتے ہیں۔ جمعہ واپس پنڈی جا کر پڑھتے ہیں، کھانا واپس گھر جا کر کھاتے ہیں۔ وہ بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہمارے لیے 9:00 بجے پہنچنا مشکل ہے۔ اصل میں بات تو طلب کی ہے۔ مَیں اپنے گھر گیا ہوا تھا۔ (پنوال شریف، چکوال)۔ مجھے معلوم تھا کہ جمعے کو لوگ ذکر کے لیے دارالفیضان (جہلم) آئیں گے۔ مَیں صبح

سویرے اُٹھا، ایک گھنٹہ پیدل چلا اور چکوال سے دارالفیضان (جہلم) پہنچ گیا۔

☆ کیفیات گھٹتی بڑھتی رہتی اور بدلتی رہتی ہیں، اِس سے پریشان نہیں ہونا چاہیے **(21)**۔ اصل بات تو ذکر، نماز اور درود شریف میں باقاعدگی کی ہے۔ مسلسل کوشش و محنت سے باقاعدگی آتی ہے۔ نفس کو مارنا پڑتا ہے۔

☆ کچھ حاصل کرنا ہو تو اُس کے لیے محنت و کوشش کرنا پڑتی ہے۔ مجھے .T.V اور ریڈیو والے مشاعروں میں مدعو کرتے تھے، بار بار بلاتے تھے۔ شہرت بھی تھی، رقم بھی ملتی تھی۔ مَیں نے جانا چھوڑ دیا کہ اب میرے پاس وقت نہیں۔ میرے فرائض کچھ اور ہیں، بورڈ میں میٹرک کے امتحان کا پیپر بنانے والا ہوں۔ دوسرے کا نام دے دیا کہ میرے پاس وقت نہیں، نفس کی خواہش کو ترک کیا۔ ایثار کرنے اور نفس کو مارنے سے کچھ حاصل ہوتا ہے۔ لوگ ساری ساری عمر عبادت، نوافل، تہجد میں گزار دیتے ہیں، لیکن دِل اللہ نہیں کہتا۔ یہاں جو آتا ہے، اُس کا دِل ذاکر ہو جاتا ہے۔ میرے سب مریدوں کی کوئی نہ کوئی ڈیوٹی لگی ہوئی ہے اور نزع کے وقت ان شاءاللہ ایمان کے ساتھ جائیں گے۔

☆ بعض ساتھیوں کو میری موجودگی میں گلاب کے پھول کی خوشبو محسوس ہوتی ہے، اس کی وجہ گلاب کے پھول سے میری خاص نسبت ہے۔

☆13 ستمبر 1990ء جمعرات

☆ درود شریف ایسے ذوق وشوق اور محبت سے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں پیش کیا کریں جیسے پھول پیش کرتے ہیں۔ جو کوئی میرے لیے ایک روپیہ بھی خرچ کرتا ہے، میرا دِل چاہتا ہے کہ روحانی طور پر اُسے کروڑوں دے دوں۔

☆23 ستمبر 1990ء اتوار

☆ مسلمانوں پر بڑا سخت وقت ہے۔ امریکہ کا سعودی عرب میں فوجیں لانا کوئی معمولی

بات نہیں۔

☆ ﴿اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝﴾

(سورۃ الاعراف، آیت نمبر 56)

"بیشک اللہ کی رحمت محسنین کے قریب ہے۔"

محسنین سے مراد وہ لوگ ہیں جو منزلِ احسان پر ہیں۔آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ "احسان" یہ ہے کہ "اللہ کی عبادت ایسے کر گویا اُسے دیکھ رہا ہے۔" ایسے منزلِ احسان پر فائز اللہ کے مقرب بندوں سے اللہ کی رحمت قریب ہے۔

☆ میرے بھی امتحان ہوتے رہتے ہیں، آزمائشیں ہوتی رہتی ہیں، بڑے کٹھن مرحلے ہیں۔

☆29 ستمبر 1990ء ہفتہ

☆ مدنی صاحب نے خواب دیکھا کہ رسالت مآب ﷺ تشریف فرما ہیں کہ ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں نعت پڑھتا ہے، آپ ﷺ کوئی Response (جواب، ردِعمل) نہیں دیتے۔ پھر وہ شخص السلام علیکم کہتا ہے تو آپ ﷺ خاموش رہتے ہیں۔ مدنی صاحب درود شریف پڑھتے ہیں تو آنحضور ﷺ مسکرا کر مصافحہ فرماتے ہیں۔ اس لیے کہ آنحضور ﷺ کو نعت کی نسبت درود شریف زیادہ پسند ہے۔ اس لیے ہم سب کو درود شریف کثرت سے پڑھنا چاہیے۔

☆8 اکتوبر 1990ء سوموار

☆ ذکر میں باقاعدگی نہ رہے تو لطائف کمزور ہو جاتے ہیں اور روح پرواز نہیں کر سکتی۔ روحانی تحائف کو عام دنیاوی تحائف نہ سمجھا جائے۔ قبر میں جاؤ گے تو ان کی قدر و قیمت معلوم ہوگی۔ یہ تحائف Decoration (سجاوٹ، زیبائش) کے لیے نہیں ہوتے بلکہ روحانی قوت میں اضافہ کرتے ہیں۔ یہ تحائف قبر میں یعنی عالمِ برزخ میں ملیں گے۔

☆ مراقبہءِ رویت اور مقامِ تقرب ایک ہی بات ہے۔ 9 عرش عبور کرکے یہ مقام عالمِ امر کے پہلے دائرے میں ہے۔ مسجدِ اللہ وہ مقام ہے جہاں صرف انبیاءِ کرام علیہم السلام جاتے ہیں۔ جبکہ صحابہ کرامؓ میں سے بھی محدود تعداد میں جاسکتے ہیں۔

☆22 اکتوبر 1990ء سوموار

☆ بیعت کے معنی ہیں خود کو فروخت کردینا، سونپ دینا۔ مَیں پہلے براہِ راست فنافی الرسول اور فنافی اللہ کراتا تھا۔ میرے چند ایک صاحبِ کشف ساتھیوں نے سوچا کہ مرشد کی ضرورت ہی نہیں، ہم خود ہی دربارِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پہنچ جاتے ہیں اور یوں اپنا نقصان کر بیٹھے۔ پہلے بزرگ اپنے نام کی تسبیح کراتے تھے تاکہ نسبتِ شیخ محکم ہو۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ''**یا شیخ عبدالقادر شیأً للہ**'' کی تسبیح کرتے ہیں۔ یہ بڑے نازک معاملے ہیں، فتوے لگ جاتے ہیں۔

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرا معاملہ مخلوق، اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دو پیالوں والا ہے، ایک پیالے کے معاملات وہ ہیں، جو مخلوق پر ظاہر کرتا ہوں۔ دوسرے پیالے کے اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بھید اور اسرار ہیں۔ وہ معاملات ایسے ہیں کہ بتاؤں تو تم میری گردن کاٹ دو، تمہاری سمجھ سے بالاتر معاملات ہیں۔''

☆ ابتدائی زمانے میں جب مجھے ڈیوٹی سونپی گئی تو مجھے کام لینے کے لیے Workers (روحانی ذمہ داریاں انجام دینے والے) کی ایک ٹیم بنانا تھی۔ سب کو پکڑ پکڑ کر ذکر کراتا تھا۔

☆ خواب مجھے بتایا کریں۔ خوابوں میں میرے لیے پیغامات ہوتے ہیں، مرید کی باطنی حالت کا انکشاف ہوتا ہے اور مرید کی تربیت اور اُس کو توجہ کے سلسلے میں میرے لیے پیغام ہوتا ہے۔ ہر مرید کی باطنی ڈیوٹی ہے، اُس کی روح کام کرتی رہتی ہے اگرچہ اُسے علم نہیں ہوتا۔ جو کچھ لوگوں کو دیا ہے، اُن کی نمازوں، روزے یا عبادتوں کے باعث نہیں، بلکہ اس لیے عطا کیا ہے کہ مجھے کام کرانے کے لیے ٹیم چاہیے تھی۔

☆2 نومبر 1990ء جمعۃ المبارک

☆ مرشد کے ساتھ اندھی عقیدت ہونا چاہیے، بدگمانی، ناراضگی، اکتاہٹ اوراعتراض نہیں ہونا چاہیے۔ جیسے دنیا کا رزق ہے، ایسے روحانیت بھی رزق کی ایک صورت ہے۔ یہ اعلیٰ قسم کا رزق ہے، جبکہ دنیا کا رزق ہلکی و معمولی قسم کا ہے۔ جسم و جان کو قائم رکھنے کے لیے ظاہری رزق کی ضرورت ہے، روح کی ترقی کے لیے روحانی رزق یعنی ذکراللہ کی ضرورت ہے۔ بیعتِ شریعت میں نماز، روزہ، ارکانِ دین کی تلقین کرنا یعنی احکاماتِ شریعت کی پیروی کرانا ہے، جبکہ بیعتِ طریقت میں مقامات طے کرائے جاتے ہیں۔ تصوُّف سے مراد لطائف ہیں۔ سلوک سے مراد روح کا سفر ہے، دونوں شریعت کے تابع ہیں۔

☆ دوسرے سلسلوں میں کیفیت طاری کرنا پڑتی ہے تو کشف ہوتا ہے جبکہ میرے سلسلے میں خود بخود نظر آتا ہے۔ دِل کی آنکھ اس طرح کھل جاتی ہے کہ ظاہری اور دِل کی نظر ایک ہوجاتی ہے۔ توجہ میری ہوتی ہے اور یہ سب اللہ کا فضل ہے۔ جس میں استعداد ہوتی ہے، اُس کی باطنی نگاہ، بصیرت اور کشف کھلتا ہے۔ یہ اپنی محنت پر منحصر نہیں ہے۔ ظاہری آنکھوں سے بیٹھے بیٹھے سب کچھ نظر آتا ہے۔ تلاوت کرنے، اوراد و وظائف پڑھنے سے نظر تو کچھ نہیں آتا لیکن اس کا فیض قبر میں (برزخ) میں ملے گا۔ اسی طرح ذکر کا اجر بھی قبر میں ملے گا۔

☆ Casual (عارضی) اور Regular (باقاعدہ) اسٹوڈنٹ میں جو فرق ہے، وہی مرید اور غیر مرید کا فرق ہے۔ باقی سلسلوں میں مزار پر جا کر روحانی رابطہ ہوتا ہے۔ میرے سلسلے میں دُور بیٹھے ہوئے بھی رابطہ ہو جاتا ہے۔ مزار پر جانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جو صاحبِ کشف ہوتے ہیں، اُن پر ماضی، حال اور مستقبل سب عیاں ہوتا ہے۔

☆18 نومبر 1990ء اتوار

☆ مَیں اپنے مریدین کی باطنی کیفیت وقتاً فوقتاً چیک کرتا رہتا ہوں۔ دارالفیضان سے جانے کے بعد آپ کی کیفیات میں کمی آ جاتی ہے۔اسی طرح زیادہ دن نہ آنے سے بھی فرق پڑتا ہے۔ اس لیے اپنے معمولات درست رکھیں اور دارالفیضان کی زیادہ سے زیادہ حاضری کو یقینی بنائیں۔

☆24 نومبر 1990ء ہفتہ

☆ ''ربّ'' اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔لیکن حضور پاک ﷺ نے حدیث میں جو اسمائے حُسنیٰ بتائے ہیں، اُن میں ''ربّ'' کا ذکر کہیں نہیں، حالانکہ قرآن شریف میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد سورۃ الفاتحہ میں **الحمدلله رب العلمين** ٥ یعنی اللہ کے بعد قرآنِ پاک میں ربّ ہی آیا ہے اور کئی بار قرآن شریف میں آیا ہے۔تو کیا وجہ ہے کہ اسمائے حُسنیٰ میں اس کو شامل نہیں کیا گیا؟ حالانکہ اِن اسماء میں ایسے صفاتی نام بھی ہیں جو بہت کم بولے جاتے ہیں اور عام لوگوں کو اُن کا علم بھی نہیں۔جبکہ ''ربّ'' کثرت سے استعمال ہوتا ہے...... تو ''ربّ'' کے معنی ہیں ''ہر ایک کی ہر طرح کی ضروریات پوری کرنے والا۔'' اس میں لوگوں کی اچھی بُری سب طرح کی ضروریات شامل ہیں مثلاً: ایک شراب بنانے والے کے ذریعے شرابی کی ضروریات پوری کرنا۔شریعت میں چونکہ ان افعال کی اجازت نہیں، اس لیے اسمائے حُسنیٰ میں اس صفاتی نام کو شامل نہیں کیا گیا۔

☆ وہ علماء جنہیں لوگ بڑا اچھا سمجھتے ہیں۔جنہوں نے بڑی بڑی کتابیں لکھیں، تقریریں کیں اور فروعی معاملات کو ہوا دی اور اس کے نتیجے میں فسادات ہوئے اور دونوں اطراف کے لوگ مارے گئے، اُن کا خون ان علماء کے سر ہے۔فساد اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔

☆ ایک دو ماہ بعد روحانی طور پر ارواح کو آواز دیتا ہوں کہ ظاہری طور پر جو فیض لینا چاہتے ہیں آ جائیں، تو اُن میں جو آواز کو روحانی طور پر قبول کر لیتے ہیں، اُن کو فیض مل جاتا ہے۔جن

کے نصیب میں زیادہ ہوتا ہے یا جو ارواح زیادہ استعداد رکھتی ہیں، وہ کسی نہ کسی طرح میرے پاس پہنچ جاتے ہیں۔ کوئی کتاب حالِ سفر پڑھ کر آ جاتا ہے، کوئی کسی سے سُن کر آ جاتا ہے، کوئی بیماری کی وجہ سے آ جاتا ہے۔ کئی دوسرے لوگوں کو Indirectly (بالواسطہ طور پر) فیض ملتا رہتا ہے۔ لیکن اُنہیں یہ نہیں پتہ کہ کہاں سے فیض مل رہا ہے اور کس قسم کا فیض ہے۔ جبکہ برزخ کی ارواح پہچانتی ہیں کہ فیض کہاں سے آ رہا ہے۔ مَیں سب کو ایک سی توجہ دیتا ہوں، اس میں بخل سے کام نہیں لیتا۔ یہ اللہ کی طرف سے عطا ہے کہ وہ مرید یا ساتھی کتنا لے لیتا ہے، اُس میں کتنی استعداد و ظرف ہے اور یہ سب اللہ کی عطا ہے۔

☆25 دسمبر 1990ء منگل

☆ مراقبات پر لے جانے کے لیے داڑھی کی شرط ہے، روضہء اطہر ﷺ پر داڑھی کے بغیر نہیں لے جاؤں گا۔ جب نماز و ذکر کی پابندی کرنے لگیں گے تو آگے سبق دوں گا۔ عام طور پر عورتیں نماز، درود شریف اور ذکر کی پابندی نہیں کرتیں۔ اب سوچا ہے کہ ایسی عورتوں کو سات لطائف بھی نہ کراؤں بلکہ پہلے لطیفے پر ہی رکھا کروں۔ ان مقامات کا تقاضا ہے کہ مرید ارکانِ دین اور شریعت کا پابند ہو، جب مریدین پابندی نہیں کرتے تو اِن مقامات کا تقدس مجروح ہوتا ہے اور پھر اس وجہ سے مریدین کو جسمانی تکالیف پہنچتی ہیں۔ یہ جسمانی تکالیف اُن دینی اعمال کی کمی کا ازالہ کرتی ہیں جو اس مقام کے لیے ضروری ہیں۔ ظاہر ہے جب سبق یاد نہیں کرو گے تو مار تو پڑے گی۔

☆ کئی ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ اچھے پیر ہیں، ہمارے دنیاوی کام لٹکے رہتے ہیں، نہیں ہو پاتے۔ تو مَیں نے دنیاوی کاموں کے لیے تو آپ کو بیعت نہیں کیا۔ باطنی، روحانی اور دینی بیعت کی ہے۔ اللہ کریم بے شمار نعمتوں سے نوازتے ہیں۔ ذرا سی تکلیف ہوتی ہے تو سر پر بانہہ (بازو) رکھ لیتے ہیں۔ مقامات والوں پر صبر و شکر لازم ہے۔

☆30 دسمبر 1990ء اتوار

☆ نمازوں کی پابندی کرو اور کھانا کھاتے ہوئے، چاہے گھر میں یا باہر، جہاں بھی کھاؤ، کھانے پر ''اللّٰہ'' کی ضربیں ضرور لگایا کرو۔ کھانے کی اشیاء بازار سے آتی ہیں، ''اللّٰہ'' کی ضرب سے نحوست رفع ہو جاتی ہے۔ خواب دیکھو یا کشف میں کچھ دیکھو تو لکھ لیا کرو اور بتایا کرو۔ اُس میں میرے لیے اور تم لوگوں کے لیے بھی پیغام ہوتے ہیں۔ لیکن اُن کی تعبیر نکالنا ہوتی ہے۔

☆ یکم جنوری 1991ء منگل

☆ اگر ایک گھنٹہ میرے سامنے بیٹھ کر ذکر کرتے رہیں، تو اتنا فائدہ نہیں ہوتا جتنا ایک لمحہ انگلی یا ہاتھ رکھ کر کرانے سے مریدین کو فیض پہنچتا ہے۔ لیکن اس طرح صرف ایک دو مرد حضرات کو کرایا ہے۔ خاص کر صاحبِ کشف حضرات کو یوں کراتے ہیں، کیونکہ اُن کو ساتھ نظر بھی آتا جاتا ہے۔ اس طرح اُن کا کشف مزید کھل جاتا ہے۔ یہ اللہ اور رسول ﷺ کے بھید اور امانت ہے۔ جسے سوائے مرشد کے کسی کو نہیں بتانا ہوتا۔ عام لوگوں کو بتا دینے کا مطلب ہے کہ امانت میں خیانت کر دی، اس طرح مرید کو نقصان پہنچتا ہے۔

☆8 جنوری 1991ء منگل

☆ حسد اور لالچ روحانی بیماریاں ہیں۔ تحمل، حوصلہ اور بردباری ہونا چاہیے۔ زیادہ تر فساد حسد اور لالچ کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ دولت و افلاس، صحت و بیماری سب انسان کے لیے آزمائش ہیں۔ دنیا ہے ہی ایک امتحان اور آزمائش بلکہ انسان کی پوری زندگی ایک امتحان ہے، انسان ہر حال میں آزمایا جاتا ہے۔

☆ انسانیت کی معراج یہ ہے کہ چاہے دشمن ہی کیوں نہ ہو اُس کے لیے انسان سراپا خیر بن جائے۔ اگر نماز، روزہ اور ذکر اذکار کے باوجود یہ بات پیدا نہیں ہوتی تو اس کا مطلب ہے عبادت میں

خامی رہ گئی ہے۔

☆17 جنوری 1991ء جمعرات

☆ خلیج کی جنگ میں عراق، کویت اور سعودی عرب تینوں کو اللہ کی طرف سے سبق مل رہا ہے۔خلیج کی جنگ 16 جنوری کی صبح 5:00 بجے شروع ہوگئی تھی۔عراق ہمیشہ پاکستان کی مخالفت کرتا رہا اور اس کے دشمن ممالک مثلاً بھارت کا ساتھ دیا اور روس کا بھی ساتھی رہا۔نظریات بھی کمیونسٹ قسم کے ہیں۔اُس نے کشمیر کے لیے کبھی آواز نہیں اُٹھائی بلکہ انڈیا کا ہمنوا رہا۔سعودی عرب پاکستان سے 5 گُنا بڑا ہے، اللہ نے بے حد وحساب دولت سے نوازا ہے، لیکن اسلام کے لیے اور اُمتِ مسلمہ کی فلاح، ترقی و تعمیر کے کاموں پر کبھی خرچ نہیں کیا۔سعودی عرب کی اپنی فوج نہیں، دفاع کا کوئی انتظام نہیں، عیاشی کرتے رہے ہیں اور مالی فائدہ امریکہ و یورپ کو پہنچاتے رہے ہیں۔ان کا سب سرمایہ ان ملکوں کے بینکوں میں جمع ہے۔کویت کا بھی یہی حال ہے، اسلام دشمن قوتیں عراق کو ختم کرنے کے بعد پاکستان کی قوت کو ختم کرنے کے درپے ہیں۔یہ خلیجی جنگ آہستہ آہستہ صلیبی جنگ میں تبدیل ہو جائے گی۔

☆ ضروری نہیں کہ جو شخص باطنی طور پر بہت بلند مرتبے پر فائز ہو یا جو شخص صاحبِ ارشاد ہو یا قطبِ ارشاد ہو تو اُسے خود بھی پتہ ہو کہ وہ کس مرتبے پر فائز ہے۔بظاہر وہ صرف امام مسجد ہو اور شریعت کا پابند ہو لیکن اُسے کچھ پتہ نہ ہو کہ اُس کی وجہ سے اور اُس کے ذریعے سے تکوینی اُمور سرانجام دیے جا رہے ہیں۔چاہے اُس کا ایک بھی مرید نہ ہو لیکن باطنی اُمور پر سارے دارالعلوم اور تمام دینی ادارے اُس کے ماتحت چل رہے ہوں، اسی طرح ایسے بھی ہوتا ہے کہ جو بظاہر بہت مشہور و معروف ہو۔چاہے کسی درسگاہ یا فرقے کا سربراہ ہو اور اُس کے بے شمار مرید بھی ہوں لیکن اُس کے ذمے کوئی روحانی ڈیوٹی نہ ہو اور نہ ہی باطنی طور پر بلند مراتب پر فائز ہو۔یہ اللہ کا انعام ہے جسے چاہتا ہے، دیتا ہے۔

☆ جب بھی مرشد کے پاس حاضر ہوں تو کوشش کریں کہ ہمیشہ مرشد کے بائیں جانب بیٹھیں، اس سے زیادہ فیض ملتا ہے۔

☆25 جنوری 1991ء جمعۃ المبارک

☆ جو دنیا میں جتنا میرے قریب ہوگا، آخرت میں بھی اتنا ہی میرے قریب ہوگا۔ درود شریف پڑھنے کا افضل ترین وقت رات دس بجے سے دس بج کر بیس منٹ تک ہے۔

☆ چڑیوں کو صبح و دوپہر باقاعدگی سے روٹی کے ٹکڑے اور پانی ڈالتے رہنا چاہیے کہ یہ بھی صدقہ ہے۔ اکثر چھوٹی سی نیکی سے انسان کی بخشش ہوجاتی ہے، جبکہ بڑے بڑے عمل دَھرے رہ جاتے ہیں۔

☆ تلاوتِ قرآن پاک کم از کم ایک رکوع ترجمہ کے ساتھ روز کا معمول بنالیں۔

☆ ہفتہ میں تمام ساتھی جہاں بھی ہوں، کم از کم ایک بار اکٹھے ذکر ضرور کریں۔ ذکر سے نُور پھیلے گا اور گردونواح میں لوگوں کے قلوب پر اثر ہوگا۔

☆ یکم فروری 1991ء جمعۃ المبارک

☆ جیسے دنیاوی طور پر سب طالبِ علم ایک سے نہیں ہوتے، روحانیت میں بھی اِسی طرح ہے۔ اِس کے علاوہ جن طالبِ علموں کو امتیازی پوزیشن لینا ہوتی ہے، وہ دوسرے اشغال مثلاً گیمز، T.V. کو کم کردیتے ہیں۔ یہی حال روحانیت میں بھی ہے۔ کئی مرید ایسے ہیں جو بیعت کرنے کے بعد شکل بھی نہیں دکھاتے۔ مَردوں میں سے تقریباً 150 ہیں جو باقاعدگی سے آتے ہیں۔ ان میں سے چند ہیں، جو زیادہ کی طلب رکھتے ہیں۔ جو ساتھی پنڈی یا دُور سے ہر جمعہ (اتوار) آتے ہیں اور فیملی والے ہیں، اُن کے لیے ہر جمعہ (اتوار) کی پابندی نہیں ہے، کیونکہ مہنگائی کا دور ہے، حالات اجازت نہیں دیتے۔ اُن کے لیے مہینہ میں ایک بار آنا کافی ہے۔ وہیں اکٹھے ہوکر ذکر کرلیا کریں۔ فیض وہاں بھی ملتا رہے گا۔ جو اکیلے ہیں اور Afford (مصارف برداشت کرسکنا) کر سکتے ہیں، وہ آجایا کریں۔

☆5فروری 1991ءمنگل

☆ روزے کی حالت میں ایک خاص لذت ملتی ہے۔

☆ نیکی وہ ہے جو بغیر کسی سے پوچھے کی جائے۔

☆ اللہ تعالیٰ مالک ہیں، اُن کی مرضی ہے جو چاہے کریں۔

☆ کسی کو ڈانٹتا ہوں تو اُس کا نفس مجروح ہوتا ہے، دراصل اُس ساتھی میں ذکر یا نمازوں یا دیگر اعمال میں کسی لحاظ سے جو کوتاہی ہوئی ہوتی ہے، وہ نفس کے مجروح ہونے سے رفع ہو جاتی ہے اور اُس ساتھی کے مراتب بلند ہو جاتے ہیں۔

☆11فروری 1991ءسوموار

☆ ذکر کے دوران سب نیک و بد کے قلب یکساں طور پر منوّر ہو جاتے ہیں لیکن جو نیکوکار ہیں، اُن کی حالت ذکر کے بعد بھی اچھی رہتی ہے۔ لیکن جو بد اعمال ہوتے ہیں، اُن کی قلبی حالت پر پھر سے پردے پڑ جاتے ہیں۔

☆ کسی بھی پریشانی کی صورت میں درود شریف کثرت سے پڑھا کریں۔ اللہ سے نہ تو نڈر اور بے خوف ہوں اور نہ ہی نا اُمید۔ انسان کو اُمید اور خوف کے درمیان رہنا چاہیے۔ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ''جنت میں اگر اللہ ساری مخلوق میں سے صرف ایک شخص کو جنت میں بھیجے گا تو میں اُمید کروں گا کہ وہ میں ہوں گا اور اگر اللہ ساری مخلوق میں سے صرف ایک شخص کو دوزخ میں بھیجے گا تو میں اس امر کا خوف رکھتا ہوں کہ کہیں وہ میں نہ ہوں۔''

☆8مارچ 1991ءجمعۃ المبارک

☆ جہاں درود شریف پڑھا جاتا ہے، وہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، اہلِ بیعت کرام ؓ واصحابِ کرام ؓ کے

ہمراہ تشریف لے جاتے رہتے ہیں۔

☆ توجہ اور فیض میں فرق ہے۔فیض عربی زبان کا لفظ ہے، جس کا مطلب ہے سیلاب۔ جیسے سیلاب کا پانی دور دور تک پھیلتا ہے۔اس طرح سب کو روحانی طور پر فائدہ یا فیض پہنچتا ہے۔ اور توجہ ایک طرح سے Essence (جوہر) ہے، نچوڑ ہے، جس سے لوگوں کو خصوصی روحانی فائدہ پہنچتا ہے۔

☆15 مارچ 1991ء جمعۃ المبارک

☆ انجمن میں خلوت اور خلوت میں انجمن بنالو تو بات بنتی ہے۔قرآنِ پاک میں دُعائیں ہیں۔نماز بھی دُعا ہی ہے۔ نبیءِ پاک ﷺ نے دُعائیں کی ہیں۔دُعا کرو، لیکن جس حال میں اللہ نے رکھا ہے، اُس پر صبر و شکر بھی کرو۔اللہ کی شانِ ربوبیت ہے، وہ اپنی مخلوق کی ہر طرح کی ضروریات پوری کرتا ہے۔

☆ جس نے کلمہ پڑھ لیا، اُس کی حضور ﷺ سے نسبت تو قائم ہوگئی۔آگے حضور ﷺ سے نسبت کی اس ڈور کی مضبوطی کا انحصار اپنے اپنے اعمال پر ہے۔اعمال اچھے ہیں اور آنحضور ﷺ کی اتباع میں ہیں تو یہ ڈور مضبوط و محکم ہے، وگرنہ کمزور ہے۔

☆ جو زیادہ درود شریف پڑھتے ہیں، اُن کا تعلق و نسبت حضور ﷺ سے زیادہ مضبوط ہوگا اور اُن کو حضور ﷺ سے زیادہ قرب حاصل ہوگا۔جب ہم درود شریف

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ
وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

پڑھتے ہیں تو اللہ کے حکم سے فرشتے پھولوں کی صورت میں نبیءِ کریم ﷺ کو درود شریف پیش کرتے جاتے ہیں۔لیکن جب یہی درود شریف ہم اجتماعی طور پر آپ ﷺ کو ایصالِ ثواب کرتے ہیں تو اس کا ثواب و فیض اہلِ برزخ اور اہلِ دنیا دونوں کو پہنچتا ہے۔

☆ ہر طرح کے خیالات وتعلقات سے کٹ کر ذکر ومراقبات کیا کریں۔نماز میں چاہے مقامِ رویت (مقام احسان)،مسجدِ اللہ یا خانہ کعبہ شریف کا خیال کریں،سب ٹھیک ہے۔

☆ اپنی اپنی ترجیحات ہیں،کوئی روسٹ کے بجائے دال کو ترجیح دے تو اُس کی پسند۔مَیں کہتا ہوں کہ ہر وقت درود شریف پڑھو،حضور ﷺ کی بارگاہ بہت عظیم بارگاہ ہے۔وہاں تو جنید رحمۃ اللہ علیہ اور بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ جیسے اولیاءاللہ بھی دَم نہیں مارتے۔صحابہءِکرامؓ ادب کے باعث چہرہءِاقدس کو نہیں دیکھتے تھے۔مَیں نے دربارِاقدس ﷺ میں پہنچایا ہے تو ادب کا تقاضا ہے،حاضری کے وقت کوئی دُعا نہ کریں بلکہ ادب وتعظیم،محبت واحترام اور عقیدت سے درود شریف پڑھیں۔صحابہءکرامؓ تو آنحضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں یوں ساکت بیٹھتے تھے کہ پرندے لکڑی کا ستون سمجھ کر اُن کے سر پر بیٹھ جاتے تھے۔

☆ ذکر ومراقبات میں خانہ کعبہ شریف اور دربارِاقدس ﷺ کی حاضری کے بعد دُعائیں مانگیں۔صبح کے ذکر کا صحیح وقت دراصل نمازِ فجر سے قبل ہے۔شام کو مغرب کے بعد یا عشاء سے پہلے یا عشاء کے بعد کرلیا کریں۔

☆ ہر روز رات کو ایک لمحہ آتا ہے اور وہ مقبولیت کی گھڑی ہوتی ہے۔اُس کی پہچان یہ ہوتی ہے کہ اُس وقت ہر چیز سجدے میں گر جاتی ہے اور دوسری نشانی یہ ہے کہ نور کا ایک گولہ پھٹتا ہے جس سے ہر طرف نُور ہی نُور ہو جاتا ہے۔یہ علامات بھی سب صوفیاء کو نظر نہیں آتیں،کسی کسی کو مشاہدہ ہوتا ہے۔لیلۃ القدر کا حساب کرنا بے حد آسان ہے،بچہ بھی کرلے۔ابتدا میں چند سال میں نے کافی لوگوں کو اکٹھا کیا اور مشاہدہ کرایا۔لیکن سب نے دنیا طلب کی تو مَیں نے بتانا چھوڑ دیا۔جب اللہ نے یہ نعمت مخفی رکھی تو مَیں کیوں بتاؤں؟ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے 27 رمضان کی شب کو لیلۃ القدر کا مشاہدہ کیا۔جبکہ آنحضور ﷺ کی احادیث کے مطابق طاق راتوں کے علاوہ جُفت راتوں میں بھی لیلۃ القدر ہوتی ہے۔

☆ ہمیں ذرا سی تکلیف پہنچتی ہے تو واویلا کرنے لگتے ہیں۔مقامِ رضا تو یہ ہے کہ بندہ ہر

حال میں راضی رہے۔

☆ نسبتِ شیخ اور عقیدتِ مرشد میں ثابت قدم رہنا ہی کامیابی ہے۔ دنیا اِدھر کی اُدھر ہو جائے۔ سب ساتھ چھوڑ دیں لیکن مرشد کا ساتھ نہ چھوڑے، یہ آزمائش ہوتی ہے۔ جو کچھ مقامات طے کرائے ہیں، یہ سیر ہے۔ آپ لوگوں کے اپنے اعمال، محنت و کوشش اور لگن سے یہ مقامات قائم رہیں گے۔ مرشد جو کہے ویسے کریں، اگر ذہن میں مرشد کے لیے بدگمانی آ گئی تو وہیں فیض میں کمی آ جاتی ہے۔ مرشد سے اور حضور ﷺ سے جتنا تعلق رکھے گا، اُسی نسبت سے فیض پہنچے گا۔ جتنا تعلق کمزور ہوگا اُتنا ہی فیض کم ملے گا۔ ہمارے اعمال و افعال میں جو کوتاہیاں ہوتی ہیں۔۔۔ تکلیف، بیماری اور مصائب سے وہ رفع ہو جاتی ہیں۔ پاور اسٹیشن سے جیسا تعلق ہوگا ویسا ہی فیض ملے گا۔ حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق دوسرے سالانہ اجتماع میں پہلی مرتبہ مراقبہ جنت و دوزخ کرایا۔ مراقبہ احدیّت کے بعد مراقبہ جنت اور پھر مراقبہ دوزخ کرایا۔ تاکہ مراقبہ جنت میں جنت کی نعمت حاصل کرنے کی رغبت اور دوزخ سے بچنے کی طلب پیدا ہو۔

☆ جب ابتدا میں یہ نعمت ملی تو لوگوں کو بلا بلا کر کہتا تھا کہ میری بیعت کر لیں اور اِس نعمت سے فیضیاب ہو جائیں۔ لوگ پیٹھ پیچھے میرا مذاق اُڑاتے تھے۔ عورتوں میں طلب کی کمی ہے، اب عورتوں کو کم توجہ دیتا ہوں، کم بیعت کرتا ہوں۔ نماز اور اذکار کی پابندی نہیں کرتیں۔ مَردوں سے بھی اب جو طلب لے کر آئے اور تین بار آئے، تب بیعت کرتا ہوں۔ اِن کو قدر نہیں کہ کتنی بڑی نعمت مل رہی ہے۔

☆23 مارچ 1991ء ہفتہ

☆ حضور ﷺ کے خون کی نسبت سے میں سادات کو خصوصی توجہ دیتا ہوں۔ جو صاحبِ کشف ہیں اُن کو مَیں جہاں تک چاہوں دکھا دوں۔ اگر مسجدِ اللہ تک گئے ہوئے ہوں اور مَیں نہ چاہوں اور صرف مقامِ احدیّت تک رکھوں، تو احدیّت پر ہی بیٹھے رہیں گے۔ اور اگر نہ دکھانا چاہوں تو

خانہ کعبہ شریف یا روضہ ءاقدس ﷺ بھی نہیں دیکھ سکیں گے۔ جو کچھ مل رہا ہے، میری توجہ کی وجہ سے مل رہا ہے، اپنے اعمال یا اوراد کی وجہ سے نہیں مل رہا۔ جن سے مجھے روحانی طور پر کام لینا ہوتا ہے، اُن کو خصوصی توجہ دیتا ہوں۔

☆28 مارچ 1991ء جمعرات

☆ مرشد کے عین سامنے یا بائیں طرف بیٹھنا چاہیے۔ اِس طرح مرشد کے سینے کا نور مرید کے سینے میں براہِ راست منتقل ہوتا ہے۔ یہ باتیں ہر ایک کو بتانے کی نہیں ہوتیں۔

☆ ذکر میں باقاعدگی اختیار کریں۔ ناغہ کرنے سے بچیں، جیسا کہ سکول و کالج سے غیر حاضر ہوں تو جرمانہ ہوتا ہے، اِسی طرح ذکر میں غیر حاضری سے جرمانہ، بیماری و پریشانیوں کی صورت میں ہوتا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کا ہر وقت دِل میں خیال موجود رہے، احساس رہے، یاد رہے۔ اسے ''حضوریٔ باری تعالیٰ'' کہتے ہیں۔

☆6 اپریل 1991ء ہفتہ

☆ ''فقیر'' وہ ہے جو خود روحانی دولت سے مالا مال ہو اور بے حساب و بے دریغ لُٹا رہا ہو اور جو ایک دَم کے لیے بھی مجلسِ محمدی ﷺ سے جُدا نہ ہو۔

☆29 اپریل 1991ء سوموار

☆ برزخ کی زندگی کی حالت عارضی ہوگی اور یومِ حشر کے بعد دائمی۔ برزخ کی زندگی بھی اسی دنیا کی طرح کی ہی زندگی ہوگی۔ جیسے اعمال ہوں گے ویسے معاملات ہوں گے۔ اِس دنیا میں جو جتنا میرے قریب ہوگا، آخرت میں بھی اتنا ہی میرے قریب ہوگا۔

☆7 مئی 1991ء منگل

☆ مَیں جو کچھ کرتا ہوں اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ کے حکم کے مطابق کرتا ہوں۔ میرا بھی امتحان ہوتا ہے اور مرید کا بھی۔ مرید کی عقیدت کا یہ عالم ہونا چاہیے کہ مرشد کہے: کنوئیں میں چھلانگ لگادو، تو چھلانگ لگا دے۔ طریقت میں کئی ایسے معاملات ہیں جو بظاہر شریعت سے متصادم نظر آتے ہیں لیکن اُن کی حکمت و مصلحت اللہ اور اُس کا رسول ﷺ اور مرشد ہی جانتا ہے۔

☆ میرے سب اُونچے درجات پر پہنچے ہوئے ساتھیوں کی تکوینی اُمور میں بڑی بڑی ڈیوٹیاں ہیں۔ میرے ساتھ اُنہیں کام کرنا ہوتا ہے۔ کئی اس طرح کی ڈیوٹیاں ہیں کہ اگر اُنہیں کشف ہو تو وہ خوف کھا جائیں۔ مشاہدہ یا کشف نہ ہونے میں بھی ان کے لیے بہتری ہے۔ مرشد مختلف طریق سے ہر ایک کو توجہ دیتا ہے۔ ایک کے احوال، دوسرے سے پوشیدہ رکھنا ہوتے ہیں، وگرنہ مرید کو نقصان پہنچتا ہے۔ جس مسلمان نے کلمہ طیّبہ پڑھ لیا، آنحضور ﷺ کے سینہ وقلبِ مبارک سے اُس کے دِل میں نور کی ایک تار کا تعلق قائم ہو جاتا ہے۔ آگے یہ تار مضبوط یا کمزور، اپنی اپنی نسبت کے مطابق ہوتی جاتی ہے۔ میرے ساتھی مشاہدہ کرتے ہیں کہ میرے سینے کا نور اتنا تیز ہے کہ اُس کی طرف دیکھا نہیں جا سکتا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد کے متعلق کہتے تھے کہ سورج کو دیکھ سکتا ہوں لیکن اپنے مرشد کے قلب کو نہیں دیکھ سکتا، اتنا تیز نور ہے۔

☆ توجہ کے بھی کئی طریقے ہوتے ہیں۔ کسی کو کم توجہ کی ضرورت ہوتی ہے اور کسی کو زیادہ توجہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ انتہائی قریبی ساتھیوں کو سینے پر انگلی رکھ کر یا سینے سے لگاتا ہوں، اسے باطنی نور فوراً منتقل ہوتا ہے۔ ضروری نہیں کہ سب کو کشف و مشاہدہ ہو، یہ اللہ کی عطا ہے۔ دارالفیضان کو خانہ کعبہ اور مسجدِ نبوی ﷺ سے خاص نسبت ہے۔

☆ مشاہدات و کشف میری کرامات ہیں تاکہ لوگوں کا یقین بڑھے۔ لیکن کتنے ہیں جو شوق سے آتے ہیں، میاں صاحب عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی دُعا تھی کہ میری اولاد نوازی جائے۔ اِس لیے

چک عبدالخالق کے لوگ فیض و توجہ پا رہے ہیں۔ نمازیں تو آپ لوگ پہلے بھی پڑھتے تھے۔ پہلے یہ مشاہدات، خواب اور کشف تو آپ کی فیملی میں سے کسی کو نہ تھے۔ کشف ہونا میری کرامت ہے۔ لوگ ساری عمر لگا دیتے ہیں، تو بھی دِل ''اللّٰہ'' نہیں کہتا۔ یہاں پر تو سب کے سینوں پر ''اللّٰہ'' کا اسم موجود ہے، لیکن اِس کے باوجود لوگ ناشکرے اور غافل ہیں۔ بات دراصل طلب اور لگن کی ہے۔ مجھے مریدوں کی تعداد بڑھانے کا شوق نہیں، مَیں اب طلب دیکھوں گا تب کسی کو بیعت کروں گا۔

☆ صوفیاءؒ اور اولیاء اللہؒ کے احوال و حالات پڑھیں تو لگتا ہے کہ قصے کہانیاں ہیں، لیکن یہ سب حقائق ہیں۔

☆13 مئی 1991ء سوموار

☆ میرے سلسلے میں محبت ہے۔ محبت سے جب ذکر کرو گے اور درود شریف پڑھو گے تو اُس کا اور ہی لطف اور اجر ہوگا۔ مَیں کسی پر مسلط نہیں کرتا کہ ضرور اتنا پڑھو۔ اپنی اپنی لگن کی بات ہے، ابتدا میں تھوڑا پڑھو اور آہستہ آہستہ درود شریف کی تعداد اپنی ہمّت کے مطابق بڑھاتے جاؤ۔

☆ تصوّف و سلوک تو سکھاتا ہی قناعت ہے۔ اللہ کی یاد میں ہی سکون ہے۔ زندگی کا کیا بھروسہ، ناپائیدار زندگی کے سنوارنے میں ساری توانائیاں خرچ کر دیتے ہیں۔ ہمیشہ کی جو آخرت کی زندگی ہے، اُس کے لیے کیا کرتے ہیں؟ رہنا تو ایک کمرے میں ہی ہے۔ کوٹھیاں، کاریں، دردِ سری ہے۔ عزت کی روزی کافی ہے۔ حرص، ہوس اور لالچ کی تو کوئی حد ہی نہیں۔

☆ خدمتِ خلق کے ساتھ ساتھ شفقت بر مخلوق پر بھی توجہ دیا کریں۔ صبح ناشتے میں خاص کر روٹی یا ڈبل روٹی کے ٹکڑے چڑیوں، کوّوں کو ڈال دیا کریں۔ مفت میں تصوّف کی ایک لائن حاصل ہو جاتی ہے۔

☆9 جون 1991ء اتوار

☆ مَیں نے شروع شروع میں باطنی اُمور کی سرانجام دہی کے لیے کیونکہ ایک ٹیم لینا تھی، اِس لیے قطع نظر لوگوں کے اعمال وافعال کے اُنہیں لیتا رہا، کیونکہ اُن سے کام لینا تھا۔ اُن کی روح کو قوی کرنے کے لیے، ہر ایک کے لیے ایک کروڑ درود شریف کا نذرانہ بارگاہِ اقدس ﷺ میں پیش کیا۔ مَیں نے ان میں سے ایک سے پوچھا کہ تم درود شریف کی ایک تسبیح کتنے منٹ میں پڑھتے ہو؟ تو کہنے لگا کہ چار منٹ میں۔ مَیں نے بتایا کہ اگر بغیر کھائے پیئے، سوئے، ہر وقت 24 گھنٹے میں درود شریف اِس رفتار سے پڑھو تو دو سال میں ایک کروڑ بنے گا۔

☆ سب لوگ اس قابل نہیں کہ اُنہیں توجہ دی جائے، توجہ کے بھی درجے ہیں۔ مجھے میرے مرشد نے ایک بار سینے سے لگایا اور ایک بار میں اُن کے پاس رات کو رہا۔ تو مَیں نے سوچا کہ یہ میری انتہائی خوش قسمتی ہے۔

☆ جب ''اللہ اللہ'' کہتا ہوں تو میرے سینے کا نُور دوسرے سینے میں منتقل ہوتا ہے۔

☆10 جون 1991ء سوموار

☆ جس کسی کو انگوٹھی، شال اور پھول یا کوئی اور انعامات ملتے ہیں تو یہ کوئی دنیاوی آرائش و زیبائش کے لیے نہیں بلکہ باطنی درجات اور عہدے کے لیے ہیں۔ یہ اس طرح ہی ہے جیسے فوج میں Stars اور Badges دیکھ کر پہچان لیتے ہیں کہ یہ کیپٹن، میجر یا بریگیڈئر ہے۔ مرشد سے آپ کی جتنی زیادہ محبت ہوگی، اُتنی ہی روح قوی ہوجاتی ہے۔ مرشد کی محبت سے مدارج طے ہوتے ہیں اور پھر سالک فنافی الرسول اور فنافی اللہ ہوتا ہے۔

☆ اگر کوئی عابدوزاہد میرے پاس ذکر کرے اور اُسے خانہ کعبہ شریف اور روضہ اطہر ﷺ یارسول اللہ ﷺ کی زیارت نصیب ہوجائے تو وہ اُسے اپنی ذاتی استعداد اور ورع وتقویٰ وطہارت پر محمول کرے گا۔ جبکہ میرے ایسے ساتھیوں کو بالکل ابتدا ہی میں یہ نعمتِ عظمیٰ نصیب ہوتی ہے، جو بظاہر

عابد و زاہد نہیں اور یہی میری سب سے بڑی کرامت اور میرے سلسلے کی حقانیت کی دلیل ہے۔ جب مَیں ذاکر کے دِل پر توجہ کر کے اَللّٰہ کی پہلی ضرب لگاتا ہوں تو اُس کی روحانی شکل اگر خراب ہو تو درست ہو جاتی ہے۔ دوسری ضرب پر دِل پہ لگی کثافت دُھل جاتی ہے۔ تیسری ضرب پر قلب دیکھنے کے اہل ہو جاتا ہے۔ جن ساتھیوں کے ساتھ پہلی دفعہ مل کر ذکر کرنے والوں کو کشف ہو جاتا ہے، وہ بھی درحقیقت میری غائبانہ توجہ ہی سے فیضیاب ہو رہے ہوتے ہیں۔

☆ یہ بات خوب جان لو کہ دربارِ اقدس ﷺ میں تمہاری رسائی میری وجہ سے ہے، تمہیں حضور ﷺ کی شفقت بھی میری وجہ سے حاصل ہے۔ منازلِ بالا میں پرواز میری توجہ کی مرہونِ منت ہے۔ مَیں اگر کہہ دوں کہ رُک جاؤ تو تم میں سے کوئی بھی ایک قدم تک نہ اُٹھا سکے اور کعبہ شریف اور دربارِ اقدس ﷺ کے دروازے ہمیشہ کے لیے تم پر بند ہو جائیں۔ یہ وضاحت تمہارے فائدے کے لیے ہے۔ اِس لیے کہ بعض صاحبِ کشف ساتھی اِس خیالِ خام میں مبتلا ہو گئے ہیں کہ اب ہمیں حضرت صاحب کی توجہ کی کوئی خاص ضرورت نہیں۔

☆20 جون 1991ء جمعرات

☆ کئی ایسے ساتھی آئے جنھوں نے دعوے کیے کہ ہمیں آپ سے ایسی ہی محبت ہے جیسی اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کو آنحضور ﷺ سے تھی۔ لیکن یہ تو زندگی بھر کے معاملے ہوتے ہیں، دو چار روز کی بات نہیں ہوتی۔ نسبتِ شیخ میں استقامت بڑی بات ہے۔ حالات و معاملات چھلنی کی طرح ناقص اور ثابت قدم کو علیحدہ علیحدہ چھانٹ دیتے ہیں۔

☆ بسم اللہ الرحمن الرحیم کے 19 عدد ہیں۔ 19 عورتوں کو باطنی فرائض کی انجام دہی کے لیے منتخب کیا ہے۔ ان میں سے بھی پھر 9 خواتین کو چُنا گیا ہے۔ 37 مرد + 9 خواتین = 46 (اعداد درود شریف) مکمل کیے۔ اِن کے ذمہ انتہائی سخت روحانی ڈیوٹیاں ہیں۔ اِن کے اعمال وافعال اس قابل نہ تھے، لہٰذا ہر ایک کے لیے ایک کروڑ درود شریف پیش کیا تاکہ ان کی روحیں قوی ہو جائیں

اور ڈیوٹی دے سکیں۔ بلند مقامات کا تقاضا ہے کہ اِن کے ظاہری افعال اسلامی تقاضوں وشریعت کے مطابق ہوں۔ان کی کوتاہیوں کی وجہ سے پھر انہیں تکالیف پہنچتی ہیں۔ یہ تکالیف اِن کوتاہیوں کا ازالہ ہو جاتی ہیں، اِس لیے اِن سے کہتا ہوں کہ خود کو شریعت کے مطابق ڈھالیں۔

☆ مجھ سے پہلے جس شخص کو افغانستان میں ڈیوٹی دی گئی، اُس نے کہا: سو سال میں کام مکمل ہو گا۔ مجھے 1984ء میں ڈیوٹی دی گئی۔ چار سال میں کام کرنا کچھ معنے رکھتا ہے۔ میرے ساتھیوں کو میرے ساتھ باطنی طور پر کام کرنا ہوتا ہے۔

☆5 نومبر 1991ء منگل

☆ جمعہ (اتوار) کو سب لوگوں کو دارالفیضان ذکر میں آنے کی اس طرح خوشی ہونی چاہیے، جیسے عید کی خوشی ہوتی ہے۔ یہاں آکر خانہ کعبہ شریف، دربارِ اقدس ﷺ اور آنحضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کی گرانقدر نعمت حاصل ہوتی ہے۔ اِس کے لیے تو لوگ سُستی کرتے ہیں، لیکن اگر کوئی فلمی کردار آجائے اور وہاں ٹکٹ بھی سو روپے کا ہو تو ماں باپ کی رقم چُرا کر بھی وہاں ذوق شوق سے جائیں گے۔ دراصل طلب نہیں ہے، لگن نہیں ہے۔

☆ ساتھیوں کی تو یہ کیفیت ہونا چاہیے کہ سجدۂ شکر سے سر نہ اُٹھائیں اور ان کے ہاتھ میں ہر وقت تسبیح ہو۔ ساتھی کوشش کریں کہ درود شریف تسبیح پر پڑھا کریں۔ تعداد کے تعین سے شوق بڑھتا ہے کہ اتنی تعداد روزانہ پوری کرنا ہے، وگرنہ بغیر گنتی کے تعداد کم سے کم ہوتی جاتی ہے۔

☆23 دسمبر 1991ء سوموار

☆ اصل بنیادی عقائد: توحید، رسالت اور آخرت پر ایمان تو سب کے لیے یکساں ہیں۔ مجھے اس سے کوئی مطلب نہیں کہ کوئی شیعہ ہے یا سُنی۔ مَیں تو سیدھا سادا مسلمان ہوں۔ روحانی بیماریاں حرص، ہوس، لالچ، تکبر، غرور وغیرہ ذکر کی برکت سے ختم ہوتی ہیں، حتّٰی کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی

موجودگی ومعیّت کا احساس رہنے لگتا ہے۔

☆12 جنوری 1992ء اتوار

☆ مَیں نے اپنی کتاب حالِ سفر میں کچھ مبارک راتوں کا مثلاً میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، شبِ برأت وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔ان میں شب بیداری کا بہت اجر ہے اور روحانی طور پر بہت فائدہ ہے۔

☆ مجھے ہر ساتھی کی استعداد کا علم ہے، اُس کے مطابق مَیں خود اُسے اگلے مقامات پر پہنچاتا ہوں۔ ہر ایک میں آگے جانے کی استعداد نہیں ہوتی۔ان مقامات کو طے کرنے کا تقاضا ہے کہ انسان میں وہ خاصیتیں بھی پیدا ہوں۔صبر وشکر، توکل، تسلیم ورضا وغیرہ، ان مقامات کے تقاضے ہیں۔انسان میں جب یہ صفات نہیں ہوتیں تو ازالہ کے طور پر ان مقامات پر جانے سے دنیاوی لحاظ سے مصائب و تکالیف پہنچتی ہیں تاکہ ان مقامات کے تقاضے پورے ہوسکیں۔

☆ لوگ سمجھتے ہیں کہ پیر یا مرشد کا کام یہ ہے کہ سب دنیاوی مسائل حل ہوجائیں۔اگر کوئی تکلیف نہ پہنچے، پھر تو وہ مرشد کامل ہے، وگرنہ نہیں۔حالانکہ مرشد کا کام تو بندے کو اللہ کی رضا پر راضی رہنا سکھانا ہے۔

☆27 جنوری 1992ء سوموار

☆ مجھے غیر ضروری باتیں سننا پسند نہیں۔ دنیا کی باتیں کرنے کے لیے اور لوگ تھوڑے ہیں؟ میرے سامنے بیٹھا کریں تو لطائف پر نگاہ رکھا کریں اور خاموش رہا کریں۔صبح کے ذکر کا صحیح ٹائم نمازِ فجر (اذانِ فجر) سے پہلے کا ہے۔

☆22 فروری 1992ء ہفتہ

☆ ہر طرح کے دنیاوی لڑائی جھگڑوں اور Tension (ذہنی یا جذباتی دباؤ) کا علاج یہ

ہے کہ دوسروں کو معاف کردو۔

☆ کسی فاسق و فاجر کو ذکر و درود شریف کی حلاوت نہیں ملا کرتی اور نہ مشاہدات ہوا کرتے ہیں۔

☆20اپریل1992ءسوموار

☆ ہر ایک کو اپنی اپنی پڑی ہے، کسی کو اُمّتِ مسلمہ کی فکر نہیں۔ اُمّتِ مسلمہ کے خلاف کتنی سازشیں ہورہی ہیں۔ افغانستان اور باقی مسلم ممالک میں کیا ہورہا ہے، کسی کو اِس کا غم نہیں۔ مَیں کہتا ہوں: مجھے مال، دولت، گھربار، بیوی بچوں کی، کسی کی پروا نہیں۔ سب برباد ہوجائیں لیکن اُمّتِ مسلمہ کو کچھ نہ ہو۔

☆2جون1992ءمنگل

☆ مرشد کے تبرّکات مثلاً رومال، ٹوپی، لباس وغیرہ مرید اگر استعمال کرے تو یہ بے ادبی ہے۔ انہیں تبرّک کے طور پر خیر و برکت کے لیے رکھنا چاہیے۔ تحریر بھی احتیاط سے، احترام و ادب سے رکھنی چاہیے، وگرنہ مرید کے مراتب میں کمی آجاتی ہے۔ قیصرِ روم نے آنحضور ﷺ کا نامہ ءِ مبارک نہایت احترام سے سونے کے فریم میں لگا کر رکھا۔ اس کی برکت سے پشتوں تک ان کی حکومت رہی۔ ایران کے کسریٰ نے نامہ ءِ مبارک چاک کردیا اور اس کی سلطنت بھی تہہ و بالا کردی گئی۔

☆24جولائی1992ءجمعۃ المبارک

☆ درود شریف سنوار کر پڑھا کریں۔ اکثر لوگ تیز پڑھنے میں حروف کھا جاتے ہیں۔ ادائیگی درست نہ ہونے سے یہ درود شریف خدمتِ اقدس میں یوں پیش ہوتا ہے، جیسے مرجھائے ہوئے پھول ہوں۔ آہستہ پڑھنے سے تعداد میں کمی آئے گی، لیکن پریشانی کی بات نہیں۔ عورتیں بلاسوچے

سمجھے غیر ذمہ دارانہ الفاظ مُنہ سے نکالتی رہتی ہیں، اپنی ہی اولاد کو بددُعائیں دیتی ہیں۔ دشمن کی گولی وہ کام نہیں کرتی جو اُن کی زبان و بددُعا کرتی ہے۔ بعد میں پچھتاتی ہیں اور روتی ہیں۔ کسی وقت کی فوراً سُنی جاتی ہے، اس لیے سوچ سمجھ کر بولنا چاہیے۔

☆22 اگست 1992ء ہفتہ

☆ درود شریف پڑھنے میں بات دراصل حُسنِ نیّت کی ہے کہ کون کس طرح، کس انداز میں پڑھتا ہے۔ بیشک تھوڑا درود شریف پڑھو، لیکن محبت سے پڑھو اور حُسنِ ادائیگی ہو، الفاظ پورے طور پر ادا ہوں۔

☆9 اکتوبر 1992ء جمعۃ المبارک

☆ سب لطائف اور عبادات کا مقصد اپنے نفس کی اصلاح کرنا ہے۔

☆8 نومبر 1992ء اتوار

☆ پانی، سمندر، دریا، ندی نالے، چشمہ، کنواں، آبشار، سبزہ، باغ وغیرہ فیض ہیں۔ ذکر اذکار کے بعد اگر خواب میں یہ چیزیں آنا شروع ہو جائیں تو یہ فیض جاری ہونے کی علامات ہیں۔ اور اگر کتا، بلا، جنگلی جانور وغیرہ دیکھیں تو رکاوٹ ہوتی ہے جو کہ شیطان اس راہ میں ڈالتا ہے۔ اگر پانی کثیف ہو تو اس کا مطلب اپنے اعمال و نفس کی خرابی ہے۔

☆ مرشد کا مرتبہ والدین سے بھی بلند ہوتا ہے۔ مرتبہ اِس لیے بلند ہوتا ہے کہ وہ نبیءِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نائب ہوتا ہے۔

☆ جب پہلے لطیفے پر ذکر شروع کر لیا تو اگر نیند کا غلبہ ہو جائے اور ذکر میں لطائف اِدھر اُدھر ہو جائیں تو روح خود بخود ذکر مکمل کر لیتی ہے۔

☆ میرے مرید یا ساتھی جن لوگوں کے پاس جاتے ہیں یا جنہیں ملتے ہیں، ان کی صحبت سے اُنہیں فیض ملتا ہے، نُور رملتا ہے اور اُن کے قلوب کی حالت بہتر ہو جاتی ہے۔ اِس طرح میری نسبت کی وجہ سے میرے ساتھیوں کی روحانیت کا اُن پر اچھا اثر مرتب ہوتا ہے۔ جہاں جہاں میرے ساتھی ذکر کرتے ہیں، وہاں ذکر میں اس قدر ارواح، اولیاءِ برزخ اور انبیائے کرام علیہم السلام ہوتے ہیں کہ کمرہ بھر جاتا ہے۔ صوفی فراخدل ہوتا ہے۔ دارالفیضان اینٹ پتھر کا نام نہیں بلکہ ایک کیفیت کا نام ہے۔

☆ تصوّف وسلوک کے تمام مسائل کا جواب میری اس کتاب حالِ سفر میں موجود ہے۔ صرف ایک، واحد خاتون لیکچرار (ایم۔اے اسلامیات) میرے پاس آئی۔ اُس نے بتایا کہ حالِ سفر پڑھنے کے دوران جو سوال بھی میرے ذہن میں آیا، میرے ہر سوال کا جواب مع سند آگے جا کر اس کتاب میں ہی مجھے مل گیا۔

☆ جو تکلیف اللہ تعالیٰ سے نزدیک کر دے، قریب کر دے، وہ امتحان اور آزمائش ہے اور جو تکلیف اللہ سے دُور کر دے، وہ سزا ہے۔

☆22 دسمبر 1992ء منگل

☆ جہاں استعداد زیادہ ہوتی ہے، وہاں شیطان کے حملے بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ اور کامیاب تو انسان تب ہے کہ یقین کی کیفیت قبر تک قائم رہے۔

☆17 فروری 1993ء بدھ

☆ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رابطہ کرنے پر معلوم ہوا کہ جن جائے نمازوں پر روضہء مبارک اور خانہ کعبہ شریف کی تصویر ہو، اُن پر نماز نہیں پڑھنا چاہیے، خلافِ ادب ہے۔

☆ صوفیاءؒ میں ایک ''اصول تجویز'' کی اصلاح ہے، جس کا مطلب ہے کہ خود اللہ کی بارگاہ میں کوئی تجویز پیش نہیں کرنی۔ اُس کی حکمت و مصلحت پر راضی رہنا ہے، دخل نہیں دینا، اپنے مطابق

چلانے کی کوشش نہیں کرنا۔ صوفی کو تو بھٹی پر چڑھایا جاتا ہے۔ آزمائش و امتحان سے تو ہر مرید کو گزرنا پڑتا ہے۔ آہنی چٹان بن کر رہو تو کامیابی ہوتی ہے۔ ذرا ذرا سی بات پر بدگمان ہونا، بدک جانا، اپنی خواہشات کے مطابق کام انجام پانے کی چاہت رکھنا، بار بار دُعا کرانا کہ فلاں کام ضرور ہو جائے اور دنیاوی خواہشات کے حسبِ خواہش پورا نہ ہونے پر مرشد سے بددل اور بدظن ہو جانا اور سوچنا کہ مرشد چُھو کرے گا اور کام ہو جائے گا، یہ سب غلط نظریات ہیں۔ رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا فرمایا کرتی تھیں ''طالب الدنیا مخنث، طالب الآخرۃ مونث، طالب المولیٰ مذکر۔'' جو دنیا کی طلب لے کر آتا ہے، وہ طالبِ صادق نہیں ہوتا۔ جو مرید اپنی مرضی پر مرشد کو چلانا چاہے اُس نے کیا پانا ہے؟ اِسی لیے صوفیاءؒ اپنے بے شمار مریدوں میں سے صرف اُن ہی ایک دو کو چُنا کرتے تھے، جو طالبِ صادق ہوتے تھے۔ عام لوگوں کو جو مقامات طے کرائے جاتے ہیں، اس کی اُنہیں سمجھ ہی نہیں کہ کیا کچھ عطا کر دیا گیا ہے۔

☆ مَیں نے تجربے سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ اب صرف طالبِ صادق کو ہی خصوصی توجہ دوں گا۔ بات صرف سچی طلب و عقیدت کی ہے۔ حاضری عام لوگوں کے لیے ضروری ہے تاکہ اندازہ ہو سکے کہ اُن کو کہاں تک طلب ہے۔ مرشد سے اندھی عقیدت ہونا چاہیے، چٹان کی طرح ہونا چاہیے۔ اور اگر بظاہر اُنہیں یہ محسوس ہو کہ مرشد کوئی غلط کام کر رہا ہے، تو بھی بدگمان نہ ہوں، تب کچھ حاصل کریں گے۔

☆ مَیں چاہتا ہوں کہ آخرت میں میرے متعلقین میں زیادہ سے زیادہ کی ڈیوٹی دربارِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں لگے۔ درود شریف میں تعداد کی بجائے کوالٹی پر دھیان رکھیں۔ پوری توجہ، محبت، عقیدت و احترام سے درود شریف پڑھا کریں۔ سنوار کر، پورے الفاظ ادا کر کے پڑھا کریں۔ اپنے طور پر تعداد کا خیال رکھیں۔ دوسروں کو تعداد نہ بتائیں۔ اس سے دوسرے مقابلہ کرتے ہیں، حسد پیدا ہوتا ہے۔

☆24 فروری 1993ء بدھ

☆ میری نسبت سے جو کچھ دوسروں کو عطا ہوتا ہے، یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کا مجھ پر احسان ہے اور عطا ہے، جس کا اظہار وہ یوں فرماتا ہے۔ وہ لوگ جن کے اپنے نہ اعمال و افعال اچھے ہیں، نہ عبادات، اُن کو میری نسبت سے سب کچھ مل جائے تو دراصل میرے لیے مقامِ شکر ہے۔ لوگ مانیں نہ مانیں، مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

☆19 مارچ 1993ء جمعۃ المبارک

☆ لوگوں کو ظاہری عمرے کا ویزا نہیں ملتا، سیرِ کعبہ شریف کے دوران روحانی طواف بہت بڑا انعام ہے۔ اس کی قدر و قیمت کا آپ کو اندازہ ہی نہیں۔

☆9 اپریل 1993ء جمعۃ المبارک

☆ مَیں چاہتا ہوں کہ جو آئے، آخرت کا طالب آئے، دنیا کی طلب والے نہ آئیں۔ کم لوگ آئیں لیکن اخلاص و سچی طلب والے آئیں، جمگھٹا مجھے پسند نہیں۔ مرشد پر ایسے یقین ہونا چاہیے جیسے یہ یقین ہے کہ اللہ ہے، آنحضور ﷺ پر یقین ہے کہ برحق ہیں۔ اسی طرح مرشد پر یقین ہونا چاہیے کہ مرشد سچا ہے، چاہے دنیا والے کتنی ہی باتیں بنائیں۔ ان راہوں پر لاکھوں میں سے صرف چند لوگ چلتے ہیں، مجھے بھیڑ بھاڑ کی ضرورت نہیں۔ مجھے مخلص و آہنی یقین والے چند ساتھی ہی کافی ہیں۔

☆27 مئی 1993ء جمعرات

☆ رکاوٹیں ہی تو مجاہدہ ہیں، یہ نہ ہوں تو یہ کیف و سرور اور چاشنی بھی نہ ہو۔

☆11 جون 1993ء جمعۃ المبارک

☆ تسلیم ورضا اور مغفرت کے روحانی مقامات ایسے ہی تو نہیں مل جاتے۔ مشکل حالات اور رکاوٹوں سے گزریں گے تو مقام ملیں گے۔ آپ چاہتے ہیں کہ کانٹا بھی نہ چبھے اور فقیری مل جائے، یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ اہلِ برزخ سے بھی فیض ملتا ہے۔ اویسی سلسلے کا جو بھی انچارج ہوتا ہے، جب وہ ذکر کراتا ہے تو انوارات اردگرد پھیلتے ہیں۔ جو سعید روحیں ہیں، وہ ان انوارات کو Catch (اپنی طرف کھینچنا) کر لیتی ہیں۔ بالکل ایسے ہی جیسے بارش ہوتی ہے تو جیسا جیسا برتن ہوتا ہے، اتنا ہی اس میں بارش کا پانی جمع ہو جاتا ہے۔ دِل برتن ہیں، وہ ذکر کی بارش سے اپنی اپنی حیثیت وظرف کے مطابق فیض حاصل کر لیتے ہیں۔ آنحضور ﷺ سے فیض، مرشد کے ساتھ رابطہ، وساطت اور نسبت سے ملتا ہے۔ بالکل ایسے ہی جیسے دریا سے نہروں اور کھالوں کو پانی ملتا ہے۔ فیض دربارِ اقدس ﷺ سے چلتا ہے، پھر مرشد کے ذریعے بٹتا ہے۔ جو آدمی بیعت کر لیتا ہے، فیضیاب ہوتا جاتا ہے۔ میرے پاس جو آدمی بھی بیعت کرے گا، اُسے تکوینی اُمور میں کمیشن مل جائے گا، نالائق ترین بھی کیپٹن بن جاتا ہے۔ دُعا کرانا، دَم کرانا یا بیماری، میرے پاس آنے کا بہانہ بن جاتا ہے۔ جس کو عطا کرنا ہوتا ہے، وہ کسی نہ کسی بہانے پہنچ جاتا ہے۔ دنیا کی کرسیوں کے عہدے اور طرح کے ہیں، جبکہ روحانیت کے عہدوں کے معاملے بالکل جُدا ہیں۔ بظاہر چاہے کوئی شخص ریڑھی لگا رہا ہو، لیکن باطن میں پوری کائنات کا کام چلا رہا ہو...... جیسے مَیں کالج میں دھکے کھاتا پھرتا ہوں۔

☆23 جولائی 1993ء جمعۃ المبارک

☆ ذکر کرانے کے بعد بہت تھک جاتا ہوں، سارا وجود دُکھنے لگتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کثیف ارواح کو اُوپر لے جاتا ہوں تو اِن کے بوجھ سے سارا وجود بے حد تھک جاتا ہے۔ جس طرح جسمانی طور پر بوجھ اُٹھایا جائے تو تھکن ہوتی ہے، وجود تھکاوٹ محسوس کرتا ہے، بالکل

وہی حال ہوتا ہے۔

☆ یاد رکھیں! بالائی منازل میں جہاں تک مَیں آپ کو لے جا سکتا ہوں، وہاں تک آپ کو کوئی اور نہیں لے جا سکے گا، حتّٰی کے میرے بیٹے بھی ایسا نہیں کر سکیں گے۔

☆30 جولائی 1993ء جمعۃ المبارک

☆ دنیا کے مسائل کو ذکر کے ساتھ نتھی نہ کریں۔ ذکر کو اَللّٰہ کی خوشنودی کے ساتھ منسلک رکھیں۔ دنیاوی مسائل کے لیے مَیں بھی دُعا کرتا ہوں، آپ بھی کرتے رہیں۔ اَللّٰہ کے ذکر کا بنیادی مقصد دِلوں میں اللہ کی محبت پیدا کرنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت پیدا کرنا اور آخرت کو سنوارنا ہے۔

☆6 اگست 1993ء جمعۃ المبارک

☆ بزرگوں کی ارواح کبھی بھی کتے یا بلی کی صورت میں نہیں ہوتیں، یہ جنّات ہوتے ہیں، جو شرارت کرتے ہیں۔

☆ درود شریف جو ہم روزانہ پڑھتے ہیں، وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمتِ اقدس میں براہِ راست پہنچ جاتا ہے۔ جب مَیں اسمِ ذات ''اَللّٰہ'' کا ذکر کراتا ہوں تو پوری کائنات کا ذرّہ ذرّہ ذکر کرتا ہے۔ اس سے سعید روحوں کے دِل کے برتن حسبِ ظرف فیض پاتے ہیں۔ چاہے کسی نے مجھے دیکھا تک نہ ہو، میرا نام بھی نہ سُنا ہو، لیکن جو سعید ارواح ہیں، وہ کسی نہ کسی حد تک خود فیض اخذ کر لیتی ہیں اور جو بیعت ہوں، اُن کو بھی حسبِ ظرف فیض پہنچ جاتا ہے۔

☆ مَیں نے سلوک کی منزلوں کا نصاب ابتدا سے .Ph.D تک بڑے مفصّل طریقے سے مرتّب کیا ہے۔ پہلے بزرگوں نے اس خیال سے یہ باتیں نہ لکھیں کہ عام لوگوں کی سمجھ سے بالاتر ہیں۔ مَیں نے اس لیے لکھ دیں کہ جو جاننا چاہے، اُسے رہنمائی مل جائے۔ جن کو خانہ کعبہ شریف اور روضہء اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لے جاتا ہوں، اُن کا روحانیت میں یہ .M.A (ایم۔اے) کا کورس ہے۔

☆ اعداد کی بھی اپنی حکمت ہے۔ آنحضور ﷺ کے اسمِ مبارک محمد (ﷺ) کے 92 عدد ہیں۔ 2+9=11 بنتے ہیں۔ آنحضور ﷺ کی خاص فضیلت رسالت ہے۔ رسالت کے عدد 8 ہیں۔ اگر 11 میں 8 جمع کریں تو 19 اور 19=9+1=10 بنتا ہے۔ درود شریف کے بھی عدد 10 ہیں۔ (46)(6+4=10)، عشرہ مبشرہ بھی 10 ہیں، اسی طرح 10 کے عدد میں بڑی حکمت ہے۔

☆ اِدھر طلب والے ہی آتے ہیں۔ جن کو شوق و طلب نہیں، وہ کیا سمجھیں گے؟ پہلی جماعت کے بچے کو علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا لیکچر دیں تو وہ کیا سمجھے گا؟ ذکر، اذکار کا بنیادی مقصد آخرت کی تیاری ہے کہ آنحضور ﷺ کے دربار میں نام لکھا جائے۔

☆ میری کتاب حالِ سفر پڑھتے رہا کریں۔ اسے سمجھ کر پڑھا کریں، بار بار پڑھنے سے کوئی نہ کوئی نئی بات کُھلتی ہے۔

☆14 اکتوبر 1994ء جمعۃ المبارک

☆ دین و دُنیا میں توازن رکھیں، توازن ہی میں کامیابی ہے۔ تکلیف، بیماری یا دیگر مسائل جس وجہ سے بھی آتے ہیں، ان سے کچھ نہ کچھ ضرور حاصل ہوتا ہے۔

☆ ذکرِ الٰہی سے عقائد کی اصلاح ہو جاتی ہے، اور خاتمہ ایمان پر ہونے کی اُمید ہے، کم از کم نجات ہی پا جائیں گے۔ اور صرف نجات پا جانا ہی اِس زمانے میں بڑی ولایت اور کامیابی ہے۔ زبان کی حفاظت کیا کرو۔ عورتیں زیادہ تر اپنی زبان کی وجہ سے جہنم میں جائیں گی۔ جہاں دو چار بیٹھتی ہیں، پہلی کسی کی غیبت، کسی پر بہتان اور کسی کا گلہ شکوہ کرتی رہتی ہیں۔ اِس کی بجائے "اَللّٰہ اَللّٰہ" کیا کرو، دین کی کوئی بات کرو، تسبیح کرو، جس سے آخرت کا فائدہ ہو۔

☆20 مارچ 1995ء سوموار

☆ جیسے دنیا کے معاملات میں آپ دوسروں کی رِیس کرتی ہیں کہ کار ہو، کوٹھی ہو، فریج ہو

وغیرہ وغیرہ، اِسی طرح اِدھر بھی رِیس کیا کریں۔ حقیقت میں تو رِیس درود شریف اور ذکر کی ہونی چاہیے کہ اِس میں دوسروں سے آگے نکلیں۔ یہ زندگی تو بڑی عارضی ہے۔ عارضی زندگی میں کتنی کشش ہے۔ ساری ہمّت اور وقت اس میں، اس کی باتوں میں صرف کرتی ہیں۔ جو دائمی زندگی ہے، جدھر رِیس کرنی چاہیے، اُدھر رِیس نہیں کرتیں۔ دنیا کی باتیں، کام کاج، بچوں کی شادیاں، سہرے سجانے کے ارمان، آرائش وزیبائش، دنیاداری کے سلسلے، اِن جنجالوں میں ہی محو رہتی ہیں۔ چاہتی ہیں کہ بچوں کے لیے محل کھڑے ہو جائیں، لیکن جب بلاوا آنا ہے تو پتہ ہی نہیں چلنا، جن کے لیے اتنی تگ ودو کرتے ہیں، اُن کو 40 دن بعد یاد ہی نہیں رہتا۔ اپنے بچوں کے بعد، دادا دادی کا کوئی نام بھی نہیں لیتا۔ یہ زندگی ختم ہو گی تو اِس کے آگے برزخ کی زندگی ہے۔ وہاں برزخ اور آخرت میں بھی کسی کی جھونپڑی ہو گی، کسی کا مکان، کسی کی کوٹھی اور کسی کا محل ہو گا۔ وہاں کا ساز وسامان وہ ہو گا، جو یہاں آپ ذکر اور درود شریف کی صورت میں سرمایہ اکٹھا کر کے لے جاتے ہیں۔

☆ جو ہمارے ظاہری حواس ہیں، ان کی رسائی بہت محدود ہے جبکہ ان کے مقابلے میں باطنی حواس کی رسائی بہت بلند ہے۔ پچھلے جمعہ مَیں نے آپ کو بتایا تھا کہ ایک عام ساتھی جس کی نماز، ذکر اور درود شریف میں باقاعدگی بھی نہیں، اُس نے جب اپنی خالہ کو ذکر کرایا اور کہا: چلو دارالفیضان چلتے ہیں تو وہ بی بی کہتی ہے کہ ہم دارالفیضان پہنچ گئے۔ اس نے مجھے دیکھا۔ احدیّت، معیّت اور اقربیّت پر سفید، سبز اور سرخ مسجد دیکھی۔ یہ بہت اُونچے مقامات ہیں۔ وہ لکھتی ہے کہ پھر مَیں اُنہیں کعبہ شریف اور روضہء اطہر لے گیا۔ اس کے بعد اندر دربارِ اقدس ﷺ لے گیا۔ وہاں اُس نے دیکھا کہ بیبیوں کی محفل میں ایک بی بی سیاہ نقاب میں ہیں اور نقاب بیبیوں میں بیٹھ کر بھی گرایا ہوا ہے۔ نقاب گرایا کیوں ہے، کیوں انہوں نے نقاب نہیں اُلٹا؟ اس میں میرے لیے اشارہ ہے۔ وہ بی بی جس نے مجھے دیکھا بھی نہیں، جس نے میرا نام تک نہیں سُنا ہوا تھا، وہ یہ سب مجھے خط میں لکھتی ہے۔ کہتی ہے کہ جب ذکر کرتی ہوں تو دارالفیضان آتی ہوں۔ اب یہ جو کچھ ہوا، اِس کا ظاہری طور پر مجھے کچھ پتہ نہیں۔ یہ سب کچھ روحانی طور پر ہو رہا ہے۔ میرے جسمانی حواس کو پتہ تک نہیں۔۔۔۔ یہ

ہے باطنی حواس کی رسائی۔

☆ اگر کوئی بھی ساتھی اِس دنیا سے جاتا ہے،فوت ہو جاتا ہےاور مَیں زندہ ہوں، اِس دنیا میں موجود ہوں،تو مجھے پتہ نہ بھی ہو تو بھی روح کا رابطہ خود بخود ہو جاتا ہے۔ جب آگے چلا جاؤں گا۔ وصال کے بعد،تو برزخ میں پہنچنے والے سے بذاتِ خود رابطہ ہو جائے گا۔ یہی رابطہ ہی اصلی چیز ہےاور یہ بڑا مضبوط رابطہ ہے۔ جتنا اپنے مرشد سے قریب ہوگا، اتنا ہی رابطہ مضبوط ہوگا۔

☆25اگست 1995ءجمعۃ المبارک

☆ ہر عمل کا اجر تو آخرت میں مرتب ہوتا ہے، یہاں تو آپ نے اکٹھا کرنا ہے۔ ذکر کے دوران کئی ایک کو کشف ہو جاتا ہے۔ یہ کیفیات اور مشاہدات میرے، آپ کے، نبی ءِ کریم ﷺ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان راز ہیں۔ یہ دوسروں کو نہیں بتانے،سوائے اُس کے جس کو بتانے کی مَیں اجازت دوں۔ کشف نہ بھی ہو تو مقصد اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا ہے۔ میرے دِل میں اُن ساتھیوں کی قدر زیادہ ہے جنہیں نظر نہیں آتا۔ عام لوگوں کو اپنی کیفیات یا خواب نہ بتائیں۔ جو حضور ﷺ سے میرا تعلق ہے، اُس بارے میں بھی عام لوگوں کو اپنی کیفیات یا خواب نہ بتائیں، اِس کو عام لوگ نہیں جانتے۔ یہ جو کچھ آپ کو کیفیات یا مشاہدات ہوتے ہیں، یہ میری نسبت کی وجہ سے ہیں، یہ میرا فیض ہے۔لوگ آپ کو دیکھتے ہیں، آپ کی ظاہری حالت کو دیکھتے ہیں۔ نماز نہیں پڑھتے اور یہ کیفیات و مشاہدات ہیں تو وہ باتیں بناتے ہیں۔ ہاں البتہ جو صاحبِ درد ہیں، اُن کے دِل میں سُن کر تڑپ ضرور پیدا ہوتی ہے کہ ہم بھی جائیں۔ حالِ سفر میں جو واقعات و مشاہدات درج ہیں، وہ بذاتِ خود کافی ہیں۔ دراصل بات ہے نصیب کی۔ جن میں استعداد ہے، وہ قبول کر لیتے ہیں۔ جن میں استعداد نہیں، وہ بھٹک جاتے ہیں۔

☆29 ستمبر 1995ءجمعۃ المبارک

☆ لوگوں میں سچی طلب نہیں ہے۔ روحانیت اور منازل کی حقیقت کا فہم نہیں ہے۔

دوسرے پیر خانوں کو دیکھیں جن کی اب گدّیاں چل رہی ہیں۔ تو ان کے بزرگ کمائیاں کر گئے۔ اکثر کے گدّی نشینوں کے پاس اب کچھ نہیں، پہلا لطیفہ تک نہیں جانتے۔ بزرگوں کے نام پر گدّی چلا رہے ہیں اور جو جاتا ہے اُنہیں پڑھنے کو کچھ تسبیحات بتا دیتے ہیں۔ لیکن اُن کے مریدوں کی اُن سے وابستگی اتنی پختہ ہے کہ انہیں لاکھ بتائیں کہ ہمارے مُرشد کعبہ شریف اور دربارِ اقدس ﷺ پہنچاتے ہیں، وہ ٹَس سے مَس نہیں ہوتے۔ دارالفیضان میں جو ذکر کی محفل ہوتی ہے، اِس کا بہت زیادہ فیض ہوتا ہے۔ آپ کو کوئی دوست یا واقف کار ذکر کی محفل میں شمولیت کی نیّت سے نہ بھی آئے بلکہ ایسے ہی آ جائے اور جس نے بیعت بھی نہ کی ہو، وہ اگر ذکر کی اس محفل میں شمولیت کرتا ہے تو چاہے اُسے نظر آئے یا نہ آئے۔ وہ ذکر کے دوران ''مقامِ اُقربیّت'' تک پہنچتا ہے، بلکہ خانہ کعبہ شریف اور دربارِ اقدس ﷺ بھی پہنچتا ہے۔ یہ تو قبر میں جب جائیں گے تو پتہ چلے گا، اس حاضری کا کتنا اجر مرتب ہوا۔ یہ جو آپ روحانی طور پر یہاں خانہ کعبہ شریف کا طواف کرتے ہیں، اِس کا اجر عمرے کے برابر ہے۔ اِس میں روح کعبہ شریف کا طواف کرتی ہے، یہ حضوری حج ہوتا ہے۔ بقول حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ: حج دو طرح کا ہوتا ہے؛ ایک غَیبت میں، دوسرا حضور میں۔ جو مکہ معظّمہ میں ہوتا ہے، وہ غَیبت کا حج ہے اور جو مشاہدہ میں ہوتا ہے وہ حضور میں ہوتا ہے۔ حج کا مقصود گھر کا دیدار نہیں بلکہ مشاہدۂ حق ہوتا ہے۔

☆ روزانہ صبح وشام آپ ذکر کے دوران جو خانہ کعبہ شریف کا طواف کرتے ہیں، وہ یہاں بیٹھے آپ کا حضوری کا عمرہ ہو جاتا ہے۔ جیسے تیز ہوا کا بگولہ سب کچھ اُڑا کر لے جاتا ہے، اِسی طرح ذکر کی محفل میں انوارات کی اتنی شدت ہوتی ہے کہ جو بھی محفل میں موجود ہوتا ہے، چاہے وہ ذکر کی نیّت سے آیا ہے یا ویسے ہی شامل ہو گیا ہے، وہ بھی اُس وقت اقربیّت، خانہ کعبہ شریف اور دربارِ اقدس ﷺ پہنچ جاتا ہے۔ یہ باتیں عام لوگوں کے سامنے کہنے کی نہیں ہیں۔ جنہوں نے بیعت کر رکھی ہے ان کے سامنے کی بھی نہیں ہیں۔ لوگ اپنی کم علمی، کم فہمی کی وجہ سے ان باتوں کو سمجھ نہیں سکتے، فتوے لگنے شروع ہو جاتے ہیں۔ نبی ءِ کریم ﷺ کی حدیثِ مبارکہ ہے کہ:

’’کچھ فرشتے مقرر ہیں جو کہ ذکر کے حلقے تلاش کرتے رہتے ہیں۔ جب کسی حلقۂ ذکر پہ آتے ہیں تو ان لوگوں کو گھیر لیتے ہیں۔ پھر ان میں سے فرشتوں کا ایک گروہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں جا کر عرض کرتا ہے کہ ہم فلاں فلاں محفلِ ذکر میں گئے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کو میری رحمت سے ڈھانپ دو۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اے ربّ کریم! ان میں فلاں شخص بڑا مجرم اور گناہگار ہے، وہ کسی کام کے لیے آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اِن کو میری رحمت سے ڈھانپ دو کہ یہ آپس میں مل بیٹھنے والے ایسے لوگ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا کوئی بھی بدنصیب نہیں رہتا۔‘‘ (بخاری شریف:6408)

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ:

’’اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ فرشتے سیاحت کے لیے مقرر ہیں۔ وہ جب ذکر کے حلقے کے پاس سے گزرتے ہیں تو ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ بیٹھو بیٹھو۔ اور جب وہ لوگ دُعا مانگتے ہیں تو فرشتے آمین کہتے ہیں۔ اور جب وہ لوگ نبیِ کریم ﷺ پر درود شریف پڑھتے ہیں تو فرشتے بھی ساتھ ساتھ پڑھتے ہیں۔ اور جب لوگ فارغ ہو جاتے ہیں تو فرشتے ایک دوسرے سے کہتے ہیں، ان لوگوں کے لیے خوشخبری ہے، اب یہ اپنے گھروں کو بخشے ہوئے جا رہے ہیں۔‘‘

☆ جب مَیں ذکر کے شروع میں تین بار اَللّٰہ اَللّٰہ اَللّٰہ کرتا ہوں تو کسی کی باطنی صورت اُس کی بداعمالیوں کی وجہ سے چاہے کتنی ہی مسخ شدہ ہو۔ مثلاً کسی کی باطنی صورت خنزیر، بندر یا بھیڑیے کی طرح بھی ہو تو پہلی مرتبہ کہنے سے مسخ شدہ حالت ختم ہو جاتی ہے۔ دوسری بار کہنے سے روح اصلی حالت پر آ جاتی ہے۔ اور تیسری بار کہنے سے اُس میں ذکر کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے۔

☆ ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ۝﴾ (سورۃ البقرۃ، آیت نمبر 165)

’’جو لوگ ایمان لاتے ہیں، وہ اللہ سے شدید محبت کرتے ہیں۔‘‘

اللہ سے شدید محبت کا تقاضا ہے کہ نبیِ کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کریں۔ نماز میں

سستی، ذکر و درود شریف میں سستی ہے تو سمجھیں کہ نفس کا غلبہ ہے۔ ذکر و درود شریف اور نماز کی رغبت ہے تو نفس مطیع ہے۔ صبح سے شام اور شام سے صبح تک کے اپنے اعمال کا خود محاسبہ کیا کریں۔ اپنی سیرت و کردار کو اُسوۂ نبی ءِ کریم ﷺ میں ڈھالیں کہ دیکھنے سے ہی پتہ چلے کہ آپ کے افعال و اعمال، سیرت و کردار میں تبدیلی آئی ہے۔

☆6 اکتوبر 1995ء جمعۃ المبارک

☆ لالچ اور حسد سب سے بڑی روحانی بیماریاں ہیں۔ اسی لیے صوفیاءؒ نے اِن کی اصلاح پر بہت زور دیا ہے۔ جب ذکر کرنے لگیں تو یہ کہہ لیا کریں کہ ''حضرت جی توجہ فرمائیں، ذکر کرنے لگا/ لگی ہوں۔'' مرشد کی روح خود بخود توجہ دینے لگتی ہے۔ جب ہم ذکر کیا کرتے تھے تو یوں ہی کیا کرتے تھے۔ جتنا مرشد سے قریب ہوں گے، اتنا ہی زیادہ فیض ملے گا۔ ذکرِ خفی قلبی، ذکر جہری سے 70 گنا قوی ہے۔ جن کا سبق مقامِ رُوئیت (مقام تقرب) تک ہے، وہ روزانہ دربارِ اقدس ﷺ جا سکتے ہیں۔ جو اِس سے نیچے ہیں، وہ ہفتے میں ایک بار جا سکتے ہیں۔ یہ سبق جو مَیں آپ لوگوں کو دے دیتا ہوں، دراصل اُن لوگوں کے لیے ہوتے ہیں جو دنیا کو چھوڑ چھاڑ کر اِدھر لگ جاتے ہیں۔

☆16 فروری 1996ء جمعۃ المبارک

☆ جس طرح نماز فرض ہے، اِسی طرح صوفیاءؒ کے نزدیک ذکر بھی فرض ہے۔ صبح و شام نماز کے بعد ذکرِ اسمِ ذات کیا کریں۔ وضو ہو نہ ہو ہر حالت میں ذکر کر سکتے ہیں۔ آپ کی ہمّت ہے، مناسب تعداد متعین کر لیں اور باقاعدگی سے درود شریف پڑھا کریں۔ اِس کے علاوہ بھی چلتے پھرتے، اُٹھتے بیٹھتے پڑھتے رہیں۔ جب شام کو اور سحری کو ذکر کراتا ہوں یا خود ذکر کرتا ہوں تو میرے سینے سے انوارات نکل کر ساری دنیا میں پھیلتے ہیں۔ ذکر کرنے لگتا ہوں تو اعلان کر دیتا ہوں کہ جو روحانیت کی

طرف مائل ہیں، وہ رجوع کریں۔ جو سعید روحیں ہیں، وہ پیغام Catch (وصول کرنا، پا لینا، پکڑ لینا، حاصل کر لینا) کر لیتی ہیں۔ جیسے بارش برس رہی ہو اور اُس میں چاہے تو کوئی پیالہ رکھ دے یا بڑا برتن رکھ دے، سب بارش کے پانی سے بھر جائیں گے۔ جیسا ظرف ہوگا، ویسی عطا ہوگی۔

یہی حالت فیض کی ہے۔ جس میں استعداد زیادہ ہوتی ہے، وہ اپنا سینہ لپک کر آگے کر دیتا ہے اور وہ روح فیض حاصل کر لیتی ہے۔ روحانیّت میں جو طاقتور روح ہوتی ہے، وہ دوسری کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے، چاہے زندہ سے فیض ملے یا فوت شدہ بزرگان سے فیض ملے۔ اِس کو کہتے ہیں ''سلسلہ اویسیہ'' یہ میرے سلسلے کی خصوصیات ہیں۔ یہاں پر جب ساتھی بیعت کر لیتے ہیں تو مَیں اُن پر زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔ یوں سمجھیے روح کی گاڑی کے لیے ذکر (اسمِ ذات) پٹرول کی مانند ہے۔ ذکر پٹرول ہے، نہیں ڈالیں گے تو روح کی گاڑی نہیں چلے گی۔ درود شریف کے لیے تعداد تجویز نہیں کرتا۔ اپنی مصروفیات اور حالات کے مطابق تعداد کا تعین کر لیں۔ بعض بیبیاں ایک، دو ہزار سے چلی تھیں، اب 20-25 ہزار روزانہ پڑھ رہی ہیں۔ جتنا تسبیح پر پڑھ سکیں، یقین کے لیے پڑھیں۔ ویسے ہر وقت، ہر حال میں چلتے پھرتے پڑھیں۔

☆29 مارچ 1996ء جمعۃ المبارک

☆ دراصل جن بندوں کو اللہ کریم نے برزخ میں مقام دینا ہوتا ہے، اُن کو اس دنیا میں تکالیف سے گزارا جاتا ہے۔ پروفیسر صغریٰ کو بھی اضطراری مجاہدے سے گزارا جا رہا ہے۔ کئی لوگ سجدے کی حالت میں فوت ہو جاتے ہیں۔ سجدے میں جان جانا اس بات کی دلیل نہیں کہ اُس شخص کا برزخ اور آخرت میں بلند مقام ہے۔ اسی طرح بعض لوگ کہتے ہیں کہ نمازیں پڑھتے رہے، ذکر اذکار میں زندگی گزاری، حقوق العباد نبھائے تو پھر اتنی شدید تکلیف کیوں؟ تو یاد رکھیں: نہ تو شدید تکلیف گناہگار ہونے کی دلیل ہے اور نہ ہی سجدے میں جان دینا بخشش کی دلیل ہے۔ تکلیف صبر و شکر کی

آزمائش ہوتی ہے۔تکلیف برزخ میں اُونچے مقام کی نشاندہی کرتی ہے۔جتنی تکالیف اور مجاہدے سے گزارا جاتا ہے، اتنا ہی برزخ میں اُونچا مقام ملتا ہے۔اگر کوئی تکلیف یا بیماری آجاتی ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی حکمت ہوتی ہے۔ نبی ءِ کریم ﷺ کو وصال سے پہلے بیماری آئی۔پیغمبروں اور اولیاء اللہ کو بیماریاں اور تکالیف آئیں، مقصد مجاہدوں سے گزارنا تھا۔

(خصوصی پنجابی نشست بسلسلہ لیلۃ القدر)

آزاد کشمیر آلا ساتھی کدھر گیا؟ ادھر آ بھئی!

صوفیاءؒ دیاں جھڑیاں کیفیات ہین، اُنہاں وچ ہر بندے دیاں اپڑیاں کیفیات ہوندیاں اور بعض اوقات دوسرا آدمی Share نہیں کرسکدا۔مثال دے طور تے لیلۃ القدر اک ایسی حقیقت اے جس وچ کوئی شک نہیں کہ اختلاف ہے۔اِے اجے تک مسئلہ نہیں حل ہویا کہ آخری عشرے تے ہے، لیکن ہے کہڑی۔اس حدتک وی کہ کِیا اِے رات طاق ہے یا جُفت بھی آسکدی اَے۔ہُن جنہاں بزرگاں نے کِیا کہ ستائیسویں اے، اُناں اُس اُتے اپڑیں کشف دے زور تے یا فیر مشاہدے دے زور تے غور کیتا۔اُناں وچ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ وی نیں۔

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ دا قول اِے ''اَے سال دے کِسے حصے چ وی آسکدی اَے، اس واسطے کہ مینوں پندراں شعبان نوں دو دفعہ نظر آئی، ہُن اَنھاں داناں صوفیاءؒ دے وچ بڑا اُچا۔لیکن عجیب گل اَے، جس ویلے حدیثاں موجود ہن، بخاری شریف وچ، خاص طور تے جھڑا باب ہے ''باب الصوم'' اس وچ نبی ءِ کریم ﷺ کولوں کِسے پُچھیا یارسول اللہ ﷺ! کہڑی رات اَے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''آخری عشرے چ تلاش کرو۔'' فیر کِسے پُچھیا تے آپ ﷺ نے فرمایا ''طاق راتاں چ تلاش کرو۔'' فیر کِسے نے پُچھیا تے فرمایا چھبیسویں، چوبیسویں رات۔ہُن اے ستائیسویں،

چھبیسویں، چوبیسویں راتاں آلیاں جہڑیاں حدیثاں نیں، اِے صحابہ کرامؓ نے روایت کیتیاں۔

صحیح بخاری او کتاب اَے، جِس اُتے کوئی بندہ اُنگلی نہیں رکھ سکدا۔ جِس ویلے اِتنیاں حدیثاں موجود نیں، فیر پُچھے کی تُک رَاندی اَے کہ بندہ آکھے کہ نہیں ستائیسویں اِی اَے۔ بھئی! مغالطہ جہڑا الگدا پیا اَے کہ ٹھیک اَے آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''آخری عشرے چ تلاش کرو۔'' لیکن اے اِنج اِی اَے کہ بھئی! اَج مینڈے کولوں اِک بندہ پُچھدا تے مَیں اَج دے حوالے نال گل کرساں، جے کل پیا پُچھدا تے مَیں کل دے حوالے نال کرساں۔ اِسے طرحاں نبیءِ کریم ﷺ دی گل وچ تضاد نئیں، تضاد تے اَساں پایا کہ ہِک جائی پئے فرماندے نیں ستائیسویں دی رات، دوجی جائی پئے فرماندے نیں چھبیسویں دی رات۔ ہِک جگہ پئے فرماندین چوبیسویں چ تلاش کرو، ہِک جگہ پئے فرماندے آخری عشرے چ تلاش کرو۔ ہِک جائی فرماندے نیں طاق راتاں چ تلاش کرو۔ تضاد تے ہو گیا۔ لیکن تضاد اِے نہیں، اس واسطے کہ اِے مختلف سالاں دے مختلف مواقع تے لوکاں نے سوال کیتا اور آپ ﷺ نے اُس سوال دی نسبت نال جہڑی حقیقت اَئی او بیان فرمائی۔ ہُن عام صوفیاءؒ دے وچ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ دا مقام اتنا اُچا اور یقیناً ہے کہ جس ویلے اُناں خیال ظاہر کیتا کہ ستائیسویں رات اے تے اختلاف پے گیا عوام النّاس دے وچ بلکہ علماء وچ وی کہ ستائیسویں رات نوں لیلۃ القدر اَے۔ حالانکہ بعض صوفیاءؒ دا اِے وی قول اَے کہ اے رات چلدی راندی اَے، گردش وچ راندی اَے۔ مثال دے طور تے اِس دفعہ تیس رمضان نوں آئی اَے تے اگلے سال اُنتیس نوں ہوسی۔ پر اصلی حقیقت اِے اَے کہ گردش وچ راندی اے۔ کِسے سال جُفت وی ہوسکدی تے طاق وی ہو سکدی۔ مَیں کتاب حالِ سفر وچ دعویٰ کیتا، بھئی! کِسے ویلے ہوگیا۔ اِس دعوے چ پہلے دو تِرے سال ساتھیاں نوں اُس رات بلالیندا اساں۔ ہُن سوال اِے پیدا ہوندا کہ اُس رات اگر محض ثواب حاصل کرنا تے ہر آدمی امیر، غریب، چھوٹا، وڈا، عالم، اَن پڑھ، سارے ثواب حاصل کرسکدے نیں۔ اس واسطے کہ ظاہر اَے رات تے آخری عشرے چ اَونڑیں اَے۔ تُسیں دیھاڑیں چار بندے سو رَو تے راتیں جاگدے رَو، ساری رات ثواب تے تہانوں مِل ای جانڑاں اے۔

اگر محض ثواب دی اِی نیت ہووے تے اِی تے ہر بندہ کما سکدا، کہڑا مشکل اَے، دِیھاڑیں سُتے رَوتے راتیں جاگدے رَو۔ لیکن جتھاں تلاش کیتی اَے، اُنھاں دے ذہناں چ کوئی ہور اِی بات ہوئی اے، بھئی! او جہڑا لمحہ، خاص لمحہ، او نصیب ہووے اور اس دی فضیلت اے، اُس لمحے دُعا قبول ہونڑ دا زیادہ چانس اے، رد ہونڑ دا بہت کم امکان اے۔ اس واسطے عالم لوگ اُس دی تلاش وچ راہندین تا کہ او لمحہ نصیب ہووے۔ تے اسیں دُعا منگیے تے ساڈی دُعا قبول ہووے۔ او دعا کہڑی اَے، نبی ءِ کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر او لمحہ نصیب ہوونجے، رات نصیب ہوونجے، تے اُس دی پہچان اِکو اِی اَے اور صوفیاءؒ دا مشاہدہ اِے کہ اُس لمحے توں پہلے تیز ہوا چلڑیں شروع ہووینِدی اے اور تیس سکینڈ جہڑے آخری ہوندین اُس وچ اتنی تیز ہوا چلدی اَے، جھکڑ چلدا کہ سارے جہڑے درخت ہین او اتنے جُھکدے نیں کہ اُناں دیاں شاخاں زمین تے آویندیان اور اس لمحے ہر چیز جہڑی اے کائنات دی، او سجدہ ریز ہووینِدی اے۔ باقی جہڑی ہر چیز اے، اس دی کی کیفیت اے، او ظاہری طور تے بیان نہیں کیتی جا سکدی۔ اُسے لمحے اِک روشنی دا گولہ چُھٹدا اور پوری کائنات روشنی وچ نہا ویندی اَے۔ اِے دو نشانیاں جس نوں نظر آ گئیاں، اُس نوں گویا کہ او لمحہ نصیب ہو گیا اور اس لمحے چ اگر دُعا منگی جاوے تے او اِے اَے

﴿اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ ا فَاعْفُ عَنِّی﴾ (مشکوٰۃ شریف:1987)

''اے اللہ! بے شک تو معاف فرمانے والا ہے اور معافی کو پسند فرماتا ہے، پس ہمیں معاف فرمادے۔''

لیکن دنیا دار بندہ کے آکھسی ...... میڈی ترقی ہووَنجے، میڈ افلانڑاں مسئلہ حل ہووَنجے، اِی ہووَنجے، اُو ہووَنجے......

مَیں پہلے دو ترَے سال مسجد دے وچ ساتھیاں نوں بُلالیند اساں۔ دس پندرہ ساتھی ہووینِدے اَے۔ اُناں وچ بعض صاحبِ کشف وی ہوندے اَے اور اس لمحے خاص طور تے ذکر وچ موجود ہوندے اَے اور جس ویلے او لمحہ آوندا سی، تے مَیں ساتھیاں نوں آندا ساں کہ مَیں ''اَللّٰہُ اکبر''

آ کساں تے تُسیں سجدے چ ٹُر جانڑاں اوراوساتھی مشاہدہ وی کردے ہَن کہ واقعی کائنات دی ہر شے سجدہ ریز ہوگئی اے۔

لیکن بعد چ مینوں احساس ہویا کہ اتنی وڈی نعمت جس دا نبی ءِ کریم ﷺ نے عام انکشاف نہیں کیتا، تے مَیں کونڑ ہونداں کہ علی الاعلان اپڑیں اس نعمت نوں عوام النّاس اَگے ظاہر پیا کرناں۔ اِے اَیسے اوخاص روحانی راز نیں کہ جہڑے اپڑیں خاص ساتھیاں اگے بیان تے کیتے جاسکدے نیں لیکن عوام النّاس اَگے نئیں بیان کیتے جاسکدے۔ اس دفعہ پنڈی آلے ساتھی جہڑے خدّام دا درجہ رکھدے نیں اوراکثر کم کردین، اُناں وچوں کِسے آکھیا کہ اسیں آخری عشرے چ آونڑاں چاہوندے آں، مَیں سُنڑ کے آکھیا کہ گل تے فائدے آلی اے، میرے آستے تسیں سارے اولاد دی حیثیت رکھدے او، البتہ تُہاڈا فائدہ اس واسطے بھئی! کہ تُسیں زیادہ خدمت کردے او، کدیں تُسیں سفیدیاں پئے کردے او، کدیں صفّاں پئے لیندے او، کدیں کُجھ پئے کردے او، کدیں کُجھ پئے کردے او، تے تہاڈا حق زیادہ بنڑدا، تے چلومَیں تہانوں اجازت دیناں کہ تُسیں تَرے دن، تے تَرے راتیں اِتھے رہ جاوٴ۔ پر اصلی مقصد تے اِی اَے کہ سانوں او چیز مل ونجے جہڑے مقصد لئی اسیں اِتھے اکٹھے ہوئے اور تَرے راتاں جاگدے رَئے۔

☆18 فروری 1997ء منگل

(گورنمنٹ کالج جہلم میں الوداعی تقریب سے خطاب)

عزّت مآب پرنسپل صاحب اور میرے عزیز رُفقاء کار! میرے بارے میں جن خیالات کا اظہار کیا گیا ہے، یقین جانیے مَیں اپنے آپ کو اس سے بہت نچلی سطح پہ پاتا ہوں۔ یہ آپ کا حُسنِ ظن ہے، محبت ہے، عقیدت ہے اور اس کا سارا کریڈیٹ آپ کو جانا چاہیے کہ مجھ جیسے کمزور انسان کے لیے عبارت آرائی آپ نے کی۔ مَیں جو کچھ ہوں، آپ کے سامنے ہوں۔ بیس سال آپ کے سامنے گزارے ہیں۔ لیکن مَیں سمجھتا ہوں کہ اس درسگاہ کا مجھ پر بڑا احسان ہے کہ مجھے ایسا ماحول میسّر آیا کہ

مَیں پوری یکسوئی کے ساتھ اس کالج کی مسجد میں تقریباً چھے سال نفلی اعتکاف کی حالت میں رہا۔ مَیں کلاس بھی وہیں پہ لیتا تھا۔ ہاسٹل کمرہ نمبر 1 میرا مسکن تھا۔ اور کوئی بہت ایمرجنسی ہوتی تھی تو مَیں ادھر آ تا تھا، ورنہ میری ساری دن رات کی مصروفیات اس مسجد کے ماحول تک محدود تھیں۔ اور وہ جو چھے سال اس مسجد میں میرا قیام تھا، وہ بعض اوقات شاید ساتھی تمسخر بھی اُڑاتے ہوں گے کہ کمال صاحب کو کیا ہوگیا ہے؟ اتنا سوشل آدمی، اتنا محفل آراء آدمی، ایک گوشہ نشینی کی کیفیت میں چلا گیا ہے۔

وہ دراصل میری مجبوری تھی۔ اس لیے کہ یہ جو روحانیّت ہے، اس میں گوشہ نشینی ایک ضروری جزو ہوتا ہے۔ آپ یوں دیکھ لیں کہ تمام انسانیت کی کامل ترین ہستی نبی ءِ کریم ﷺ کی ہے۔ اور اُنھوں نے بھی سال میں کم ازکم ایک عشرہ کے لیے دنیا سے الگ تھلگ مسجد کے حُجرے میں گوشہ نشینی اختیار کرنا اپنے آپ کے لیے ضروری سمجھا۔ اور اسی صورت کے مطابق اب لاکھوں مسلمان یہ عمل دُہراتے ہیں۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ میرے لیے جو ماحول آپ لوگوں نے فراہم کیا، پرنسپل صاحبان جو بھی اُس دور میں رہے ہیں، انھوں نے مجھ سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ وہ سمجھتے تھے کہ اللہ کے راستے پر چل پڑا ہے۔ تو انھوں نے کبھی یہ مائنڈ (Mind) نہیں کیا کہ آفس میں کیوں نہیں آتا، ہماری تقریبات میں شامل کیوں نہیں ہوتا؟ مَیں یکسوئی کے ساتھ مسجد میں بیٹھا تدریس بھی کرتا رہا، اپنے فرضِ منصبی کو بھی ادا کرتا رہا اور ہاسٹل کے بارے میں مجھ پہ جو ذمہ داری تھی، اس سے بھی عہدہ برآ ہوتا رہا اور ساتھ ہی ساتھ اپنے روحانیّت کے مشغلے کو بھی جاری رکھا۔

میری دعوت کیا تھی، کیا ہے، اور کیا رہے گی؟ وہ بڑی سادہ سی بات ہے کہ یہ دنیا چندروزہ ہے۔ کسی وقت، کسی بھی لمحے ہمیں بلاوا آ سکتا ہے۔ ہم اپنے پروگرام بناتے ہیں کہ یہ کرنا ہے، وہ کرنا ہے۔ لیکن جب بلاوا آتا ہے تو سب پروگرام دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔ تو مَیں نے بھی یہی محسوس کیا کہ زندگی کی ایک طویل جدوجہد کا نتیجہ کیا ہے کہ مَیں ڈبل ایم۔ اے ہوگیا ہوں۔ ایک اچھی سروس مل گئی ہے۔ سوسائٹی میں کچھ مقام مل گیا ہے۔ اے سی، ڈی سی اور ایس پی میرے دوست ہیں۔ بلکہ یہاں تک کہ جب مَیں مڈل سکول کا ہیڈ ماسٹر تھا تو محض مَیں ایک کارڈ D.C جہلم کو لکھ دیتا تھا اور وہ

میری تقریب میں موجود ہوتے تھے۔اور لوگ حیران تھے کہ اس کے پاس کونسی گیدڑ سنگھی ہے کہ محض ایک ٹیچر ہے، اور ٹیچر کا جو مقام اپنے معاشرے میں ہے وہ آپ کو علم ہے۔لیکن اس کے باوجود یہ جتنے ضلع جہلم کے افسران ہیں، اس کے ذاتی دوست ہیں، اس سے ملتے ہیں، اس کو پاس بلاتے ہیں۔جب ریڈیو اور ٹی۔وی کا ابتدائی دور تھا تو اُس وقت بھی مجھے ٹی۔وی پر، ریڈیو پر جانے کا اتفاق ہوتا تھا۔اور شاید پورے پنجاب میں نہیں، پاکستان میں میرا پہلا سکول تھا جس میں ایک تقریب مَیں نے منعقد کی، جس میں مشاعرہ بھی تھا، جس میں اساتذہ کا مذاکرہ بھی تھا، بچوں کا مباحثہ بھی تھا اور اس تقریب کو ریڈیو نے باقاعدہ کوریج دی۔

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ زندگی کو مَیں نے بھرپور انداز میں انجوائے (Enjoy) کیا اور پھر اس نتیجے پر پہنچا کہ کیا حاصل کیا ہے؟ ایک بے کلی، ایک بے چینی اور ایک اضطراب تھا جو میرے اندر موجزن تھا اور مجھے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کیا چیز ہے جس کی میرے اندر کمی ہے؟ تو ایک دن مجھے محسوس ہوا کہ میرے اندر جو کمی ہے، جو خلا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی یاد کا ہے۔پھر جب مجھے اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلنے کا ذوق نصیب ہوا تو یہ ساری دنیا اور ساری دنیا کی نعمتیں اور اس کی رعنائیاں ہیچ نظر آنے لگیں۔اور پھر میرا ایک ہی ٹارگٹ تھا کہ درود شریف کو آگے بڑھانا ہے اور اس میں مقام حاصل کرنا ہے۔اللہ تعالیٰ کا فضل اور نبیِ کریم ﷺ کی شفقت میرے شاملِ حال رہی اور آج مجھے خوشی ہے اور حیرت بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری جو خواہش تھی، وہ کتنی آسانی سے اور کتنی جلدی پوری کر دی۔اور آج اگر آپ تصوّر کریں، قلم دوات لے کر بیٹھیں اور میرا حساب لگائیں تو اندازہ کریں کہ 19 ارب سالانہ کے حساب سے جو درود شریف میرے ساتھیوں کی طرف سے بارگاہِ رسالت ﷺ میں پہنچ رہا ہے، وہ کتنا بڑا انعام ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے مجھے سرفراز فرمایا ہے۔

یہی دعوت آپ کو بھی ہے کہ یہ دنیا کے جھمیلے، یہ زندگی کی کشش ختم ہونے والی ہے، بلاوا آنے والا ہے اور وہاں پر یہ گریڈ (Grade)، یہ بنگلہ، یہ کار، کام نہیں آئے گی۔اُس کے لیے اہتمام کرنا چاہیے۔مَیں اپنے اُن نئے ساتھیوں کو کہتا ہوں، جو آدمی پہلی دفعہ میرے پاس آتے ہیں۔کہ یار! نماز

نہیں پڑھ سکتے تو کوئی بات نہیں۔ اتنا تو کر سکتے ہو کہ رات کو جب سوتے ہو، ٹی۔ وی دیکھ چکے ہو، گپیں ہانک چکے ہو اور اب تم بستر پر دراز ہو چکے ہو، تو کم از کم وہ جو لمحے ہیں، چند منٹ ہیں، یعنی جاگنے اور سونے کے درمیان، اُن کو ہی مصرف میں لے آؤ۔ اور بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم o لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ پڑھتے پڑھتے سو جاؤ، ہوسکتا ہے کہ دو منٹ میں ہی نیند آ جائے۔ لیکن یقین جانیے کہ یہ تین چیزیں جو ہیں، یہ ساری روحانیت کی ''خشتِ اوّل'' ہیں۔ اسی پر روحانیت کا عظیم الشان محل تعمیر ہوتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم o قرآنِ کریم کی روح ہے، کلمہ طیّبہ، وہ کلمہ پاک ہے جو انسان کو کفر اور شرک سے پاک کر دیتا ہے اور درود شریف اس لیے کہ نبی ءِ کریم ﷺ کے ساتھ لگاؤ اور تعلق اسی کے وسیلے سے ہوگا۔ یہ تین چیزیں اگر آپ اختیار کر لیں اور کیا پتہ آج کی رات آپ کی آخری رات ہو اور کراماً کاتبین نے لکھ لیا ہو کہ اس شخص نے ساری زندگی کچھ نہیں کیا لیکن آج رات سوتے وقت اس نے بسم اللہ شریف بھی پڑھی، کلمہ طیّبہ کا ورد کیا اور نبی ءِ کریم ﷺ پر درود شریف بھیجا تو شاید یہی چند منٹ آپ کی کامیابی کا کفیل بن جائیں۔ میری دعوت آپ سے یہی ہے کہ اگر آپ اور کچھ نہیں کر سکتے تو یہ تو بہت آسانی سے کر سکتے ہیں۔ یہ چند منٹ جو ہیں آپ کی زندگی کے، یہی بس کر لیں۔

اکثر لوگ مجھ سے سوال کرتے ہیں یار! تم جیسا سوشل آدمی، دنیا دار آدمی جو بیک وقت شاعر بھی ہے، ادیب بھی ہے، سیاست دان بھی ہے۔ آپ یقین جانیں کہ چکوال کی تاریخ میں کوئی ایم۔ این۔ اے کوئی ایم۔ پی۔ اے 1975ء تک میرے مشورے کے بغیر میدانِ سیاست میں قدم نہیں رکھتا تھا۔ اور اس کی ساری میڈیا (Media) کی جو سکیم (Scheme) ہوتی تھی وہ بھی ترتیب دیتا تھا۔ 1960ء سے لے کر 1975ء تک یہ عالم رہا۔ آج بھی جب یہاں الیکشن ہو رہے تھے تو جنرل مجید صاحب کا بھتیجا جو تحصیل چکوال میں امیدوار بھی تھا اور پھر کافی عرصہ وہ چکوال ڈسٹرکٹ کونسل کا چیئرمین رہا ہے، وہ میرے پاس آیا کہ جی آپ وہاں جا نہیں سکتے، ہمارے لیے مہم نہیں چلا سکتے تو کم از کم اپنے چند ساتھیوں کو ہی اجازت دے دیں۔ اپنے بیٹوں کو ہی اجازت دے دیں کہ وہ کم از کم

علاقے میں ہمارے ساتھ چلیں تو مَیں نے کہا کہ اللہ کے بندے! اب تو مجھے نجات دو اس سیاست سے۔ سرداروں کا آدمی آیا، نواب خان کا کہ کمال صاحب! ہمیں پتہ ہے کہ آپ بالکل گوشہ نشین ہیں لیکن اب چونکہ میں سیاست میں آ گیا ہوں، میں کھڑا ہو گیا ہوں، میرے بھائی کو چھوڑیں، میرے ساتھ آپ کا تعلق رہا ہے، مہربانی کریں۔ اب آپ اگر نہیں جا سکتے تو بیٹے کو ہی اجازت دے دیں۔ مَیں نے کہا بھائی! نہیں، سردار صاحب! میرا کام ختم ہو چکا ہے، مَیں کسی اور لائن میں چل پڑا ہوں تو اب مجھے اجازت دیں، مَیں آپ کی کوئی امداد نہیں کر سکتا۔

کہنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ زندگی جو ہے، یہ بنتی ہے اور اچھی طرح بنتی ہے۔ ایک عام گھرانے سے تعلق رکھنے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ انعام بخشا کہ بڑی بڑی شخصیات جو علاقے کی ہیں، ملک کی ہیں، اُن سے میرے روابط رہے۔ اب بھی لوگ آتے ہیں۔ .D.C آتے ہیں، .S.P آتے ہیں، .A.C آتے ہیں۔ لیکن مَیں اُن کو کہتا ہوں کہ اللہ کے بندو! میرے پاس آنا ہی ہے تو رات کو آؤ۔ دِن کو آؤ گے تو نتیجہ کیا نکلے گا کہ کوئی اِدھر سے میرا دامن پکڑے گا، کوئی اُدھر سے کہ جی میرا یہ کام ہے، وہ کام ہے۔ تو مَیں اب ان باتوں میں اُلجھنا نہیں چاہتا۔

آپ لوگوں سے گزارش یہ ہے کہ علمی سطح پر، معاشرتی سطح پر ہم ایک جیسے ہیں۔ آپ بھی پروفیسر ہیں، مَیں بھی پروفیسر ہوں۔ لیکن مَیں نے آپ سے زیادہ بھرپور انداز میں زندگی کو انجوائے کیا ہے اور اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یہ ساری کامیابیاں، کامرانیاں اور شادمانیاں بالکل ہیچ ہیں۔ ایک اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اسی ذات کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ اگر اور کوئی ٹائم نہیں ملتا تو رات کو سوتے میں ہی اللہ تعالیٰ کو یاد کر لیں، نہ اس میں کوئی آپ کے لیے وضو کی شرط ہے، نہ ہی اور کوئی مسئلہ ہے۔ کیونکہ یہ نفس جو ہے، یہ بہت شرارتیں کرتا ہے کہ کون اُٹھے۔ بلکہ جب مَیں اس راستے پر چلا تو میرا لباس میرے لیے رکاوٹ بن گیا کہ یہ کریز خراب ہو جائے گی، ٹوٹ جائے گی۔ پُرانے ساتھیوں کو پتہ ہے کہ مَیں بڑا خوش لباس تھا۔ اب حال یہ ہے کہ وہی لباس رات کو پہنتا ہوں اور اسی میں صبح یہاں کام پر آ جاتا ہوں۔

یہ ساری چیزیں اس لیے بیان کر رہا ہوں کہ میرا تجربہ یہ ہے کہ یہ زندگی کی جو کامیابیاں اور خوشیاں آپ سمجھتے ہیں، یہ سب عارضی ہیں۔ اصلی جو خوشی ہے، وہ اللہ کی یاد ہے اور اُس میں کیا سواد ہے، کیا لُطف ہے، کیا مزا ہے، وہ آپ لوگوں کو خود اس راستے پر چل کر ہی نصیب ہوگا، بتانے کی یہ چیز نہیں ہے۔ جس طرح مَیں آپ کو بتاؤں کہ شہد بہت میٹھا ہے لیکن جب تک آپ لوگ کھائیں گے نہیں، اُس کی لذت سے آشنا نہیں ہو پائیں گے (آپ کو اس کا احساس نہیں ہوگا)۔ اسی طرح یہ روحانیّت ہے اور روحانیّت کیا ہے؟ یہ کوئی چیستان نہیں ہے جو سمجھ میں نہ آنے والی بات ہو۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت اور نبیٔ کریم ﷺ کے ساتھ عشق استوار کرنے کا طریقہ ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اللہ کو یاد کریں اور کسی بھی شکل میں یاد کریں۔

اگرچہ سب سے بہترین، اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کا جو وسیلہ ہے، وہ تو نماز ہے۔ لیکن اگر اس درجے پر نہیں پہنچ پاتے، شیطان اللہ تعالیٰ کے راستے میں رکاوٹ ڈال رہا ہے تو پھر سوتے وقت ہی جو چیزیں مَیں نے آپ کو بتائی ہیں؛ یعنی بسم اللہ شریف، کلمہ طیّبہ، تیسرا کلمہ، استغفار اور درود شریف، یہ پانچ بنیادی اوراد و وظائف ہیں۔ ان کو بھی اگر اپنا لیں، دس دفعہ پڑھ لیں تو بھی مَیں سمجھوں گا کہ یہ نجات کے لیے کافی ہیں، ان شاءاللہ تعالیٰ۔

باتیں تو جتنی بھی پھیلاتے چلے جائیں، چلتی جاتی ہیں، وقت تھوڑا ہے۔ مَیں پھر ایک دفعہ آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے اتنے بھرپور انداز میں میری پذیرائی کی۔

☆28 جولائی 1997ء سوموار

☆ سب علوم وفنون سے اُونچی شے ذکرِ اسمِ ذات ''اَللّٰہ'' ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی تقسیم ہے کہ کچھ دِل اُس کی یاد کی طرف زیادہ راغب ہوتے ہیں اور کچھ کم۔ جیسے ہر ماں باپ کی خواہش اور کوشش ہوتی ہے کہ اس کی اولاد زیادہ سے زیادہ تعلیم حاصل کرے اور دنیاوی لحاظ سے اچھا ہو، ایسے ہی مرشد کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کے مرید زیادہ سے زیادہ فیض حاصل کریں۔ مرشد سب کو توجہ دیتا ہے

لیکن ہر ایک کا اپنا اپنا نصیب ہے۔

☆ ''شہاب نامہ'' کے مصنف شہاب صاحب سے میری ملاقات اُن کی طلب پہ ہوئی تھی۔ ہر ملک کا روحانی سربراہ ابدال ہوتا ہے۔ یوں سمجھیے کہ پورے پاکستان کا روحانی سربراہ ابدال ہے۔ ابدال کے نیچے جیسے کسی تحصیل کے تحصیلدار کی حیثیت ہو، یہ اُن کا مقام تھا۔ وزیرِ اعظم نواز شریف یا صدر فاروق لغاری کے مقابلے میں تحصیلدار کی کیا حیثیت ہے؟ اگر مَیں رہنمائی نہ کرتا تو پھسلنے لگا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ رابطہ قائم کرو اور اُس کی رہنمائی کرو۔ مَیں نے اُسے خط لکھا۔ شہاب صاحب نے جواب میں لکھا کہ میرے پاس آنا چاہتا ہے۔ مَیں نے منع کر دیا کہ صاحبِ حیثیت ہے، اس کے آنے سے میرے لیے مسئلہ بن جائے گا۔ لوگ سفارش کے لیے آئیں گے۔ دنیاوی مسائل لے کر آ جائیں گے۔ مَیں نے پنڈی جانا تھا، سو مَیں نے کہا کہ مَیں خود آ رہا ہوں۔ اس طرح اُن سے ملاقات ہوئی۔

☆ مَیں نے تصوُّف و سلوک کو بہت آسان کر دیا ہے۔ پُرانے بزرگوں کے حالات پڑھیں تو پریشان ہو جاتے ہیں۔ لمبی لمبی تسبیحات، ریاضتیں، مشقتیں اور مجاہدے کرواتے تھے اور پھر سبق دیتے تھے۔ مَیں کہتا ہوں نماز پڑھیں۔ عشاء اور فجر کی نماز میں زیادہ سُستی ہوتی ہے۔ مَیں کہتا ہوں، عشاء کی نماز چار فرض، دو سنت اور تین وِتر پڑھ لیں، زیادہ نہ پڑھیں۔ کتنے ہی کاہل ہوں صبح سورج نکلنے سے تھوڑی دیر پہلے اُٹھ جائیں اور نمازِ فجر ادا کر لیں۔ نفس اور شیطان کا چکر ہے، وہ سُستی دلاتا ہے۔ مَیں کہتا ہوں نماز پڑھیں۔ صبح و شام ذکرِ اسمِ ذات کریں اور درود شریف پڑھیں اور اس کے بدلے کمالؔ صاحب گارنٹی دیتے ہیں، ضمانت دیتے ہیں کہ میرا مرید خانہ کعبہ شریف اور دربارِ اقدس ﷺ میں باریاب ہوگا۔ اگر یہاں زیارت نہیں ہوتی تو آخرت میں ان شاء اللہ ضرور ہوگی۔

☆ دین کو مولویوں نے پابندیاں لگا لگا کر مشکل بنا دیا ہے۔ نوجوان نسل کو اِدھر آنے تو دیں، جب آ جائیں گے تو نمازی بھی بن جائیں گے اور پابندیاں بھی قبول کر لیں گے۔

☆ صوفی کو باتیں کم کرنا چاہییں۔ قلتِ طعام، قلتِ کلام، قلتِ منام ضروری ہیں۔ میرے نزدیک عشقِ نبیءِ کریم ﷺ کی کسوٹی درود شریف ہے۔ یہاں مقابلہ درود شریف کا ہے۔ نماز

اور ذکر کے ساتھ ساتھ جو مرید یا مریدنی درود شریف زیادہ پڑھے، وہی میرے زیادہ قریب ہے۔ میرے نزدیک یہی ایک معیار ہے عشقِ نبی ءِ کریم ﷺ کا۔

☆4 جنوری 1998ء اتوار

☆ فیض کی مثال ایسے ہے کہ جیسے بجلی پاور ہاؤس میں بن رہی ہے لیکن دیکھتے ہی دیکھتے وہ تار کے ذریعے ہر گھر میں پہنچ جاتی ہے۔ یہی صورت فیض کی بھی ہے بشرطیکہ شیخ کامل ہو اور اُس کا اپنے سینے کا جنریٹر حضور ﷺ کے پاور ہاؤس کے ساتھ منسلک ہو۔ اویسیہ سلسلے کا تو کمال ہی یہ ہے کہ چاہے آپ ہانگ کانگ میں ہیں، فلسطین میں یا دنیا کے کسی کونے میں بھی بیٹھ کر ذکر کریں، فوراً یہاں سے وہاں تک فیض کی لہر پہنچ جاتی ہے۔ لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ آپ دو وقت کے ذاکر ہوں، پانچ وقت کے نمازی ہوں اور کثرت سے درود شریف پڑھتے ہوں۔

☆ اتوار کا ذکر اس لیے رکھا گیا ہے تاکہ آپ کو سہولت ہو، چاہے کوئی لاہور سے آئے یا پشاور سے، اتوار کو دن 12:00 بجے تک آسانی سے آ سکتے ہیں۔ آپ کے لیے کھانے کا انتظام اس لیے کیا جاتا ہے کہ آپ دور سے آتے ہیں اور یہاں آ کر آپ کو کوئی پریشانی نہ ہو، ورنہ کھانا فیض نہیں ہے اور روح منور نہیں ہوگی۔ اگر روح منور ہوگی تو وہ ذکر اور شیخ کے توجہ کرنے سے ہوگی۔ لہٰذا وہ ساتھی جو ورکر ہیں اور لنگر کے انتظامات پر اُن کی ڈیوٹی ہے، وہ ہفتہ کی شام کو آ جائیں۔ باقی ساتھیوں میں سے کوئی اتفاقاً آ گیا تو آ گیا ورنہ اتوار صبح کو ہی آئیں۔ مَیں چونکہ آپ کا شیخ ہوں اور میرا اور آپ کا رشتہ باپ بیٹے کا ہے، اس لیے مَیں یہ سب کچھ کہنے میں قباحت محسوس نہیں کر رہا کہ لوگ کیا کہیں گے۔

☆ میرا سلسلہ رضا، خوشی اور محبت کا ہے۔ اس میں جو فیض لینے والا ہے اور جو دینے والا ہے دونوں کی خوشی ضروری ہے۔ مَیں نے آپ کے لیے اتوار کا دن مخصوص کر رکھا ہے۔ اس کے علاوہ جو بھی آئے گا، مجھے کوفت ہوگی، مَیں خوش دِلی سے اُس کو توجہ نہیں دے سکوں گا۔

(12،11 ربیع الاوّل 1999ء کی درمیانی شب)

ساتھیو! دارالفیضان کے انتظامات کے حوالے سے آج مَیں ایک اہم اعلان کر رہا ہوں۔ جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ یہاں کے معاملات اب تک عبوری انداز میں چلائے جاتے رہے ہیں۔ اب مَیں مناسب سمجھتا ہوں کہ ان کو باقاعدہ کیا جائے۔ اس طرح مَیں نے ایک پانچ رکنی کمیٹی ترتیب دی ہے جو دارالفیضان کے تمام انتظامی اُمور چلائے گی۔

اس کمیٹی کا سربراہ مَیں نے حافظ سجاد الحق کو نامزد کیا ہے۔ اس کے باقی چار ممبران یہ ہوں گے: نجیب صاحب، مرتضیٰ شاہ، کیپٹن ناصر اور مرتضیٰ کھوٹ۔

یہ کمیٹی میری حیات تک محدود نہیں ہوگی بلکہ میرے بعد بھی جو میرا سجادہ نشین ہوگا، اُس کی معاونت کرے گی اور اس کے ساتھ مل کر دارالفیضان کے معاملات چلائے گی۔ حافظ سجاد الحق کو مَیں نے کمیٹی کا سربراہ اس لیے منتخب کیا ہے کہ دارالفیضان میں اس کی حاضری مقامی ساتھیوں سے بھی بڑھ کر ہے اور اس کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔

☆10 جولائی 1999ء ہفتہ

☆ مَیں نے اپنے صاحبزادے مراد کمال کو اپنے بعد بطورِ سجادہ نشین مقرر کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے، جس کا باضابطہ اعلان مَیں مناسب موقع پر کردوں گا۔ مراد کو مَیں نے اس لیے منتخب کیا ہے کہ اس کو مجھ سے ایک خاص قسم کا اُنس ہے۔

☆☆☆

ذکرِ اسمِ ذات ''اَللّٰہ''

اور

منازلِ سلوک

ذکرِ اسمِ ذات، نبیِ کریم ﷺ سے چلا آ رہا ہے۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو اور پھر آگے اولیاء اللہ کو یہ نُسخہ ودیعت فرمایا۔ مَیں بھی یہی ذکر کراتا ہوں۔ ذکر کو زیادہ سے زیادہ پھیلانا چاہتا ہوں۔ آپ بھی اَللّٰہ کے ذکر کو پھیلائیں۔ دولت کے انبار ہوں یا کاریں، کوٹھیاں یا اقتدار، کسی چیز سے دِل کو سکون نہیں ملتا۔ صرف اللہ کے ذکر، اللہ کی یاد سے دِلوں کو سکون ملتا ہے۔

﴿ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝ ﴾ (سورۃ رعد، آیت نمبر 28)

ذکر کا مطلب یہ نہیں کہ دنیا چھوڑ دو۔ دنیا میں رہ کر اللہ کو یاد کرنا ہے اور اُس کی رضا پر چلنا ہے۔ ذکر میں خیالات کو بھٹکنے سے بچایا کریں۔ اِس نیّت سے ذکر کیا کریں کہ دل میں اللہ کی محبت پیدا ہو۔ اللہ کی محبت سے نبیِ کریم ﷺ کی محبت اور نبیِ کریم ﷺ کی محبت کی نسبت سے شیخ کی محبت پیدا ہوگی۔ طریقت میں فنا فی الشیخ، فنا فی الرّسول اور فنا فی اللہ، تین منازل ہیں۔ میرے سلسلہ میں مجذوبیت نہیں ہے، محبت ہے۔ ذکر، نماز اور تلاوت میں اللہ کی محبت کو یاد کیا کرو، یہی خشوع وخضوع ہے۔ دوسرے سلسلوں میں خوف ہے۔ میرے سلسلے میں محبت ہے۔

تیرے سب عشاق ہیں اک خوف سے سہمے ہوئے
میں مگر تیری محبت کے نشے میں شادماں

تو میری رگ رگ میں ہے اور تو ورائے عرش بھی
یہ عجب ہیں قربتیں اور وہ عجب تر دوریاں

جب ذکر کرنے لگیں، تو جس طرح شاگرد اُستاد کو سبق سنانے لگتا ہے تو اُس کی ساری توجہ سبق پر ہوتی ہے، بالکل اِسی طرح ذکر کرتے وقت آپ پوری توجہ سے ذکر کیا کریں کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے اور آپ اُس کے سامنے بیٹھے اَللّٰہ اَللّٰہ پُکار رہے ہیں۔ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا خاص کرم اور نبیِ کریم ﷺ کی

خصوصی شفقت ہے کہ ذکر کی محفل میں موجود تمام ساتھی، چاہے اُن کا سبق پہلے لطیفے پر ہی ہو، میری توجہ سے ایک لمحے میں مقامِ تقرب (رویت) پر پہنچ جاتے ہیں۔ جن کا سبق مراقبات میں ہے، اُنہیں چلتے پھرتے کسی نہ کسی مراقبے میں رہنا چاہیے، تب یہ مراقبات راسخ ہوں گے۔ اس کے لیے محنت کرنا پڑتی ہے، ہمت کرنا پڑتی ہے، کوشش کرنا پڑتی ہے۔ دِلوں کے میل اور زنگ اَللّٰہ کے ذکر سے ہی رفع ہوتے ہیں۔ یہ نہیں کہ پیر صاحب بٹن دبائیں گے اور اصلاح ہو جائے گی۔ اس کے لیے محنت اور کوشش کرنا پڑے گی۔ باعمل ہونے سے اصلاح ہوگی جس کے لیے قرآن شریف میں ہمیں ہدایات دے دی گئی ہیں۔

نماز سے چھوٹے گناہ ختم ہو جاتے ہیں، لیکن بداعمالیوں اور کبیرہ گناہوں کے باعث دل پر جو سیاہیاں آ جاتی ہیں، وہ صرف اسمِ ذات اَللّٰہ کے ذکر سے ہی ختم ہوتی ہیں۔ بالکل ایسے ہی جیسے ہلکا میلا کپڑا ہو تو خود دھونے سے صاف ہو جاتا ہے، لیکن زیادہ میلے کپڑے کو بھٹی پر چڑھانا پڑتا ہے، تب صاف ہوتا ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں فرمایا گیا:

((لِکُلِّ شَیءٍ صِقَالَۃٌ وَ صِقَالَۃُ الْقُلُوْبِ ذِکْرُ اللّٰہ)) (مشکوٰۃ شریف:2174)

''ہر چیز کو چمکانے کے لیے صیقل (پالش) ہے اور دِلوں کا صیقل اَللّٰہ کا ذکر ہے۔''

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ، شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اور مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ پر اُن کی زندگی میں کفر کے فتوے لگائے گئے۔ جب انسان موجود ہوتا ہے تو لوگ کفر کے فتوے لگاتے ہیں، مر جاتا ہے تو ہیرو بنا لیتے ہیں۔ مَیں نے کتاب حالِ سفر لکھی ہے۔ کتاب پڑھ کر رکھ دیتے ہیں، آتے نہیں۔ مر جاؤں گا تو یاد کریں گے کہ کوئی اللہ کا بندہ تھا۔ حسرت سے یاد کریں گے کہ کاش! اُس کے زمانے میں ہوتے، اُس سے ملتے، فیض پاتے۔

ذکرِ خفی قلبی

پہلے ذکر کا طریقہ سمجھ لیں...... تصور یہ کریں کہ آپ کے دِل پر لفظ "اَللّٰہ" سُرخ یا سنہری رنگ کے ساتھ لکھا ہے۔ جو بھی رنگ آپ کو مرغوب ہو، اُس کے ساتھ آپ نے اللہ تعالیٰ کا نام اپنے قلب پر لکھنا ہے۔ اگر یہ نہ لکھا جائے، نقش نہ بنے، کشف کی صورت پیدا نہ ہو تو بھی تصور کریں کہ لکھا ہوا ہے اور آپ پڑھ رہے ہیں۔ "اَل" اُٹھائیں اور "لَہ" کی ضرب واپس دِل پر لگائیں۔ دِل کو گوشت کا ٹکڑا نہ سمجھیں۔ یہ سمجھیں کہ شیشہ ہے اور اِس پر اسم "اَللّٰہ" لکھا ہے۔ پُرانے ساتھیوں کے اپنے اپنے اسباق ہیں......لطائف اور مراقبات...... وہ اپنے اپنے سبق پر چلیں گے...... آپ نے اُن کی طرف دھیان نہیں دینا کہ کون کیا کر رہا ہے۔ اِس طرح نئے ساتھیوں نے شروع سے لے کر آخر تک مسلسل دِل ہی دِل میں "اَللّٰہ اَللّٰہ" کرتے رہنا ہے۔

پوری توجہ اور محبت سے اللہ تعالیٰ کا نام لینا ہے، اِس ارادے کے ساتھ کہ میرے دِل سے گناہوں کا زنگ اُتر جائے، غفلت دُور ہو اور اِس میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جائے...... اب آپ آنکھیں بند کر لیں تاکہ توجہ بٹ نہ سکے اور آپ کو یکسوئی حاصل ہو۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ

اَسْتَغْفِرُاللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْہِ

اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ

پہلا لطیفہ

لطیفۂ قلبی...... فیضِ ولایتِ حضرت آدم علیہ السلام...... سرُخ سنہری رنگ کے انوارات۔

﴿اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ o﴾ (سورۃ رعد، آیت نمبر 28)

سُنو !دِلوں کا سکون تو اَللّٰہ کے ذکر میں ہے۔

ذاکر زندہ ہے اور غافل مردہ ہے...... اپنے آپ کو زندہ کرلیں

اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ

دوسرا لطیفہ

لطیفہءِ روحی......فیضِ ولایتِ حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام......سفید رنگ کے انوارات......

یہ انوارات ہر کسی کو نظر آنا ضروری نہیں۔ بعض لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم ہوتا ہے، اُن کو دکھا دیے جاتے ہیں۔

((لِكُلِّ شَیءٍ صِقَالَةٌ وَ صِقَالَةُ الْقُلُوْبِ ذِكْرُ اللّٰه)) (مشکوۃ شریف:2174)

''ہر چیز کی پالش ہوتی ہے اور دِلوں کی پالش اَللّٰہ کا ذکر ہے۔''

اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ

تیسرا لطیفہ

لطیفہءِ سِرّی...... فیضِ ولایتِ حضرت موسیٰ علیہ السلام......سیاہ چمکیلے رنگ کے انوارات......

یہ انوارات نظر آنا ضروری نہیں، اگر نظر آ جائیں تو اللہ تعالیٰ کا انعام ہے۔ ذکر پوری توجہ سے کریں، گویا آپ اللہ تعالیٰ کے سامنے بیٹھ کر اُسے یاد کر رہے ہیں۔

﴿ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَ تَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ٥﴾ (سورۃ المزمّل، آیت نمبر 8)

''ساری دنیا سے کٹ کر اپنے ربّ کے نام کا ذکر کرو۔''

اس محفل میں ہم سب سے کٹ کر اسمِ ذات ''اَللّٰہ'' کا ذکر کر رہے ہیں۔

اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ

چوتھا لطیفہ

لطیفہءِ خفی...... فیضِ ولایتِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام...... نیلے رنگ کے انوارات......

یہ تمام فیض دراصل نبیءِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہے جو ہمیں ان انبیاء علیہم السلام کی وساطت سے ملتا ہے، جبکہ پانچویں لطیفے کا فیض براہِ راست حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اپنا ہے۔ ذکر کی اِس محفل میں نبیءِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بذاتِ خود موجود ہیں۔ صاحبِ کشف ساتھی دیکھ لیں کہ نبیءِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دائیں جانب چھ کرسیاں ہیں جن پر خلفائے راشدینؓ اور حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ عنہم تشریف فرما ہیں۔ بائیں جانب پہلی کرسی میری ہے کہ مَیں زندہ ہوں اور دنیا میں موجود ہوں۔ صاحبِ کشف ساتھی میرے گواہ ہیں کہ جو کچھ کہہ رہا ہوں، سچ کہہ رہا ہوں۔ آپ مانیں یا نہ مانیں، اس سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ

پانچواں لطیفہ

لطیفہءِ اخفٰی...... فیضِ ولایتِ سرورِ کونین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم...... سبز رنگ کے انوارات...... پانچوں لطائف ایک ساتھ...... پورا سینہ منوّر کر لیں......

صاحبِ کشف ساتھی مشاہدہ کر لیں...... پوری کائنات...... اس کا ذرّہ ذرّہ، شجر و حجر، نباتات و جمادات، دریا، سمندر، کیڑے مکوڑے، ارواحِ برزخ اور فرشتے ذکر میں شامل ہیں اور ذکر کر رہے ہیں۔

اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ

چھٹا لطیفہ

لطیفہءِ نفس...... توڑیں نفس کے بتوں کو......

نفسِ اَمّارہ کو لوّامہ اور مطمئنہ میں بدلیں اور یہی مشکل کام ہے۔ ساری عمر کوشش کرنا پڑتی ہے۔

نفسِ امّارہ آپ کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اُبھارتا ہے اور ہر اُلٹا کام کرنے پر اُکساتا ہے۔ لوّامہ میں یہ ہوتا ہے کہ آدمی جب کوئی غلط کام کرتا ہے تو اُس کو اس کا احساس ہوتا ہے۔ وہ ندامت کا اظہار کرتا ہے اور مغفرت اور بخشش مانگتا ہے۔ کیونکہ اُسے اپنے گناہگار ہونے کا احساس ہو جاتا ہے...... اِس لیے جب بُرائی سے نفرت اور نیکی کی طرف رغبت پیدا ہو جائے تو سمجھو کہ نفسِ امّارہ، نفسِ لوّامہ میں بدل گیا ہے۔ اور مطمئنہ یہ ہے کہ وہ تمام بُری صفات سے نکل کر اچھی صفات کو اپنا لیتا ہے اور ان کے مطابق زندگی گزارنا شروع کر دیتا ہے۔

صرف نماز کی پابندی دو وقت کا ذکر کر لینا اور درود شریف پڑھ لینا کافی نہیں ہے۔ یہ اس بات کی علامت نہیں ہے کہ آپ کا نفس مغلوب ہو چکا ہے۔ نفس مغلوب تب ہوگا کہ جب آپ اپنے سے جو کوتاہیاں اور خرابیاں ہیں، وہ دور کرتے رہیں، اپنے آپ کا محاسبہ کرتے رہیں، تب بات بنے گی۔ صوفی کو ہر لمحہ نفس کی نگرانی کرنا پڑتی ہے۔ یہ موذی بڑا سخت جان ہے۔ ذرا آپ ڈھیلے پڑے، سست ہوئے تو یہ دوڑ لگانا شروع کر دیتا ہے، اس لیے ہر لمحہ اس کا محاسبہ کرنا پڑتا ہے۔۔۔۔ تمام بُری نفسانی خواہشات: لالچ، تکبّر، حسد، ہوس، جھوٹ، فریب، دغا، ان سب کو دُور کر کے ان کی بجائے ہمدردی، خدمتِ خلق، صبر اور شکر جیسی صفات اپنائیں اور اللہ تعالیٰ کی یاد کو دِل میں بسائیں۔ سب سے بڑا گناہ، اللہ تعالیٰ کی یاد سے انسان کا غافل ہونا ہے۔

اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ

ساتواں لطیفہ

سلطانُ الاذکار...... پورا جسم...... سر کی چوٹی سے لے کر پاؤں کے ناخن تک...... رگ رگ، بال بال، خون کا قطرہ قطرہ ذاکر ہو جائے...... پوری روح منوّر کر لیں...... رُوں رُوں سے "اَللّٰہ اَللّٰہ" نکلنے لگے۔

جب یہ کیفیت ہوتی ہے تو پوری روح منوّر ہو جاتی ہے۔ جتنی روح منوّر ہوتی ہے، اُتنی ہی بالائی

منازل میں سُبک رفتار ہوتی ہے۔

اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ

واپس پہلے لطیفے پر آ جائیں اور سارے وجود کا نُور سمیٹ کر قلب میں لے آئیں۔ اب لطائف والے ذکر کرتے رہیں، غافل نہ ہوں۔

مراقبات والے ساتھی چلیں۔

مراقبہءِ احدیت

توحیدِ باری تعالیٰ کا تصوُّر......

وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَکَ یَا اللّٰہ

وَاِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ج لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ o (سورۃ البقرۃ، آیت نمبر 163)

لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰہ • لَا مَسْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہ • لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

اَللّٰــہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، کوئی اس کا شریک نہیں...... اللہ تعالیٰ کی ذات پر غیر متزلزل یقین پیدا کریں، یہی مقصود ہے اس مراقبہ سے...... سدرۃ المنتہیٰ سے اُوپر عرشِ عظیم کا یہ پہلا مقام...... یہاں سفید سنگِ مرمر کی مسجد ہے، صاحبِ کشف ساتھی دیکھ سکتے ہیں کہ سفید دُودھیا قسم کا بڑا ہی شفاف سنگِ مرمر ہے، جس کی یہ مسجد بنی ہوئی ہے...... سفید ہی نُور ہے، سفید ہی روشنی ہے...... یہاں پر خود کار نظام ہے۔ کوئی بتی نہیں ہے، لالٹین نہیں ہے، ٹیوب نہیں ہے...... غور سے دیکھیں، سب دیواروں سے روشنی چھن چھن کر باہر نکل رہی ہے۔ بعض ساتھیوں کو صرف انوارات نظر آئیں گے، روشنی نظر آئے گی اور بعض کو پورا منظر نظر آئے گا۔ اس وقت محفل میں چاہے وہ بیعت ہے یا نہیں، چاہے وہ پہلا مراقبہ حاصل کر چکا ہے یا نہیں، اب اس وقت سارے کے سارے مقامِ احدیت پہ پہنچ چکے ہیں...... لیکن یہ اُن کا عارضی سفر ہے۔

مقام معیّت

وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَ مَا کُنْتُمْ (سورۃ حدید، آیت نمبر 4)

تم جہاں کہیں بھی ہو، وہ اللہ تمہارے ساتھ ہے۔

دوسرا مقام......سبز مسجد، سبز ہی نُور رہے۔ اللہ تعالیٰ کا ساتھ ہر وقت، ہر جگہ اور ہر حال میں......یہ کیفیت پیدا ہو جائے......چلتے پھرتے، اُٹھتے بیٹھتے...... اللہ تعالیٰ کا ساتھ محسوس ہونے لگے۔ اس مراقبہ کو اگر آپ اپنے اندر جذب کر لیں تو اس کی تاثیر یہ ہے کہ پھر آپ کو کبھی کسی سے خوف نہیں آئے گا۔ کوئی پریشانی، پریشانی نہیں رہے گی۔ مراقبہءِ معیّت کو اتنا پکا ئیں کہ ہر دم اللہ تعالیٰ کی معیّت کا احساس پک جائے۔ پھر آپ کوئی غلط کام کرنے لگیں گے تو دِل کی گھنٹی بجنے لگے گی۔ پاؤں غلط راہ پر نہیں اُٹھیں گے، ہاتھ غلط کام نہیں کریں گے۔ زبان، کان اور آنکھیں غلط کاموں سے بچ جائیں گے۔ میرا کام آپ کو سبق دینا ہے۔ یہ مقامات محنت و کوشش سے ہی راسخ ہوتے ہیں۔ بار بار اپنا دھیان ادھر لائیں، تب معیّت کا یہ احساس راسخ ہو گا۔

مراقبہءِ اقربیّت

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ ٥ (سورۃ ق، آیت نمبر 16)

اور اللہ تعالیٰ تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے...... اس قرب کو محسوس کریں......

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ ٥ (سورۃ البقرۃ، آیت نمبر 165)

جو ایمان والے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ سے شدید محبت کرتے ہیں۔

یُحِبُّھُمْ وَ یُحِبُّوْنَہٗ ٥ (سورۃ المآئدہ، آیت نمبر 54)

وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں اور اللہ اُن سے محبت کرتا ہے۔

محبت کا تقاضا ہوتا ہے کہ جو محبوب چاہے ویسے کیا جائے، خالی باتوں سے کام نہیں بنتا۔ اللہ تعالیٰ اور نبیءِ کریم ﷺ کی محبت کا تقاضا ہے کہ جیسے آپ نے حکم دیا ہے ویسے کیا جائے، لپک کر کیا جائے،

خوشی سے عمل کیا جائے...... سفر کے اعتبار سے یہ تیسرا مقام ہے...... سُرخ یاقوت کی مسجد ہے، سُرخ ہی نُور ہے۔ اللہ تعالیٰ اور بندے کا قرب ایسے ہے جیسے پھول اور خوشبو کا قرب ہے۔ اس مراقبہ کی پختگی سے دِل میں اللہ تعالیٰ کی محبت گھر کر لیتی ہے۔ محسوس یہ کریں کہ آپ کا محبوبِ حقیقی آپ سے دُور نہیں ہے بلکہ بہت ہی قریب ہے، آپ کی رگِ جان سے بھی زیادہ قریب۔ اگر آپ اس سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں تو اس کی صورت یہی ہے کہ اُس کو زیادہ سے زیادہ یاد کریں۔ اس دنیا میں یہی آپ کی ملاقات ہے۔ اصلی ملاقات تو جنت میں ہوگی، جب اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو اپنا دیدار کرائیں گے......

یاد رکھیں کہ روح کی پرواز کی طاقت روشنی کی رفتار سے زیادہ ہے اور روشنی کی رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ ہوتی ہے۔ یہ جو آپ کو ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہنچایا جاتا ہے تو یہ تصرف کے ذریعے، ورنہ آپ خود احدیّت سے معیّت تک اور معیّت سے اقربیّت تک سفر کرنا شروع کریں تو صدیاں بیت جائیں۔

مراقبہءِ جنت

اِنَّ الۡاَبۡرَارَ لَفِیۡ نَعِیۡمٍ o (سورۃ الانفطار، آیت نمبر 13)

بلاشبہ نیک لوگ بہشت میں ہوں گے۔

صاحبِ کشف ساتھی جنت کی سیر کرلیں اور وہ انعامات دیکھ لیں جو آپ کو اگلی زندگی میں ملنے ہیں۔

مراقبہءِ دوزخ

وَاِنَّ الۡفُجَّارَ لَفِیۡ جَحِیۡمٍ o (سورۃ الانفطار، آیت نمبر 14)

اور یقیناً بدکار لوگ دوزخ میں ہوں گے۔

اب جہنم کی شُعلہ سامانیاں بھی دیکھ لیں۔ جنت کا منظر اُمید اور جہنم کا منظر خوف پیدا کرتا ہے۔ یہ دونوں ٹھکانے آپ کو دکھا دیے ہیں، اب آپ کی Choice (انتخاب) ہے کہ کون سا لینا چاہتے ہیں۔

مراقبہءِ فنا

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ o (سورۃالرحمٰن،آیت نمبر 26)

تمام کائنات فنا ہوگئی۔

اپنے آپ کو بھی فنا کر دیں ،خواہشات کو مٹا دیں، دنیا کا تصوُّر ختم کر دیں اورعدم چلے جائیں...... یہاں پہ اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔

بقاباللہ

وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ o (سورۃالرحمٰن،آیت نمبر 27)

تیرا ربّ جو صاحبِ جلال واکرام ہے، باقی رہے گا۔

اب کائنات وجود میں آ گئی، آپ کی خواہشات بھی پیدا ہو گئیں، مگر اللہ تعالیٰ کے احکام میں ڈھل گئیں...... یہ ہے بقا باللہ۔ یعنی آپ نے اللہ کے ساتھ دنیا میں باقی رہنا ہے...... اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے احکامات کی پابندی کی جائے یعنی اُس کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنی ہے۔ یہ فنا فی اللہ اور بقا باللہ کی کیفیت ہے۔ پُرانے سلسلوں میں یہ سب سے آخری مراقبہ سمجھا جاتا ہے۔

مراقبہءِ رویَت

﴿اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى﴾ (سورۃالعلق،آیت نمبر 14)

کیا انسان نہیں جانتا کہ اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔

((اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ)) (مشکوٰۃ شریف:1)

عبادت یوں کر گویا کہ تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو۔

نماز میں، ذکر میں یہ کیفیت پیدا ہو جائے۔ سفر کے اعتبار سے نو عرشوں کو عبور کیا اور ایک جست کے ساتھ عالمِ امر کے پہلے مقام یعنی مقامِ تقرب پر پہنچے۔ یہ وہی تقرب ہے جو نیچے اقربیّت والا تھا۔ وہ ولایتِ اولیاء تھی، یہ ولایتِ انبیاء علیہم السلام کا پہلا مقام ہے۔ ولایت سے مراد ہے علاقہ۔ یہاں پر کوئی غیر نبی اپنے نبی کے وسیلے سے ہی آگے جا سکتا ہے۔ یہ نو عرش عالمِ جبروت ہے۔ مقامِ تقرب سے آگے عالمِ امر شروع ہوتا ہے اور اس کی انتہا دائرہ عبدیت تک ہے۔

مقامِ رضا

رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَ رَضُوۡا عَنۡہُ ○ (سورۃ المجادلۃ، آیت نمبر 22)

اللہ اُن سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔

بہت اُونچا، بہت مشکل مقام۔ بقول حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، لاکھوں میں سے کوئی دو چار ولی اللہ ہی یہاں تک پہنچنے میں کامیاب ہوئے۔ دراصل یہ صحابہ کرامؓ کا مقام ہے اور اولیاء کرامؒ میں سے کوئی نبیءِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جوتوں کے صدقے ہی یہاں پہنچ پایا۔ مقامِ رضا سے مراد ہے کہ اپنی مکمل نفی کرنا ہوتی ہے، خود کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا ہوتا ہے۔ اس مقام پر اپنی ساری پسند ناپسند، غمی خوشی اور خواہشات سے دستبردار ہونا پڑتا ہے...... یہاں پہ تجاویز اور مشورے نہیں چلتے...... سب کچھ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا پڑتا ہے...... اور یہ ملکہ صرف صحابہءِ کرامؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خصوصی توجہ اور فیض رسانی کے باعث حاصل ہوا۔ باقی جتنے بھی ولی اللہ ہوتے ہیں، وہ پسند ناپسند کے چکر سے باہر نہیں نکل پاتے۔ کسی نہ کسی درجے میں اُن کی پسند ناپسند موجود رہتی ہے...... یہ ہو جائے، وہ ہو جائے، یہ مقام مل جائے، وہ نہ ملے، یہ بات بن جائے، یہ ہو، وہ ہو...... دُعا مانگنا ہمارا حق ہے لیکن اگر بظاہر قبول نہ ہو تو اُس کے لیے پریشان ہونا مناسب نہیں۔

مراقبہءِرفتار

فَفِرُّوْٓا اِلَی اللّٰہِo (سورۃ ذاریات، آیت نمبر 50)

دوڑے جاؤ اللہ کی طرف۔

یہ اللہ کے قرب کی دوڑ ہے جو ساری زندگی جاری رہتی ہے...... کبھی ختم نہیں ہوتی...... انسان کبھی تھک جاتا ہے، سُست ہو جاتا ہے اور کبھی تیز ہو جاتا ہے۔ چند ساتھی جو اُوپر جا سکتے ہیں، چلیں اپنے اپنے مقام پر...... یہ میرے کہنے سے ہی میری روح کھینچ کر آپ کو اُوپر لے جاتی ہے۔ میرے تصرف سے ہی آپ جاتے ہیں، ورنہ اگر روح اپنی رفتار سے چلے تو ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہنچنے کے لیے صدیاں بیت جائیں۔ آپ کی روح میں اتنی طاقت نہیں ہوتی۔ ان مقامات پہ آپ کو لے جانا ایسے ہی ہے جیسے بچے کو کوئی اُٹھا کر چھت پہ لے جائے۔ اگر ان مقامات کو راسخ کرلیا جائے تو روح قوی ہو کر ان مقامات پر جانے کے قابل ہو جاتی ہے...... اب اگلا جو سفر ہے وہ لاانتہاء ہے، ناپیدا کنار ہے۔ میرے سمیت کوئی بھی دعویٰ نہیں کر سکتا کہ ہم نے یہ سارا فاصلہ طے کرلیا۔ دراصل آگے انبیاء کرام علیہم السلام کا علاقہ ہے جس میں غیر نبی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جوتوں کے صدقے چلتے ہیں۔ کچھ لوگ اُوپر گئے وہ بھی بطورِ خادم کے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو اگر اُوپر جانے کا اِذن ملا تو وہ بھی اُن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوست کی حیثیت سے گئے۔ مقامِ عبدیت سے اُوپر کوئی بھی غیر نبی اپنے نبی کی خصوصی شفقت اور معیّت کے ساتھ جا پایا ہے۔ یہ ایسے مقامات اور کیفیات ہیں جن کا مَیں نے اپنی کتاب حالِ سفر میں ذکر تو کیا ہے، مگر ان کی توضیح نہیں بیان کی جاسکتی۔

ذکرِ یادداشت

اس مقام پر ذاتِ اقدس کی طرف دھیان، بغیر اسم، بغیر لفظ کے...... یوں محسوس کریں کہ تمام کائنات اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تھم گئی ہے اور اُس کے جلال کے سامنے ہر چیز مبہوت ہے...... یہ نہیں

کہ ذکر کے بعد فارغ ہو جائیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ہر وقت دھیان اللہ کی طرف رہے اور ''ہتھ کار وَل تے دِل یار وَل'' والی کیفیت پیدا ہو جائے۔

خانہ کعبہ شریف

چلیں...... سیرِ خانہ کعبہ شریف...... سجدۂ تشکّر...... اَللّٰہُ اَکْبَرُ...... سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی...... سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی...... سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی...... اَللّٰہُ اَکْبَر...... اَللّٰہُ اَکْبَر...... سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی...... سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی...... سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی...... اَللّٰہُ اَکْبَر

مقامِ ملتزم کے ساتھ لپٹ کر دُعا مانگیں۔

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ o (سورۃ البقرۃ، آیت نمبر 201)

دُعا مانگیں خاتمہ بالایمان کی، استقامت کی، اتحادِ اسلام کی، نفاذِ اسلام کی، غلبۂ اسلام کی اور مقبوضہ اسلامی ممالک کی آزادی کی...... کشمیر، افغانستان، فلسطین، سنکیانگ اور وسطِ ایشیا کی مقبوضہ روسی ریاستوں کی...... مقامِ ملتزم پر تصوّر کرو کہ اس کے انوارات تمہارے وجود میں جذب ہو رہے ہیں۔ حجرِ اسود کا بوسہ لو تو تصوّر کرو کہ ہونٹوں سے انوارات اندر جسم و روح میں سرایت کر رہے ہیں...... طواف......

وَلْیَطَّوَّفُوْا بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ o (سورۃ الحج، آیت نمبر 29)

بیت العتیق یعنی کعبہ شریف کا طواف کریں۔

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْک، لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْک

اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکْ

یہ محض خیال نہیں ہے، بلکہ جو صاحبِ کشف ہیں وہ اپنے آپ کو ساتھیوں کے ساتھ طواف کرتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔

روضہءاطہر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

جالی شریف کے سامنے درود شریف کا نذرانہ پیش کریں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ

وَ عَلٰی آلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

دربارِاقدس (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

جن ساتھیوں کو اِذن باریابی حاصل ہے، وہ اندر چلیں اور اپنی اپنی جگہوں پر جا کر بیٹھیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ

وَ عَلٰی آلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

ذکر کے بعد دعا

آمین...... اَلْحَمْدُ لِلّٰه...... اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن...... اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ...... یَااَللّٰهُ...... یَا رَحْمٰنُ...... یَارَحِیْمُ...... اَنْتَ حَیٌّ...... اَنْتَ قَیُّوْمٌ...... اَنْتَ بَارِئٌ...... اَنْتَ نُوْرٌ...... اَنْتَ غَنِیٌّ......

اَللّٰھُمَّ اَعِنَّا عَلٰی ذِكْرِكَ وَ شُكْرِكَ وَ حُسْنِ عِبَادَتِكَ ○ (شعب الایمان)

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ج اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ○ (سورۃ آل عمران، آیت نمبر 8)

رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَ انْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْن ○ (سورۃ البقرۃ، آیت نمبر 250)

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ فِيْمَا رَزَقْتَهُمْ فَغْفِرْلَهُمْ...... رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ج رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ج رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ج وَاعْفُ عَنَّا وقفه وَ اغْفِرْلَنَا وقفه وَارْحَمْنَا وقفه اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَo (سورۃ البقرۃ، آیت نمبر 286)

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِo

(سورۃ البقرۃ، آیت نمبر 201)

يَااَللّٰهُ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ...... اَصْلِحْ لِيْ شَانِيْ وَلَا تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ طُرْفَتُ عَيْنِيْ...... يَااَللّٰهُ...... يَا مُفَتِّحَ الْاَبْوَابِ يَا مُسَبِّبَ الْاَسْبَابِ يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ وِالْاَبْصَارِ يَا دَلِيْلَ الْمُتَحَيِّرِيْنَ يَا غَيَاثَ الْمُسْتَغِيْثِيْنَ...... اَغِثْنِيْ اَغِثْنِيْ اَغِثْنِيْ تَوَكَّلْتُ عَلَيْكَ يَارَبِّ وَ اُفَوِّضُ اَمْرِيْ اِلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌم بِالْعِبَادِo

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِ نَا وَ مَوْلَا نَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ...... بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَo

ooo

ختمِ خواجگان

اب ختمِ خواجگان کے لیے، سورۃ فاتحہ شریف، سورۃ کوثر، سورۃ اخلاص: تین تین بار...... پہلا کلمہ، تیسرا کلمہ اور استغفار: پانچ پانچ بار...... باقی وقت درود شریف پڑھیں...... جو کچھ آپ نے ذکر کیا اور تسبیحات پڑھی ہیں...... اُن کا ثواب میری مِلک کر دیں۔

دُعا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ
وَ عَلٰی آلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

یا اللہ جو کچھ ہم نے یہ ذکر کیا ہے...... تسبیحات پڑھی ہیں...... اس کا ثواب نبی ءِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں پہنچا دے...... یا اللہ! تمام انبیاء کرامؑ، اہلِ بیت اطہارؓ، صحابہ کرامؓ، مشائخ عظامؒ اور تمام مسلمان مرد، عورتوں کو نصیب فرما۔ یا اللہ! تمام ساتھیوں کو اپنے فضل و کرم سے سرفراز فرما۔ یا اللہ! سارے ساتھیوں کی مرادیں پوری فرما۔ یا اللہ! اُن کی لغزشیں اور غلطیاں دور فرما دے۔ یا اللہ تمام مسلمانانِ عالم کو فرقہ بندیوں سے، تفرقہ بازیوں سے نجات عطا فرما دے۔ یا اللہ! ان میں اسلام کے لیے سچی تڑپ پیدا فرما دے۔ یا اللہ! تمام مسلمانانِ عالم کو یہودیوں کی، ہنود کی، عیسائیوں کی اور دیگر دشمنانِ اسلام کی سازشوں سے محفوظ فرما دے۔ یا اللہ! نفاذِ اسلام، غلبہءِ اسلام اور اتحادِ اسلام کی منزل قریب تر فرما دے۔ یا اللہ! ہمیں بھی اسلام کی بہار دیکھنا نصیب فرما دے......

یَا اَللّٰہ!

رحم کر یا ربّ ، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے
سیّدِ کونین شاہِ انبیاء کے واسطے

رحم کر، نہ اپنے آئینِ کرم کو بھول جا
ہم تجھے بھولے ہیں لیکن تو نہ ہم کو بھول جا

خوار ہیں، بدکار ہیں، ڈوبے ہوئے ذلّت میں ہیں
کچھ بھی ہیں لیکن تیرے محبوب کی اُمت میں ہیں

حق پرستوں کی اگر کی، تو نے دلجوئی نہیں
طعنہ دیں گے بُت کہ مسلم کا خُدا کوئی نہیں

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ
وَ عَلٰی آلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِ نَا وَ مَوْلَا نَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِكَ یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ o

☆☆☆

بیعت(22)

پڑھیں……

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ

اَسْتَغْفِرُاللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْہِ

اس کلمے کا مفہوم یہ ہے کہ…… یا اللہ! میں سب گناہوں سے معافی مانگتا ہوں، توبہ کرتا ہوں۔ توبہ کا مطلب یہ ہے کہ اچھے کام کروں گا اور بُرے کام چھوڑوں گا…… مَیں نے آپ کو سلسلہ اویسیہ کمالیہ میں بیعت کیا اور اس کی نسبت عطا کی…… کہیں قبول کیا۔(23)

بیعت کا معنیٰ ہوتا ہے وعدہ کرنا۔ مَیں آپ سے وعدہ یہ کرر ہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے جو روحانی نعمت مجھے بخشی ہے، وہ مَیں حتی الامکان، آپ کی استعداد کے مطابق آپ کو تفویض کروں گا اور آپ بیعت یہ کر رہے ہیں کہ آپ میری اس تلقین پر عمل کریں گے، پورا اتریں گے اور کوشش کریں گے کہ اپنے اعمال کو سنواریں۔

نماز کی پابندی کرنی ہے، صبح وشام ذکر کی پابندی کرنی ہے۔ اس کے لیے اگر زیادہ ٹائم نہیں دے سکتے تو دس منٹ ہی دے دیں، فجر کی نماز سے پہلے نہیں کر سکتے تو بعد میں کرلیں۔ اسی طرح شام کا ذکر مغرب کے بعد کرلیں یا عشاء کے بعد کرلیں، جیسے سہولت ہو ویسے کرلیں۔ لیکن صبح وشام ذکر کی پابندی ضروری ہے۔ اس کے علاوہ درود شریف اپنی ہمت کے مطابق پڑھیں اور کام کاج کرتے ہوئے، اُٹھتے بیٹھتے، چلے پھرتے درود شریف پڑھتے رہیں، چاہے وہ روزانہ ہزار پڑھیں، چاہے دس

ہزار پڑھیں یا پچاس ہزار مرتبہ پڑھیں۔ یہ آپ نے اپنے اپنے طور پر اپنا ہدف پورا کرنا ہے اور چوبیس گھنٹوں میں جو بھی آپ کو ٹائم ملتا ہے، درود شریف پڑھیں۔ یہ آپ کی اپنی ہمت ہے کہ کہاں تک بڑھاتے ہیں۔ اگلی روحانی جو منازل ہوتی ہیں، اُن میں یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ کون آدمی نماز کی پابندی کر رہا ہے، کون تہجد پڑھ رہا ہے، کون آدمی تلاوتِ قرآنِ پاک کر رہا ہے، کون آدمی دعوتِ ذکر دے رہا ہے، کس آدمی کا ذکر کا ناغہ نہیں ہوتا اور کون آدمی درود شریف کثرت سے پڑھ رہا ہے۔ تو یہ سب چیزیں دیکھی جاتی ہیں، یہ ٹیسٹ میں شامل ہیں۔ اس کے مطابق مَیں پھر فیصلہ کرتا ہوں کہ اگلی منزل میں کب سبق دینا ہے۔

(24) اللہ تعالیٰ آپ سب کو استقامت دے۔ اصلی بات یہ ہے کہ استقامت ہونی چاہیے۔ آپ جو عمل شروع کریں، چاہے تھوڑا ہی ہو لیکن اس میں استقامت ہو، اس میں پختگی ہو۔ یہ نہیں کہ آج آپ نے جوش میں آ کر پانچ ہزار پڑھ لیا اور کل دو سو پڑھیں۔ یہی کوشش کریں کہ اگر آپ نے ایک حد مقرر کی ہے تو اُس کو اپنی اپنی ہمت کے مطابق بڑھاتے جائیں۔ تو ان شاء اللہ آپ دیکھیں گے کہ درود شریف میں اتنی برکت ہے کہ خود بخود آدمی کے ذہن میں یہ شوق پیدا ہوتا چلا جاتا ہے، یہ دِل کی کیفیت بدلتی چلی جاتی ہے اور انسان کا جو عمل ہے، اُس میں بھی نکھار آتا چلا جاتا ہے۔

☆☆☆

اوراد و وظائف

☆2 جون 1990ء ہفتہ

☆ جو مَیں نے بتایا ہے اور جو کتاب میں لکھا ہے، صرف وہ اوراد پڑھیں۔ میرے بتائے ہوئے کے علاوہ جو اوراد پڑھے جائیں، اُن سے میری نسبت نہیں۔ اس لیے اُن کے پڑھنے کو فیض بھی نہیں۔ جو مَیں نے بتایا ہے، اُس کا بے حد وحساب اجر ہے۔

☆ چوروں وغیرہ سے حفاظت کے لیے رات کو یہ پڑھ کر مکان پر دم کریں...... سورۃ الفاتحہ...... بسم اللہ سمیت، آیت الکرسی اور درود شریف...... ہر ایک تین تین مرتبہ ترتیب سے پڑھ کر حصار کھینچ دیں۔

☆16 جون 1990ء ہفتہ

☆ استخارہ کے لیے اوّل آخر دس مرتبہ درود شریف پڑھنا ہے اور بیچ میں اُنیس (19) مرتبہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ o

پڑھ کر سینے پر ہاتھ پھیر کر سو جائیں۔ ان شاءاللہ خبر مل جائے گی۔

☆13 جولائی 1990ء جمعۃ المبارک

☆ شیطان تو آخر دم تک وار کرتا ہی رہتا ہے۔ اگر مرید شیطان کی پیدا کردہ بدگمانیوں اور وسوسوں کو خود پر غالب نہ ہونے دے اور شیخ سے اُنس، محبت، عقیدت اور رابطہ محکم رکھے، تو شیطان کے وار سے بچ گیا۔ شیخ سے اندھی عقیدت ہو تو مرید کامیاب ہے۔ آپ کو آہنی چٹان ہونا چاہیے۔ شیطان وار کرتا رہتا ہے کہ مرید کو مرشد سے کاٹ دے اور فیض کی ڈور ختم کر دے۔ وہ ہر طریق سے بدگمان کرتا ہے...... لہٰذا جس طرح کی بھی بدگمانی آئے،

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ o

پڑھیں۔ان شاءاللہ معاملات ٹھیک رہیں گے۔

☆ دنیاوی کاموں کی کامیابی کے لیے صبح وشام 100,100 مرتبہ

یَا اللّٰہُ یَا حَسِیْبُ یَا وَکِیْلُ

اور دس دس مرتبہ اوّل وآخر درود شریف پڑھیں۔

☆21 اگست 1990ء منگل

☆ رزق وروزی میں اضافے کے لیے ہر نماز کے ساتھ اوّل وآخر دس مرتبہ درود شریف پڑھ کر درمیان میں گیارہ مرتبہ پڑھیں۔

یَااللّٰہُ یَا بَاسِطُ یَا رَزَّاقُ

یہ وظیفہ اپنے اعزہ واقربا اور احباب کو بھی بتا سکتے ہیں۔

☆11 ستمبر 1990ء منگل

☆ نماز، حقوق اللہ اور حقوق العباد کے معاملات میں انسان سے روزانہ ہی کوتاہیاں سرزد ہوجاتی ہیں۔ان کوتاہیوں کے ازالے کے لیے روزانہ 100 مرتبہ استغفار پڑھیں۔

اَسْتَغْفِرُاللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْہِ۔

☆8 مارچ 1991ء جمعۃ المبارک

☆ خیروبرکت اور ہر طرح کے شر کے اثرات وغیرہ سے بچنے کے لیے چاروں قل پڑھ کر دم کرلیں۔

☆13 مئی 1991 سوموار

☆ تکالیف، پریشانیوں کو رفع کرنے کے لیے اور دنیاوی مسائل کو حل کرنے کے لیے

بعدازنمازِعشاءاوّل آخر 10 مرتبہ درودشریف کے ساتھ 100 مرتبہ پڑھیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ۔ (سورة آل عمران، آیت نمبر173)

پڑھیں۔اگر ہر بار ساتھ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ پڑھنا مشکل لگےتو10 مرتبہ پڑھ کر پھر حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ۔ پڑھیں۔ان شاءاللہ پریشانی رفع ہو جائے گی۔

☆ جادوکےاثرات رفع کرنے کے لیے دم والا پانی رات کو کمرے میں دیواروں کے ساتھ چھڑکیں۔سر درد یا تکلیف کی صورت میں متاثرہ حصے پر دم والا پانی لگائیں۔

☆27 ستمبر 1991ء جمعۃ المبارک

☆ حصولِ اولاد کے لیے اوّل آخر دس دس مرتبہ درود شریف اور درمیان میں 100 مرتبہ رات سونے سے پہلے یہ پڑھیں۔

يَا اللّٰهُ يَا خَالِقُ يَا وَارِثُ

ساتھ تعویذ والا پانی بھی پئیں۔

☆9اپریل1993ء جمعۃ المبارک

☆وسوسے رفع کرنے کے لیےایک تو یہ کریں کہ وسوسوں کی طرف توجہ نہ دیں، پروانہ کریں۔

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ٥

پڑھ کر سینے پر دم کرلیا کریں،اَللّٰہ اَللّٰہ کہا کریں یا پھر سورۃ الفلق اور سورۃ الناس بھی پڑھ سکتے ہیں۔۔۔۔ان شاءاللہ آہستہ آہستہ ٹھیک ہو جائیں گے۔

☆15 اکتوبر 1993ء جمعۃ المبارک

☆مخمساتِ عشر کی تمام سورتوں کے ساتھ ہر بار بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o پڑھا کریں۔ان مخمساتِ عشر کو ایصالِ ثواب بھی کیا جا سکتا ہے۔

تلاوتِ قرآنِ پاک

روزانہ کم از کم ایک رکوع ترجمہ کے ساتھ پڑھنا معمول بنالیں،تا کہ قرآنِ عظیم کو سمجھنے،اس پر عمل کرنے اور اس کی دائمی برکات سے استفادہ کرنے میں آسانی پیدا ہو جائے۔

مخمساتِ عشر

یعنی پانچ پانچ بار پڑھی جانے والی دس چیزوں کا وظیفہ جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:۔

1۔ سورۃ الفاتحہ
2۔ سورۃ الکوثر
3۔ سورۃ الاخلاص
4۔ سورۃ الفلق
5۔ سورۃ الناس
6۔ کلمہ طیبہ
7۔ کلمہ تمجید:۔سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ
8۔ استغفار:۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَيْهِ
9۔ دُعا:۔ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ
10۔ دُرود شریف:۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَ عَلٰى اٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

نوٹ:۔(مخمساتِ عشر صبح و شام پڑھنے ہیں)

تسبیحات

درج ذیل تسبیحات میں سے ہر ایک سو دفعہ (صبح وشام) پڑھیں (قلّتِ وقت کی صورت میں دس دس بار بھی پڑھ سکتے ہیں)

1۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ 2۔ کلمہ طیبہ

3۔ کلمہ تمجید 4۔ استغفار

درود شریف

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ

اے میرے پیارے اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ! محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم ، نبی اُمّی (مکّی) پر

وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ o

اور اُن کی آل اور اصحاب پر صلوٰۃ وسلام اور برکتوں (کے پھول) نچھاور فرما

نوٹ:۔(ذکرِ اسمِ ذات اور تسبیحات کے علاوہ اپنی تمام تر ہمّت و وقت صرف درود شریف کے لیے وقف رکھیں)۔

☆☆☆

نوٹ:۔(حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ سورۃ حشر کی مندرجہ ذیل آخری آیات عموماً دوران نماز پڑھا کرتے تھے)

﴿لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ ج وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ o﴾

’’اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو ضرور آپ ﷺ اسے دیکھتے کہ وہ اللہ کے خوف سے جھک جاتا، پاش پاش ہو جاتا، یہ مثالیں ہم لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور و فکر کریں۔‘‘

﴿هُوَ اللّٰهُ الَّذِي لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝﴾

’’اللہ وہی تو ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہر چھپی ہوئی اور ظاہر چیز کا جاننے والا۔ وہی ہے بڑا مہربان، رحمت والا۔‘‘

﴿هُوَ اللّٰهُ الَّذِي لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۝ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۚ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝﴾

’’اللہ وہی تو ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ سب کا بادشاہ، نہایت مقدس، سلامت رکھنے والا، امان بخشنے والا، حفاظت فرمانے والا، عزت والا، عظمت والا، تکبّر والا۔ پاک ہے اللہ تعالیٰ اس شرک سے جو لوگ کر رہے ہیں۔‘‘

﴿هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ ۚ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝﴾ (سورۃ الحشر، آیت نمبر 24-21)

’’وہی اللہ سب کا خالق، سب کو پیدا کرنے والا، سب کی صورت بنانے والا، سارے خوبصورت نام اسی کے ہیں۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اسی کی تسبیح کر رہے ہیں اور وہی عزت والا، حکمت والا ہے۔‘‘

☆☆☆

مقامِ شکر

ہمارے لیے مقامِ شکر ہے کہ زیرِ نظر خطبات ابتدا سے انتہا تک حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی نگاہ سے گزرنے اور منظوری پانے کے بے مثال شرف سے مشّرف ہوئے۔

دعوتِ عام

دارالفیضان پنوال، چکوال میں روزانہ نمازِ فجر و مغرب کے بعد اور ہر اتوار کو دن 12:00pm تا 2:00pm تک محفلِ ذکرِ خفی قلبی منعقد ہوتی ہے۔ جبکہ سالانہ اجتماع مارچ کے چوتھے اتوار کو ہوتا ہے۔ سب کو شمولیت کے لیے دعوتِ عام ہے۔

حواشی

(1) کثرتِ تکرار سے بچنے کے لیے حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے تمام خطبات میں موجود ابتدائی اور اختتامی کلمات حذف کر کے صرف اس پہلے سالانہ اجتماع کے اوّل و آخر میں درج کر دیے گئے ہیں۔

(2) حدیث قدسی ہے:

((لَوْ لَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَ فْلَاكَ))

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ''اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر میں آپ کو پیدا نہ کرتا تو اس کائنات کو بھی پیدا نہ کرتا۔''

(3) سالانہ اجتماع کے کچھ روز بعد آپ پر T.V. سے خبریں وغیرہ سننے پر بھی پابندی لگ گئی۔ پھر صرف ریڈیو سے خبریں سنتے رہے۔

(4) ☆ قرآنِ کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْأً وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَ عَسٰى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْأً وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ o وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ (سورۃ البقرۃ، آیت نمبر 216)

''ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں ناگوار ہو اور وہی تمہارے لیے بہت بہتر ہو۔ اور ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں پسند ہو اور وہی تمہارے لیے بُری ہو۔ بیشک (تمہاری بہتری) اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔''

☆☆ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے، وہ کہتے ہیں

((سُئِلَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَيُّ النَّاسِ اَشَدُّ بَلَاءً، قَالَ الْاَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْاَ مْثَلُ فَا الْاَ مْثَلُ يُبْتَلٰى الرَّجُلُ عَلٰى حَسَبِ دِيْنِهٖ فَاِنْ كَانَ فِي دِيْنِهٖ صَلَابَةٌ اِشْتَدَّ بَلَاؤُهٗ، وَاِنْ كَانَ فِي دِيْنِهٖ رِقَّةٌ اُبْتُلِيَ عَلٰى قَدْرِ دِيْنِهٖ فَمَا يَبْرَحُ الْبَلَاءُ بِالْعَبْدِ حَتّٰى تَتْرُكَهٗ يَمْشِئ عَلٰى

الْاَرْضِ وَمَا عَلَيْهِ خَطِيْئَةٌ)) (رواہ الدارمی وابنِ ماجہ والترمذی)(ترمذی:285)

''رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ سب سے زیادہ آزمائش کن لوگوں پر آتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا انبیاء علیہم السلام پر، پھران کے بعد درجہ بدرجہ۔ ایک شخص کو دین کا جتنا حصہ زیادہ ملتاہے، اتنی ہی زیادہ اس کی آزمائش ہوتی ہے۔ اگر وہ اسلام میں مضبوط ہےتو اسی قدر اُس کی آزمائش بھی شدید ہوگی اور اگر وہ دین میں کمزور ہےتو آزمائش بھی ہلکی ہوگی۔ مومن پر یہاں تک مشکلات آتی ہیں کہ آخرکار وہ زمین پر پاک وصاف پھرتا ہے۔ اوراس پر (آخرت کی سزا کے لیے) کوئی گناہ نہیں ہوتا۔''

☆☆☆((عَنْ اَنَسْ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ عُظْمَ الْجَزَاءِ مَعَ عُظْمَ الْبَلَآءِ وَ اِنَّ اللّٰهَ تَعالٰى اِذَ أَحَبَّ قَوْمًا اِبْتَلَا هُمْ، فَمَنْ رَضِىَ فَلَهُ الرِّضَا ءُ وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ لسَّخَطُ)) (رواہ الترمذی:283)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ بیشک جس کے لیے جتنی بڑی مصیبت ہوگی، اُس کے لیے اتنا ہی زیادہ اجر ہوگا اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم سے محبت کرتا ہےتو انہیں آزمائش میں ڈال دیتا ہے۔ پس جو اس پر راضی رہا اُس کے لیے (اللہ کی) رضا ہے اور جو ناخوش ہوا اُس پر (اللہ کی بھی) ناخوشی ہے۔''

☆☆☆((عَنْ انس رضى اللّٰه عنه اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلِّمْ قَالَ اِذا أَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدِهِ الْخيْرَ عَجَّلَ لَهُ الْعُقُوْبَةَ فِى الدُّنْيَا)) (رواہ الترمذی:283)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے سے خیر خواہی کرنا چاہتا ہےتو اس کے گناہوں کی سزا جلدی اسی دنیا میں دے دیتا ہے۔''

مذکورہ احادیث کے ضمن میں امام ابنِ تیمیہ کا قول ہے کہ ''ایک شخص کا آزمائش وابتلا میں گرفتار ہو جانا (جیسے فقر و فاقہ، بیماری یا کوئی تکلیف) تو یہ اُس کے لیے ایک عظیم نعمت ہے کیونکہ اس سے اس کے گناہ دُھل جاتے ہیں۔اور جب انسان صبر سے کام لیتا ہے تو اجر وثواب کا حقدار بھی بن جاتا ہے۔اس طرح مصیبت فی نفسہٖ گناہوں کے ختم ہونے کا ذریعہ بنتی ہے۔اس کے برعکس اگر مصیبت زدہ شخص مصیبت و پریشانی سے تنگ آ کر کوئی ایسا قدم اُٹھالے یا اُس کی زبان سے کوئی ایسا جملہ نکل جائے جو صریح کفر کے مترادف ہو یا فرائض و واجبات کو ترک کر بیٹھے یا محرمات کا مرتکب ہو جائے جو اُس کے لیے دین میں خرابی کا باعث بنتا ہو اور وہ پہلے سے بڑے گناہ کا ارتکاب کرے تو پھر یہ مصیبت اُس کے لیے وبالِ جان اور اس کے دین و آخرت کی تباہی کا باعث بن جاتی ہے......اس کے برعکس جو شخص ان مصائب ومشکلات پر صبر واستقامت اختیار کرے تو پھر یہی مصائب اس کے لیے نعمت بن جاتے ہیں اور بندے کے اس صبر و رضا کے عوض اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اُولٰٓئِكَ عَلَيۡهِمۡ صَلَوٰتٌ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ وَرَحۡمَةٌ ۝﴾ (سورۃ البقرۃ، آیت نمبر 157)

''یہی لوگ ہیں جن پر اُن کے پروردگار کی صلوٰۃ اور رحمت ہے۔'' (بحوالہ کتاب ھدایہ المستفید شرح کتاب التوحید)

اسی مقامِ رضا پر فائز لوگوں کے بارے میں ایک اور جگہ پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿جَزَآؤُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ جَنّٰتُ عَدۡنٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ اَبَدًا ؕ رَضِىَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ ۝﴾ (سورۃ بیّنہ، آیت نمبر 8)

''اُن کی جزا اُن کے رب کے ہاں دائمی قیام کی جنتیں ہیں، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں

گی۔ وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔‘‘

(5) قرآنِ پاک میں اس عمل کی صراحت ان الفاظ میں آئی ہے:

﴿اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ رَاكِعُوْنَ﴾ (سورۃ المائدہ، آیت نمبر 55)

’’بیشک تمہارا مددگار صرف اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول ﷺ اور ایمان والے ہیں، جو صحیح صحیح نماز ادا کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور (ہر حال میں) وہ بارگاہِ الٰہی میں جھکنے والے ہیں۔‘‘

اس آیت کی تفسیر میں پیر محمد کرم شاہ الازہری ضیاء القرآن میں لکھتے ہیں ’’پہلے دشمنانِ اسلام سے دوستی اور محبت سے روکا گیا۔ اب بتایا جا رہا ہے کہ مسلمان کس سے پیار و محبت کریں اور کسے اپنا ناصر و مددگار بنائیں۔ فرمایا تمہارا دوست اور مددگار اللہ تعالیٰ، اُس کا رسول (ﷺ) اور وہ مومن ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں لیکن دنیا کو دکھانے کے لیے نہیں بلکہ ﴿وَ هُمْ رَاكِعُوْنَ﴾ یعنی نہایت خشوع و خضوع سے عبادت الٰہی میں مشغول و منہمک رہتے ہیں۔‘‘

لا تهن الفقير عليك   تركع يوما والدهر قد رفعه

یعنی...... ’’کسی فقیر کو حقارت کی نظر سے مت دیکھ۔ ہوسکتا ہے کہ تو ذلیل ہو جائے اور زمانہ اُس کو سربلند کر دے۔‘‘ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ **مجموعات المكاتيب والرسائل** میں فرماتے ہیں ’’جان لیں کہ شیخ سے مدد مانگنا حضور ﷺ سے مدد مانگنا ہے۔ کیونکہ یہ ان کے نائب اور جانشین ہیں اور اس عقیدے کو پورے یقین کے ساتھ اپنے پلے باندھ لیں۔‘‘ اسی بنا پر مولانا محمود الحسن ﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وِ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ (سورۃ الفاتحہ، آیت نمبر 4) کی تفسیر میں فرماتے ہیں ’’ اگر کسی مقبول بندے کو محض واسطہ رحمتِ الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت درحقیقت حق تعالیٰ ہی سے استعانت ہے۔‘‘

(6) حضرت امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اس ضمن میں فرماتے ہیں ''ہمیشہ قلب کا تعلق اپنے شیخ سے اس عقیدہ کے ساتھ جوڑنا کہ یہ مظہرِ حق تعالیٰ ہے جس نے اپنے فیض سے نوازنے کے لیے انہیں مجھ پر مقرر فرمایا ہے اور انہیں کے ذریعہ سے بارگاہِ خداوندی میں حضوری کی راہ ملتی ہے۔ ہمیشہ سراپا تسلیم و محبت بن کر اس کی طرف متوجہ ہو، تاکہ فیض کا باب اس پر کھل جائے اور اپنے شیخ کے بارے میں کسی قسم کا اعتراض اور شک دِل میں نہ لائے کہ یہ چیز راہِ حق میں رکاوٹ کا سبب ہے۔ تصفیہ القلوب'' بقول حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ

هیچ چیزے خود بخود چیزے نه شُد　هیچ آهن خود بخود تیغے نه شُد

مولوی هرگز نه شُد مولائے روم　تا غلامِ شمس تبریزی نه شُد

''کوئی چیز از خود کوئی چیز نہیں بنتی اور کوئی لوہا خود بخود تلوار نہیں بنتا۔ مولوی اُس وقت تک مولائے روم نہ بنا جب تک شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ کا غلام نہ بنا۔''

(7) پیر محمد کرم شاہ صاحب ''ضیاء القرآن'' میں اِنہیں آیات سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ علماء ربانیّین کی خدمت میں حاضر ہو تو اس وقت بھی چلاّ چلاّ کر گفتگو نہ کرے اور اپنے پیر و مرشد سے بھی یہی ادب و احترام ملحوظ رکھے۔

☆☆ مفتی محمد شفیع صاحب معارف القرآن میں اِنہیں آیات کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ علماء و مشائخِ دین کا بھی یہی حکم ہے، کیونکہ وہ وارثِ انبیاء علیہم السلام ہیں اور دلیل اس کی یہ واقعہ ہے کہ ایک دن حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے آگے چل رہے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ فرمائی اور فرمایا کہ تم ایسے شخص کے آگے چلتے ہو جو دنیا و آخرت میں تم سے بہتر ہے۔ روح البیان مزید لکھتے ہیں کہ قاضی ابو بکر ابنِ عربی نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم و ادب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد بھی ایسا ہی واجب ہے جیسا حیات میں تھا اسی لیے علماء نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبرِ مبارک (روضہ اطہر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سامنے بھی زیادہ بلند آواز سے سلام و کلام کرنا ادب کے خلاف ہے، اِسی لیے علماء نے فرمایا کہ اپنے استاد اور مرشد

کے ساتھ بھی یہی ادب ملحوظ رکھنا چاہیے۔

(8) التصوت کله ادب، ولکل وقت ادب، ولکل حال ادب، ولکل مقام ادب، ومن یلزم الادب یبلغ مبلغ الرجال و من حرم الادب فهو بعید من الله و مردود۔ (عوارف المعارف، از شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ)

''تصوّف تمام کا تمام ادب سکھاتا ہے...... ہر وقت ادب...... ہر حال میں ادب...... ہر مقام پر ادب...... اور جو ادب کو ملحوظِ خاطر رکھتا ہے، وہ بلند مراتب پاتا ہے۔ اور جو بے ادب ہے...... وہ اللہ سے دُور اور راندہ درگاہ ہے۔''

(9) ((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرو رَضِیَ اللّٰهَ عَنْهُمَا ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَ يَدِهٖ، وَالْمُهَا جِرُ مَنْ هَجَرَ مَانَهَی اللّٰهُ عَنْهُ o))

(رواۃ البخاری، ابوداؤد النسائی)

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں اور حقیقی مہاجر وہ ہے، جس نے ان کاموں کو چھوڑ دیا جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔''

☆☆ حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ کے اس سوال: اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے ایک ایسا عمل بتائیے جو مجھے جنت میں داخل کردے اور آگ سے دور رکھے، کے جواب میں ایک طویل حدیث ہے۔ یہاں ہم اپنے موضوع کی مناسبت سے آپ ﷺ کے آخری ارشاد نقل کرتے ہیں:

((ثُمَّ قَالَ اَلَا اُخْبِرُكَ بِمَلَاكِ ذٰلِكَ كُلِّهٖ قُلْتُ بَلٰی یَا نَبِیَّ اللّٰه ، فَاَخَذَ بِلِسَانِهٖ وَ قَالَ كُفَّ عَلَيْكَ هٰذَا، فَقُلْتُ يَا نَبِیَّ اللّٰه وَ اِنَّا لَمُئوَاخِذُوْنَ بِمَا نَتَكَلَّمُ بِهٖ، قَالَ ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ يَا مَعَاذُ، يَكُبُّ النَّاسُ فِی النَّارِ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ اَوْ عَلٰی مَنَاخِرِ هِمْ اِلَّا حَصَائِدُ

اَلْسِنَتِهِمْ o)) (مسند امام احمد۔الترمذی،ابنِ ماجہ)

''پھر نبیء کریم ﷺ نے فرمایا:(اے معاذ!) کیا میں تجھے نہ بتاؤں وہ بات جس میں اس (جنت) کا مدار ہے؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں یا نبی اللہ ﷺ۔ پھر حضور ﷺ نے اپنی زبان پکڑ لی اور فرمایا اس کو تُو بند رکھ۔ میں نے عرض: کیا اے اللہ کے نبی ﷺ! کیا ہم اس چیز کے ساتھ پکڑے جائیں گے جو ہم بولتے ہیں؟ فرمایا اے معاذ! تجھے تیری ماں گُم کرے۔ لوگوں کو آگ میں اُن کے مُنہ کے بل یا ناک کے بل اُن کی زبان کی باتیں ہی گرائیں گی (یعنی بدکلامی ہی اُن کو جہنم تک لے جائے گی)۔''

(10)((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :اِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ:يَااِبْنَ آدمَ، مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِي۔ قَالَ :يَارَبِّ! كَيْفَ أَعُوْدُكَ وَ اَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ ؟ قَالَ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ عَبْدِي فُلَا نًا مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ، أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ عُدْتَهُ لَوَجَدْتَنِي عِنْدَهُ ؟ يَا اِبْنَ آدمَ !اَسْتَطْعَمْتُكَ فَلَمْ تُطْعِمْنِي، قَالَ :يَارَبِّ !وَ كَيْفَ أُطْعِمُكَ وَ أَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ ؟ قَالَ :أَمَا عَلِمْتَ أَنَّهُ اسْتَطْعَمَكَ عَبْدِي فُلَانٌ فَلَمْ تُطْعِمْهُ ؟ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ أَطْعَمْتَهُ لَوَجَدْتَ ذٰلِكَ عِنْدِي ؟ يَا اِبْنَ آدَمَ !اَسْتَسْقَيْتُكَ فَلَمْ تَسْقِنِي، قَالَ :يَارَبِّ! كَيْفَ أَسْقِيْكَ وَ أَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ ؟ قَالَ اَسْتَسْقَاكَ عَبْدِي فُلَانٌ فَلَمْ تَسْقِهِ، أَمَا اِنَّكَ لَوْ سَقَيْتَهُ وَ جَدْتَ ذٰلِكَ عَنْدِي))

(رواہ مسلم والبخاری فی الادب)(مشکوۃ شریف:1440)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے ابنِ آدم! میں بیمار ہوا اور تو نے میری مزاج پرسی نہ کی؟ بندہ عرض

کرے گا: اے پروردِگار! میں تیری بیماری پرسی کیسے کرتا جبکہ تو خود تمام جہانوں کا پالنے والا ہے؟ ارشاد ہوگا: کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا اور تو نے اس کی مزاج پرسی نہ کی۔ کیا تو نہیں جانتا کہ اگر تو اس کی بیمار پرسی کرتا تو مجھے اس کے پاس موجود پاتا؟ اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا طلب کیا اور تو نے مجھے کھانا نہ کھلایا؟ بندہ عرض کرے گا: اے پروردِگار! میں تجھے کھانا کیسے کھلاتا جبکہ تو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے؟ ارشاد ہوگا: کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا اور تو نے اسے کھانا نہ کھلایا؟ کیا تو نہیں جانتا کہ اگر تو اسے کھانا کھلاتا تو اس کا ثواب میری بارگاہ سے پاتا؟ اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا اور تو نے مجھے پانی نہ پلایا؟ بندہ عرض کرے گا: پروردِگار! میں تجھے پانی کیسے پلاتا جبکہ تو رب العالمین ہے؟ ارشاد ہوگا: میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا اور تو نے اسے پانی نہ پلایا۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ اگر تو اسے پانی پلاتا تو اس کا ثواب تجھے میرے ہاں سے ملتا؟

---

(11) یہاں ہم تعویذ اور دَم کے جواز اور عدم جواز سے متعلق **ھدایہ المستفید** جلد اوّل شرح **کتاب التوحید** مصنف محمد بن عبدالوہاب، شائع کردہ مکتبہ الدعوۃ الاسلامیہ، پاکستان۔ صفحہ نمبر 393-390 سے تفصیل درج کرتے ہیں۔

((وَ عَنِ ابْنِ مسعود رضی اللہ تعالٰی عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ اِنَّ الرُّقٰی وَالتَّمَائِمَ وَ التِّوَلَۃَ شِرْکٌ۔)) (رواہ احمد وابوداؤد)

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ جھاڑ پھُونک، تعویذ اور حُبّ کے اعمال سب شرک ہیں۔''

مصنف اِس کی تشریح کرتے ہیں کہ یہ وہی دَم ہے جو عزائم کے نام سے مشہور ہے۔ اِن میں سے وہ قسم جس سے شرک لازم نہ آتا ہو، جائز ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے نظر اور بخار کے لیے دَم کرنے کی اجازت دی ہے۔

مصنف کی اِس عبارت سے معلوم ہوا کہ وہی جھاڑ پھُونک اور دَم شرک ہے جس میں غیر اللہ

سے استعانت کی گئی ہو۔ البتہ وہ دَم جس میں صرف اللہ تعالیٰ کے نام، اُس کی صفات اور آیاتِ قرآنیہ تلاوت کی جائیں یا وہ دُعائیں پڑھی جائیں جو آنحضرت ﷺ سے ثابت ہیں، وہ مستحسن اور جائز ہے۔

ایسے ہی دَم کے بارے میں صحیح مسلم میں حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم زمانہ جاہلیت میں دَم کیا کرتے تھے۔ ہم نے اِس کے متعلق آنحضرت ﷺ سے سوال کیا کہ اِس کے بارے میں آپ ﷺ کا کیا حکم ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''وہ دَم میرے سامنے پیش کرو۔ اگر اِس میں شرک کی آمیزش نہ ہوئی تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔''

اِس مطلب کی احادیث کثرت سے ملتی ہیں کہ اگر دَم میں شِرکیہ الفاظ نہ ہوں تو جائز ہے۔ الخطابی کی رائے اس سلسلے میں یہ ہے۔ ''آنحضرت ﷺ نے خود دَم کیا ہے اور آپ ﷺ کو بھی دَم کیا گیا ہے، اور آپ ﷺ نے اِس کی اجازت ہی نہیں دی بلکہ دَم کرنے کا حکم بھی دیا ہے۔ اگر دَم قرآنی آیات پر مشتمل ہو تو جائز ہے۔ البتہ ممانعت اُس دَم کی ہے جو عربی زبان میں نہ ہو کیونکہ بسا اوقات غیر عربی الفاظ کفریہ ہوتے ہیں یا ایسے الفاظ پر مشتمل ہوتا ہے جس میں شِرکیہ کلمات پائے جاتے ہیں۔''

امام تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ''مجہول اور غیر معروف اسماء سے دَم نہیں کرنا چاہیے۔ چہ جائیکہ اِن الفاظ سے دُعا مانگی جائے اگرچہ اِن اسماء اور الفاظ کے معنیٰ معلوم ہی ہوں۔ اِسی بنا پر غیر عربی الفاظ سے دُعا کرنا مکروہ ہے۔ ہاں! جو شخص عربی بالکل نہیں جانتا، وہ دوسری زبان میں دُعا مانگ سکتا ہے۔ عجمی الفاظ کو شعار اور وظیفہ مقرر کر لینا دینِ اسلام میں جائز نہیں ہے۔''

علامہ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''علمائے اُمت کا اِس پر اتفاق ہے کہ وہ دَم اور رُقیہ...... جس میں مندرجہ ذیل تین شرائط پائی جائیں ...... جائز ہے۔

1۔ وہ دَم جو کلام اللہ، اسماء اللہ یا اُس کی صفات پر مبنی ہو۔

2۔وہ دَم جو عربی زبان میں ہو،اس کے معنی بھی واضح اور مشہور ہوں اور مطابق شریعتِ اسلامی ہو۔

3۔یہ کہ دَم کرنے والا اور کروانے والا یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ دَم فی نفسہٖ کوئی بااثر چیز نہیں ہے بلکہ یہ سارا معاملہ اللہ کی تقدیر سے وابستہ ہے اور اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو اثر ہوگا۔‘‘

صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ میں بڑے بڑے اہلِ علم کے درمیان اِس باب میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ آیا وہ تعویذات جو قرآنِ کریم کی آیات یا اسماء اللہ الحسنیٰ پر مشتمل ہوں، جائز ہیں یا ناجائز؟

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ، ابوجعفر الباقر رحمۃ اللہ علیہ اور ایک روایت کے مطابق امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ جائز ہیں۔جن احادیث میں اِس سے نہی منقول ہے، اِس کا جواب وہ یہ دیتے ہیں کہ وہ تعویذ جو شرکیہ کلمات پر مشتمل ہوں، ناجائز ہیں۔ یہ حضرات، اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے استدلال کرتے ہیں۔

(12) ایسے ہی لوگوں کے لیے قرآنِ پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔

﴿وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ۝﴾ (سورۃ البقرۃ،آیت 177)

”اور جو تنگ دستی ،جسمانی تکلیف اور جہاد کے وقت ثابت قدم رہتے ہیں، یہی لوگ سچے ہیں اور یہی پرہیز گار ہیں۔“

(13) دارالفیضان (جہلم) میں مسجد کے سنگِ بنیاد کے موقع پر عید کا سا سماں تھا۔اذان کی آواز گونجی تو یوں لگا کہ شجر و حجر، کائنات کا ذرّہ ذرّہ جھوم جھوم گئے۔قلب و روح پر عجیب طرح کی سکینت و طمانیت طاری تھی۔ ہر فرد سراپا نیاز تھا۔نماز کے بعد قبلہ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کرایا تو ذکر کے دوران ہر آنکھ اشک بار تھی۔ ہر دِل پہ حضوری کا عالم تھا۔لگتا تھا ارض وسما...... اَللّٰہ اَللّٰہ...... پکار رہے ہیں۔

(14) حضور ﷺ کے صحابہ کرامؓ ایثار وقربانی کے جذبات سے سرشار تھے۔ اس حوالے سے مولانا یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب حیاتُ الصحابہ جلد چہارم میں یہ حدیث نقل کرتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں بہت زیادہ مبتلائے مشقّت ہوں، آپ ﷺ نے اپنی بعض ازواج کے پاس آدمی بھیجا، انہوں نے کہا: قسم اس ذات کی، جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے، ہمارے پاس سوائے پانی کے اور کچھ نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے دوسری بیوی کے پاس بھیجا، انہوں نے بھی یہی جواب دیا یہاں تک کہ آپ ﷺ کی کل ازواج نے یہی جواب دیا کہ ذاتِ پاک کی قسم جس نے آپ کو حق دے کو بھیجا ہے، میرے پاس سوائے پانی کے اور کچھ نہیں ہے، تب آپ ﷺ نے فرمایا ''آج کی رات اسے کون مہمان ٹھہرائے گا؟'' ایک انصاری رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! مَیں۔ چنانچہ یہ انصاری اس کو اپنے گھر میں لے گئے اور اپنی بیوی سے پوچھا کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ اس نے کہا سوائے تمہارے بچوں کے کھانے کے اور کچھ نہیں، انہوں نے کہا بچوں کو کسی چیز سے بہلا دے اور جب وہ شام کا کھانا مانگیں، ان کو کسی طرح سلا دے اور جب ہمارا مہمان اندر آئے تو چراغ کو بجھا دے اور اسے یہ دکھا کہ ہم کھا رہے ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جب مہمان کھانے کا ارادہ کرے تو چراغ کو (ٹھیک کرنے کے لیے کھڑی ہو جا اور اسے) بجھا دے۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ تینوں بیٹھے، مہمان نے کھایا اور یہ دونوں بھوکے رہے۔ جب صبح ہوئی تو یہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہیں دیکھتے ہی آپ ﷺ نے فرمایا جو تم دونوں نے اپنے مہمان کے ساتھ کیا اللہ تعالیٰ نے اس سے تعجب فرمایا (یعنی اللہ تعالیٰ کو تم دونوں کی بات پسند آ گئی) اور ایک روایت میں ہے کہ اس وقت یہ آیت اُتری

﴿وَيُؤْثِرُوْنَ عَلَى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾ (سورۃ الحشر، آیت نمبر 9)

''اور اپنے آپ پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگر چہ خود انہیں سخت بھوک ہو۔''

(15) اس ضمن میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتے ہیں

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ﴾ (سورۃ البلد، آیت نمبر 4)

"بے شک ہم نے انسان کو بڑی مشقّت میں (زندگی بسر کرنے کے لیے) پیدا کیا ہے۔"

اس آیت کی تشریح میں پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر ضیاء القرآن جلد پنجم میں لکھتے ہیں "اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے انسان کی تخلیق اس لیے نہیں کی کہ وہ آرام و آسائش کی زندگی بسر کر کے بزمِ عالم سے رخصت ہو جائے، بلکہ اس کی زندگی کا سفینہ طوفانوں سے نبرد آزما ہونے کے لیے بنایا ہے۔ خطرات و مصائب اور اس کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ جب اس کا حمل رحمِ مادر میں قرار پکڑتا ہے تو اس وقت سے ہی طرح طرح کے خطرات اس کے گرد منڈلانے لگتے ہیں۔ ہر لحظہ اس کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ رہتا ہے۔ جب وہ اس دنیا میں قدم رکھتا ہے تو بیماریاں، ناکامیاں، محرومیاں اور مخالفین کی مخالفتیں، نفس و شیطان کی ریشہ دوانیاں قدم قدم پر اس کا راستہ روکے کھڑی ہو جاتی ہیں اور اس کی زندگی کے کارواں کو انہیں دشوار گھاٹیوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ گویا انسان کی زندگی کا مقصد مصیبتوں اور تکلیفوں سے نبرد آزما ہونا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو اس میں مضمر امکانی قوتیں اور صلاحیتیں کبھی نشوونما نہ پا سکیں اور یہ قطرہ کبھی دُرِ شہوار نہ بن سکے۔"

☆☆ اسی آیت کی تفسیر میں مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ معارف القرآن جلد ہشتم میں فرماتے ہیں کہ "انسان کو اس پر تنبیہ کیا گیا ہے کہ تمہاری جو یہ خواہش ہے کہ دنیا میں ہمیشہ راحت ہی راحت ملے، کسی تکلیف سے سابقہ نہ پڑے، یہ خیالِ خام ہے جو کبھی حاصل نہیں ہوگا۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہر شخص کو دنیا میں محنت و مشقّت اور رنج و مصیبت پیش آئے اور جب مشقّت و کلفت پیش آنا ہی ہے، تو عقلمند کا کام یہ ہے کہ وہ ہر محنت و مشقّت اُس چیز کے لیے کرے جو اُس کو ہمیشہ کام آوے اور دائمی راحت کا سامان بنے اور وہ صرف ایمان اور طاعتِ حق میں منحصر ہے۔"

(16) سورۃ النحل کی آیت نمبر 125 میں ارشادِ ربّانی ہے:

﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ط o﴾

''اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی (پُرکشش) نصیحت سے بلاؤ اور اُن سے اس طریقہ پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو۔''

(17) سورۃ الانعام کی آیت نمبر 75 میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ كَذٰلِكَ نُرِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ لِیَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ o﴾

''اور اسی طرح ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمینوں کی ساری بادشاہی دکھادی تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہوجائیں۔''

اس آیت کی تفسیر میں پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ، ضیاء القرآن میں نقل کرتے ہیں کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جلالِ خداوندی کے انوار و تجلیات ہر لحہ ضوفشاں ہیں لیکن انسانی روح کسی نہ کسی حجاب کے باعث ان کے مشاہدے سے محروم رہتی ہے۔ جیسے جیسے حجاب ہٹتا اور سرکتا جاتا ہے، ویسے ہی انوارات کا مشاہدہ شروع ہو جاتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب تمام حجابات کو تار تار کر دیا اور انوارِ الٰہی کے مشاہدہ میں کوئی آڑ باقی نہ رہی تو زمین و آسمان کی بے کراں وسعتوں میں قدرتِ خداوندی کے جو اسرار تھے، سب ظاہر ہو گئے اور نگاہِ ابراہیمی پر ہر چیز منکشف کر دی گئی۔

☆☆ اسی ضمن میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث شریف ہے:

((عَنْ ثوبان رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ اِنَّ اللّٰہَ زَوٰی لِیَ الْاَرْضَ فَرَأَیْتُ مَشَارِقَهَا وَ مَغَارِبَهَا o)) (صحیح مسلم)

''حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین کو میرے لیے اس طرح سمیٹ دیا کہ میں نے اس کے مشرق ،مغرب تک سب کچھ دیکھ لیا۔''

''زَوٰی'' کے معنی ''جمع اور اکٹھا'' کرنے کے ہیں یعنی دُور کی چیز کو اتنا قریب کر دینا کہ وہ باآسانی دیکھی جا سکے۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام تھے جنہوں نے ساری زندگی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں گزار دی۔ حتیٰ کہ سفر وحضر میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں رہے۔

(18) مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب امداد السلوک میں لکھتے ہیں ''مرید اس بات کا یقین رکھے کہ شیخ کی روح ایک جگہ پر مقید نہیں بلکہ جس جگہ مرید ہو گا قریب یا بعید، اگرچہ شیخ کی ذات بعید ہو، لیکن اس کی روحانیت سے دور نہیں ہے۔ جب اس بات کو راسخ کرے اور شیخ کو ہر وقت یاد رکھے تو روحانی تعلق پیدا ہو جائے گا اور ہر آن میں عجیب فائدہ حاصل کرے گا۔''

(19) قرآنِ عظیم کی سورۃ نمل، آیت نمبر 44-20 میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصے میں اُن کے اُمتی آصف بن برخیا کا ہزاروں میل دور سے تختِ بلقیس پلک جھپکنے میں لا حاضر کرنا روحانی تصرّف کی بہترین مثال ہے...... اسی طرح ہمیں اس حدیث شریف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا رُوحانی تصرّف اپنے عروج پر ملتا ہے۔

((عَنْ اِبْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ عُمَرَ بَعَثَ جَيْشًا وَّاَمَّرَ عَلَيْهِمْ رَجُلًا يُّدْعٰى سَارِيَةَ، فَبَيْنَمَا عُمَرُ يَخْطُبُ فَجَعَلَ يَصِيْحُ: يَا سَارِيَّ! الْجَبَلِ فَقَدِمَ رَسُوْلٌ مِّنَ الْجَيْشِ فَقَالَ: يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! لَقِيْنَا عَدُوَّنَا فَهَزَمُوْنَا فَاِذَا بِصَائِحٍ يَصِيْحُ: يَا سَارِيَّ الْجَبَلِ فَاَسْنَدْنَا ظُهُوْرَنَا اِلَى الْجَبَلِ فَهَزَمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى))(رواہ احمد فی الفضائل والبیقہی وابونعیم)(مشکوٰۃ شریف:5699)

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر روانہ فرمایا اور اس کا سالار

ایک شخص کو مقرر کیا جس کا نام ساریہ تھا۔ ایک دن آپ رضی اللہ عنہ خطبہ دے رہے تھے، آپ نے پکارا: اے ساریہ! پہاڑ کی اوٹ لو۔ (بعد میں) لشکر سے ایک قاصد آیا اور کہنے لگا: امیر المومنین! ہم دشمن سے لڑے اور اس نے ہمیں شکست دے دی پھر اچانک کسی پکارنے والے نے پکارا: اے ساریہ! پہاڑ کی اوٹ لو۔ ہم نے اپنی پیٹھیں پہاڑ کی طرف کر لیں تو اللہ تعالیٰ نے اُنہیں شکست دی (اور ہمیں فتح عطا کی)۔"

(20) ((قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَلذِّكْرُ الَّذِیْ لَا تَسْمَعُهُ الْحَفَظَةُ يَزِيْدُ عَلَى الذِّكْرِ الَّذِیْ تَسْمَعُهُ الْحَفَظَةُ سَبْعِيْنَ ضِعْفًا)) (شعب الایمان للبیہقی و کنز العمال والجامع الصغیر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایسا ذکر (ذکرِ خفی قلبی) جسے کراماً کاتبین فرشتے تک نہ سُن سکیں، اُسے غیر ذکرِ خفی (ذکرِ جہر) پر جسے وہ محافظ فرشتے با آسانی سُن لیتے ہیں، ستر گُنا فضیلت حاصل ہے...... ایک اور حدیث شریف میں فرمایا۔

((خَيْرُ الذِّكْرِ الْخَفِیُّ))

"بہترین ذکر، ذکرِ خفی ہے۔"

(21) رُوحانی کیفیات میں اُتار چڑھاؤ سے متعلق مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب شریعت وطریقت کا تلازم کے صفحہ 138-139 پر مشکوٰۃ شریف اور مسلم شریف کے حوالے سے یہ حدیث شریف نقل کرتے ہیں۔۔۔۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں گھر سے نکلا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، انہوں نے پوچھا کہ حنظلہ رضی اللہ عنہ کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا کہ حنظلہ رضی اللہ عنہ تو منافق ہو گیا ہے، کہنے لگے سبحان اللہ کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے کہا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں ہوتے ہیں اور حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت و دوزخ کا ذکر کرتے ہیں تو دونوں چیزیں گویا ہماری آنکھوں کے سامنے ہوتی ہیں لیکن جب حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس سے نکلتے ہیں اور بیوی بچوں، کاروبار میں گھل مل جاتے ہیں تو بہت سی باتیں بھول جاتے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے

سُن کر فرمایا کہ خدا کی قسم، یہ حالت تو میری بھی ہے، تو میں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دونوں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ! حنظلہ تو منافق ہوگیا، تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ یہ کیا کہا؟ تو میں نے اُوپر والی ساری بات دہرائی تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اس ذاتِ پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم ہر وقت اس حال پر رہو جس حال میں میرے پاس آتے ہو اور اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہو تو ملائکہ تم سے تمہارے بستروں پر اور تمہارے راستوں میں مصافحہ کیا کریں، لیکن اے حنظلہ! گاہے گاہے۔ تین دفعہ ارشاد فرمایا ''یعنی آدمی ہمیشہ ایک ہی حالت پر نہیں رہتا، حضوری کی کیفیت کبھی کبھی حاصل ہوتی ہے''۔۔۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس پاک ارشاد میں لفظ ذکر سے اور تعمیم ہوگئی کہ مجالسِ ذکر اور ذکر کی کثرت میں حضوری یعنی مراقبۂ احسان حاصل رہتا ہے۔

(22) بہت سی احادیث میں صحابہ کرامؓ کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بیعت ہونا ثابت ہے۔ ان میں سے ہم یہاں بطورِ مثال ''بخاری شریف (باب تقبیل الید)'' کی صرف اس ایک حدیث پر اکتفا کرتے ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن رزین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم ربذۃ کے مقام سے گزرے تو ہم سے کہا گیا کہ یہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ ہیں، تو میں اُن کے پاس آیا اور ہم نے ان کو سلام کیا، پس انہوں نے اپنے ہاتھ باہر نکال کر کہا:

((بَایَعْتُ بِھَا تَیْنِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فَاَخْرَجَ کَفًّالَہٗ ضَخْمَۃٌ کَاَنَّھَا کَفٌّ بَعِیْرٍ فَقُمْنَا اِلَیْھَا فَقَبَّلْنَا ھَاo)) (البخاری باب تقبیل الید)

''میں نے ان دونوں ہاتھوں سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بیعت کی ہے تو انہوں نے اپنی بھاری بھرکم ہتھیلی نکالی گویا کہ وہ اونٹنی کی ہتھیلی کی مانند تھی، پس ہم اس کی طرف بڑھے اور ان کی ہتھیلی کو بوسہ دیا۔''

(23) مرد حضرات کو بیعت کرتے وقت حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ اُن کا دایاں ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں کے درمیان لے کر یہ الفاظ دہراتے تھے۔ جبکہ خواتین کو، کپڑے کا ایک سرا اپنے ہاتھ میں اور دوسرا بیعت کرنے والی خاتون کے ہاتھ میں دے کر یہ الفاظ ادا کرواتے تھے۔

(24) قول مشہور ہے۔

اَلْاِ سْتَقَامَۃُ فَوْقَ اَلْفِ کَرَامَاتِo

"ایک استقامت ہزار کرامات پر بھاری ہے۔"

☆☆☆

روڈ میپ برائے "دارالفیضان"

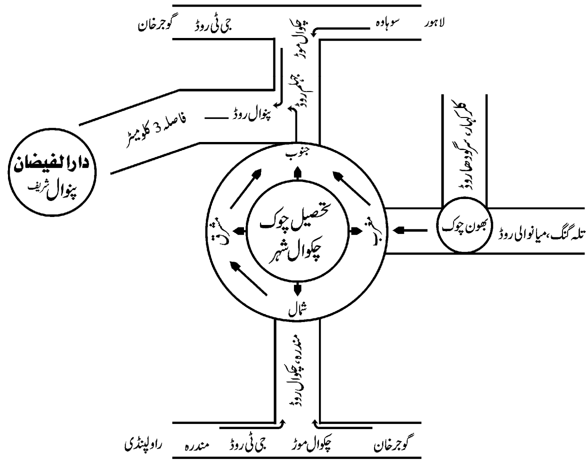

GET APP & LOCATION ON
Google Play

www.dar-ul-faizan.com